پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر ونایاب رسائل وکتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور.... دار العلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر ونایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 88

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمد للہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

مقالاتِ حکیم الامت 88

تاریخ اشاعت.........صفر المظفر ۱۴۴۲ھ
ناشر.........ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.........ساؤتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈنگ.........اشرفیہ بک بائنڈنگ.....ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات.........انار کلی.........لاہور
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.........لاہور
مکتبہ رحمانیہ.........اُردو بازار.........لاہور
اسلامی کتاب گھر.........خیابان سرسید.........راولپنڈی
اسلامک بک کمپنی.........امین پور بازار.........فیصل آباد
مکتبہ رشیدیہ.........سرکی روڈ.........کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ.........بہادر آباد.........کراچی
دالی کتاب گھر۔ گوجرانوالہ۔ مکتبہ علمیہ۔ اکوڑہ خٹک

دارالاشاعت.........اُردو بازار.........کراچی
قرآن محل.........کمیٹی چوک.........راولپنڈی
مکتبہ دارالاخلاص.........قصہ خوانی بازار.........پشاور
مکتبہ اسلامیہ.........امین پور بازار.........فیصل آباد
ممتاز کتب خانہ.........قصہ خوانی بازار.........پشاور
مکتبہ ماجدیہ.........سرکی روڈ.........کوئٹہ
مکتبہ عمر فاروق.........شاہ فیصل کالونی.........کراچی
مکتبہ نعمانیہ۔ گوجرانوالہ۔ اسلامی کتاب گھر۔ ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

اِجمالی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

إن اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی

یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

یارب صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بلغ العلی بکمالہ
خصال خاتمیت سے وہی سب سے حسیں بڑھ کر

کشف الدجی بجمالہ
ذات خاتمیت پر درود اور آل اطہر پر

حسنت جمیع خصالہ
کمال خاتمیت سے گئے عرش معلیٰ پر

صلوا علیہ وآلہ
جمال خاتمیت سے اجالے ہو گئے یکسر

صلی اللہ علی سیدنا محمد

رَفعُ الضِیقِ عَن اَہلِ الطَّرِیق

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا محمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اس رسالہ میں اُمورِ غیر اختیاریہ کی تحصیل یا ازالہ کی
فکر میں لگے ہوئے اصحاب کا علاج بتلایا ہے۔

تمہید

بعد حمد وصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ عرض رسا ہے کہ منجملہ موانع طریق سلوک کے دو اَمر خاص ہیں جو اس قدر کثیر الوقوع ہیں کہ شاید ہی کوئی سالک اُن میں مبتلا ہونے سے بچا ہو بلکہ اہل علم بھی اُن میں مبتلاء ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض اُمور غیر اختیاریہ کی تحصیل کی فکر میں پڑ جاتے ہیں جیسے ذوق وشوق واستغراق ولذت، یکسوئی ودفع خطرات وسوزش وانجذاب وعشق طبعی وامثالہا اور ان اُمور کو ذکر وشغل، مجاہدہ کے ثمرات سمجھ جاتے ہیں اور ان کے حاصل نہ ہونے کو حرمان سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ بعض اُمور غیر اختیاریہ کے ازالہ کے اہتمام میں لگ جاتے ہیں جیسے قبض و ہجوم، خطرات اور دل نہ لگنا یا کسی آدمی یا مال کی طبعی محبت یا شہوت یا غضب طبعی کا غلبہ یا قلب میں رقت نہ ہونا یا رونا نہ آنا یا کسی دنیوی غم کا غلبہ یا کسی دنیوی خوف کا غلبہ و امثالہا اور ان اُمور کو طریق کے لئے مضر اور مقصود سے مانع سمجھتے ہیں اور ان کے زائل نہ ہونے کو موجب بعد عن اللہ سمجھتے ہیں یہ ہیں وہ دو اَمر جن میں عام طور پر اہل سلوک مبتلا ہیں۔ اور امر مشترک ان دونوں اَمر میں یہ امر ہے کہ اُمور غیر اختیاریہ کے درپے ہوتے ہیں تحصیلاً یا ازالۃً اور اُمور غیر اختیاریہ کے درپے ہونا مشتمل ہے متعدد مفاسد پر ایک مفسدہ یہ ہے اور یہ اعتقادی مفسدہ ہے کہ در پردہ اس میں حق تعالیٰ کے ارشاد لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی مزاحمت ہے کیونکہ جب اُمور غیر اختیاریہ ہیں تو اِنسان کی وسع میں نہ ہوئے نہ تحصیلاً نہ ازالۃً کیونکہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے تو جس چیز کی تحصیل اختیار میں نہیں اُس کا ازالہ بھی اختیار میں نہیں اسی طرح جس چیز کا ازالہ اختیار میں نہیں اُس کی تحصیل بھی اختیار میں نہیں۔

پس جب یہ انسان کی وسع میں نہ ہوئے اور سالک نے ان کی تحصیل یا ازالہ کو موقوف علیہ مقصود مامور بہ کا سمجھا اور ظاہر ہے کہ مامور بہ کا موقوف علیہ مامور بہ ہوتا ہے تو اُس نے ان اُمور کی تحصیل یا ازالہ کو مامور بہ سمجھا اور مامور بہ کے لئے وسع کا شرط ہونا نص سے ثابت ہے اور یہ وسع میں ہے نہیں تو گویا یہ معتقد ہوا اس اَمر کا کہ مامور بہ کے لئے وسع شرط نہیں تو صریح مزاحمت ہوئی ارشاد لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی اور یہ کتنی بڑی غلطی ہے۔

(۲) دوسرا مفسدہ یہ ہے اور یہ عملی مفسدہ ہے کہ جب یہ اُمور اختیاری نہیں تو کوشش کرنے سے نہ حاصل ہوں گے اور نہ زائل ہوں گے اور یہ تحصیل و ازالہ کے لئے کوشش کرے گا جب کامیابی نہ ہوگی تو روز بروز پریشانی ہی بڑھے گی پھر اس پریشانی کے یہ آثار محتمل ہیں:

(اوّل): پریشانی کے تواتر سے کبھی بیمار ہو جاتا ہے پھر بیماری میں بہت سے اَوراد و طاعات سے محروم رہ جاتا ہے۔ (ثانی): پریشانی و غم کے غلبہ سے بعض اوقات اخلاق میں تنگی ہو جاتی ہے اور دوسروں کو اس سے اذیت پہنچتی ہے۔ (ثالث): غم و فکر کے غلبہ سے بعض اوقات اہل و عیال یا دیگر اہل حقوق کے حقوق میں کوتاہی ہونے لگتی ہے اور معصیت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ (رابع): کبھی یہ پریشانی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ مقصود سے مایوس ہو کر خودکشی کر لیتا ہے اور خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بنتا ہے۔ (خامس): کبھی مایوس ہو کر اعمال و طاعات کو بیکار سمجھ کر سب چھوڑ بیٹھتا ہے اور بطالت و تعطل محض کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ (سادس): کبھی شیخ سے بد اعتقاد ہو جاتا ہے کہ مقصود کا راستہ خود ان ہی کو معلوم نہیں۔ (سابع) کبھی حق تعالیٰ سے ناراض ہو جاتا ہے کہ ہم اتنی کوشش و مجاہدہ کر رہے ہیں مگر کامیابی ہی نہیں ہوتی، ذرا رحمت نہیں فرماتے بالکل توجہ نہیں ہے خدا جانے وہ تمام وعدے کہاں گئے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ اور من تقرب

الیّ شبرا تقربت الیه ذراعا الحدیث ۔تو نعوذ باللہ نصوص کی صریح تکذیب کرنے لگتا ہے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ۔غرض یہ نمونہ ہے اُن مفاسد کا جن میں کوئی مضرت بدنی و نفسی ہے کوئی مضرت دینی ہے معصیت یا کفر اسی وجہ سے میں نے تمہید کی سطر اوّل میں ان دونوں اُمر کو مانع طریق سلوک کہا ہے اور اہل طریق نے ہر زمانہ میں ان موانع کا معالجہ حسب واستعداد طالبین فرمایا ہے اُن ہی معالجات میں سے وہ معالجات بھی ہیں جو اس زمانہ کی حالت واستعداد کے موافق وقتاً فوقتاً تربیۃ السالک کا جزو بنتے رہتے ہیں چونکہ رسالہ مذکور ذرا طویل ہے اور ایسے اجزاء اس میں مختلف مقامات پر منتشر طور پر مذکور ہیں کہ بدون پورے رسالہ کے مطالعہ کے ان کا اجتماع ذہن میں نہیں ہوسکتا بلکہ اس وجہ سے کہ درمیان درمیان دوسرے مضامین متخلل وحائل ہوجاتے ہیں اس لئے اُن کے اثر سے پہلے جزو کا اثر مضمحل ہونے کے سبب پورے مطالعہ میں بھی کافی اجتماع نہیں ہوتا اور بعض مبتلاء کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس اجتماع کی اس لئے احقر نے مناسب سمجھا کہ ایسے خاص مضامین رسالہ مذکورہ میں سے منتخب ہوکر یکجا مجتمع ہوجائیں تاکہ ایسے طالب کو سہولت سے انتفاع ہوسکے جیسا کہ رسالہ حُسن العلاج میں ایک خاص قسم کے مضامین اسی مصلحت سے جمع کردیئے گئے ہیں چنانچہ احقر نے یہ کام محبی مولوی عبدالمجید صاحب بچھرایونی کے سپرد کیا اور یہ بھی رائے دی کہ اگر میرے دوسرے رسائل میں ایسے مضامین مل جائیں تو اُن کو بھی اس کا تابع بنا کر خرد کردیا جائے چنانچہ یہ رسالہ حاضر ہے اور نام اس کا ''رفع الضیق عن اہل الطریق'' رکھا گیا واللہ ولی النفع و بیده ازمة الجلب والدفع۔

حال: بعد نماز جمعہ وعظ کا معمول تھا لوگوں کی بے توجہی دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ میرا ذاتی قصور ہے ورنہ لوگ خود گرویدہ ہوتے اس لئے ترک کردیا۔

تحقیق: برا کیا پھر شروع کیجئے اور یہ مسلک رکھئے ؎

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

حال: جو خلوص و ذوق پہلے عبادت میں تھا اب نہیں پاتا ہوں۔

تحقیق: ذوق مطلوب نہیں کیونکہ وہ ایک حال ہے نہ کہ مقام اور مطلوب مقامات ہیں نہ کہ احوال اور فرق دونوں میں اختیاری اور غیر اختیاری ہونے کا ہے اہل فن کا قول ہے المقامات مکاسب والاحوال مواہب۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب لذت طالب حق نہیں ہے کام میں لگنا چاہئے ثمرہ پر نظر نہ چاہئے۔

حال: کبھی ایسے وساوِس قلب پر آتے ہیں جن سے ایمان کا خطرہ رہتا ہے۔

تحقیق: یہ تو رحمت ہے کیا حدیث میں آپ نے ذاک صریح الایمان نہیں پڑھا اور اس میں بڑی حکمت ایک یہ ہے کہ اس سے عُجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر یقینی اور منصوص ہے۔

حال: بسا اوقات نفس عاصی بندوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور اپنے کو اہل علم سمجھ کر دوسرے سے تعظیم چاہتا ہے حالانکہ نہ علم کا اثر ہے نہ عمل کی ہمت کبھی رئیس زادہ سمجھ کر توقیر کی خواہش ہوتی ہے حالانکہ العزۃ لِلّٰہِ ولرسولہ و للمؤمنین۔

تحقیق: یہ سب وساوِس ہیں جب آپ ان کو بُرا سمجھتے ہیں اور قصد نہیں ہے کہ ایسا خیال ہو بلکہ یہ قصد ہے کہ ایسا نہ ہو تو یہ نہ طلب تعظیم ہے نہ تکبر ہے نہ ترفع ہے کیونکہ یہ سب افعال مذمومہ اختیاری ہوتے ہیں پس جو اختیار سے نہ ہو وہ اخلاق مذمومہ سے خارج ہے صرف وسوسہ ہے اخلاق مذمومہ کا جس پر مواخذہ نہیں مواخذہ عزم پر ہے۔ (تربیت السالک جلد اوّل، ص ۲،۳)

حال: حضور نے جو بعد تہجد کے تیرہ تسبیح پڑھنے کو فرمایا تھا جس کو فدوی بحمد اللہ پابندی سے پڑھتا ہے اور نیز تین تسبیح بعد نماز پنجگانہ کے ایک تسبیح دوسری تہلیل تیسری تکبیر یہ بھی مقیدی سے پڑھتا ہے لیکن ان کے پڑھنے میں حضور قلب کے نہ ہونے سے دل کو افسوس ہے اگرچہ فدوی کوشش بھی کرتا ہے اس بارے میں جو ارشاد ہو مطلع فرمائیے۔

تحقیق: استقامت علی الذکر خود ایک مقام رفیع ہے اور حضور قلب وغیرہ یہ

حالات ہیں اور مقام افضل ہوتا ہے حال سے آپ ہرگز افسوس نہ کیجئے اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے اور وہ حدیث یاد کیجئے **فاما من كان من اهل السعادة فسيسر لعمل اهل السعادة** پس عمل کی تیسیر خود سعادت کی دلیل ہے اور سعادت ہی مقصد جلیل ہے البتہ احضار قلب یعنی خود توجہ رکھنا قلب کا یہ ضروری ہے پھر خواہ حضور تام اس پر مرتب ہو یا نہ ہو جب وقت آئے گا ان شاء اللہ احوال بھی عطاء ہوں گے کام میں لگے رہئے۔ ان شآء اللہ تعالیٰ۔

ع کلبہ احزاں سود روزِ گلستاں غم مخور

میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ (تربیت السالک جلد اوّل، ص ۴،۳)

حال: غلام اخیر رمضان میں علیل ہو گیا بوجہ ضعف وعلالت اب تک محنت نہیں ہوئی ہے جس سے ذکر سے جو کسی قدر یکسوئی پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور وہ ذوق وشوق مٹ گیا۔ (ملخصًا)

تحقیق: ذوق وشوق ویکسوئی یہ مقاصد نہیں کام شروع کیجئے اور مقصود رضا کو سمجھئے۔ (ملخصًا) (تربیت السالک جلد اوّل، ص ۵،۴)

حال: معمولات رمضان شریف میں بوجہ ضعف طبیعت کے چھوٹ گئے تھے اب یکم شوال سے شروع کیے ہیں مع شغل سرمدی آج تک کوئی نیا اُمر پیش نہیں آیا ضیاء القلوب میں جو انوار وغیرہ کا ذکر دیکھتا ہوں وہ آثار تو کچھ معلوم نہیں ہوتے۔ (ملخصًا)

تحقیق: انوار وغیرہ کی فکر وطلب میں نہ پڑیئے وہ لوازم اور مقاصد سے نہیں عوارض اور زوائد سے ہیں۔ بعض کے لئے ان کا نہ ہونا مصلحت ہے کہ حجاب ہو جاتا ہے۔ (ملخصًا) (تربیت السالک، جلد اوّل، ص ۵)

حال: معاصی میں گرفتاری ہونے لگتی ہے اس کی وجہ سے میں نا اُمید ہو جاتا ہوں۔

تحقیق:

کوئے نامیدی مرو کامید ہاست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

حال: مجھ کو یہ خیال سخت دامن گیر ہوتا ہے کہ شاید نعمت عظمیٰ میری تقدیر میں نہیں اس وقت نہایت افسوس ہوتا ہے اور حالت یاس ظاہر ہوتی ہے اب بجز اس کے اور کوئی چارہ خیال میں نہیں آتا کہ صرف آپ کی ذات مقدس کی دُعاء پر بھروسہ کروں اور اپنی کرتوت سے درگزروں اکثر یہ اَمر پیش آیا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی۔

تحقیق: حدیث میں ہے **لا تفریط فی النوم**۔(تربیت ج۱،ص۶،۷)

حال: رات کی جو بارہ تسبیح ارشاد ہوئی معمول ہے اور دن کے اَذکار کبھی تین ہزار کبھی چھ ہزار الغرض فرصت کے مطابق زیادتی کمی ہوتی ہے دُعا سے شاد فرمادیں کوئی جدید کیفیت ہوگی اطلاع کروں گا۔

تحقیق: استقامت علی الاعمال خود ایک رفیع حالت ہے جو سب کیفیات سے راجح ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔(ج۱،ص۷)

حال: بندہ کو عبادت میں لذت نہیں معلوم ہوتی ہے اور طاعت حق کی طرف دل بندہ کا راغب تام نہیں ہے۔

تحقیق: عبادت میں لذت اختیاری نہیں اُمور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے اپنی قدرت واختیار کے کاموں میں لگا رہنا چاہئے۔(تربیت، ج۱،ص۸)

حال: کمترین کو آج کل وساوِس ﴿پندرہ محرم ۳۰ھ کو ان کا خط مضمون ذیل کا آیا الحمدللہ اب نہ وساوِس کا ہجوم ہے نہ اوہام وہوا جس کا تلاطم قطعی طور سے نیست ونابود ہوگئے حضور کا کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جائے جو اس آڑے وقت میں اس ناچیز اور سراپا قصور کی دستگیری فرمائی گئی ہے آقائے عالم ذات بابرکات کو بایں فیوض وخیرات ہمیشہ ہمیشہ تا قیام قیامت رکھیں اور نظر شفقت وتوجہ کی بجانب بے چارہ مبذول آمین۔(تربیت السالک، جلد اوّل، صفحہ۱۰)﴾ وہوا جس کا سخت غلبہ ہے طاقت بیان سے خارج ہے اور ایسے وسوسوں کا ہجوم ہوتا ہے کہ نقل کرتے ہوئے بھی خوف معلوم ہوتا ہے سخت حیرانی وپریشانی میں مبتلا ہوں گو یہ جانتا ہوں کہ راہزن اپنی راہزنی کی تدابیر میں مصروف ہے مگر دفعیہ نامعلوم ہونے کے

باعث سخت درماندگی میں پڑا ہوں، حضرت مرشد مدظلہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں۔اب اس وقت عالم میں سوائے حضور کے اور کوئی چارہ ساز نظر نہیں آتا جس سے اپنے مرض کا علاج کراؤں۔حضور والا حال ہے قال نہیں عرض بھی نہیں کر سکتا جلدی دستگیری فرمائی جائے اور تو کچھ پاس نہیں صرف جو کچھ ہے ایمان ہے اس کے بھی سلب ہو جانے کا گمان ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ میں زیادہ کیا عرض کروں۔

تحقیق: وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس پر خوش ہو اور کوئی تدبیر نہیں اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو؟

حال: حسب ارشاد حضور اور دُعا کی برکت سے اسم ذات روزمرہ چھ ہزار پڑھتا ہوں مگر خیالات بجا نہیں ہیں اور وسوسے بہت آتے ہیں اور طبیعت گھبراتی ہے اور کسی ذکر و عبادت میں جس طرح پیشتر کچھ توجہ اور دل کا لگاؤ اور لذت حاصل تھی وہ بالکل نہیں بعض وقت دین و دنیا کے خسارہ کا پورا اندیشہ ہو جاتا ہے اور دنیا کی حالت تو میں کچھ عرض نہیں کرتا مگر عقبیٰ کے واسطے ضرور تکلیف دیتا ہوں میری حالت بہت خراب ہے کیا کروں؟ (ملخصًا)

تحقیق: کیفیات لذت و عدم لذت کی طرف التفات نہ کریں خود عمل کو مقصود سمجھ کر کرتے رہیں، ان شاء اللہ محرومی نہ رہے گی، ثمرات پر نظر کرنا یہ اصل سبب ہے پریشانی کا (ملخصًا) (جلد اوّل تربیت السالک ص ۱۱، ۱۲)

حال: حضور تفکرات دنیوی کی وجہ سے نماز میں دل نہیں لگتا عادۃً ہی پڑھی جاتی ہے (ملخصًا)

تحقیق: نماز میں خیالات کا آنا کچھ مضر نہیں ہے اس سے پریشان نہ ہوں اور

اگر اس سے تسلی نہ ہو تو دو چار دن یہاں آ کر رہ جائیں اپنی کہہ لیں میری سُن لیں۔ (ملخصًا)(تربیت السالک، جلد ۱، ص ۱۴)

حال: کبھی کبھی قلب میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس سے شوق و ذوق ذکر کا زیادہ ہوتا ہے اور کبھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ بالکل طبیعت سُست اور نا اُمید ہو جاتی ہے اور اپنی طرف خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہے اور جس قدر عالم میں خرابیاں ہیں میری شامت اعمال سے ہیں اس کا خیال جب آتا ہے نا اُمیدی سخت قلب پر چھا جاتی ہے اس کا کیا علاج ہے؟۔

تحقیق: یہ مرض نہیں جس کا علاج ضروری ہو خود یہ حالات مطلوبہ محمودہ میں سے ہیں، یہ آثار اضمحلال سے ہیں جو کہ شعبہ ہے فناء کا۔ (تربیت السالک، جلد اوّل، ص ۱۶)

حال: حضور نے بارہ سو مرتبہ "لا اِلٰہ الا اللّٰہ" زبانی پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا عاجز نے حسب ارشاد اُس کو شروع کر رکھا تھا لیکن معلوم نہیں کہ قلب میں کس وجہ سے انتشار پیدا ہو گیا ہے کہ اس کے پورا کرنے میں قاصر رہتا ہوں کبھی تو خیال تعداد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کبھی دنیاوی خیال پیدا ہو جاتا ہے اور قلب کو یکسوئی حاصل نہیں ہونے دیتا، اس کے علاج کے لئے حضور کوئی ایسی تدبیر فرما دیں کہ جس سے قلب رجوع ہو جائے۔

تحقیق: تعداد کے خیال کو چھوڑ دیجئے، تعداد مقصود بالذات نہیں کمی بیشی مضر نہیں اور دنیاوی خیال پیدا ہو جانے کی پروانہ کیجئے ان خیالات کے ساتھ بھی ذکر نافع ہے رہا رجوع قلب سوز کر کے دوام سے خود بخود یہ بات پیدا ہو جائے گی۔ (تربیت، ص ۱۷، ج ۱)

حال: ہر نماز میں اکثر مجھے وساوِس آتے ہیں اس کا کیا علاج کیا جائے؟

تحقیق: اس کا کچھ غم نہ کریں کیونکہ اس میں کوئی گناہ نہیں یہ خود بخود دفع ہو جائے گا۔ (تربیت، ص ۱۷، ج ۱)

حال: جناب نے بندہ کو جو وظیفہ عنایت فرمایا ہے کم ترین باترتیب وظیفہ کرتا

ہے مگر وظیفہ کرتے وقت دل بالکل قرار پر نہیں رہتا ہے اِدھر اُدھر خیال بٹ جاتا ہے اس کی کوئی تدبیر برائے مہربانی عطاء فرمائیے۔

تحقیق: اس کی تدبیر کی ضرورت نہیں دوام ذکر سے از خود یہ بات جاتی رہے گی۔

(تربیت السالک، جلد۱، ص ۱۷)

حال: قریب دو ماہ سے ذکر جہر بند ہے، ذکر پاس انفاس آپ سے آپ دل سے باہر ہوا جو کہ حضرت علی شاہ گنگوہ رحمہ اللہ نے تلقین فرمایا تھا اس ذکر پاس انفاس کو مراقبہ اور غیر مراقبہ میں کیا کرتا ہوں لیکن دل جمتا نہیں، حضوری بالکل نہیں ہوتی ذکر جہر میں اکثر حضور قلب بھی ہوتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرش کے قریب میں ہوں اور زیارت خداوندی سے مسرور ہوں اور ذکر کے وقت اپنا خیال نہیں رہتا تھا اور اس کے ساتھ اور بعض تسبیح اور بعض وظائف بند ہو گئے۔ سخت افسوس ہے دُعا فرمائیں اور اس مرض کا علاج فرمادیں۔

تحقیق: دُعا کرتا ہوں ذکر کے قیود کو بالکل چھوڑ کر صرف ذکر لسانی جس قدر رہو سکے ایک معین مقدار سے بلا التزام کیجئے خواہ حضور ہو یا نہ ہو اور پھر دو ہفتہ کے بعد مجھ کو اطلاع دیں۔ (تربیت جلد اوّل، ص ۱۷،۱۸)

حال: عرصہ پندرہ روز سے گزشتہ شنبہ تک ایک عجیب کیفیت قلب پر طاری رہی کبھی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند کریم کے روبرو ہوں اور شوق محبت بڑھ رہا ہے اور کچھ منہ سے عاجزی وانکساری کے کلمات کہہ رہا ہوں چہرہ پر غنودگی سی معلوم ہوتی تھی ایسی کیفیت خصوصاً شنبہ کے دن صبح سے شام تک زیادہ رہی یکشنبہ کو خیال ہوا کہ یہ سب دماغی خیال ہے اس وقت سے طبیعت صاف معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: ہاں کبھی یہ بھی وجہ ہوتی ہے اور کبھی ذکر کا بھی اثر ہوتا ہے بہر حال اوّل صورت میں نہ محمود ہے نہ مذموم اور دوسری صورت میں محمود ہے اور دونوں حالتوں میں ایسی کیفیت مقصود نہیں توجہ ذکر کی طرف رکھنا چاہئے خواہ کیفیات ہوں یا نہ ہوں اور احتمال آفت دماغیہ کی صورت میں علاج طبی یعنی تطبیب دماغی بھی ضروری ہے۔

(تربیت السالک، جلد اوّل، صفحہ ۱۸)

حال: دوسری بات یہ ہے کہ خیالوں کا ہجوم رہتا ہے۔
تحقیق: اس طرح ہرگز التفات نہ کریں "دوام ذکر سے یہ ازخود جاتا رہے گا۔"

(صفحہ ۲۰ تربیت السالک)

حال۔ بعد نماز عشاء نام کو معدودے چند رکعت تہجد بھی پڑھ لیتا ہوں اگرچہ پچھلی شب میں اُٹھتا ہوں مگر نماز و ذکر کی توفیق نہیں ہوتی دن کو اپنے نفس کو ملامت وغیرہ سب کچھ کرتا ہوں مگر کچھ نتیجہ نہیں نکلتا شیطان و نفس غالب ہو رہے ہیں۔

تحقیق: غیر واجب کا ترک کرنا نفس و شیطان کا غلبہ نہیں ہے، یہ علامت و ندامت ان شاء اللہ تعالیٰ ایک روز کام کرے گی اگر اس وقت زیادہ نہ ہو چارپائی پر بیٹھ کر ایک دو تسبیح پڑھ لیا کیجئے۔

حال: سخت پریشان ہوں اب تا حیات دنیا سے چھٹکارا بظاہر نہیں معلوم ہوتا روز بروز افزونی ہے خدا خیر کرے۔

تحقیق:

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر   تاب خور بگدازدش از یک نظر

نااُمید نہ ہو جائیے۔

حال: بندہ کے مکان سے ۷ میل کے فاصلہ پر ایک مدرسہ ہے اس میں پڑھاتا ہوں، ہر روز مکان میں نہیں آسکتا، جمعرات کے دن مکان میں آتا ہوں، سنیچر کو پھر مدرسہ چلا آتا ہوں لیکن جب سنیچر کی صبح کو گھر سے چلتا ہوں تب سے یہ خیال کرتا ہوں کہ آج تو مدرسہ جاتا ہوں پھر آئندہ جمعرات کو ان شاء اللہ مکان آؤں گا، بیبیوں کے ساتھ ملاقات کروں گا اور جب تک مدرسہ میں رہتا ہوں ہر وقت یہ خیال کرتا ہوں کہ جمعرات کب آئے گی، جمعرات کے آنے کیلئے دن باقی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ بیبیوں کی محبت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اس کے واسطے کیا علاج کروں؟

تحقیق: یہ کوئی مرض یا عیب یا گناہ نہیں ہے جو علاج کیا جائے ایک اَمر جائز ہے۔

(ج اوّل، ص ۲۲، تربیت)

حال: مجھ کو پہلے ایسا اتفاق نہیں ہوا جو اَب درپیش ہوتا ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں دو ایک تسبیح کے بعد یا تو چیخنا شروع کر دیتا ہوں یا کودنا اور بدن کو پیٹنا۔ ان اُمور کی ابتداء تو اختیاری ہوتی ہے کہ میں روک سکتا ہوں مگر پھر بے اختیار ہو جاتا ہوں اور زور زور سے ضربیں لگاتا ہوں حتیٰ کہ آواز بیٹھ جاتی ہے اور ایک روز چارپائی پر بیٹھ گیا تھا بے اختیار اتنا کودا کہ چارپائی ٹوٹ گئی۔

تحقیق: اس کا سبب مرکب ہے شوق اور ضعف سے، شوق کا علاج ضروری نہیں اس کو خود بخود سکون ہو جاتا ہے البتہ ضعف کا علاج کرنا چاہئے۔ مبردات و مفرحات ومقویات کا استعمال کسی طبیب کی رائے سے رکھئے اور پھر اطلاع دیجئے۔

(جلد اوّل، ص ۲۳)

حال: جو کچھ حضور نے ارشاد فرمایا تھا پڑھتا ہوں۔ گاہے مزا معلوم ہوتا ہے اور گاہے ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی چیز پاس سے جاتی رہی، اللہ تعالیٰ حضور کی دُعا کی برکت سے استقلال عطا فرمائیں۔

تحقیق: پہلی حالت بسط ہے اور دوسری حالت قبض ہے، کام میں لگے رہئے، ان شاء اللہ اسی طرح استقلال یعنی تمکین عطا ہو جائے گا۔ ابتداء میں ایسی تلوینات ہوتی ہیں۔

حال: جس وقت میں نماز پڑھتا ہوں اس وقت بُرے خیالات بہت آتے ہیں نماز پڑھنے کو جی بہت چاہتا ہے مگر نہیں پڑھی جاتی۔ قضا ہو جاتی ہے۔ چند روز تک بہت اچھی طرح نماز پڑھتا ہوں، بعد میں بُرے خیالات ظاہر ہوتے ہیں، بعد نماز عشاء کے درود شریف کا وِرد کیا تھا، چند روز بہت ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا بعد کو پھر بُرے خیالات آنے لگے۔ اب پڑھنے کو جی نہیں چاہتا، جب پڑھنے کو بہت جی چاہتا ہے تو شروع کرتا ہوں۔ آخر بہت بُرے خیالات آتے ہیں کہ نہیں پڑھ سکتا کوئی ایسا

وظیفہ بتلا دیجئے کہ نماز با جماعت پڑھوں میں حضور کو اپنا مُرشد جانتا ہوں اگر حضور نہ بتلائیں گے تو میں بہک جاؤں گا۔

تحقیق: اس کے لئے وظیفہ کافی نہیں، ہمت کی ضرورت ہے، آپ خیالات کے اچھے بُرے ہونے کی طرف التفات نہ کیجئے۔ اس سے کوئی ضرر نہیں البتہ اعمال میں اگر کوتاہی ہو تو اُس کا تدارک ضروری ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس کسی عمل میں کمی ہو بیس بیس رکعت نماز نفل جرمانہ کی پڑھا کریں۔ (جلد اوّل، ص ۲۵)

حال: آج کل ایک اور نہایت شرم ناک اَمر لاحق ہوا جس کے اظہار سے طبیعت انکار کرتی ہے اور حیاء مانع ہوتی ہے مگر اسی خیال سے کہ اس طرح سے شاید زیادتی ہوتی چلی جائے، یا اس سے کوئی دوسرا نقصان پیدا ہو جائے کوئی چارہ نہیں دیکھا۔ کچھ عرصہ سے اپنے اندر آثار ترفع کے پاتا ہوں چھوٹی عمر کے یا نیچے کے طالب علموں سے سلام و کلام کرتے ہوئے اُن کے پاس بیٹھتے ہوئے عارسی آتی ہے اور وہ تمام اُمور جو پہلے با آسانی اور بلا تکلف جیسا کہ طلبہ کا طرز عمل ہونا چاہئے انجام پاتے تھے اب دقت سے پورے ہوتے ہیں اور ان کے کرنے میں شرم سی آتی ہے۔ اکثر باتوں میں اپنی وقعت کا خیال رہتا ہے اور ایسے اُمور کے ارتکاب کی طرف رغبت ہوتی ہے جس سے ایک امتیاز پیدا ہو۔

تحقیق: انسان صرف مکلّف اس کا ہے کہ ان اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے۔ رہا یہ کہ اقتضا آتے ہی زائل یا ضعیف ہو جائیں اس کا نہ انسان مکلّف ہے نہ یہ بہ سہولت میسر ہو سکتا ہے۔

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

اور نہ بوجہ تحصیل علوم کے آپ کے لئے اس کا یہ وقت ہے۔ بس آپ جس قدر مکلّف ہیں آپ اُس پر اکتفاء کیجئے یعنی دل میں اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس اعتقاد کے لئے اپنے معائب کا استحضار معین ہوگا اور جن کی بے وقعتی

ذہن میں آوے ان کی خوب تکریم کیجئے اور تکلف سے اُن سے سلام کیجئے گو نفس کو ناگوار ہو۔ ناگواری غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اس میں اخلال موجب مواخذہ ہے۔ ان شاء اللہ اس سے خود منشأ فساد بھی ضعیف ہو جائے گا۔ واللہ الموفق (تربیت، ج۱، ص۲۶)

حال: ارادہ تھا کہ تابعدار کچھ حال اپنا عرض کرے مگر جو وعظ میرٹھ اور دیوبند میں حضور والا نے فرمائے تھے اُن میں اکثر اپنے سوالوں کا جواب پا کر خاموش ہو رہا۔ آج طبیعت کو زیادہ انتشار ہوا اور وہ تردّد قریب قریب مایوسی کے پہنچا، لہٰذا ایسی حالت میں اگر حضور سے عرض حال نہ کروں تو کیا کروں، وجہ انتشار اور تردّد زیادہ تر یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ تمام معمولات بانضباط اوقات ہوتے ہیں مگر قلبی حالت میں کسی قسم کا فرق محسوس نہیں ہوتا۔ جو بات روزِ اوّل تھی آج قائم ہے، خطرات میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

تحقیق: اس طریق میں شرطِ اوّل یقین ہے ملقّن پر بندہ نے بارہا عرض کیا کہ مقصود اس تمام تر جدوجہد سے رضائے حق ہے جس کا حصول دنیا میں اور ظہور اس کا آخرت میں ہوگا اور دوسرے حالات جن کے مطلوب ہونے کی طرف گرامی نامہ میں اشارہ ہے مطلوب نہیں قال الرومی ؎

روز ہا گر رفت گو رو باک نیست　　تو بماں ای آنکہ چوں تو پاک نیست

(تربیت السالک، جلد اوّل، صفحہ ۲۷، ۲۸)

حال: (۱) قساوت قلبی کی یہ حالت ہے کہ ہر چند چاہتا ہوں بدرگاہ رب العزت گریہ وزاری کروں مگر آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہیں نکلتا۔ (۲) اور تصنع کو دل نہیں چاہتا۔ (۳) گو زیادہ وقت تنہائی اور خلوت میں گذرتا ہے جسم مسجد میں ہوتا ہے اور خیالات نہ معلوم کہاں کہاں لے جاتے ہیں۔ (۴) خلاصہ یہ کہ تابعدار کی حالت لائق دستگیری ہے ورنہ دیکھئے کیا انجام ہو۔ (۵) صفحہ ۷ کتاب تعلیم الدین میں طریقہ ذکر لطائف ستہ درج ہے خاکسار آج تک اس طریق سے محروم ہے۔ (۶) بصد ادب

گذارش ہے کہ عمر کا زیادہ حصہ گذر گیا۔ قویٰ بھی ضعیف ہو گئے اگر یہی حالت موجودہ خاکسار کے لئے بہتر ہے تو خیر ورنہ جو ارشاد ہوا اس کی تعمیل میں دریغ نہ ہوگا۔ اگر حاضری خدمت عالی مناسب ہو تو نہایت شوق سے حاضری کے لئے مستعد ہوں اور جب تک حکم ہوگا حاضر رہوں گا۔ بلا اجازت جرأت حاضری نہیں کر سکتا۔

تحقیق: (۱) یہ قساوت نہیں ہے۔ مبنیٰ گریہ کا رقت قلبی ہے جو غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری مطلوب نہیں ہے۔ قساوت یہ ہے کہ معصیت کے بعد افسوس نہ ہو۔ (۲) اس کو تصنع نہیں کہتے تصنع مذموم ریاء ہے جو بقصد ارضاء خلق کے ہو۔ (۳) اس سے کوئی خالی نہیں اس کا کچھ غم نہ کیجئے۔ (۴) خود یہ غم وقلق بھی علامت ہے انجام بہتر ہونے کی۔ (۵) طریق ذریعہ ہوتا ہے اور ذریعہ مقصود نہیں، ذرائع مختلف و متعدد ہوتے ہیں ہر ایک کے لئے کوئی خاص طریق تجویز کر لیا جاتا ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر شخص ہر طریق کا استعمال کرے جس طرح پنساری کی دکان میں دوائیں بے شمار ہوتی ہیں مگر ہر مریض کے لئے سب دوائیں نہیں استعمال کی جاتیں۔ (تربیت، جلد اوّل، صفحہ ۲۸)

حال: دیگر یہ کہ جس روز سے میں نے یہ عمل شروع کیا ہے دل بہت کمزور ہو گیا ہے۔ بعض وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں اختلاج قلب کا دورہ نہ ہو جائے اور یہ کیفیت خاص کر اُس وقت زیادہ ہوتی ہے جب کبھی معاذ اللہ وساوس شیطانی دل میں پیدا ہوتے ہیں اور نفس کسی ایسے فعل پر جو نا جائز ہو راغب ہوتا ہے لہٰذا اُمیدوار ہوں کہ حضور ان تمام اُمور کے دفعیہ کی طرف توجہ فرمائیں اور دعاء فرمائیں کہ کہ خاکسار کا ایمان قائم رہے۔

تحقیق: اس کا علاج وہی ہے جو اُوپر لکھا گیا کہ اس میں زیادہ کاوش نہ کریں اور جو تدبیر میں نے لکھی ہے اوّل تو اُس سے وساوس خود بخود دفع ہو جائیں گے اور اگر بالفرض دفع نہ بھی ہوں تب بھی کچھ فکر نہ کرنا چاہئے کیونکہ حدیثوں میں ہم کو وساوس کے بارے میں بالکل بے فکر کر دیا گیا ہے اور یقین دِلا دیا گیا ہے کہ اس میں ذرّہ برابر بھی گناہ نہیں

ہوتا۔ پھر اس کے در پے ہونے کی کیا ضرورت ہے، در پے ہونے ہی سے اختلاج کا اندیشہ ہے اور بے فکر ہونے سے ان شاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔ (تربیت السالک، جلد اوّل، صفحہ ۴۰)

حال: اس کم ترین کو یہ آرزو ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مقدس سے خواب میں مشرف ہوتا آنجناب سے اللہ واسطے درخواست ہے کہ دُعاء یا درود کی ترکیب مرحمت فرمائی جائے۔

تحقیق: اس سے زیادہ ضروری دُعاء تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضروریات میں مشغول اور متوجہ فرماویں۔ (تربیت السالک، جلد اوّل، صفحہ ۴۱)

حال: میرے ایک دوست نے میرے پاس لکھا ہے کہ وہ ایک رات بعد تہجد و تسبیح سجدہ کی حالت میں سوتا تھا ایک شخص نے ایک دوست کی آواز میں یوں کہا کہ اب کیا کرو گے اس کے سُننے سے اُٹھ کر اسم ذات دیر تک پڑھتے رہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیشہ رات دن متوجہ بقلب رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کا دھیان آتا ہے غفلت کم ہوگئی ہے مگر سابق میں بہت آثار و علامات دیکھے تھے، اس وقت بہت کم ہوئے ہیں، اس لئے وہ پریشان ہے۔ اس کا جواب بندہ نے جو کچھ حضرت سے پہنچا تھا اس کے موافق دیا ہے کہ آثار و علامات مقصود نہیں کبھی زیادہ اور کبھی اس کی کمی ہوتی ہے وہ قابل التفات نہیں ہیں۔ نہ ہوں تو بہتر اور بلا سعی ہوں تو اُس کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے وغیرہ۔ لیکن بندہ کو اس تحقیق کے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ شروع میں نشان دادہ عبارت کے بارے میں اگر کچھ اس کے معنے بتلانے کے قابل ہوں، بتلائے جائیں۔

تحقیق: یہ صورت قابل التفات نہیں ایسی مایوسی کی باتیں شیطان القاء کرتا ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھ لیا کریں۔ (تربیت جلد اوّل، صفحہ ۴۱، ۴۲)

حال: احقر نے عرصہ ہوا جب دریافت کیا تھا کہ نماز میں بھی ذکر جاری رکھنا چاہئے۔ حضرت نے ممانعت فرمائی تھی مگر اب بے اختیاری حالت میں ذکر جاری ہو جاتا ہے اور باوجود اس کوشش کے کہ قلب ساکت رہے مجبور ہو جاتا ہوں۔ بعض مرتبہ

کر سوچ میں قصداً کبھی کبھی سہو ہو جاتا ہے۔ اُمید کہ خادم کو مطمئن کیا جائے۔

تحقیق: سوچ چھوڑ دی جائے اور جب بے اختیار ذکر جاری ہو جاتا ہے اس کو بند نہ کیا جائے، میرا مطلب یہ تھا کہ قصداً جاری نہ رکھنا چاہئے کہ نماز کی طرف توجہ مقدم ہے۔ میرا یہ مطلب نہ تھا کہ اگر جاری ہو جائے تو اس کو بند کیا جائے کیونکہ یہ مخل نہ ہوگا توجہ الی الصلوٰۃ میں۔ (تربیت، جلد اوّل، صفحہ ۴۳)

حال: غرض یہ کہ میری حالت بہت خراب ہے کہ میرا دل بہت سخت ہو گیا ہے کچھ علاج جو بہت آسان ہو فرمایئے۔ میری ایسی حالت ہے کہ کچھ عرصہ تو بہت اچھے گذرتا ہے اور دل بہت اچھا رہتا ہے اور نماز میں بھی دل لگتا ہے اور ساری باتیں اچھی رہتی ہیں اور کچھ عرصہ بہت خراب گذرتا ہے کہ نہ نماز میں دل لگے نہ کچھ۔ جہاں تک ہوسکتا ہے کسی کام میں کمی نہیں کرتا ہوں مگر دل کچھ ایسا سخت ہو جاتا ہے کہ نیک کام میں کچھ مزا نہیں آتا۔ میرے لئے کوئی دُعاء یا عمل تحریر فرمایئے کہ حالت درست رہے۔

تحقیق: دل لگنا اور مزا نہ آنا یہ سختی نہیں ہے بلکہ اس پر جو آپ کے دل میں رنج ہوا ہے یہ خود علامت ہے دل کی ترقی کی۔ حالانکہ یہ رنج کی بات نہیں ہے۔ تو جو بات واقع میں رنج کی ہو یعنی کسی گناہ کا صادر ہو جانا اس پر تو ایسے دل میں بہت ہی رنج ہوگا۔ پھر سختی کہاں رہی۔ سختی یہ ہے کہ گناہ میں باک نہ ہو گناہ ہو جانے کے بعد پرواہ نہ ہو اس پر رنج نہ ہو۔ اطمینان رکھئے اپنے کام میں لگے رہئے، باقی اس سے زائد کیفیات کہلاتی ہیں، اُن کی تفصیل ضروری نہیں۔ (تربیت السالک، جلد اوّل، صفحہ ۴۴)

حال: اور بڑی تکلیف وضو کے نہ رہنے سے ہوتی ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اثنائے ذکر میں وضو شکست ہو جاتا ہے اگر دوبارہ وضو کر لیا پھر وہی کیفیت ہوتی ہے، سردی کے باعث یا یوں بھی بار بار وضو کے لئے اُٹھنا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور بال بچوں کی نیند میں خلل پڑنے کا احتمال رہتا ہے۔ اگر چہ ممکن ہے کہ بیٹھے ہی بیٹھے تیمم کر کے شغل کو جاری رکھوں مگر بلا اجازت مُرشد اس پر مبادرت نہیں ہوتی کیونکہ دستور

العمل میں باوضو ذکر کرنے کو لکھا ہے اس کی بابت جو مناسب ہو تحریر فرمائیے۔

تحقیق: وضو رکھنا ضروری نہیں۔ تیمم کرلیا کیجئے۔ مگر اس تیمم سے نماز و مسِ مصحف جائز نہیں۔

حال: جب سے یہ مشغلہ شروع کیا ہے بدخوابی کئی بار ہوئی۔ حالانکہ قبل اس کے نہیں ہوتی تھی، جس روز ایسا واقعہ ہو جاتا ہے، سخت افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: افسوس کی کیا بات ہے۔ (تربیت، جلد اوّل، صفحہ ۴۷)

حال: ذکر کے وقت خیالات اِدھر اُدھر کے آیا کرتے ہیں، قلب متوجہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

تحقیق: بس قصداً خیالات نہ لائیے۔ یہی کافی ہے۔ اس سے ان شآء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ شکایت جاتی رہے گی۔ مستقل تدبیر کی ضرورت نہیں۔ (تربیت، جلد اوّل، صفحہ ۴۸)

انتخاب تربیۃ السالک جلد اوّل مطبوعہ تمام ہوا

رسالہ الابتلاء لاہل الاصطفاء میں (جو تربیت السالک جلد اوّل کے ساتھ مطبوع ہوا ہے) بھی یہی مضامین ہیں بوجہ اختصار یہاں نقل نہیں کیا گیا۔

حال: بوجہ سفر تمام معمولات بند ہیں، صرف وردِ اسم ذات خفی ۲۴ ہزار برابر ہوتا ہے۔ ہمیشہ قرآن شریف اور مناجات مقبول پڑھتا تھا مگر بوجہ سفر ممکن نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ اور کام بھی ہے مگر ان سب کے ترک کا سخت رنج ہے اور مکان جانے کا جلد خیال ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں جا کر جو حال ہوگا اطلاع کرتا رہوں گا، دُعا فرما دیں۔ اسی سے اُمید ہے اور کچھ بھی نہیں۔ والسلام نعم الختام۔

تحقیق: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد سفر ناغہ ہونا مضر نہیں۔ حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ بھی ہمت ہے کہ اسم ذات ۲۴ ہزار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ برکت فرمائے، باقی دُعائے خیر کرتا ہوں۔ (تربیت السالک، جلد دوم، صفحہ ۳)

سوال: عرصہ سے خواہ ادنیٰ ہو یا خواہ باریک حال ہو یا سوال یہ جی چاہتا ہے کہ آپ سے ہی پوچھوں۔ دیگر علماء سے نفرت اُن کے وعظ سے حذر خواہ وہ اہل حق ہوں۔ کیا یہ حالت قابل اصلاح ہے۔

جواب: وہ نفرت نہیں ہے بلکہ بے رغبتی ہے اور جب تسلی نہیں ہوتی ہوگی انقباض ہوتا ہوگا یہ ایک حالت غیر اختیاری ہے اس میں کوئی ملامت نہیں البتہ اُن کی مذمت اور بدخواہی نہ ہونا چاہئے۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۶)

سوال: حضور تحریر فرمائیں کہ اگر دل میں خفیف سی کمزوری اور بداعتقادی کبھی کبھی بوقت معصیت وغیرہ اللہ کی طرف سے ہو جاتی ہے تو کیا اس سے ایمان میں تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے کیونکہ بندہ کی حالت کبھی کبھی ایسی ہو جاتی ہے کہ خفیف سی بداعتقادی کسی عجیب بات کے وقوع سے ہو جاتی ہے مگر بعد میں اس کی تلافی کے لئے دل بہت ملامت کرتا ہے اور بہت استغفار کرتا ہے اور فوراً ہی ایمان میں ایک قسم کی تر و تازگی ہو جاتی ہے اور ایمان دوگنا ہو جاتا ہے جس وقت یہ بداعتقادی ہوتی ہے اس وقت دل چاہتا ہے اور دل سے دُعاء نکلتی ہے کہ اے رب العزت اگر میری ایسی حالت ہوتی ہے تو تو اس عاجز کو بہت عرصہ تک اس دنیا میں نہ رکھ اس طرح بہت سی باتیں واقع ہوتی ہیں، حضور اِرشاد فرمائیں کہ اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

الجواب: ایسے وساوِس معتبر نہیں۔ احتیاطاً استغفار بھی کر لینا بہتر ہے، زیادہ فکر وکاوش نہ کیجئے۔ (صفحہ ۸، ۹۔ حصہ دوم)

سوال: کیا ازروئے مکاشفہ یا ازراہِ فراست ایمانیہ آپ آگاہ کر سکتے ہیں کہ میری بدبختی یا کسل بمصداق **من تعلق بالکسل فلیاس عن سعادة الدارین** مجھے دنیا و دین کہیں کا بھی نہ رکھے گی۔......جواب: یہ کسل طبعی وطبی ہے جو نہ مذموم ہے اور نہ مضر اور جس کی مذمت آئی ہے وہ کسل اعتقادی ہے یا ضروریات میں عملی بے فکر رہے یہ مرض نہیں۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۹، ۱۰)

حال: کوئی جدید حالت قابل تحریر نہیں ہے البتہ قلب کی حالت ایسی رہا کرتی ہے کہ جس سے افسوس معلوم ہوتا ہے معلوم نہیں عاقبت کیا ہوگی۔

وسعت رحمتِ الٰہی خیال کرنے سے اُمید اپنی خطیات پر نظر کرنے سے نا اُمیدی چھا جاتی ہے لیکن یہ خیال پھر آ جاتا ہے کہ آخر اسی کا بندہ ہوں، اَزل میں میرے لئے جو کچھ تجویز ہو چکا ہے اس کو کون ٹال سکتا ہے۔

کش مکش سے نا اُمیدی کی ہوا ہوں میں تباہ

دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اِدھر اہل وعیال کے تردّدات بھی دامن پکڑ رہے ہیں۔ اللہ ہی فضل فرمائیں۔

تحقیق: افسوس رہنے کو جو لکھا ہے تو یہی تو علامت خیر کی ہے اپنے کام میں لگے رہیئے اور کوتاہی سے استغفار کرتے رہیئے۔ (تربیت، حصہ دوم، صفحہ ۱۰)

حال: دوازدہ تسبیح وقت معتبر پر ادا نہیں ہو سکتی جس کا بہت رنج رہتا ہے۔

تحقیق: رنج بھی خالی از نفع نہیں ہے۔ (حصہ دوم، صفحہ ۱۰)

حال: بعد عشاء تھکان کے سبب سے اکثر غنودگی بہت ہوتی ہے، مجبوراً چھوڑ دیتا ہوں کہ تہجد کے وقت ادا کروں گا اور اس وقت آنکھ نہیں کھلتی پھر دن کو ہی پڑھ لیتا ہوں حتی الامکان ناغہ تو نہیں ہوتا مگر بحضور دِل ادا نہیں ہوتا۔

تحقیق: عدم سے وجود بہتر ہے۔ (حصہ دوم، صفحہ ۱۰)

سوال: ایک مرتبہ کان پور میں آپ نے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ خطرات و وسواس کا آنا مضر نہیں بلکہ اچھا ہے کہ چور وہیں آتا ہے جہاں مال ہو اور شیطان دولت ایمان کا دشمن ہے، یہ بھی خیال وہی لاتا ہے اس کی طرف التفات نہ چاہئے۔ پہلے تو مجھے وسوسے بہت آتے تھے میں اسی وجہ سے بہت خوش تھا کہ الحمد للہ دولتِ ایمان تو ہے مگر اب عرصہ سے کوئی وسوسہ یا خطرہ نہیں آتا تو خیال ہے کہ خدانخواستہ مجھ سے وہ دولت کیا ہوئی؟

الجواب: لا حول ولا قوۃ آپ خوب سمجھے یہ کس نے کہا ہے کہ وسوسہ نہ

آنے کا سبب اسی میں منحصر ہے بلکہ اس کا ایک دوسرا سبب بھی ہے کہ شیطان نا اُمید ہو کر وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی یہ سبب ہوتا ہے کہ یکسوئی کا ملکہ راسخہ ہوگیا اس لئے نفس کو دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ (حصہ دوم۔ صفحہ ۱۱، ۱۲)

سوال: قابل عرض یہ ہے کہ بعد ذکر بارہ تسبیح جب مراقبہ میں بیٹھ جاتا ہوں تو یہ حالت غنودگی ایک دو ہنود سامنے ادباً آکر سلام کرتے ہیں۔ میں اُن کا سلام لینے کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہوں اور پھر پچھتاتا ہوں۔ ایسا تین چار بار اتفاق ہوا ہے جس کے باعث سے گھبرا رہا ہوں۔ یہ کیا چیز ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ ارشاد فرمایئے تو احسان عظیم ہوگا۔

الجواب: یہ یا تو دماغ کا تصرف ہے یا شیطان کا تمثل ہے دونوں حالتوں میں اس طرف التفات نہ چاہئے۔ اس سے خود بخود یہ دفع ہو جائے گا اور التفات خواہ دفع ہی کی غرض سے ہو مضر ہے اور اگر اس وقت اتنا ہوش بھی نہ ہو تو پھر اس کا بھی وہ مخاطب نہیں اور نہ اس کو اس سے ضرر ہوگا۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۱۲)

حال: میرا حال آج کل میرے خیال میں نہایت بُرا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تعلیم طلبہ اور نصیحت عوام میں ازدحام کے سبب کبھی تنگ اور پریشان ہوتا ہوں اور کبھی کبھی سخت کلامی بھی کرتا ہوں اس میں ضرور میں گنہگار ہوں گا۔ اس میں خوف تباہی ہوتا ہے اور اذکار و اشغال غالباً ناغہ ہوتے ہیں مگر پورا کیا جاتا ہے۔ اس واسطے دل میں ہمیشہ دردناک رہتا ہے۔ اب کے سال اللہ کے فضل سے کچھ باغ جس میں مکان ہے اور کچھ پیداوار زمین خرید کیا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ اوقات بسری کے لئے دوسرے کی محتاجی کی ضرورت نہ ہوگی۔

تحقیق: تعلیم طلبہ اور نصیحت کو ترک نہ کیجئے گو تنگی اور پریشانی ہو حتی الامکان حدود شرعیہ سے غیظ و غضب میں تجاوز نہ کیا جائے اور جو غلطی ہو جائے استغفار سے اُس کا تدارک کیا جائے اور اذکار و اشغال بالکل تو ترک نہ کریں کہ بے برکتی اعمال میں ہو جاتی ہے لیکن اگر تقلیل ہو جائے تو مضر نہیں نفع رسانی اس سے افضل ہے۔ اس

سے دل خوش ہوا کہ آپ کو اطمینان معاش حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے غوائل سے بھی محفوظ رکھے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جب نیت آپ کی خالص ہے اور عزم بھی تقویٰ کا ہے تو غوائل سے محفوظ رہے گی۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۱۲، ۱۳)

سوال: کسی سالک نے اپنے عصیان پر مغفرت کا اطمینان نہ ہونے پر قصد کرلیا کہ جب تک خدا سے راضی ہونے کی بشارت نہیں ملے گی تب تلک کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ایسی قسم کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: ایسی قسم حرام ہے کیونکہ بشارت یقینی تو دنیا میں ممکن نہیں اور بشارت ظنی اختیاری نہیں اگر اس کا وقوع نہ ہوا تو اہلاکِ نفس لازم آئے گا۔

(تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۱۳)

حال: بحضور اقدس حضرت مولائی و مرشدی وسیلۃ یومی وغدی دامت انوارہم العالیۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تمنائے قدم بوسی کے بعد عرض ہے پہلے اتباع شریعت کا از بس لحاظ رہتا تھا۔ معصیت پر جرأت نہ ہوتی تھی۔ اگر گناہ ہو جاتا تو سخت قلق و اضطراب ہوتا، ہر وقت اتباعِ سنت کی خواہش رہتی اور اس معاملہ میں دل قوی تھا۔ مگر افسوس اب دو تین برس سے وہ حالت نہیں رہی۔ اتباع شریعت کا خیال تو بجنسہٖ موجود ہے مگر قوت عمل بالکل کمزور ہو گئی ہے۔ معصیت پر وہ قلق نہیں ہوتا۔ حالت اتنی رَدّی ہو گئی ہے کہ عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بزرگان دِین کی خدمت میں بہت دِل لگتا تھا مگر اب بداعمالی کی وجہ سے حاضری سے شرماتا ہوں، چنانچہ حضور جب کان پور تشریف لائے ہیں تو اپنی سیاہ کاری کی وجہ سے حاضری میں بہت پس و پیش ہوا لیکن شفقت بزرگانہ نے جرأت دلائی اور شوق پابوسی نے بے اختیاری کی حالت میں قدموں پر جا ڈالا بہرحال اپنی پچھلی حالت کا موجودہ حالت سے موازنہ کرتا ہوں تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں مگر ایک سخت تعجب ہے کہ باوجود ان سیاہ کاریوں کے مقاصد کے لئے صرف دُعاء پر اکتفاء کرتا ہوں اور برابر عرض کرتا

رہتا ہوں حتیٰ کہ مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور دُعا کے بعد اس قدر مطمئن ہو جاتا ہوں کہ گویا دُعا قبول ہی ہوگئی۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً عجیب وغریب خواب دیکھتا رہتا ہوں جس سے حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ منجملہ بہت سے خوابوں کے ایک خواب عرض کرتا ہوں جس سے حضور کو صرف اطلاع دینا مقصود ہے۔ تھوڑا زمانہ ہوا جب میں نے خواب میں دیکھا کہ میں چاہ زمزم پر حاضر ہوں اور شاید مولوی محمد شفیع صاحب بجنوری بھی ہیں۔ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور زمزم کا پانی بار بار نہایت عجلت اور تیزی کے ساتھ ایک ظرف میں بھر بھر کر لاتے ہیں اور مجھ کو پلاتے جاتے ہیں یہاں تک کہ میں آسودہ ہو گیا اور میرے شکم میں گنجائش نہیں رہی لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسی سرعت کے ساتھ برابر زمزم لاتے جاتے ہیں اور پلاتے جاتے ہیں جب پیتے پیتے میں تھک گیا اور پیٹ نکل آیا تو میں نے دل میں سوچا کہ میں انواع واقسام کے امراض میں مبتلا ہوں اور زمزم کو جس نیت سے پیا جائے مفید ہے۔ لہٰذا اب دفع امراض کی نیت سے پینا چاہئے چنانچہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم لاتے رہے اور میں پیتا رہا پھر بعض چیزیں حضور نے بتائیں اور بعض میں نے پوچھیں۔ خواب طویل تھا اکثر حصہ ذہن سے جاتا رہا۔ میرا خیال تھا کہ اس خواب کے بعد شاید میری حالت درست ہو جائے لیکن میرے آقا حالت بدستور قائم ہے۔ اب کل ایک واقعہ اور پیش آیا۔ جناب نواب بیگم صاحبہ کے منجھلے صاحبزادہ نواب خان صاحب نے کل صبح نماز کے وقت خواب میں دیکھا کہ میرا چہرہ خوشی سے نہایت بشاش ہے اور میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف لائے ہیں اور میرے کندھے پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ فرماتے ہیں کہ یہ مصطفٰے سے کہہ دینا لیکن وہ فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو یاد نہیں رہا۔

اس خواب کے بعد نواب صاحب پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور فرماتے تھے کہ خوشی سے تمہارا چہرہ بھی چمک رہا تھا۔ نواب صاحب ایک آزاد منش آدمی ہیں اور نئی

تہذیب کے پابند بہت سے اُمور میں انتہائی آزادی ہے لیکن چند روز سے اُنہوں نے شاہ صاحب کان پوری کے مرشدزادہ سے خفیہ بیعت کی ہے اور اب نماز کے بھی پابند ہوگئے اور مرشد کے بتائے ہوئے ذکر و شغل بھی کرنے لگے ہیں لیکن خادم ہی کا سا حال ان کا بھی ہے کہ ہمیشہ سے خواب عجیب وغریب دیکھا کرتے ہیں ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ایک بنڈل کاغذ لکھے ہوئے دیکر فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو مرحمت فرمایا ہے۔ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس مدینہ منورہ کیوں نہیں آتے انہوں نے عرض کیا کہ قرض کی وجہ سے پریشان ہوں، یہ ادا ہولے تو حاضری کا ارادہ کروں فرمایا کہ یہ سب مشکلیں رفع ہو جائیں گی۔ابھی خانگی اُمور میں اُن کی طرف سے کچھ ایسے معاملے پیش ہوئے جو اُن کے اعزہ کی تکلیف کا باعث تھے ،خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔شعر۔

مباش درپےٴ آزار وہر چہ خواہی کن   کہ درشریعت ماغیر ازیں گناہی نیست

چند بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بھی خواب میں دیکھ چکے ہیں۔ان خوابوں کی تعبیر حضور سے دریافت کرتے ہیں اور سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ میرے آقا حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بھی چند بار خواب میں دیکھ چکا ہوں اور حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کو اور سلسلہ کے بزرگوں کو جس سے بہت سی بشارتیں معلوم ہوئیں ۔ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے غریب خانہ پر قیام فرماتے ہوئے دیکھا۔ان شاء اللہ تعالیٰ کسی دوسرے موقع پر ان خوابوں کو بھی عرض کروں گا۔عریضہ کے طویل ہو جانے سے حضور کو یونہی تکلیف ہوگی اور حالات عرض کروں گا تو حضور کا وقت ضائع ہوگا۔مگر میرے آقا شامت اعمال سے سیاہ کاریوں سے اب تک چھٹکارہ نظر نہیں

آتا۔ حیران ہوں کیا کروں، میری حالت زار پر توجہ فرمائی جائے کہ یہ بداعمالیاں اور سیاہ کاریاں جاتی رہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بندہ بن جاؤں۔ عرصہ سے ارادہ تھا کہ اپنی حالتِ زار عرض کروں مگر ندامت مانع تھی۔ آج نواب صاحب کی تحریک سے اس عریضہ کے لکھنے کی جرأت ہوئی۔ زیادہ حد ادب۔

تحقیق: عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اصلاح بدون ہمت کے کسی کی توجہ سے نہیں ہوتی۔ نری تمنا ہوس سے زیادہ نہیں ہے۔ ہمت یہ کہ عزم مصمم کیا جائے کہ ہرگز مخالفت نہ کروں گا اور پھر عمل کرنے میں جو مشقت بھی پیش آئے اُس کو برداشت کیا جائے۔ بس اسی سے باطن درست ہو جاتا ہے۔ باقی کیفیات کے پیچھے نہ پڑیں، مثلاً قلق کیوں نہیں ہوتا۔ مثل ذالک۔ اگر خوابوں کے بعد اس ہمت کی توفیق ہو جائے تو یہ خواب مبشرات ہیں ورنہ نعوذ باللہ استدراج ہے مثلاً خوابوں پر ناز ہو یا اس کو علامت کمال یا قبول سمجھا جائے تو یہ مضر ہے۔ بخدمت جناب نواب صاحب بعد سلام مضمون واحد ہے۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۱۳، ۱۶)

حال: بتوفیق الٰہی وتوجہ باطنی آں قبلہ اوراد معمولہ سے غافل نہیں ہے لیکن ذکر اسم ذات ودیگر معمولات کے وقت خیالات لایعنی سے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ دل ایک خیال پر نہیں جمتا۔

تحقیق: کچھ حرج نہیں اس کا قصد ہی نہ کیجئے۔ ایسے عوارض سب کو پیش آتے ہیں اور بدون کسی خاص تدبیر کے خود بخود اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ البتہ کام کئے جانا چاہئے۔

حال: کوئی کیفیت یا نور وغیرہ اس ناکارہ کو نظر نہیں آتا۔ اگرچہ اس کو مقصود نہیں سمجھتا ہوں

تحقیق: بس جب مقصود نہیں سمجھتے پھر اس کا ذکر اور فکر ہی کیا۔ اُوپر کا مضمون یہاں بھی سمجھ لیجئے۔ (تربیۃ السالک، حصہ دوم، صفحہ ۱۷)

سوال: عین وقت پر تہجد پڑھنے کی پابندی نصیب نہیں ہوتی ۔ کیا کروں بعد عشاء آٹھ رکعت بہ نیت تہجد پڑھا کرتا ہوں اور وقت پر کبھی کبھی۔

الجواب: سب کافی ہے پریشان نہ ہوں۔ (تربیۃ السالک، حصہ دوم، صفحہ ۱۸)

حال: السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ یہ گرفتار وحشت عرض کرتا ہے آج کل وحشت کا دورہ ہے مگر غلبہ نہیں ۔ حضرتا میرے کسی خیال کو قیام نہیں ایسے اوہام طاری ہوتے ہیں جو عقل سے دفع نہیں ہوتے بلکہ عقل نہیں رہتی ۔ضروری جائز کام جن کی ہر فرد بشر کو ضرورت ہے اور نہایت آسانی سے انجام پاتے ہیں نہایت مشکل دکھائی دیتے ہیں اور ہرگز ہوش جرأت نہیں ہوتی۔ حضرتا کیا پتھر بتوں کس کو کہوں اور کون سُنے ، یبوست وغیرہ علامت وہ بھی موجود ہے خبر نہیں کیوں ہے باوجودیکہ دوسرا کوئی تعلق نہیں اگر کچھ ہے تو برداشت نہیں ہوتی لیکن اپنے آپ کو کہاں چھوڑ دوں اگر کچھ ذوق پیدا ہوتا ہے تو جہاں کی رہنمائی کا خیال، اگر یکسوئی ہوتی ہے تو ہر ایک سے نفرت ۔ کسی بات کو قرار نہیں۔ بھلا جس میں نقیضین جمع ہوں اس سے کیا ہوسکتا ہے۔ بخدا میں کچھ بھی نہیں کیا کہوں اور کون کون سی بات کہوں اور کہاں تک ۔ میرا رب جانتا ہے۔ حضرتا میں لاچار ہوں قلم بھی بیکار ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ جب غلبہ ہوتا ہے تو کچھ نہیں رہتا جہاں پڑا ہوں پڑا ہوں۔ آپ کے پاس آتا ہوں کچھ کہہ نہیں سکتا وہ دورہ کے دن دن نہیں ہوتے ۔ آپ فرماتے ہیں کچھ کرو لیکن کیا کروں جو کچھ لکھا سچ لکھا۔ لیکن غلط لکھا۔ مجبور ہوں ادھر حضرت صاحب سے شرم آتی ہے وہ کیا فرمائیں گے۔ واقعی کامل ہیں ۔ لیکن میں خود خراب ہوں، مجبور ہوں، بے وقوف ہوں، مجبور ہوں لائق رحم ہوں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اب گھر جا رہا ہوں۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قال الشیرازی رحمہ اللہ ۔

چند انکہ گفتیم غم باطبیباں در ماں نکردند مسکیں غریباں

ماحال دل رابا یار گفتیم نتواں نہفتن درد از طبیباں

جب تک کسی ایک کو اپنا مطاع نہ بنائیں گے اور اس سے بالکل حجاب نہ اُٹھائیں گے اور اس کے سوا سب کو کالعدم نہ سمجھ جائیں گے کچھ نہیں ہوگا۔ میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں۔ شاید مجمل کہتا تھا آج صاف صاف کہہ دیا۔ باقی رہ درد دل بودن بجز بے حاصلی نیست۔ بے تکلف بات یہ ہے کہ اگر اپنے حضرت مرشد مدظلہ سے پورا پورا اعتقاد ہے اور ان کو پوری شفقت ہے تو ان سے حجاب توڑیئے اور سب سے منہ موڑیئے اور اگر کسی جزو میں کمی ہے تو جس سے اطمینان ہو اس کی علی الاطلاق اطاعت کیجئے اور مرشد صاحب کو صرف برکت کیلئے رکھئے۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۲۰، ۲۱)

سوال: میری ماں حضور کی خدمت میں عرض کرتی ہے کہ پہلے جو کراتیں مشاہدہ میں دیکھتی تھی اس وقت بالکل اندھیرا ہوگیا دیکھا نہیں جاتا۔ سبب اس کا نہ معلوم۔ اب حضور کی خدمت شریف میں عرض کرتی ہے کہ جناب اپنے شاگردوں میں شمار کر کے صفائی آئینہ کے واسطے کچھ ذکر تعلیم فرماویں۔ شب و روز گریہ وزاری میں ہے لیکن کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والدہ سے کہہ دیں کہ جن کو تم کرامات سمجھتی ہو وہ رہزن طریقت تھے، اللہ کا شکر ادا کرو کہ سب بند ہوا، نہیں تو عمر بھر غیر اللہ کے تماشہ میں مبتلا رہتیں سب پر **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھ کر ذکر و طاعت میں مشغول ہوں۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۲۲)

حال: السلام علیکم: بندہ کے قلب میں سختی ہوتی جاتی ہے اور ذکر میں دل حاضر نہیں رہتا۔ کچھ ایسی بات بتلا دیجئے کہ جس سے حضور اور نرمی پیدا ہو جائے اور میرے لئے امداد بھی فرما دیجئے۔ میں بہت پریشان ہوں اور دُعا بھی فرما دیجئے۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سختی اس کو کہتے ہیں کہ معاصی پر جرأت ہو جائے اور خوف خدا نہ رہے اور جس کو آپ نے سختی سمجھا ہے وہ سختی نہیں ہے اور حاضر رہنا قلب

کا اختیار سے خارج ہے اس کا قصد نہ کیجئے اور حاضر رکھنا البتہ اختیار میں ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ خود ذکر کی طرف یا مذکور کی طرف خیال رکھے تو اس کیلئے کسی اور مستقل تدبیر کی ضرورت نہیں اس اصل کو عمر بھر کے لئے مستحضر رکھئے کہ اس سے ہزاروں خلجانات دفع ہو جائیں گے اور میں دُعا بھی کرتا ہوں۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، ص ۲۳)

سوال: مجھ کو دو ایک باتیں جو ذیل میں درج ہیں دریافت کرنی مقصود ہیں، اُمیدوار ہوں کہ جناب والا اس عاجز کو جواب کا افتخار بخشیں گے۔ حضرت میرے دل میں ایسے بُرے بُرے خیالات اکثر آتے ہیں کہ مجھ کو یہ خوف ہو جاتا ہے کہ کہیں کفر و شرک نہ لازم آ جائے۔ اللہ جل شانہٗ کے متعلق میں ایمان سے کہتا ہوں کہ میرے بدن کا رونگٹا رونگٹا ایسے وقت میں کھڑا ہو جاتا ہے اور بندہ سخت اضطراب کی حالت میں ہوتا ہے کہ کیا کرے اور خیالات ناپاک بڑھے چلے جاتے ہیں، دوم جب کبھی خیرات دیتا ہوں تو خیال اکثر رہتا ہے کہ مجھ کو اس کا ثواب ضرور ملے گا اور یہ کام خوب کیا۔ کوئی بُرا کام جب سرزد ہو جاتا ہے تو فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ اب یہ کام کر و اچھا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ضرور خوش ہو جائیں گے۔ جس طرح کہ بچہ ہیں اور پھسل جائیں گے، اُمید ہے کہ جواب سے محروم نہ کیا جاؤں۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو خیالات بلا اختیار آئیں اور آدمی اُن کو بُرا سمجھے اس سے گناہ نہیں ہوتا، بے فکر رہئے اس بے فکری سے اَز خود دفع ہو جائے گا اور خیرات کے اچھے ہونے میں کیا شبہ ہے مگر خیرات میں جو نیت اخیر میں لکھی ہے یہ قابل اصلاح ہے اور اصلاح اس کی یہ ہے کہ اُس وقت نہ دے بلکہ اس گناہ کا تدارک خوب گریہ وزاری سے کرے اور بعد میں مستقل طاعت سمجھ کر خیرات دے۔

(تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۲۳، ۲۴)

حال: اَز اَحقر العباد بخدمت عالی جناب قبلہ وکعبہ سیدی ومحبوبی دام ظلہم العالی۔

السلام علیکم۔ کئی روز تک محبت الٰہی کا نہایت غلبہ رہا اور یہ خیال غالب ہوا کہ

اگر بعد مرنے کے حق تعالیٰ سے حجاب ہوا تو کیا کروں گا اور اس بات کا بہت صدمہ رہا ۔ ہر چند طبیعت کو سمجھایا کہ مایوسی نہ چاہیے مگر اپنی نااہلی اور نالائقی پر نظر تھی کہ ایسا ہو تو کچھ عجب نہیں اس لئے کہ میں سخت نااہل ہوں کچھ اطاعت اور شکر نہیں ہوسکتا اور خیال کرتا تھا کہ گو جنت کی کوئی نعمت نہ ملے مگر حق تعالیٰ سے کسی درجہ میں حجاب نہ ہو۔ پھر یہ حالت صبر کے ساتھ مغلوب ہوئی مگر شوق اب بھی ہے اور آرزو بھی ہے کہ حجاب کسی درجہ میں نہ ہو گو جو کچھ ذرّہ محبت الٰہی حضور کی برکت سے میسر ہے وہ تو عرصہ سے ہے مگر اس بار غلبہ بہت رہا اب کئی روز سے حضور والا کی محبت کا بہت غلبہ ہے گو محبت شدیدہ اور عظمت عظیمہ جو میرے قلب میں ہے حضور والا کی اس کا اظہار مجھ سے نہ ہو ہو سکے اس لئے کہ زیادہ اظہار کا مادّہ میرے اندر نہیں نہ یہ کچھ محمود ہے اور یہ ایک قسم کا دعویٰ بھی ہے اور مجھ جیسے نالائق اور نااہل سے صدور دعویٰ نہایت محل استعجاب ہے مگر خیر مجبوری کو اس وقت کچھ اظہار کیا بار بار باوجود تفہیم طبیعت یہ خیال آتا ہے کہ اگر حضور والا کا وصال حق تعالیٰ سے میرے مرنے کے پہلے ہوا تو مجھے کیسے چین آئے گا اور مجھے بے حد حضرت کی محبت کا غلبہ ہو رہا ہے اگر چہ ان غلبیات میں حدود شرعیہ سے کبھی تجاوز نہیں ہوتا لیکن بے چینی ضرور ہے۔ اگر بہمہ وجوہ محمود و مقصود ہو تو مبارک ہے گو کتنا ہی صدمہ ہو اور اگر کوئی اَمر مذموم ہو تو علاج فرما دیجئے ۔ پرسوں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جب سے کسی قدر چین ہوا ہے ورنہ بڑا سخت حال تھا۔ زبانی عرض کرنے کی تاب نہیں ۔اس لئے تحریر کیا۔ والسلام۔

تحقیق: محبی محبوبی زادہ اللہ تعالیٰ عرفاناً وقرباً۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مبارک ہو۔ ماشاء اللہ دونوں حالتیں رفیع ہیں اَوّل حالت تو ظاہر ہے۔ حدیث میں شوق لقاء کا مطلوب ہونا اس کے کمال رفعت کی صریح دلیل ہے اور اس کا غالب اور معتدل ہونا یہ سب اس کے الوان حسب اختلاف احوال ہیں اور یہ سب محمود اور اعتدال زیادہ محبوب اور اوفق بالسنۃ ہے کما ورد شوقاً الی لقاء ک فی غیر ضراء مضرة

اور دوسری حالت وہ بھی حب اللہ ہی کا ایک طریق اور لون ہے گو بواسطہ ہے اور بعض احوال میں بعض مصالح اس پر بہ نسبت حالتِ اُولیٰ کے زیادہ مرتب ہوتے ہیں، اس لئے سرتاسر محمود ہے شبہ نہ فرمائیں۔ رہا خیال رحلت سے متاثر ہونا یہ اسی محبت کا طبعی خاصہ ہے اور محمود کے آثار وخواص سب محمود ہیں باقی چونکہ یہ اَمرطبعی عارضی ہے یہ ایک حال پر نہیں رہتا۔ نیز چونکہ یہ حب فی اللہ ہے اس لئے حق تعالیٰ ایسے موقع پر مدد فرمائیں گے جیسا صحابہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاملہ فرمایا گیا۔

(تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۲۵، ۲۶)

سوال: چند دنوں سے کسی کسی وقت موت کا خیال خادم کو اس قدر ہو جاتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور سخت پریشانی ہو جاتی ہے۔ قلب میں بالکل تازگی نہیں رہتی اور چند ساعت کے بعد خیال جب کم ہوتا ہے تو طبیعت درست ہو جاتی ہے۔ شب وروز میں موت کا خیال غالب کسی وقت ہو جاتا ہے کیا تدبیر کی جائے اور یہ کیا معاملہ ہے خادم کی سمجھ میں نہیں آتا۔

الجواب: موت کا خیال مبارک حالت ہے لیکن اگر اس سے کچھ صحت میں خلل پڑتا ہو تو اس کی تعدیل مراقبہ رحمت ومطالعہ رسالہ شوق وطن سے کی جائے۔

(تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۲۶)

حال: قلب میں تو تخیل اِسم ذات ہی سا معلوم ہوتا ہے مگر دونوں ہاتھوں میں کوئی شئے رینگتی محسوس ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید دوران خون کی حرکت محسوس ہوتی ہوگی۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہاتھوں میں جو رینگتی چیز معلوم ہوتی ہے واقعی اس کی نسبت آپ کی رائے صحیح ہے اور اکثر یہی سبب ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ اگر سوءِ مزاج نہ ہو تو یہ حالت بھی اس لئے محمود ہے کہ اس سے بالخاصہ یکسوئی اور لذت ذکر میسر ہوتی ہے تو اس صورت میں اس کے ازالہ کا اہتمام نہ کیا جائے ورنہ طبیب سے علاج کرایا جائے۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۲۶، ۲۷)

حال: قلب پر سخت تشویش رہتی ہے امراض مہلکہ میں کہ ہلاکت میں ڈالیں عدم استقلال اُمور دینیہ میں روز افزوں ترقی پر ہے ذکر فرمودۂ حضرتِ اقدس کرتا ہوں مگر وساوس کا سخت ہجوم سے اخلاق ذمیمہ حد سے بڑھ گئے ہیں غرض تمام اُمور مستنکرہ میں مبتلا ہوں تلاوت سے بھی بعض اوقات جی چرانے لگتا ہوں بخدا نہایت حیران و ششدر ہوں میرے آقا خدا کے لئے اس احقر دُور افتادہ کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ حُمّی دق سے سخت خطرناک ہے سلسلہ تعلیم میں بھی طبیعت پر سخت جبر کرتا ہوں ورنہ اس سے بھی جی اُکتا تا ہے۔

تحقیق: اگر سبب اس کا کسل یا صحبت بد ہے تو علاج اس کا ہمت و ترک صحبت ہے اور اگر سبب اس کا زیادتِ مشقت ہے تو علاج اس کا چندے آرام کرنا ہے اور اگر اور کوئی سبب ہے تو لکھئے تا کہ علاج بتلایا جائے۔ (تربیت السالک۔ حصہ دوم، ص ۳۴)

سوال: بعض روز عہد بھی کرتا ہوں کہ غیبت نہ سنوں اور نہ کروں مگر پھر بھی جب مجمع میں یا دو آدمیوں کے درمیان جا بیٹھتا ہوں تو غیبت یا جھوٹ سُنتا پڑتا ہے یا خود کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ کسی کے نزدیک نہ جاؤں مگر بہ سبب بیماری ضعف کے طبیعت گھبراتی ہے تو چلا جاتا ہوں، لہٰذا اُمیدوار ہوں کہ ایسی حالت میں کیا کروں۔

جواب: مجمع میں بیٹھئے اور جب غیبت ہونے لگے اُٹھ جائیے۔

(تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۳۵)

حال: آج تین دن ہوئے میں ذکر کرتا ہوں اس میں کچھ ذکر کے آثار معلوم نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کرنے سے بدن میں حرارت ہوتی تھی اور ہر وقت اس کی یاد میں رہتا تھا۔ لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت تمام بدن میں حرکت ہوتی ہے اور دوسرے کلام مجید تلاوت کرنے کے وقت جب عذاب یا دوزخ کا بیان آتا ہے تو اسی وقت قلب میں ایک صدمہ اور حسرت ہوتی ہے اور فوراً آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

تحقیق: ذکر کرنے میں دو حال ہوتے ہیں ایک قبض دوسرا بسط یہ حال قبض کا ہےاوراس میں بھی مصلحت ہے کیونکہ اگر ایک حال رہےتو اس کا نہ کوئی لُطف ہواور نہ اس کی پوری حقیقت معلوم، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کبھی حالت قبض میں اور کبھی حالت بسط میں رکھتے ہیں تا کہ بسط کا لُطف معلوم ہو جیسا کوئی شخص اپنی عمر میں کبھی کوئی کڑوی چیز نہ کھائے اس کو نہ میٹھی چیز کا لُطف معلوم ہوگا اور نہ اس کی حقیقت معلوم ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے کہ **الا شیاء تعرف باضدادھا**۔ باقی صدمہ اور حسرت ہونا سو یہ حالتِ رفیعہ ہے کہ بڑا مجاہدہ ہے۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۳۹)

سوال: اہل سلوک نے کتب فن میں حالت ذکر و مراقبہ میں الوان و انوار کے معلوم و مکشوف ہونے کو لکھا ہے کہ سالک جب کثرت ذکر و مجاہدہ سے صفائے قلبی و روحی حاصل کر لیتا ہے تو اکثر ذکر و لطائف کے الوان و انوار ملکوتیہ کا ظہور کبھی اپنے وجود کے اندر اور کبھی وجود سے خارج وعلیحدہ مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے آثار محمود اور غیر محمود ہونے کو بھی لکھا ہے۔ واقعی یہ سب تصرف خیال اور یبوست دماغ سے صور متخیلہ متمثل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں یا درحقیقت اس کی بھی کچھ اصل ہے۔

جواب: زیادہ تر ایسا ہی ہے اور اگر واقعی کچھ واقعات ملکوتیہ بھی کسی کو کچھ معلوم و مکشوف ہو گئے تو یہ غیر مقصود ہے اور قابل توجہ نہیں اس کی نفی کر دینا چاہئے اور اس جگہ بہت بڑی ضلالت ہوتی ہے کہ اگر شیخ کامل اور محقق کا ظل میسر نہیں ہوا تو طالب حق غیر مقصود کو مقصود سمجھتا ہے اور انواع واقسام کی غلطیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور زندگی بھر اَلوان واَنوار ہی کی لذت اور سعی میں مغموم ومحزون رہتا ہے بلکہ تنگ آ کر ذکر و طاعت کو جو کہ اصل مقصود ہے چھوڑ بیٹھتا ہے اور شیخ سے بھی بدگمان ہو جاتا ہے غرض کہ ساری زندگی اس کی اسی اُلٹ پھیر میں گذر جاتی ہے اور کوئی کام اس کا دینی اور دنیاوی راست نہیں ہوتا۔

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب

کہ حیف باشد از و وغیرہ اوتمنائے

اسی وجہ سے جناب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ السامی نے حجاب نورانی کو حجاب ظلمانی سے اشد فرمایا ہے اور اپنے وابستگان کو اس کی جانب توجہ کرنے سے روکا ہے کیونکہ اس جگہ اصل مقصود سے طالب رہ جاتا ہے اور یہ بڑی محرومی ہے اصل مقصود ان اشغال کی مشغولی اور کثرت فکر و مراقبہ و مجاہدہ سے تہذیب نفس و اصلاح قلب اور بمجوائے آیت کریمہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب جمعیت اور اطمینان قلب کی دولت اور نیت حضور مع اللہ اور یکسوئی اور یادداشت کے ملکہ راسخہ پیدا ہو جانے کی تدبیر اور مقامات توکل تسلیم تفویض رضا اخلاص توحید محبت خشیت وغیرہ کی تصحیح ہے ورنہ فی نفسہٖ اس کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ اصل مقصود صرف ذکر و طاعت حق ہے اور اسی سے قرب باری تعالیٰ کا میسر ہوتا ہے۔ (تربیت السالک، جلد ۲، صفحہ ۵۰،۵۱)

سوال: لطائف کے الوان و انوار کی جانب توجہ رکھنے کی کیا حاجت تھی کیا یہ جزو طریق ہے جیسا کہ کتب فن میں اس کو داخل کر دیا ہے۔

جواب: یہ سلوک کا کوئی جزو نہیں، لطائف کے الوان و انوار عارضی ہیں۔ چونکہ لطائف کی جانب توجہ رکھنے سے طالب کو یکسوئی جلد ہو جاتی ہے اس لئے شیوخ اس کی جانب متوجہ کرتے ہیں اور اس مشغولی میں اگر کسی کو کچھ الوان و انوار نظر آ گئے تو پہلے اس کی بے وقعتی نہیں کرتے تا کہ یکسوئی میں ضعف نہ ہو جائے۔ بلکہ جب یکسوئی کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی جانب سے توجہ ہٹا دیتے ہیں۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۵۱)

❁❁❁

رفع الضیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت جمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ)

حال: آج ایک خاص دُکھ عرض کرتا ہوں کہیں جناب خفانہ ہو جائیں کہ جس کا بڑا اندیشہ ہے، میں شرم، ندامت اور خجالت کے ساتھ عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہی بڑا دُکھ اس وقت میری زندگی کا ہے جس سے ہمیشہ مغموم رہتا ہوں۔ کم بخت ہمیشہ کی عادت ہے کہ طبیعت ثانی ہوگئی ہے کہ فجر کو بغیر اُٹھائے کسی کے آنکھ نہیں کھلتی۔ اگر اتفاقاً کسی نے نہ اُٹھایا تو دن چڑھے تک سوتا رہتا ہوں افسوس میں کبھی مسجد پہنچ جاتا ہوں کبھی وقت تنگ ہوا تو گھر میں نمازِ فجر پڑھ لیتا ہوں اور اب یہ آفت شروع ہوئی ہے کہ کبھی کبھی اُٹھانے سے بھی اپنی بدنصیبی سے نہیں اُٹھتا، اُس وقت نیند کی ایسی بے ہوشی ہوتی ہے کہ اندھا ہو جاتا ہوں اور پھر پڑ رہتا ہوں اور تمام دن مغموم رہتا ہوں کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ خود بخود آنکھ کھلتی ہے اور تہجد بھی پڑھ لیتا ہوں۔ غرض عجیب آفت میں مبتلا ہوں حضور میرا علاج جس طرح ممکن ہو فرمائیں اور مدد فرمائیں اور آخر وقت میں میری ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سنبھال لیں۔

تحقیق: خفاء ہونے کی کیا بات ہے یہ کوئی اختیاری بات نہیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہرگز اس کا غم نہ کیجئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے کہ لا تفریط فی النوم یعنی سو جانے میں کوئی تقصیر نہیں۔ اپنی طرف سے جاگنے کا اہتمام کر لینا ضروری ہے مثلاً کسی سے فرما دیا کہ جگا دیا کرے اور سویرے سے سو رہنا چاہئے اور کھانے اور پانی میں کسی قدر تقلیل کی جائے۔

اور اگر کوئی گھڑی الارم دار ہو وہ کوک کر پاس رکھ لی جائے اور جاگتے وقت ہمت سے کام لیا جائے، ان تدبیروں کے بعد بھی اگر کوئی ایسی کوتاہی ہو جائے جو اختیار سے خارج ہو ہرگز مغموم نہ ہونا چاہئے، غم کی افراط سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے

پھر یاس کے غلبہ سے تعطل کی نوبت آجاتی ہے۔

بدُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش　　کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

ہاں ایک کام اور کیا جائے کہ آیتیں آخر سورۂ "کہف" کی ان الذین آمنوا آخر سورہ تک سوتے وقت پڑھ کر دُعا کر کے سو رہیے اور پھر اطلاع دیجئے اور کسی طبیب سے بھی مشورہ لیجئے شاید کسی طبی علاج کی ضرورت ہو۔ (تربیت السالک، حصہ دوم، صفحہ ۶۴،۶۵)

حال: بندہ عرصہ سے اپنا حال خراب دیکھتا ہے توجہ فرمائیں گزشتہ حالت یہ تھی کہ کوئی شے یا کوئی کتاب بھی زائد از ضرورت ہوئی تو کسی کو دے دیتا ورنہ دل میں آتا تھا کہ آخرت کا خسارہ پہنچے گا۔ اب یہ حالت ہے کہ کسی کو دیتا تو کیا بلکہ اگر حلال طور سے مل جائے تو اور بڑھانے کی فکر اور مجھ کو اپنے میں یہ خرابی معلوم ہوتی ہے کہ غصہ زیادہ ہوگیا ہے اگرچہ کوئی فعل غصہ میں خلاف شرع نہیں ہوتا ہے اور حواس بخوبی اختیار میں رہتے ہیں لڑکوں کو زدوکوب کی ضرورت ہوتی ہے گرمیوں میں پنکھا جب تک ہوتا ہے تو نیند آتی ہے بعد اُس کے مشکل ہوتی ہے گوشت اگر کھانے میں نہ ہو تو سیری نہیں ہوتی، ذکر بارہ تسبیح ہمیشہ کیا کرتا تھا اور کرتا ہوں کبھی اطمینان ہوا تو بتوجہ قلب کیا یا اور کوئی فکر ہوا تو بلا حضور قلب کیا ناغہ ہوگیا تو قضاء کرلیا، اختلاط مردم سے پہلے متنفر تھا اور اب بھی ہوں مگر نفرت سابقہ نہیں ہے کوئی ذکر نیک ہوتا ہے۔ اس پر سامعین کو رونا آتا ہے مگر مرے ایک آنسو بھی نہیں نکلتا۔

اب حضور مرے امراض کا علاج اور پرہیز تحریر فرما دیں، تحقیق حرفاً حرفاً حالات پڑھے آپ کو ناحق کا فکر ہوگیا جب تک معاصی سے محفوظی ہے ہرگز بدحالی نہیں ہے۔ مباحات کو حق تعالیٰ نے استعمال ہی کیلئے بنایا ہے۔

باقی احوال و مواجید کا ایک حال پر رہنا ضروری نہیں، البتہ جس کام کا التزام کرلیا جائے اُس پر حتی الامکان دوام رکھا جائے خواہ دل لگے یا نہ لگے باقی میں جو تغیر اس قسم کا ہو اس کی طرف اصلاً التفات نہ کریں۔ (حصہ دوم، صفحہ ۶۹،۷۰)

یہاں سے تیسرا حصہ شروع ہوتا ہے

سوال: حقیر جس وقت انگریزی پڑھتا تھا اس وقت کثیر بلکہ کل نماز قضا کیا وہ نماز جب ادا کرنا شروع کر دیتا ہوں دو چار روز کے بعد پھر چھوٹ جاتی ہے اور نماز میں دل بہت پراگندہ ہو جاتا ہے اَز راہِ کرم علاج فرمائیں۔

جواب: شاید آپ ایک دم سے بہت سی نمازیں پڑھنے لگتے ہیں، تھوڑی تھوڑی پڑھیں، سہل یہ ہے کہ ایک ایک نماز کے ساتھ ایک ایک نماز پڑھ لیا کریں اور پراگندہ ہونا اگر اختیاری خیالات سے ہے تو ان خیالات کی طرف بالقصد توجہ نہ کریں اور اگر غیر اختیاری اسباب سے ہے تو کچھ پرواہ نہ کریں۔

یہی اس کا علاج ہے زیادہ دَرپے ہونے سے زیادہ پراگندگی ہوگی اور بے پروائی سے بعد چندے خود رفع ہو جائے گا۔ (صفحہ۵، حصہ سوم)

حال: بعض اوقات نماز میں دل نہیں لگتا اور خیالات کا ہجوم ہوتا ہے۔

تحقیق: کچھ فکر نہ کریں بتدریج سب اصلاح ہو جائے گی اپنے کام میں لگے رہیے۔

حال: ہر چند خیالات دُور کرنا چاہتا ہوں مگر دُور نہیں ہوتے۔

تحقیق: اس کی کوشش نہ کریں مداومت ذکر وتقویٰ سے از خود یہ سب دفع ہو جائینگے

سوال: جب میں نماز پڑھتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں میری نماز میرے منہ پر نہ ماری جائے کوئی ترکیب بتایئے کہ اطمینان قلب حاصل ہو۔

جواب: اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکے نماز کو درست کر کے پڑھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے اُمید قبول رکھنا چاہیے، باقی پورا اطمینان تو ہونا بھی نہ چاہیے ایمان خوف ورجاء ہی کے درمیان تو ہے۔ (صفحہ۶، حصہ سوم)

حال: ناچیز اپنے معمولات میں (یعنی اسم ذات چھ ہزار مرتبہ) مشغول ہے بفضلہٖ تعالیٰ وبہ دعائے حضرت اکثر روز بعد تہجد قبل صبح صادق بعض روز بعد صبح صادق اور بطور ندرات بعد نماز فجر ختم کرتا ہے لیکن جو رغبت وصلاحیت وقت حضوری دربار

کے نصیب تھی اور جو حالت اس وقت تھی (یعنی حالت ذکر میں ایسی دلبستگی ہوتی تھی کہ رونا آجاتا تھا) اب وہ حالت نہیں۔

تحقیق: حالت یکساں نہیں رہتی مگر یہ خصوصیات مواجید واذواق کے مقصود نہیں مقصود محفوظ رہنا چاہئے اور وہ ذکر اور طاعت ہے خواہ اس میں بسط ہو یا قبض کہ بعض منافع قبض کے زیادہ ہیں بسط سے ہمت سے کام میں لگے رہیں۔ اَوّل اَوّل ایسے ہی تغیرات ہوا کرتے ہیں پھر حق تعالیٰ مناسب استعداد کی تمکین عطا فرما دیتے ہیں جب اس کا وقت مقرر ہوتا ہے گھبرا جانا دلیل ہے ضعف ہمت کی ۔

ارے طریق دولت چالاکی ست و چستی

(حصہ سوم، صفحہ ۷، ۸)

سوال: مستدعی ہوں کہ برائے خدا بندہ کو ایسا اُصول بتا دیا جائے کہ درجۂ یقین تک پہنچ جاؤں۔

جواب: یہ یقین جائز ہی کب ہے کہ ہمارے اعمال سب مقبول ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کا احتمال بالکل باطل ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۱۰)

سوال: اپنے اور مرض کی طرف حضور کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کا بھی علاج حضور کی توجہ اور حضور کی ہدایات اور تدابیر سے ہو جائے۔ یہ مرض ''مرضِ ریاء'' ہے، اکثر لوگوں کے ساتھ سلوک اس وجہ سے کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مری تعریف کریں اور جس شخص کے متعلق علم ہو جاتا ہے کہ وہ میرا معرف ہے اس کے ساتھ اور سلوک اور احسان کرنے کو جی چاہتا ہے اور کرتا ہوں اور نہایت ادب اخلاق سے اس سے پیش آتا ہوں، بعض اوقات صرف اسی خیال سے کہ وہ مجھ کو بُرا نہ سمجھے اور لوگوں میں تعریف کرے بعض اوقات بخل کے خوف سے بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہوں کہ بخل کی عادت نہ ہو جائے مگر فوراً اسی وقت اس کا خیال بھی دل میں پیدا ہو جاتا ہے کہ فلانے شخص کو یہ چیز بھیج دو تاکہ میرا معرف بنا رہے سمجھ کر کام نہیں کرتا کہ کون سی عادت

قائل ترک ہے احسان وسلوک بدیں خیال کہ تعریف ہو یا بخل بدیں خیال کہ کسی کے ساتھ احسان نہ کروں "ریاء" کی کیفیت یہ ہے کہ بعض اوقات صرف اس خیال سے کوئی بات کرتا ہوں تا کہ مخاطبین کو معلوم ہو کہ یہ بڑا مذہبی آدمی ہے اور بعض اوقات اس خیال سے کرتا ہوں تا کہ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ایک مجمع میں صرف دنیا کی باتیں ہوں تو وہ باتیں وبال ہو جاتی ہیں اگر اس مجمع میں دینی باتیں نہ ہوں بعض اوقات کسی مجمع میں اگر دیکھتا ہوں کہ محبت زیادہ ہوتی ہے اور اس مجمع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ محبت کرنے میں ان کو باوجود اس کی وعید کے علم کے اس سے عار نہیں ہے تو اُن کو چند حدیثیں سنا دیتا ہوں تا کہ وہ اس سے بچیں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ میری برائی یا میرے متعلقین کی برائی اور لوگوں سے نہ کریں بعض اوقات اگر کوئی اچھا عمل یا کوئی سلوک احسان یا کوئی عبادت کرتا ہوں تو ظاہراً اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ کسی کو میری زبان سے میری اچھی بات معلوم نہ ہو جائے مگر در پردہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی اور طریقہ اور کسی اور ذریعہ سے لوگوں کو علم ہو جائے، مثلاً آج کل قضاء کے روزے رکھ رہا ہوں۔

رفع الضیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہِ شعبان ۱۳۴۰ھ)

زبان سے قصداً کسی سے کہتا نہیں چاہتا ہوں مگر در پردہ یہ بھی خواہش ہے کہ جن لوگوں کو مجبوراً معلوم ہو گیا ہے ان کے ذریعہ سے اور لوگوں کو بھی جن کو اس وقت معلوم نہیں ہے معلوم ہو جائے اور وہ لوگ مجھ کو نہایت پرہیز گار و متقی سمجھیں حالانکہ جیسا حضور کو علم ہے کہ تقویٰ کے قریب بھی میں اب تک نہیں پھٹکا ہوں ان سب معاملات کی جو ذہن میں آرہے تھے حضور کو اطلاع دینا ضروری سمجھتا تھا تا کہ میرے تمام امراض کا علاج ہو جائے۔

جواب: اس تقریر میں جتنے اعمال حسنہ ومحمودہ وطاعات لکھے ہیں ان کو تو کسی حال میں نہ چھوڑے اگرچہ "ریاء" کا خیال بھی آئے اس خیال کو دفع کرنا چاہئے اور

اگر دفع نہ ہو تو اس کو برا ہی سمجھنا چاہئے یہ تو اس سوال کا جواب ہے کہ کون سی عادت قابل ترک ہے۔ الخ۔ اب اُس کی تحقیق باقی رہی کہ ''ریاء'' کا کون سا خیال مذموم ہے اور کون سا غیر مذموم سو اس میں اوّل یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ''ریاء'' کی حقیقت کیا ہے سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس کا قصد مصمم کرنا اور عمل خاص ایسے قصد سے کرنا کہ خلق کی رضا ہو یہ تو عمل ''ریاء'' ہے اور یہی حرام اور گناہ اور اس کا دفع بہت سہل اور اختیاری ہے یعنی اس کا قصد کرے اور ایک درجہ یہ ہے کہ اس کا قصد مصمم تو نہیں ہے یا تھا اس کو دفع کر دیا۔ لیکن خیال اور وسوسہ اور حدیث النفس بار بار عود کرتا ہے اور یہ شخص اس کو برا سمجھتا ہے اور بالکلیہ دفع کرنا چاہتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا سو یہ درجہ امر طبعی ہے اور یہ ''ریاء'' نہیں وسوسہ ''ریاء'' ہے جو نہ معصیت ہے نہ مضر اور نہ اس کا ازالہ واجب ہے اور اس کا ازالہ دشوار بھی ہے حتیٰ کہ قریب قریب غیر اختیاری ہے بس اب اپنا حال دیکھا جائے اور فیصلہ کیا جائے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۱۵، سطر ۱۷)

سوال: خادم حضور کی دُعا سے سب معمول کئے جاتا ہے مگر کبھی وسوسے بہت آتے ہیں ذکر کے وقت کبھی اس میں مشغولی ہوتی ہے مگر میں اپنی دُھن میں لگا رہتا ہوں چند روز کے بعد خود رفع ہو جاتا ہے بلکہ اُسی پریشانی میں غلام نے حبس دم وغیرہ کی بابت پوچھا تھا کہ کسی وجہ سے لطف آنے لگے، بعد میں جب یکسوئی ہونے لگی تو نہایت شرمندگی معلوم ہوئی کہ اس فضول تحریر سے حضور کو تکلیف ضرور ہوئی ہوگی، میں معافی مانگتا ہوں میں کیا عرض کروں ایک عجیب پریشانی کی حالت میں لکھ دیا تھا ایک اور طبیعت چاہتی ہے اگر مناسب اور بہتر سمجھئے تو تحریر فرمایئے وہ یہ کہ اب میری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ رات کو بعد نماز عشاء کے بھی ذکر میں مشغول رہا کروں اور تہجد وغیرہ بھی اسی سلسلے میں وقت آنے پر پڑھا کروں کیونکہ رات میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ کی عظمت و ہیبت بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے، رات کو اگر اجازت ہو تو تمام رات عبادت میں مشغول رہا کروں آج کل حضور کی یاد بہت آتی ہے بعد فارغ ہونے

ذکر کے ہر وقت حضور کا ذکر کیا کرتا ہوں اور حضور کی یاد میں عجیب لطف اور خوشی و فرحت ہوا کرتی ہے دل کو پریشانی کی حالت میں بعض وقت خوف وہیبت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور ایسا جی چاہتا ہے کہ کپڑے وغیرہ پھاڑ چیر کر جنگل کو چل دوں۔

جواب: ذکر کی کثرت تو مطلوب ہے لیکن اس کا دوام بھی اس سے زیادہ مطلوب ہے اور چونکہ وہ موقوف ہے فقط صحت پر اس لئے وہ بھی مطلوب ہے گولغیرہ سہی اور زیادہ جاگنے سے صحت محفوظ نہیں رہ سکتی اس لئے شب بھر جاگنے کا ہرگز ارادہ نہ کریں سنت کے بھی خلاف ہے اوّل تو شب و روز میں آٹھ گھنٹہ ورنہ کم از کم چھ گھنٹہ سونا ضروری ہے ورنہ اب تو کپڑے پھاڑ کر جنگل جانے کو صرف دل ہی چاہتا ہے اس وقت پھر سچ مچ غلبۂ یُبس سے ایسا ہی ہونے لگے گا۔ (حصہ سوم، صفحہ ۲۳، ۲۴)

سوال: کیفیت یہ ہے کہ اب اکثر اوقات جب خالی ہوتا ہوں تو زبان پر تہلیل بہ برکت جناب جاری ہو جاتی ہے اس کے حالات مختلف ہیں چلتے پھرتے تو یوں ہی "لا الٰہ الا اللہ" اکثر اور کبھی اس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی اور اگر تنہائی ہوتی ہے تو خود بخود شوق پیدا ہوتا ہے کہ مد وشد اور ضرب کے ساتھ کرتا ہوں مگر یہ ضرب قلب پر قصور میں ہوتی ہے اور شب کو بعد نماز جس طرح قول الجمیل میں ہے اسی طرح سے کرتا ہوں اس میں ذرّہ ذرّہ مزا آتا ہے مگر تخیلات منقطع نہیں ہوتے اس کی تدبیر اور تنزیہ طرز عمل ٹھیک ہے یا قابل ترمیم ہے اور ترمیم ہو تو کیا۔

جواب: اس کی خاص تدبیر اور اس کی کوشش اور اس میں کاوش نہ فرمایئے سرسری توجہ مقصد ذکر کی طرف رکھئے اس سے شدہ شدہ سب خطرات قطع ہو جائیں گے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۲۵، ۲۶)

حال: ہمیشہ یہ مدنظر رکھا کہ ہر اَمر میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر بھروسہ رکھوں خصوصاً روزی کے معاملہ میں مگر حالت یہ ہے کہ جب آمد رُک جاتی ہے خواہ تین ہی روز کو ہو تو طبیعت پر بلا اختیار پریشانی آجاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے موقع سے دے دیتے ہیں

جہاں خیال بھی نہیں ہوتا، آمدنی ہونے پر اطمینان ہوجاتا ہے پھر دیر ہونے پر پریشانی ہوجاتی ہے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ ہمیشہ پریشانی میں رجوع ''الی اللہ'' ہی ہوتا ہے اور شکایت تنگی کی زبان پر تو کیا دل میں بھی نہیں ہوتی یہ تو میرا حال ہے اور میرے گھر میں یہ کیفیت ہے کہ جب تنگی ہو تو اس کو پریشانی کبھی نہیں ہوتی بلکہ یوں کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیں گے ہم نہیں فکر کرتے اس سے مجھ کو اپنے اُوپر سخت افسوس ہوا کہ عورت کی ذات مجھ سے فوق لے گئی تو آپ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حالت میری محمود ہے یا غیر محمود، اگر محمود ہے تو کیا علاج کروں۔

تحقیق: دونوں کی حالت محمود ہے اور یہ تفاوت طبعی ہے چونکہ عورتوں میں عاقبت اندیشی فطرۃً کم ہوتی ہے اور مردوں کی قوت فکر یہ زیادہ کام کرتی ہے اس وجہ سے یہ تفاوت ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۲۶، ۲۷)

سوال: میں موسم جاڑے میں اکثر ایام کے اندر تہجد کو اُٹھتا رہا، اب عرصہ ڈیڑھ ماہ سے عجیب کیفیت ہے کہ ہر روز پختہ قصد کر کے سوتا ہوں، تہجد کے وقت سخت کاہلی آتی ہے کہ نہیں اُٹھتا اور وِتر بھی قضا ہوجاتی ہیں، پھر نہایت پشیمان ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے روبرو توبہ وزاری کرتا ہوں اور یہ خیال ہوجاتا ہے پختہ طور سے کہ آج سے ضرور اُٹھوں گا مگر پھر نہیں اُٹھتا اس حالت کو عرصہ ہوگیا اور جو بعد عشاء تہجد پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو طبیعت میں یہ آتا ہے کہ اگر پڑھے تو پچھلے کو پڑھ بیگار اچھی نہیں اس لئے عشاء کے بعد بھی پڑھنے سے رہ جاتا ہوں اگر کبھی پڑھ بھی لیتا ہوں تو طبیعت کو سیری نہیں ہوتی اور یہ خیال جم جاتا ہے کہ اس وقت کا پڑھنا ہی کیا پڑھنا تو آخر رات کا ہے پھر قصد مصمم پچھلی رات کا کرلیتا ہوں مگر پھر نہیں اُٹھتا کوئی تدبیر پچھلے کو اُٹھنے کی بتا دیجئے یا جیسا ارشاد ہو ویسا کروں اور میں ناغہ ہونے پر تضرع الی اللہ کرلیتا ہوں اور دل پر بہت صدمہ بھی ہوتا ہے۔

جواب: یہ شیطان کی رہزنی ہے کہ عزیمت کی ہمت نہیں، رخصت کو دل گوارا نہیں کرتا، نتیجہ حرمان ہوتا ہے رخصت پر عمل کیجئے خواہ سیری ہو یا نہ ہو، سیری مطلوب

نہیں غیر مطلوب کو مطلوب سمجھنا یہ بھی طریق کے زلات سے ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۲۷)

سوال: مجھ کو کوئی دُعاء ہی ارشاد فرمائیں جس سے مجھ کو لذت طاعت اور نفرت معصیت حاصل ہو اور وسوسۂ شیطانی مندفع ہو۔

جواب: اس سب کے لئے ذکر اللہ ہی ہے باقی لذت خود مقصود نہیں مقصود اصلی رضائے حق ہے اور طریقہ اس کا ذکر و طاعت ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۳۱)

حال: اہلیہ مرحومہ کی حیات میں اور بعد ممات دو ماہ تک قلب میں رقت عبادت میں خشوع و خضوع دُعا میں تضرع تھا بعد ازاں قریب تین ماہ کی طویل علالت میں معمولات وقت دقت سے ادا ہوتے رہے کچھ دن ایسی شامت ہوئی کہ تہجد کے وقت اُٹھنا نصیب نہیں ہوا ان دنوں بفضلہٖ تعالیٰ قریب دو ماہ سے تہجد و معمولات سب ادا ہو رہے ہیں بلکہ ذکر اسم ذات جو علالت و ضعف کے باعث چھوٹ گیا تھا وہ بھی دن و رات میں بہ تعداد بارہ ہزار کسی قدر ضرب جہر سے ادا ہو رہا ہے مگر وہ کیفیات جن کا ذکر اُوپر ہوا پیدا نہیں ہوتے سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ بعض اوقات دُعاء میں جی نہیں لگتا ہے خیریت اتنی ہے کہ نماز میں حضور قلب کسی قدر رہتا ہے معمولات بعد تہجد ذکر بارہ تسبیح و بعد نماز صبح درود شریف پانچ تسبیح و بعد ظہر استغفار پانچ تسبیح اور بعد ہر نماز فرض و نفل کے اسم ذات قبل یہ حالت تھی کہ خفیہ طریقہ سے اسم ذات کا ذکر زیادہ تر جاری رہتا تھا اور اب اکثر قصد کرنے پر بھی غفلت رہتی ہے۔

بجیر تم کہ سر انجام ماچہ خواہد بود

اور ایک خرابی اور یہ ہوگئی ہے کہ قبل میں اگر کوئی معصیت ہو جاتی تھی تو سخت ندامت اور عاجزی کے ساتھ استغفار کی توفیق ہوتی تھی اور اب ندامت تو کچھ ہوتی ہے مگر استغفار کی وہ بات نہیں ہوتی اُمید کہ دعا سے سرفراز فرمایئے۔

تحقیق: کام کئے جایئے، ان شاء اللہ تعالیٰ بتدریج پہلے سے زیادہ اچھی کیفیات نصیب ہوں گی، مایوسی اور پریشانی نہ چاہئے اگر معمولات میں کچھ کوتاہی ہو

جائے استغفار کرنا چاہئے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۳۴، ۳۵)

حال: خاکسار کی حالت ان دنوں بہت خراب ہے پہلے تو یہ حالت رہی کہ تنگ وقت پر تہجد کے لئے آنکھ کھلنے لگی، مگر صبح کی نماز سے پہلے دوازدہ تسبیح ادا کرتا رہا مگر بعد ازاں دن بدن صبح کے وقت آنکھ دیر سے کھلنے لگی اور دوازدہ تسبیح کی نصف تسبیح صبح کی نماز تک بہ مشکل پڑھ سکتا رہا بعد اُس کے حالت ایسی خراب ہوئی کہ کثرت سے ناغہ ہونے لگی اور نہایت فضول اور بے ہودہ خیال دل میں یہ سما گیا کہ کوئی اچھی حالت ہوگی تب حضور کو اطلاع دوں گا ایسی بری حالت کو کیا لکھتا ہے اسی خیال میں کچھ عرصہ گذر گیا ایک دن ''تربیت السالک'' کے مطالعہ میں مشغول تھا اس سے معلوم ہوا کہ جیسی حالت ہو، اَچھی یا بُری شیخ کو ضرور اطلاع کرے اور بعد ازاں خود ہی دل میں یہ خیال آیا کہ اگر بُری حالت نہ لکھی تو اصلاح کاہے کی ہوگی، لہٰذا نہایت ندامت سے مرض حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہوں علاج اور دُعاءِ خیر سے مشرف فرمادیں۔

رفع الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہِ رمضان ۱۳۴۰ھ)

آج کل بھی برابر دوازدہ تسبیح قضا ہو رہی ہے مگر پہلے جب قضاء ہوتی تھی تو پھر کسی وقت ادا نہیں ہوسکتی تھی مگر آج طبیعت پر نہایت جبر کر کے بعد نماز صبح ادا کی تب تسلی ہوئی اپنی طرف سے تو میں حتی الوسع اس اَمر کی کوشش میں ہوں کہ معمولات قضا نہ ہوں اگر کبھی ہو جائیں تو جلدی ادا کروں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ حضور توجہ فرمادیں تو وہ مالک کریم ضرور مجھے کامیابی عطا فرمادیں اوّل وقت بھی سویرے ہی آنکھ لگ جاتی ہے اب میں نہایت حیران و پریشان ہوں اور اپنی حالت پر سخت نادم ہوں اور بجائے ترقی کے اُلٹا تنزل ہونے کا حال لکھتے ہوئے اور بھی حیاء آتی ہے۔

تحقیق: ایسے عوارض بڑوں بڑوں کو اُن کے مرتبہ کے لائق پیش آتے ہیں، پریشان اور مایوس نہ ہوں اگر اخیر شب میں دُشواری ہے اوّل وقت میں بعد عشاء تہجد

اور سب معمولات کر لئے جائیں اگر اس میں بھی دشواری ہو تو تہجد بعد عشاء اور دیگر معمولات بعد مغرب کر لئے جائیں ایسے تغیرات کو تنزل نہیں کہتے ، غیر اختیاری اُمر سے کبھی ضرر نہیں ہوتا ، (صفحہ ۳۵ سے ۳۶ تک حصہ سوم)

حال: حضور میں نے اب پانچوں سورتیں حفظ کر لی ہیں اور جو کچھ اوراد حضور کے پرچہ میں ہیں وہ برابر روزانہ ہر نماز کے بعد میں پڑھتا ہوں اور بعد نماز عشاء کے وِتر اور سنت کے درمیان کبھی آٹھ رکعت اور کبھی بارہ رکعت اور کبھی چھ رکعت نماز تہجد پڑھتا ہوں اور بعد نوافل تہجد کے چھ سو مرتبہ " لا اِلٰہ الا اللہ " اور کبھی کبھی دھیان میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتا ہوں لیکن حضور نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ پہلے پہلے تو مجھ کو کچھ اچھا معلوم ہوتا تھا مگر اب کوئی بارہ یا تیرہ روز سے نماز میں اور تلاوت قرآن کے وقت بھی اور بعد نماز عشاء کے وقت نفلوں کے میرا دل لگتا نہیں ہے اور خیالات دل میں پیدا ہونے لگتے ہیں اور میں بعد میں بہت کچھ استغفار بھی پڑھتا ہوں مگر نہ معلوم یہ خیالات کیوں پیدا ہوتے ہیں حضور اس کی کوئی تجویز بتلایئے گا تاکہ یہ فکر دور ہو اور میری طبیعت ہر وقت یادِ الٰہی میں راغب ہے، حضور یہ حالت ہے جو کچھ کہ لکھتا ہوں اور باقی بفضلہٖ تعالیٰ کل حالت سابق دستور ہے۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حالات سے دل خوش ہوا، دل نہ لگنے کی پروانہ کریں، جس قدر دل لگنے سے فائدہ ہوتا اس سے زیادہ ان شاء اللہ تعالیٰ اب ہوگا کام کئے جائیں ذکر و معمولات کی برکت سے سب اصلاح ہو جائے گی۔ (حصہ سوم۔ صفحہ ۳۶، ۳۷)

حال: آج کل خادم کی حالت یہ ہے کہ نہ نوافل کو طبیعت چاہتی ہے اور نہ تلاوت قرآن شریف وغیرہ کو اور نہ جی لگتا ہے اکثر اوقات نوافل وغیرہ ترک کرتا ہوں تو طبیعت کو ملال ہوتا ہے، پیشتر عبادت کی طرف میلان طبع زیادہ تھی اب بالکل نہیں اور جو تھوڑا بہت ہے اُوپر کے دل سے کرتا ہوں۔

تحقیق: اُوپر ہی کے دل سے کر لیا کیجئے اسی سے نیچے کے دل میں پہنچ جائے گا۔

معلوم ہوتا ہے آپ لذت کے طالب اور منتظر ہیں سو یہ غلطی عظیم ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۳۹)

سوال: یہ کیا حالت ہے اور کیوں ہوتی ہے؟

جواب: یہ امتحان ہے محبوب کی طرف سے کہ دیکھیں رضا کے لئے کام ہوتا ہے یا تقاضائے نفس سے (حصہ سوم، صفحہ ۳۹)

حال: جس وقت حالت مایوسی اور رنج وملال کی ہوتی ہے تو زبان سے یہ نکلتا ہے۔

یابم اور ایا نہ یابم جستجوئے میکنم حاصل آید یا نہ آید آرزوئے میکنم

تحقیق: جس طرح زبان سے نکلتا ہے دل سے بھی نکلتا تو بہت جلد پریشانی رخصت ہوجاتی یا پریشان نہ کرتی۔ (حصہ سوم، صفحہ ۳۹)

حال: میں ایک ادنیٰ آدمی ہوں پیشتر مجھ کو شب کے وقت جو کام صبح کو ہونے والا ہو وہ بذریعۂ خواب معلوم ہوجاتا تھا مثلاً بھوپال کے سرکاری خزانہ میں چوری ہوئی اسی شب کو معلوم ہوگیا مجھے ایک گھر نیلام ہوتا تھا شب کو معلوم ہوگیا کہ فلاں خریدے گا ایک حکیم صاحب نے قبل از فروخت مجھ سے رائے ظاہر کی کہ میں اس کو خریدوں گا، میں نے کہا کہ تم نہیں خریدو گے فلاں خریدے گا جو مجھ کو معلوم ہوا تھا اسی نے خریدا، غرض ہر بات صحت کے ساتھ معلوم ہوجاتی تھی مگر عرصہ ڈیڑھ سال سے سب معلومات بند ہوگئے، اب متفکر ہوں کہ کیا بات ہے آپ سے دُعا کا منتظر ہوں اور کوئی وظیفہ بتلا دیا جائے تو بہتر ہے، تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور نماز پنجگانہ بھی ادا کرتا ہوں، خداوند کریم مقبول کریں اور اُمید رکھتا ہوں کہ آپ بزرگ ہیں آپ مفصل تحریر کریں گے کہ وہ کیا بات تھی جو معلوم ہوجاتا تھا اور اب کیا بات ہے جو معلوم نہیں ہوتا، میں بالکل جاہل ہوں، شاید نماز پنجگانہ کی دُعا بھی صحیح نہ ہو زیادہ والسلام۔

تحقیق: وہ معلوم ہونا بڑا فتنہ تھا اس سے خود بینی اور پندار کمال ہوجاتا یہ تو ضرر تھا اور نفع اصلاً نہ تھا خدائے تعالیٰ نے اس فتنہ سے بچالیا، اللہ تعالیٰ کا شکر کریں کہ حجاب رفع ہوا اور احکام میں اہتمام کریں، (حصہ سوم۔ صفحہ ۴۱، ۴۲)

حال: جس وقت سے میں دیوبند سے فارغ ہو کر آیا ہوں اس سے کچھ عرصہ پیشتر اور اس کے بعد علم کی محبت اور اولیاء کرام کی وقعت جو پیشتر علم کے حاصل کرنے کی تھی اس کا دسواں حصہ بھی قلب میں نہیں رہی۔

تحقیق: غیر اختیاری میں ملامت نہیں البتہ ذم اور گستاخی سے تحرز رہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۴۸)

سوال: اتباع سنت سے قلب کو راحت ہوتی ہے مگر درود شریف پڑھنے سے دل میں کچھ تنگی سی معلوم ہوتی ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ بندہ کو جناب سرور کائنات سے محبت نہیں ہے حضور اس شبہ کی اصلاح فرمائیں۔

جواب: جب اتباع سنت کا شوق ہے یہ خود علامت ہے محبت نبویہ کی اس لئے عدم محبت کا شبہ غلط ہے رہا یہ کہ درود شریف سے دل تنگی ہوتی ہے اس کی وجہ عدم محبت نہیں بلکہ بعض اوقات ذکر طویل سے طبیعت اُکتاتی ہے، بعض اوقات کسی دوسرے ذکر سے دلچسپی و مناسبت زیادہ ہوتی ہے جس کے اسباب بعض کیفیات باطنی ہیں۔ (حصہ سوم، صفحہ ۴۹، ۵۰)

حال: حضرت روز بروز قلب میں دنیا کا خیال غالب ہو جاتا ہے پہلے کچھ تعلق نہیں معلوم ہوتا تھا اب حاجات بڑھتی جاتی ہیں، اس لئے قلب میں مال ملنے کی خواہش پیدا ہوتی جاتی ہے اس کے زائل کرنے کی کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔

تحقیق: مطلق خواہش مال کی بوجہ حاجات کے حب دنیا نہیں ہے حب دنیا کی علامت عدم **تحرز عن الحرام** یا انہاک یعنی جمع زائد از حاجت **بمحض الحرص ولو من الحلال** ہے۔ (حصہ سوم، ص ۵۳)

حال: آج کل رمضان شریف میں نیند کے غلبہ سے وظیفہ معمولہ میں اکثر کمی ہوتی جاتی ہے کبھی نصف اور کبھی نصف سے زائد ہوتا ہے اور نہ آج کل کوئی عمدہ خواب نظر آیا ان سب وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فدوی کی حالت میں سخت انحطاط اور تنزل ہو رہا ہے اور نیند سے مجبوری ہے کام بھی نہیں ہوتا افسوس رہا کرتا ہے۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ایسے عوارض میں کام میں کمی ہو جانا اتفاقی اَمر

ہے اس کو انحطاط و تنزل نہ سمجھنا چاہئے، اگر آسانی سے دوسرے وقت اس کا تدارک ہوسکے تو بہتر ہے ورنہ استغفار اس کا نعم الخلف ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۵۴)

حال: یہ کیا بات ہے کہ جوں جوں میں ذکر کی کثرت کرتا ہوں جوش وخروش میں کمی ہوتی جاتی ہے چاہئے کہ اور ترقی ہو نہ کہ کمی۔

تحقیق: یہ جوش وخروش مقصود نہیں جو اس کی ترقی مطلوب ہو اصلی مقصود رضائے حق ہے جو ذکر وطاعت پر مرتب ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۵۹)

حال: (اب) پڑھنے میں وہ مزہ نہیں جیسے پہلے آیا کرتا تھا مگر بوجہ محبت کے ذکر اللہ کے ترک کرنے کو جی نہیں چاہتا، یہ حالتیں محمود و ترقی کی ہیں یا تنزلی کی۔

تحقیق: بالکل ترقی۔ (حصہ سوم، صفحہ ۶۰)

حال: احقر کی حالت حضور کی جوتیوں کے صدقہ سے اچھی ہے، اگر بیشی نہیں تو کمی بھی نہیں نہ کوئی خلاف بات ہے اگر نئی اور خلاف ہے تو یہ کہ خواب اب منقطع ہوگئے ہیں ورنہ پہلے بہت اور صحیح بلکہ بین النوم والیقظہ بھی معلوم ہوا کرتے تھے بلکہ یہاں تک کہ تہجد کو آنکھ نہ کھلنے سے کبھی کبھی کوئی آواز دے کر جگا دیا کرتا تھا اب یہ اُمور موقوف ہوگئے ہیں جس سے طبیعت میں ملال ہے کہ یہ بات کیوں موقوف ہوگئی؟

تحقیق: یہ حالات مقصود بالذات نہیں اور ہمیشہ ایسے اُمور غیر مقصودہ احیاناً نافع ہوتے ہیں،

رفع الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہِ ذیقعد ۱۳۴۰ھ)

احیاناً مضر بس ان کے ہونے پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس وقت ہونا مصلحت ہوتا ہے اور بند ہونے پر بھی شکر کرے کہ اُس وقت نہ ہونا ہی مصلحت ہوتا ہے کما قیل شعر۔

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن   کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

(حصہ سوم، صفحہ ۶۱)

حال: بعد رمضان سے احقر پر ندامت اس قدر غالب ہے کہ بعض وقت سخت تکلیف ہوتی ہے تمام جسم نجس نظر آتا ہے اور حق تعالیٰ کی سلطنت میں رہنے کو دل نہیں چاہتا اپنے وجود کو غایت درجہ حالت حقیر کرتی ہے یہی خیال رہتا ہے کہ تو سخت نالائق اور سخت عاصی ہے کہ مالک کا کچھ حق ادا نہیں کرتا تو ہرگز اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو منہ دکھلا سکے اُس کی نعمتیں تجھ پر بہت ہیں اور تجھ سے کچھ بھی شکر نہیں ادا ہوسکتا، احقر عقل وسنت سے بہت کچھ کام لیتا ہے اور حق تعالیٰ کی استغنائے عن اداء الحقوق اور رحمت عامہ کا خیال کرتا ہے لیکن حالت کا اس درجہ غلبہ ہوتا ہے جس سے قلب زخمی معلوم ہوتا ہے اور سخت ایذاء اور گھلن ہوتی ہے عرصہ تک صبر کر کے مجبوراً اس مضمون کو طول دیا ہے ابھی تک اعمال میں کوئی خرابی اس ندامت سے نہیں پیش آئی لیکن آئندہ اندیشہ کسی درجہ میں ہے اور خلاف سنت احوال سے سخت نفرت ہے عمر بھر میں فقط ایک بار ایک ایسی حالت کا غلبہ ہوا تھا جس سے مغرب کی سنتیں ادا کرنے میں دیر ہوئی تھی تو اُس کا سخت صدمہ ہوا تھا اور استغفار کی تھی اس لئے مستدعی ہوں کہ دُعا فرمایئے یہ حالت ایسی نہ غالب ہو جس سے کوئی کام کسی درجہ میں نامناسب شریعت ہو جائے۔

تحقیق: آپ تو اس حالت سے محزون ہیں اور میں بے حد مسرور ہوا، خدا جانتا ہے میں کئی سال سے اس حالت کا آپ کے لئے متمنی تھا، حق تعالیٰ نے عروج سے تو آپ کو مشرف کیا تھا مگر نزول کامل کی ضرورت تھی، الحمدللہ وہ بھی نصیب ہوئی اب مجھ کو کمال کا اطمینان ہوا، حق تعالیٰ کمالات مقصودہ میں ترقی بخشے، غلبہ کسی حالت کا دائم نہیں ہوتا، خصوص بعد حالت کمال کے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس میں اعتدال ہو جائے گا اور پھر احتمال افضاء الی خلاف السنۃ کا نہ رہے گا اطمینان فرمائیں۔ (حصہ سوم، صفحہ ۶۴، ۶۵)

سوال: حضرت قبلہ صاحب معظم ومکرم نماز پڑھنے میں نفس جی بہت ہی چُراتا ہے، فرمایئے اس کا کیا علاج کروں۔

تحقیق: اس کا تو کچھ حرج نہیں مگر جی چُرانے پر عمل نہ کیا جائے، نفس کی مخالفت

کر کے نماز کو اہتمام سے پڑھا جائے اور کچھ نوافل کا بھی معمول کرلیا جائے جتنے میں کسی ضروری کام کا حرج نہ ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا علاج ہو جائے گا۔ (حصہ سوم، صفحہ ٦٧)

سوال: بندہ کو سفید کپڑے پہننے کا بہت شوق ہے اور جب میلے ہو جاتے ہیں تو ہفتہ میں یا پندرہ یوم میں ایک بار خود صابن سے دھو کر یا دھوبی سے دُھلا کر اس خیال سے پہنتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید کپڑے پسند تھے لیکن فوراً ہی ''ریاء'' ودکھلاوے کا خیال ہو جاتا ہے اور بندہ اس خیال کو دفع کرنا چاہتا ہے لیکن دفع نہیں ہوتا بلکہ اور بڑھتا ہے اور پختہ ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا عبادات یا معاملات میں بھی یہی حال ہے، لہٰذا احقر کے لئے کوئی معالجہ تحریر فرمایا جائے۔

جواب: جب آپ اس ''ریاء'' کا قصد نہیں کرتے بلکہ اُس کے دفع کا قصد کرتے ہیں تو یہ ''ریاء'' اصطلاحی نہیں جو مذموم ہے بلکہ محض ''ریاء'' کا وسوسہ ہے۔ جس پر شرع میں کوئی مواخذہ نہیں۔ (حصہ سوم، صفحہ ٧٠)

حال: احقر بفضلہ اپنے کاروبار جماعت وغیرہ کو پابندی سے نباہ رہا ہے مگر پہلے کی سی طبیعت میں خشیت نہیں ہے، یہ شامت اعمال ہے۔

تحقیق: خشیت تو ہے ورنہ اُس کی فکر ہی نہ ہوتی لیکن غلبہ کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا سو اس کا مضائقہ نہیں، احوال میں کمی بیشی ہوا ہی کرتی ہے۔ (حصہ سوم، صفحہ ٧٠)

حال: معاملات اور معاشرت کی نسبت غلام بہت ہی خیال رکھتا ہے مگر ذیل کی وجوہات کی وجہ سے کامیابی نصیب نہیں ہوتی، حضور اس کمال کی تحصیل کے لئے کوئی تجویز ارشاد فرمائیں تاکہ بندہ اُس پر عمل پیرا ہو کر عذاب اُخروی سے محفوظ رہے (۱) بوجہ بے وقوفی کے جواب بہت عجلت میں دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بار موجب مواخذہ اُمور کا وقوع ہو جاتا ہے۔ (۲) قلت علم کی وجہ سے (۳) اگر چہ غلام بہت سا وقت مطالعہ کتب دینی میں صرف کرتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے بہت سے اُمور سے تنبیہ ہوتی ہے مگر کچھ دنوں کے بعد سب یاد کیا ہوا فراموش ہو جاتا ہے، برائے خدا بندہ

کی اس اَمر میں دستگیری فرمائیں کیونکہ اُس کے نہ ہونے سے اسلام پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

تحقیق: زیادہ پریشاں نہ ہوں جب اُس کی فکر و تدبیر جاری ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ سب اصلاح ہو جائے گی۔ (حصہ سوم، صفحہ ۷۰،۷۱)

سوال: حضرت مرشدنا و مقتدانا و مولانا صاحب گذارش حال احقر کا یہ ہے کہ یہ کم بخت نا ہنجار حضور کی فیض صحبت سے جدا ہوا اپنی اس بد قسمتی پر روتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ حضور کی زیارت فیض ہدایت سے محروم ہو گیا لیکن جس وقت غور کرتا ہوں اور حضور اقدس کا فرمانا یاد آتا ہے تو دل کچھ خوش ہو جاتا ہے پر اَچھی طرح سے تسکین نہیں حاصل ہوتی، ایک مرتبہ حضور والا نے بروقت سوار ہونے یکہ کے فرمایا تھا کہ تو آگے کو بیٹھ جا لیکن فدوی آگے بیٹھنے سے رُکا جب حضور نے ارشاد فرمایا کہ پشت ہونے سے تو کچھ حرج نہیں لیکن دل سے فراموش نہ کرے، اسی پر قیاس کیا کہ حضور دُور نہیں ہیں اگر محبت ہے تو ہر وقت پیش نظر ہیں الحمد للہ علی احسانہ احقر کو اسی طرح بلکہ اُس سے زائد جوش محبت ہے اور جس قدر حضور اس احقر پر شفقت فرماتے تھے وہ ہر وقت پیش نظر ہیں، جس وقت حضور کی یاد آتی ہے آنکھ سے آنسو نکل آتے ہیں۔ اس صدمہ سے دل کو نہایت ہی بے قراری ہے اکثر اوقات جو شب کے وقت موافق فرمانے حضور کے دل میں خیال کرتا ہوں تو حضور کی زیارت باسعادت سے مشرف ہو جاتا ہوں اور کبھی ایسا ہوا کہ بعد نماز عشاء حضور کا دل میں تصور کر کے سو گیا تو اَیسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور وہیں مسجد کے فرش پر تشریف فرما ہیں اور چند اَشخاص حضور کی خدمت میں بیٹھے ہیں اگر کوئی بات فدوی کو مشکل در پیش ہوتی ہے یا کسی کام کو خیال کرتا ہوں کہ یہ کیوں کر ہوگا تو حضور والا اُس کے منافع و مضار سے مطلع فرما دیتے ہیں، الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نعمت سے توفیق یاب ہوں اور تمام افعال ممنوعات سے بچ جاتا ہوں، اللہ کا فضل ہے کہ جب سے فدوی نے ہوش سنبھالا ہے بڑے بڑے گناہوں سے بچا رہا ہوں اور اگر کبھی کسی گناہ کے کرنے کا کچھ خیال آیا تو معاً

حضور کے تصرفات سے اس کا دفعیہ ہو جاتا ہے بلکہ اکثر اوقات اُس کی حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے نہایت ہی اُس کی طرف سے تنفر ہوتا ہے یہ سب حضور ہی کی برکت وتصرف ہے ورنہ یہ ناچیز کس لائق تھا جو گناہوں سے بچ سکتا لیکن چند امراض میں مبتلا ہوں کہ جس کی وجہ سے طبیعت پریشان رہتی ہے یعنی بعض اوقات نماز میں دل نہیں لگتا ہے اور طرح طرح کے خیال پیدا ہو جاتے ہیں کہ فلاں کام رہ گیا یہ کرنا ہے یا فلانی بات یوں تھی یوں کیوں ہوا ان خیالات کو ہر چند دفع کرتا ہوں پر دفع تو ہو جاتے ہیں لیکن وحشت طبیعت میں ان سے پیدا ہو جاتی ہے کہ جلدی سے نماز سے فارغ ہوں اگر کوئی بڑی سورۃ پڑھنے کا ارادہ ہے تو دل چاہتا ہے کہ چھوٹی سورۃ پڑھوں ان خدشات کو دفع کرتا ہوں پر اَچھی طرح سے دفع نہیں ہوتے ہیں اور کبھی نہایت ہی دل لگتا ہے کہ جس قدر رہو دیری سے فارغ ہوں اگر دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اور پڑھوں اسی طرح کبھی وظائف میں بھی ہو جاتا ہے کہ دل نہیں لگتا ہے اور کبھی خوب دل لگنے لگتا ہے اس کا علاج فرمائیں تا کہ دل کو اطمینان ہو۔ اور جو ذکر حزب کا حضور والا نے فرمایا تھا اُس کو پہلے برابر کیا کرتا تھا اُس کے پڑھنے سے گرمی معلوم ہوتی تھی تو اُس کا حال حضور سے عرض کیا تھا کہ یہ حالت ہے اس وقت حضور نے اُس کے موقوف کرنے کو فرمایا تھا، بعد چند روز کے پھر فدوی نے عرض کیا تو حضور نے پھر ذکر کرنے کو فرمایا اور یوں فرمایا کہ کم کم کیا کرو مگر غلطی یہ ہوگئی فدوی سے کہ اس کی تعداد نہ دریافت کی کہ کس قدر پڑھوں اور حضور کے تشریف لے جانے کے بعد فدوی بیمار ہو گیا تھا اور دردِ سر بہت رہتا تھا اُس کے سبب سے پھر ذکر بالکل موقوف ہو گیا تھا جناب مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب کی زبانی جب اپنا حال کہلا بھیجا تو حضور نے فرمایا کہ پاس انفاس زیادہ کیا کرو اور اُس ذکر کو بھی کرتا رہ اپنے حال کا خط جلد جلد لکھا کر۔ حضرت نا موافق ایمائے شریف کے پڑھتا ہے جب اُس کو ہر روز پڑھنا شروع کر دیا ہے تب حضور کو یہ عریضہ لکھا ہے اور قبل ذکر کے درود شریف واستغفار و لا

حول ولا قوۃ الا باللہ سو سو مرتبہ پڑھ کر ذکر کو شروع کرتا ہوں۔ اب اس وقت طبیعت اچھی ہے اور اگر حضور کی توجہ اس خاکسار کے اُوپر رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمام خطرات سے امن میں رہوں گا اور اگر کوئی تعداد اِس ذکر کی ہو تو اُس سے فدوی سرفراز کیا جائے یا اور جو اس عاجز کے حق میں مفید ہو اُس سے سرفراز کیا جاؤں کیونکہ کمترین کو نہایت شوق ہے کہ تمام اوقات یادِ الٰہی میں صرف ہوں حضور والا دُعا فرمائیں کہ دنیا کی طرف سے دل کو نفرت ہو جائے اور شب و روز یادِ الٰہی میں گذریں۔ کتابوں میں جب بزرگوں کے حالات دیکھتا ہوں تو اپنی حالت پر نہایت ہی روتا ہوں کہ افسوس یہ عمریوں ہی ضائع ہوئی جاتی ہے۔ حضرتنا! دل تو یوں چاہتا ہے کہ سب تعلقات دنیا چھوڑ کر حضور ہی کی قدم بوسی میں پڑا رہوں کیونکہ اشعار ؎

صحبت کامل سے نورانی ہو دل — صحبت جاہل سے ظلمانی ہو دل

کیمیا کرتی ہے تانبے کو طلا — ان سے حاصل تجھ کو ہو قربِ خدا

صحبت کامل ہے بہ از کیمیا — جس سے ہو قلب سیاہ کو بھی ضیاء

صحبت کامل کو کر بس اختیار — تا کہ تو اس بحرِ حیرت سے ہو پار

دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نصیب کرے جو الفاظ حضور کی شان کے خلاف ہوں اُن کو معاف فرماویں کہ اپنے میں کچھ لیاقت رکھتا نہیں اور یہ مضمون بہت بڑھ گیا ہے چونکہ بزرگوں کی شان کے خلاف ہے یہ بھی بے ادبی میں داخل ہے آن قبلہ کی شفقت اِس خادم کے حال پر اس درجہ ہے کہ احقر یوں سمجھتا ہے کہ اتنی شفقت اور کسی کے ساتھ نہ ہوگی، اس لئے تمام حالات کو عرض کیا اور حضور سے عرض نہ کروں تو کس سے عرض کروں۔

رفع الضیق

(سلسلہ کے لئے دلجوئی اور ہدایت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ)

خادم اپنے مولیٰ ہی کو تکلیف دیتا ہے جس پر بھی دل گھبراتا ہے کہ حضرت کے کہیں دل مبارک کو اس احقر کی جانب سے صدمہ نہ پہنچے اُمید کہ جو یہ تکلیف حضور والا کو دی معاف فرمایا جاؤں زیادہ شوق قدم بوسی کے سوا کیا عرض کرے، حضرت کا خادم نور احمد عرف ننھے خان الرقوم ۹ رمضان المبارک ۱۵ھ۔

جواب: عزیزم مخلصم حافظ نور احمد نورہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! تمہارا خط بین انتظار میں آیا، ظاہری دوری سے ہرگز دل کو پریشان مت کرنا بعض اوقات بُعد بہ نسبت قرب کے زیادہ نفع ہو جاتا ہے ہرگز ہرگز افسوس نہ کریں اپنے اصلی کام یعنی یاد الٰہی میں مشغول رہیں۔ فیض خداوندی ہر جگہ موجود ہے اور جو حالات تم نے صفحۂ دوم کے شروع میں لکھے ہیں نہایت مبارک و محمود ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر کرو سالکین طریق کو سالہا سال میں یہ آثار نصیب نہیں ہوتے اب اُن کی نسبت سنو جن کو تم نے امراض لکھا ہے نماز میں دل نہ لگنے اور خیالات پریشان آنے کی جو شکایت لکھی ہے یہ بوجہ ناتجربہ کاری کے ہے اب غور سے سمجھو کہ نماز میں دل نہ لگنا بُرا نہیں بلکہ دل نہ لگانا بُرا ہے اور خیال آنا بُرا نہیں بلکہ خیال کا لانا بُرا ہے یعنی جو شخص نماز میں دل لگانے کا ارادہ نہ کرے اور قصداً خیالات کو گھیر گھار کر لائے یہ بُرا ہے اس سے نماز کا کمال جاتا رہتا ہے اور جو شخص دل لگانا چاہے مگر نہ لگے اور خیالات کو قصداً نہ لاوے بلکہ بلا قصد آویں اس میں ذرّہ برابر بھی تو نقصان نہیں نہ ثواب میں کمی ہو نہ قرب خداوندی میں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو اُمور بندہ کے اختیار میں ہیں ان پر مواخذہ ہے اور خیال کا خود آجانا اور دل لگانے سے بھی نہ لگنا یہ اختیار سے خارج ہے اس کا کچھ بھی مضائقہ نہیں اور تجربہ سے بتلاتا ہوں کہ جن کو تم بڑے بڑے کامل ولی سمجھتے ہو وہ بھی

ان اُمور سے خالی نہیں ہیں، خصوصاً جبکہ کچھ کاروبار اپنے متعلق ہوں تب تو خیالات کا رُکنا محال ہے یہی حال وظائف میں دل لگنے نہ لگنے کا سمجھ لو اور یاد رکھو جس قدر خیالات کو دفع کرو گے زیادہ ہجوم ہوگا اور جس قدر اس سے بے پروائی کرو گے خود دفع ہو جائیں گے۔ بس اپنا دل اپنے معبود مقصود کی طرف رکھا کرو اس میں کوئی خطرہ آئے آنے دو ہرگز دفع مت کرو ورنہ پریشانی بڑھتی جائے گی، اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ کر پیش نظر رکھو، تعداد ذکر کی اصل میں ''لا اِلٰہ الا اللہ'' دو سو بار ''الا اللہ'' چار سو بار، اللہ اللہ چھ سو بار، اللہ سو بار ہے اگر اس قدر نہ ہو سکے تو جس قدر آسانی سے برداشت ہو سکے کافی ہے، تکلیف ہرگز مت اُٹھاؤ جس مقدار سے دل پر بار نہ ہو اور بشاشت سے نباہ ہو سکے معمول ٹھہرالو اور پاس انفاس کا ہر وقت شغل رکھا کرو اگر اس سے کسی وقت دل اُکتا جائے تو زبانی اللہ اللہ بکثرت آہستہ آہستہ کرتے رہا کرو زیادہ بکھیڑے کی ضرورت نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ تم کو اسی میں رسائی مقصد تک ہو جائے گی، بزرگوں کے حالات ابتداءِ سلوک میں دیکھنا مضر ہے عزیز من اس زمانہ میں نہ اس قدر قوت ہے نہ ہمت، دوسرے یہ کہ گذشتہ حکایات میں کچھ مبالغہ بھی ہوا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ایسی وسیع رحمت ہے کہ اُن حضرات کو جو دولت اس محنت اور مشقت سے ملی تھی اب تھوڑی توجہ سے مل جاتی ہے پھر کیوں مصیبت اُٹھائی جائے کبھی حکایات دیکھ کر حرص یا افسوس مت کرو بلکہ مضمون وسعت رحمت کا جو لکھا گیا ہے اس سے تسلی رکھا کرو اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو ان کتابوں کا مطالعہ ابھی موقوف کرو پھر دیکھا جائے گا اور تعلقات دنیاوی کو چھوڑنے کا نہ ابھی وقت ہے نہ اس کی ضرورت، تم اطمینان رکھو جب اس کا موقع آئے گا میں خود کہہ دوں گا اور اگر ضرورت نہ ہوئی تو دوشالہ و روغنی روٹی میں مقصود حقیقی تک پہنچائے جاؤ گے، دل کو خوب خوش رکھا کرو غمگین رہنے سے شیطان کی مراد بر آتی ہے اور اطمینان رکھو ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت جسمانی ملاقات بھی ہوگی اور مضمون بڑھنے اور الفاظ کا خیال مت کیا کرو اپنا مافی الضمیر بے تکلف ظاہر کر دیا کرو بدون اس کے معالجہ

نہیں ہو سکتا۔ بیت: ما حال دل با یار گفتیم، نتواں نہفتن درد از طبیباں ::: تمہارا خط بھی واسطے انطباق سوال و جواب کے واپس کرتا ہوں سب مضامین کو ملالو باقی خیریت ہے۔

فقط اشرف علی از تھانہ بھون۔ (تربیت السالک، حصہ سوم، صفحہ ۷۵تا۷۵)

حال: گذارش یہ ہے کہ نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ رغبت عورتوں کی نظر بازی کی معلوم ہوتی ہے جب مکان پر رہتا ہوں تب تو خیر مرض چھپا ہوا رہتا ہے گو نفس میں یہ بات ہو مگر اثر معلوم نہیں ہوتا، اس واسطے اس کی شکایت تو کم ہے مگر جب باہر سفر میں ہوتا ہوں اور اسٹیشنوں پر یا اور کہیں عورت سامنے آتی ہے تو نظر اس کی طرف کو جاتی ہے بلکہ آواز عورت سے بھی نفس کو خوشی ہوتی ہے اور جہاں پر عورت ہوتی ہے میں نے اگر بمشکل خوف خدا کر کے نظر سے کام نہیں لیا تو نفس کے اندر یہ بات ضرور باقی رہتی ہے کہ دیکھ لوں نہ معلوم اس میں کیا نفس کو ملتا ہے۔

اور یہ امر کچھ ایسا طبعی میرے اندر ہے کہ میں اس کو خوب جانتا ہوں اور ڈرتا ہوں جب کسی وقت نظر سے ایسا کام ہو جاتا ہے تو پانی پانی ہو جاتا ہوں اور لعنت ملامت کرتا ہوں مگر پھر اثر پاتا ہوں، اس سے پہلے بہت حالت خراب تھی کیونکہ نظر بازی کو کچھ عیب نہیں سمجھا جاتا تھا کئی مرتبہ خیال ہوا کہ آنجناب کو لکھوں مگر ضروری نہ سمجھا یہ خیال کیا کہ گناہ کرنا تو ہے نہیں اور اب بھی لکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا کیونکہ جس قدر وعظ حضور کے ہیں سب میرے پاس ہیں، شاید ہی کوئی نہ ہو ویسے بہت کچھ اصلاح ہو گئی مگر یہ مرض نفس کے اندر باقی ہے یہ نہیں کہ اُس کو رغبت نہ ہو۔

تحقیق یہ نہیں ہو سکتا کہ رغبت نہ رہے اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو پھر پرہیز کرنے میں کمال اور ثواب ہی کیا ہے دیوار اور یہ برابر ہے باوجود رغبت کے ہمت سے کام لینا چاہئے نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو آنکھ نہ اُٹھانا چاہئے۔ (حصہ سوم، صفحہ ۷۶، ۷۷)

❀❀❀

حصہ چہارم تربیت السالک از ۱۳۴۳ھ

حال:

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم بادوست بگوئیم کہ اومحرم راز است

عرصہ ہوا میں نے اپنے حالات کی اطلاع نہیں کی تھی، اس وجہ سے کہ میں اپنی غفلت اور نااہلی سے شرمندہ تھا، مزید برآں دوسرا یہ واقعہ پیش آگیا تھا کہ مجھ پر ایک حالت ایسی طاری ہوگئی تھی کہ جس کی وجہ سے آپ سے اس حالت کی نسبت زبانی عرضداشت کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی بارہا یہ چاہا کہ زبانی نہیں تو لکھ کر ہی عرض کروں لیکن آپ کی موجودگی میں اس کی ہمت ہی نہ پڑی، ہمت تو اَب بھی نہیں پڑتی اور شرماتا ہوں خیال آتا ہے کہ آپ فرمائیں گے کہ اس کو جنون ہے یا وہمی ہے، خیالی باتوں پر یہ اتنا بکواس کیوں کرتا ہے، مرض کو چھپانا کسی حال میں بہتر نہ دیکھ کر طوعاً وکرہاً اس حالت کو ظاہر کرتا ہوں اور عنوان کا شعر دوبارہ یاد دِلاتا ہوں۔

رازیکہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم بادوست بگوئیم کہ اومحرم راز است

عرض یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے حالاً اور وجداناً اپنے اندر کفر کی حالت پاتا ہوں اگرچہ بحمد للہ عقیدے میں کچھ فرق نہیں، لیکن ذوقاً اپنے اعمال وافعال۔ افعالِ کفر معلوم ہوتے ہیں اور ایک حسرت پیدا ہوتی ہے بالخصوص پرہیزگاروں کو دیکھ کر تو اور بھی زیادہ حسرت وندامت ہوتی ہے اور ان کے مقابلہ میں اپنی حالتِ کفر معلوم کرنے لگتا ہوں ایسے وقت اس حالت میں اشعار مندرجہ ذیل آنے لگتے ہیں اور رقت اور سوزش ہوتی ہے۔ اشعار یہ ہیں۔

چہ تدبیر اے مسلماناں کہ من خود را نمی دانم نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نے مسلمانم
عجائب حالتے دارم کہ من خود را نمید انم نہ دانم من کدامستم نہ با اینم نہ با آنم
سودہ شد از سجدہ پیش بتاں پیشانیم چند برخود تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

ع ہر رگ من تارگشتہ حاجت زنار نیست

ہزار بار دل کو سمجھاتا ہوں کہ مسلمان ہو کر اپنے کو کافر سمجھنا جنون ہے مگر جواب یہ آتا ہے کہ۔

مراد نیست بکفر آشنا کہ چندیں بار بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

استغفر اللہ میں کیا بکواس کررہا ہوں مجھے مخاطب کا بھی لحاظ نہیں رہا۔

مخاطب اند کے نازک مزاج ست سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است

میم بس تند و عہد پا رسا ئی است فزودن در تکلف نارسائی است

اللہ اللہ میری کیا حالت ہوگئی اس سے پہلے میں اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پاتا تھا اب راہ سنت سے کوسوں دور ہوں، سنت تو سنت اب تو محض فرائض اور اسلام ہی اگر محفوظ رہے تو بہت غنیمت ہے اس حالت مرقومہ صدر کی نسبت ارشاد عالی کا منتظر ہوں۔

تحقیق: مبارک ہو یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے جو حالت رفیعہ ہے اکابر صحابہ پر یہ حالت گذری ہے صحیح بخاری میں ستر صحابہ کی نسبت ہے **کلھم یخاف النفاق علی نفسہ** ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت مبدل بہ اُنس ہو جائے گی، مخاطب پر بھی یہ حالت گذری ہے جس میں ہزاروں منافع حاصل ہوئے زوالِ عجب و مشاہدہ قدرت و معاینہ عجز خود وغیر ذلک۔

حال: اس رستے کی منزلیں سخت کٹھن اور خطرناک ہیں، اوّل اوّل علوم قلب پر فائز ہوئے اپنی کم استعدادی کے موافق مسئلہ تقدیر اور وحدت وجود اور ان کا باہمی تعلق ذوقاً معلوم ہوا۔

رفعُ الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ محرم ۱۳۴۱ھ)

اس کے بعد وقتاً فوقتاً اسرار احکام شرعیہ وحکم اُمور تکوینیہ معلوم ہوتے رہے اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ گناہوں کی حکمتیں معلوم ہونے کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفرو اِسلام کی عین سرحد پر جا رہا ہوں۔ ذرا پیر پھسلا اور گرا اُس کے بعد جب سے میں تھانہ بھون آیا ہوں علوم وغیرہ تو اکثر بند رہے۔ خیر اس کا تو کچھ غم نہ تھا اس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ آپ کی تقریر بھی زیادہ یاد نہیں۔ رمضان میں بہت کچھ آپ نے بیان فرمایا اور عرفان حافظ کے درس میں بھی اور ویسے بھی اکثر اوقات گاہ گاہ اب تک بیان ہوتا رہا ہے۔ لیکن مجھے بھول جاتا ہے یوں ہی نامکمل سا کچھ یاد رہ جاتا ہے اور طبیعت میں پہلی سی وہ قوت آخذہ نہیں رہی اب تو جو کچھ مسائل وغیرہ میں لکھتا ہوں وہ بھی کچھ محفوظ نہیں رہتے اور اَیسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کچھ نہیں خالی پڑا ہے، کچھ ایسی غفلت سی رہتی ہے کہ کچھ محفوظ نہیں رہتا ہے، دل کو سب علوم سے خالی پاتا ہوں۔

ہم سبق گشتیم با مجنون بصحرائے جنون سبحہ مصلّی بر طرف درس وفتاویٰ بر طرف

تحقیق: یہ آثار مرتب ہیں مجموعہ فناء وضعف پر اوّل محمود ہے ثانی مذموم نہیں کیونکہ کوئی مقصود فوت نہیں ہوا، اُس میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں مثل تحسر وتوجہ الی اللہ وغیرہ جیسا کہ جلد انکشاف ہوگا۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، الامداد نمبر ۸، جلد ۱، ماہ صفر ۱۳۴۰ھ، صفحہ نمبر ۱۴)

حال: افسوس دل کسی کام کا نہیں رہا قویٰ مضمحل ہو چکے، سیاہ سفید ہونے کو آئے مگر دل اسی طرح تیرہ وتاریک اعمال میں غفلت ہے اور طبعی فطری آزادی سونے

پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے، طبیعت ابتداء سے شورش پسند واقع ہوئی ہے نیک حالت ہو یا بد سب میں شورش کا امتزاج ہے زمانہ پیری کا اگرچہ قریب آ لگا ہے مگر حضرت جنون کی وحشت انگیز شورش رو بہ ترقی ہے :

بجوش آورد پیری بیشتر در عشق خونِ ما قدِ خم کار ناخن کرد با داغ جنونِ ما

کبھی کبھی ویسے ہی یا وعظ میں رقت ہوتی ہے آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں مگر اسی وقت یہ خیال آتا ہے کہ رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا ۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

پھر آنسو پی جاتا ہوں اور ضبط کرتا ہوں ۔

گراں افتادہ لنگر کوہ درد سینہ فرسارا
خدا صبرے دہد دلہائے از جار فتۂ مارا
عمر رفت و سفرِ عشق بآخر نرسید
گریہ آغاز بنا کامۓ انجام کنیم
جنوں راکارہا باقی ست با مشت غبارما
کہ بازیگاہ طفلان می شود خاکِ مزارما
سر آمد زندگی و زنار سایۂ ہائے خود دستے
بزلفِ اونزد بخت پریشاں روزگارِ ما
نہ جاں راوصل دل خواہی نہ دل راقوت آہے
من حسرت نصیب از زندگانی تہمتے دارم
نہ درکنعاں نہ دربازار مصرش میتوان دیدن
بیاباں گرد حیرت کردشوقش کارواں ہارا

ونعم ما قال العارف الجامی قدس سرہٗ ۔

عاشقاں از ہیبتِ تیغ تو سر پیچیدہ اند ماجامی بے چارہ راچوں دیگراں پنداشتی

ما حال دل را بایار گفتیم   نتواں نہفتن درد از طبیباں

تحقیق: ہر شخص کی تربیت اُس کی استعداد کے موافق ہوتی ہے اس کیفیت سے آپ کی تربیت ہو رہی ہے، اللہ کا شکر ادا کیجئے اور منتظر وہب رہئے۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، الامداد نمبر ۹، جلد اوّل، صفحہ ۱۱)

حال: میرا مزاج سریع الغضب بہت ہے اس کی اصلاح چاہتا ہوں، طرزِ گفتگو و طریق تفہیم میں جو نرمی و خوش خلقی ایک بار حاضری آستانہ سے چند دنوں کے لئے پیدا ہوئی تھی اب نہیں پاتا ہوں۔

تحقیق: سرعت غضب اَمر طبعی ہے اختیار سے خارج ہے نہ اُس پر ملامت ہے البتہ اس کے مقتضاء پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہو جائے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت معین ہے اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے، مدت کے بعد ملکہ ہوگا ہمت نہ ہاریئے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، الامداد نمبر ۹، جلد اوّل، ربیع الاوّل، صفحہ ۱۲)

حال: استغفار میں صرف پانچ ہزار بار یومیہ پڑھ لیتا ہوں لیکن خدا جانے کیا سبب ہے کہ میں جب کبھی کام پابندی اوقات سے کرنا چاہتا ہوں تین چار یوم تو کامیابی ہوتی ہے اور پھر اس قدر وحشت ہوتی ہے کہ پریشان ہو کر سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں اور کچھ عرصہ تک یہ وحشت باقی رہتی ہے پھر کچھ دن کے بعد خیال آنے پر پھر نفس کو غیرت وغیرہ دِلا کر پابندی اوقات شروع کرتا ہوں لیکن تین چار یوم تک نہایت عمدہ حالت رہتی ہے اپنا مقررہ کام خوب کر لیتا ہوں اور پھر بعد کو وحشت جو ہوئی سب چھوٹ گیا، چنانچہ اس حالت سے میں سخت پریشان ہوں۔

تحقیق: بعض طبائع کا یہ جبلی خاصہ ہے پریشانی کی کوئی بات نہیں، ایسے شخص کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہوا کبھی نہ ہوا، اسی طرح کرتے

رہنے سے دوام حقیقی میسر ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ وہ گو دوام نہیں مگر بحکم دوام ہے اثر اور برکت میں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، الامداد نمبر ۹، جلد اوّل، صفحہ ۱۴)

حال: احقر کی عمر اس وقت چالیس برس کی ہے اوائل عمر اکثر معصیت میں گذری جس میں صغائر کا بکثرت اور کبائر کا کم تر ارتکاب ہوا۔ لیکن چونکہ صغائر کو تکرار کبائر کر دیتی ہے اس لئے میں اپنے سب معاصی کو کبائر ہی سمجھتا ہوں اور ان پر نہایت خجل ہوں لیکن خود کردہ علاج نیست جب اپنے معاصی پر خیال کرتا ہوں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عذاب جہنم میرے لئے کافی نہ ہوگا۔ مجھ ایسے نافرمان غلام کے لئے اگر صرف عذاب جہنم ہی پر اکتفاء کی جائے گی تو یہ کمال رحمت ہے۔ حشر کے دن جب ان گناہوں کے انبار کے ساتھ جس کا مقابلہ غالباً وہاں کوئی نہ کر سکے گا یہ نافرمان غلام مالک حقیقی کے سامنے پیش کیا جائے گا تو کیا حالت ہوگی اس خیال سے دل کانپتا ہے لیکن چونکہ اللہ کی رحمت سے نا اُمیدی کفر ہے۔ اس لئے ڈھارس بندھتی ہے میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں اور نہایت خجل اور نادم ہوں اس وقت بذریعہ عریضہ ہذا خدام حضور والا میں مختصراً اپنے معاصی کا اظہار کر کے خلوصِ دل سے بارگاہ رب العزت میں توبہ کرتا ہوں اور بکمال ادب اس کا ملتجی ہوں کہ حضور میرے لئے اوقات خاص میں دُعا فرمائیں کہ باری تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور توفیق عمل نیک عطا فرمائے اور بزرگانِ دین کے طفیل میں حسنات دارین عطا فرمائے۔ خدا کے لئے میری یہ التجاء قبول فرمائی جائے، ورنہ حسرت و یاس میرا کام تمام کر دے گی یہ حالت تو اَوائل شباب کی تھی اب اس کے بعد کی حالت کا التماس ہے کہ جب میری عمر کچھ کم و بیش بیس سال کی تھی تو طبیعت کا رجحان ایک خاص طرف ہوا۔ لیکن چونکہ بمقتضائے سِن یہ ایک معمولی بات تھی اس لئے سدباب کی طرف مطلق اعتناء نہ ہوا گویا کہ یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ اب اگر الفاظ کے صحیح معنی کا مجھ کو اندازہ ہے تو رجحان سے .... میلان سے دلچسپی ہوئی دلچسپی سے محبت پھر عشق اب جنون کا مقدمہ

ہے۔ اس کے بعد دیکھئے کیا ہوتا ہے کیونکہ مطلوبہ دوسرے سے وابستہ ہو چکی تھی، اس لئے ادب لحاظ۔۔۔ اور شرم اور دیگر موانع ایسے ہوئے کہ کبھی اس سے اظہار محبت کا موقع نہ ملا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اُس وقت سے اس وقت تک ایک لحہ ایک منٹ کبھی ایسا نہیں گذرا کہ اُس کی یاد سے دل خالی ہو۔ سونے کی حالت میں اگر سمجھا جائے کہ یہ حصہ عمر ایسا گذرا کہ اس میں یہ حالت نہ ہوگی تو بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن میں تو یہی کہوں گا کہ سوتے وقت اس کا نام زبان پر اور اس کا خیال دل میں یقینی تھا۔ اور اِدھر آنکھ لگی اور اُدھر وہ صورت سامنے ہوگئی ایک تو رات کو نیند ہی کم آتی ہے اور جب آئی تو اس کو ساتھ لے کر آئی۔ جب آنکھ کھلی تو اس کا خیال دل کو ستا رہا تھا گو اس سب میں مبالغہ ہو لیکن ہے حالت اسی کے مقرون اوائل سنِ شعور سے ہی ذوق عبادت زیادہ تھا گو ایک عرصہ تک نمازیں باترتیب نہیں ہوئیں روزے بھی قضاء ہوئے لیکن رفتہ رفتہ بحمد اللہ پابندی ہوگئی لیکن وہ خیال دل سے نہ گیا۔

کبھی وہ اور کبھی اس کا رہا غم غرض خالی دل شیدا نہ پایا

نفس کو بارہا ملامت کی بہت سوچا بہت عقل لگائی لیکن سب بے سود، ہر طرح کی ترکیبیں اختیار کیں، برسوں اس طرف نہیں گیا۔ دل سے اس خیال کے ہٹانے کی ہر طرح کوشش کی لیکن کچھ کارگر نہ ہوئی، پہلے میں آزاد زندگی بسر کرنا چاہتا تھا نکاح کرنے پر دل ہرگز راضی نہ تھا۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ عشق اور محبت اقتضائے سن ہے اگر نکاح کرلیا جائے تو یقین ہے کہ رفتہ رفتہ یہ حالت جاتی رہے گی۔ اِدھر والدین نے زور دیا کہ نکاح ضرور کرنا چاہئے۔ چنانچہ نکاح ہوا اور خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے بیوی بھی بہت نیک عطا فرمائی، سو پڑھی لکھی، سلیقہ والی، پابند صوم صلوات لیکن اس حالت میں مطلقاً کچھ فرق نہیں ہوا، خدائے برتر نے اپنے فضل عمیم سے تین اولاد نرینہ عطا کئے۔ نو برس کے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا، چونکہ بچے بہت چھوٹے تھے اُن کی پرورش کے خیال سے اور نیز حفاظت نفس کے خیال سے نکاح ثانی پر میں مجبور کیا گیا یہ دوسری

بیوی بھی مجھ کو بہت ہی نیک اور فرماں بردار ملی ہیں، نماز اور روزے کی پابند ہیں اور طرح سے اچھی ہیں ان سے بھی تین اولادیں ہیں، دولڑکے اور ایک لڑکی، نکاح اور اولاد کا کچھ بھی اثر اس محبت پر نہیں پڑا۔ وہی حالت رہی اور روز بروز زیادہ ہوتی گئی۔

رفعُ الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہِ ربیع الاوّل ۱۳۴۱ھ)

تحقیق: میں نے خوب توجہ اور دلچسپی سے ایک ایک حرف آپ کے خط کا پڑھا کیونکہ اُس میں مجھ کو خود ایک لُطف آیا۔ آپ کی مجموعی حالت کے استحضار کے بعد اس کے متعلق جو بے ساختہ قلب پر وارد ہوا وہ یہ تھا کہ اگر اپنی قدرت وقصد سے اس شغل میں کچھ حصہ لیتے ہیں تو اس کو ترک کر دیجئے اور جس فعل پر قدرت ہوتی ہے اُس کے ترک پر بھی قدرت ہوتی ہے اور اگر آپ کے اختیار وقصد کو اس میں کچھ دخل نہیں تو یہ حالت محمود ہے اور علاج ہے بہت اخلاق رذیلہ کا اور مجاہدہ کی ایک اعلیٰ درجہ کی نوع ہے۔ اس پر صبر کیجئے۔ ہاں ازالہ کے لئے دُعا کرتے رہیے۔

باقی جب سب تدبیریں آپ کر چکے اور زوال نہیں ہوا تو اَب صبر سے کام لیجئے اس صورت میں اس کے زوال کے درپے ہونا قضاء وقدر سے فرار ہے ؎

از کہ بگریزیم از خود اے محال

اللہ تعالیٰ نے صبر میں بڑی برکات رکھتی ہیں اگر تمام عمر کے لئے کوئی جسمانی مرض لازم لگ جاتا تو بجز صبر کے کیا کرتے اب بھی یہی کیجئے۔ اب اس سے گھبرانا یہ نفس کی آرام طلبی ہے جس کا بندہ کو کچھ حق نہیں اور اس میں ایک بڑی خیر یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو عشق میں مبتلا ہو جائے اور وہ صبر کرے اور خلاف شرع کوئی کام نہ کرے جس میں نہ دیکھنا اور اس کی آواز نہ سننا اور اس کا خیال قصداً نہ لانا اور اس کا تذکرہ نہ کرنا سب داخل ہے اور پھر اس حالت میں وہ مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے، سبحان اللہ اس سے بڑھ کر ہم کم درجہ والے لوگوں کے لئے کیا ہوگا۔

البتہ اگر کبھی چندے یہاں قیام بآسانی ہو جائے تو کیا عجب ہے اس میں اگر زوال نہ ہو تو اعتدال ہی ہو جائے ورنہ۔

چونکہ برمیخت بہ بندد بستہ باش　　چوں کشاید چابک و برجستہ باش

میں بھی دُعائے خیر کرتا ہوں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، الامداد نمبر ۱۲، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۱۳)

حال: گذارش یہ ہے کہ یہ خادم بذریعہ عنایت نامہ گرامی آج ایک سال ہوا آنحضرت کی بیعت شریفہ سے مشرف ہے اور حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے چاروں دستور العمل مرقوم قصد السبیل سے اپنے کو کم عقلی کی وجہ سے زمرۂ علماء مشغولین میں داخل کر کے اُن حضرات کے دستور العمل کو اختیار کیا تھا پہلے پہل ذکر اَذکار کا شوق بہت تھا، لہٰذا جب تک چوبیس (۲۴) ہزار تک ذکر اِسم ذات کو پورا نہ کرتا تھا دل کو چین نہ ہوتا تھا۔ اور تہجد وغیرہ جملہ وظائف پابندی سے ادا کرتا تھا۔

اگر کبھی کم شوقی بھی ہوتی تو تھوڑے دنوں کے بعد زائل ہو جاتی تھی اور اس کم شوقی کے وقت کبھی ناغہ بھی ہو جاتا تھا۔ کبھی ہمت کر کے چار ناچار ادا کرتا تھا۔ چوبیس ہزار تک یا کم مگر اب حضرت والا مجھے کیا شامت آگئی ہے کہ آج قریب تین ماہ یا زیادہ کے ہو گیا ہے کہ وظائف وغیرہ ذکر اذکار تہجد تلاوت قرآن شریف سب کچھ متروک ہے حتیٰ کہ فرض و واجب بمجبوری و وقت تمام ادا کرتا ہوں۔ نہ خشوع نہ خضوع بلکہ وسوسہ میں ہمیشہ مستغرق ہوں، ذکر اَذکار کی طرف تو دل جاتا ہی نہیں ہے۔

اب مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ اگر ایسی حالت میں موت ہو جائے تو اِیمان سلامت نہیں رہ سکتا اسی واسطے نہایت پریشان ہوں۔ کیا کروں کہاں جاؤں۔ کیوں میری ایسی حالت ہوگئی خدا جانے میری حالت کیا ہوگئی۔ یہی خیال رات دِن ہے اتنے دنوں سے حضرت والا کی خدمت اقدس میں اس خیال سے عرض نہیں کرتا تھا کہ ایسی حالت حضرت کی خدمت میں کیسے عرض کروں۔ شرم کی بات ہے۔ اور کبھی یہ خیال آتا تھا کہ اگر حضرت کی خدمت شریف میں عرض کی جائے گی تو ضرور حضرت

کچھ تدبیر ارشاد فرمائیں گے اور میری حالت تو ایسی اُبتر ہے کہ کبھی اس کی تعمیل نہ کر سکوں گا۔ کبھی یہ خیال آتا تھا جب میری تقدیر میں یہ دولت عظمیٰ نہیں ہے تو ہزار کوششیں کی جائیں کیا ہوسکتا ہے غرض اسی شش و پنج میں خدمت شریف میں عرض نہیں کیا تھا۔ لیکن ابھی یہ خیال آیا کہ حضرت سے عرض کر دوں اگر کچھ نہ ہو تو حضرت والا کی دُعاء ہی فرمانے سے کیا کچھ نہیں ہوسکتا اور بیمار کو اپنے طبیب حاذق مشفق سے اپنی بیماری کا اظہار نہ کرنا سراسر حماقت ہی حماقت ہے اگر حضرت کچھ دَوا ارشاد فرما دیں اور توفیق تعمیل کے لئے بھی دُعا فرمائیں تو اُمید ہے کہ اللہ کی عنایت سے تعمیل بھی ہو جائے اور بیماری بھی زائل ہو جائے فلا جرم اس وقت خدمت عالی درجت میں عرض کرتا ہوں سو حضرت سے دُعاء چاہتا ہوں اور اس بیماری کے علاج کا خواستگار ہوں اور یہ بھی عرض ہے کیا اس قسم کی بیماری لا علاج تو نہیں اور یہ محرومی کی نشانی تو نہیں اور میری طرح کسی کو یہ بیماری بھی ہوئی ہے یا نہیں اور ایسی بیماری کسی کو ہو کر پھر اچھے ہو کر اپنے منزل مقصود کو پہنچا یا نہیں اور کس صورت سے اللہ تعالیٰ کا عشق اور محبت پیدا ہوسکتا ہے کوئی تدبیر ارشاد ہو حضرت والا کی محبت دل میں نہایت ہی ہے بعض وقت حضرت کی بات یاد آنے سے رونا آتا ہے اور اکثر جب حضرت یاد آتے ہیں دل میں ایک قسم کی سوزش پیدا ہوتی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے اور اس تکلیف میں ایک قسم کی لذت ہے جس کے لئے دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ یہ سوزش رہتی بعض وقت رات کو بہت دیر سے اسی سوزش کی وجہ سے نیند آتی ہے یہ کیا ہے۔ محمود یا مذموم ارشاد ہو۔

تحقیق: میں نے پورا خط پڑھا کوئی بات پریشان ہونے کی نہیں ہے۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے کہ جس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جائے آپ کو یہی سبب پیش آیا اور یہ بُری حالت نہیں ہے محمود اور نافع ہے۔ بلکہ محققین نے اُس کو ارفع کہا ہے اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوسکتا ہے۔ بہر حال نہ لا علاج ہے اور نہ خدانخواستہ یہ محرومی کی علامت ہے۔

تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے۔اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔ایک علامت اس کے محمود ہونے کی خود آپ کے خط میں مذکور ہے۔یعنی (حبِّ شیخ) اور مطرود اس سے محروم ہوتا ہے۔غرض بالکل تسلی رکھیں اور ذکر وشغل تھوڑا تھوڑا شروع کریں اور اپنی رائے سے نہ بڑھائیں مجھ کو معمولات کی اطلاع کرتے رہیں اور میری تعلیم کے موافق عمل کرتے رہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ روز بروز ترقی ہوگی۔(تربیت السالک، حصہ چہارم، الامداد نمبر۱۲، جلد اوّل، صفحہ۱۴)

حال: الحمد للہ نماز تہجد اور ذکر اِسم ذات فرمودہ آنجناب اپنے وقت پر ڈیڑھ ماہ سے ہونے لگا ہے۔دُعاء کا ملتجی ہوں کہ خداوند تعالیٰ توفیق مداومت عنایت فرمادیں کبھی تو حالت ذکر میں سرور اور قلب میں فرحت معلوم ہوا کرتی ہے اور کبھی کسی روز ہر چند ضرب لگاتا ہوں قلب پر اثر ہی نہیں ہوتا، حلق سے نیچے ہی نہیں اُترتا بس خالی زبان پر نام رہتا ہے مگر میں اس طرف التفات نہیں کرتا اگرچہ جی چاہتا ہے کہ قلب بھی زبان کا ساتھ دے نہیں معلوم بعض روز ایسا کیوں ہو جاتا ہے۔مطلع فرمائیں۔

تحقیق: حق تعالیٰ برکت و استقامت عطا فرمائے ذکر میں مسرت و فرحت دولت عظمیٰ ہے۔اور اس پر مجھ کو بڑی ہنسی آئی کہ قلب پر اَثر ہی نہیں ہوتا آپ اَثر کس چیز کو سمجھے ہیں، تعلق مع اللہ بڑھ جانا ہے اصل اَثر مقصود یہ ہے۔سو اَلحمد للہ یہ حاصل ہے بوجہ عدم معرفت یہ پریشانی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جلدی ہی تسلی بھی نصیب ہو جائے گی۔اطمینان سے کام میں لگے رہئے اور حالات سے مطلع کرتے رہئے والسلام۔(تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ۲۰۷)

حال: کچھ عرصہ سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہوگئی ہے یہ میرے واسطے مضر تو نہیں

تحقیق: عین سنت ہے اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات نیک دونوں کو عطاء فرمائے۔

جب تقویٰ بڑھتا ہے بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔(تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ۲۰۷)

❁❁❁

رفعُ الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہِ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ)

حال: پڑھتے وقت دل چاہتا ہے کہ دل میں بھی اَللہ اَللہ کے سوا کچھ نہ ہو مگر باوجود کوشش کے تمام خیالات ہجوم کر آتے ہیں۔

تحقیق: کچھ حرج نہیں کئے جاؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ سب حالات مرضی کے موافق ہوجائیں گے۔ پریشان نہ ہو۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ ۲۰۸)

حال: حضرت کا جب پہلے پہل کرامت نامہ عزت بخش ہوا تھا اُحقر کی عجیب حالت ہوگئی تھی کہ عشاء کی نماز بے وِتر پڑھے سو جاتا تھا اور سحری کو اُٹھ کر تہجد اور وِتر پڑھ کے اور کچھ ذکر کلمہ طیبہ نفی واثبات باضرب جہری کر کے پھر سو جایا کرتا تھا تو خواب میں کل وبعض واقعات وحوادث الیومیہ معلوم ومنکشف ہوجاتے تھے یہ حالت ایک ماہ تک رہی پھر ایک شب یہ ورد قضاء ہوگیا تب ہی یہ کیفیت انکشافیہ بند ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے بعد پھر کبھی قضاء نہیں ہوا۔ لیکن یہ قبض نہیں کھلا (اتنا آپ کو احقر نے پہلے خط میں لکھا تھا اور بھیجا بھی تھا)۔ کہ پھر وہ کیفیتِ انکشافیہ متواتر کئی شب ہوتی رہی۔ لیکن نہ معلوم پھر کیوں بند ہوگئی اور اَب تک نہیں کھلی۔ اب حضرت ہی فرمائیں کہ یہ کیا بات ہے؟ اور یہ کیفیت محمود یا مذموم اور کیوں بار بار کھلتی بند ہوتی ہے۔

تحقیق: کشف بند ہوجانا رحمت ہے، کشف فتنہ سے خالی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے کام میں لگے رہئے اور مقصود صرف رضاء حق سمجھئے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ ۲۱۰)

حال: فجر اور عشاء کی نماز میں خوب دِل لگتا ہے اور باقی تین وقتوں میں ایسا دل نہیں لگتا۔

تحقیق: چونکہ کاموں کی طرف دِل رہتا ہے۔ مگر کچھ فکر نہ کریں خود بخود لگنے لگے گا۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ ۲۱۱)

حال: اب یہ حالت ہوئی کہ قرآن کے یاد میں اور نماز پڑھنے میں دل نہیں

لگتا، سستی و غفلت پیدا ہوگئی ہے اس بات میں بہت کوشش کی کہ سستی و غفلت دُور ہو جائے مگر کچھ نہ ہوا۔

تحقیق: غفلت اور سستی کا مادّہ اگر دُور نہ ہو اس میں ملامت نہیں اس کا غم نہ کیجئے کیونکہ یہ اختیار میں نہیں باقی ضروری اعمال پر اختیار حاصل ہے اُس میں کوتاہی نہ کیجئے پس اتنا ہی حکم ہے پریشان ہونے کا کوئی موقع نہیں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ ۲۲۲)

حال: عرض یہ ہے کہ اس سے قبل ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ اُمید ہے کہ نظر اَطہر سے گذرا ہوگا۔ آج کل میری حالت بالکل ٹھس ہے کسی بات کا شوق نہیں یہاں تک کہ عبادت کا بھی شوق نہیں ہے۔

تحقیق: شوق مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے بلکہ عمل بلا شوق میں بوجہ زیادہ تعب کے زیادہ اَجر ہے یہ نکتہ عمر بھر پلے میں باندھ لینے کے قابل ہے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم)

حال: کم تریں...... اس عمل کو بفضلہٖ تعالیٰ پڑھے جاتا ہے لیکن کم تریں اس سے نہایت درجہ مجبور ہے کہ پڑھتے وقت دِل اُلجھتا ہے اور دل یہ چاہتا ہے کہ بس جلدی سے پڑھ کر ختم کرو۔ اس سے طبیعت کو نہایت درجہ کوفت اور تشویش ہوتی ہے۔

تحقیق: تشویش کی بھی پرواہ نہ کریں جس طرح ہو پورا کرلیا کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر دائم کی برکت سے یہ تشویش خود جاتی رہے گی اطمینان رکھیں۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ ۲۶۵)

حال: علاوہ ازیں عرض یہ ہے کہ پچھلی حالت کہ جس میں توجہ اِلی اللہ زیادہ تھی اُن ایام میں تقاضائے معصیت بہت مغلوب تھا اور ایک گونہ جمعیت اور یکسوئی حاصل تھی لیکن اب وہ حالت نہ رہی، تقاضائے معصیت کا بعض وقت بہت غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ پہلی یکسوئی نہیں رہی۔

مرغ دل را صید جمعیت بدام افتادہ بود　　زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیر ما

اور معصیت کے غلبہ کی یہ حالت ہے۔

فغان از بد یہا کہ در نفس ماست   کہ ترسم شود ظن ابلیس راست

اس حالت سے جی بہت کڑھتا ہے اور جان گھلی جاتی ہے خدا کے لئے دُعاءِ استقامت علی صراط المستقیم فرمادیں ورنہ یہاں کچھ حال نہیں۔ مصرعہ

چہ برخیز داز دست تدبیر ما

تحقیق: یہ ہے وقت مجاہدہ ثانیہ کا بعد فراغ مجاہدہ اُولیٰ کے اور یہی ہے کہ جس کے نہ جاننے سے ایک سالک وصل کو شبہ رجعت کا ہوجاتا ہے اور بعض اوقات مایوس ہو کر نوبت تعطل کی آجاتی ہے حالانکہ یہ کمالِ سلوک لوازم عادیۃ سے ہے حقیقت اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں جوش کی زیادتی سے اُمور طبعیہ مغلوب ہوجاتے ہیں توسط یا انتہاء میں جوش کم ہونے سے وہ اُمور طبعیہ پھر عود کرتے ہیں کیونکہ ان کا زوال نہیں ہوتا ہے صرف مغلوب ہوگئے تھے اس عود کے وقت پھر مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس مجاہدہ میں تعب وکشاکشی کم ہوتی ہے۔ لرسوخ التہذیب فی النفس۔ مگر عزم وتوجہ و ہمت وضبط کی حاجت ہوتی ہے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، صفحہ ۲۶۸)

حال: مجدد الملۃ والدین فاضت انہار فیوضھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!
میری حالت نہایت قابل افسوس ہے اور اب قریب قریب اپنی حالت کی درستی سے مایوس ہو چلا ہوں۔ کیونکہ اصلاح کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) عمل۔ (۲) دُعا۔ (۳) عرض حال۔ عمل کی حالت یہ ہے کہ میں اُس کو عزم مصمم غیر مغلوب بے مزاحم کا لازمی اثر سمجھتا ہوں۔ اور عزم کو اختیاری نہیں سمجھتا ہوں بلکہ جملہ افعال کے ضمن میں اُس کو بھی مخلوق سبحانہٗ جانتا ہوں میرے ذہن میں کوئی ایسا فعل ایسا خیال اور ایسی حرکت نہیں جو مخلوق حق سبحانہ نہ ہو ایسی حالت میں اختیار سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا چیز ہے لیکن اب تک حق سبحانہٗ کا فضل ہے کہ میں اس خیال کو حیلہ معصیت نہیں بناتا یعنی اس کی بناء پر اپنے کو عقاب سے بری نہیں سمجھتا بلکہ میرا خیال ہے کہ حق سبحانہ کو طاعت پر سزادینے کا حق حاصل ہے، انبیاء راچہ جائے معذرت است **لا یسئل عما یفعل**

وھم یسئلون۔ بس عاصی کو کیا عذر ہو سکتا ہے۔ خود محکومیت ہی ایک ایسا جرم ہے جو مالک کو ہر قسم کی سزا کا حق عطاء کرتا ہے۔ **لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔** میں اعضاء انسانی کو خیال غیر مزاحم وغیر مغلوب کا ایسا ہی مقسور سمجھتا ہو جیسا کہ چابی کے مقسور گھڑی کے پرزے ہوتے ہیں اور خیال غیر مزاحم کو فعل عبد نہیں سمجھتا بلکہ بلا اختیار عبد آدمی کے دل میں حق سبحانہ ایک خیال پیدا کرتے ہیں اور اس خیال کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی تنہا اور بلا مزاحم ہوتا ہے۔

اس وقت اس سے افعال لازمی طور پر صادر ہوتے ہیں اور کبھی اس کے ساتھ ایک غیر مزاحم بھی ہوتا ہے جو کہ خیال اوّل کی طرح غیر مختار للعبد ہے۔ اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی مغلوب ہوتا ہے کبھی غالب اگر مغلوب ہوتا ہے تو خیال اوّل کے اثر کو نہیں روک سکتا ورنہ روک دیتا ہے۔ اور قوت وضعف خیال طبیعت کے ضعف وقوت کے باعث ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عبد حقیقۃً مختار نہیں ہے۔ بلکہ توہما مختار ہے۔ اور اس پر اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ وہمی اختیار ہے۔ اس کے بعد جب اپنی طبیعت کو دیکھتا ہوں تو مغلوب پاتا ہوں جو خیال پیدا ہو گیا ہے اُس کا مزاحم یا تو کوئی خیال پیدا ہی نہیں ہوتا اور اگر پیدا ہوتا ہے تو اس قدر قوی نہیں ہوتا کہ خیال اوّل کو مغلوب کرے۔ مولانا کی مثنوی کے مضامین عالیہ اور جناب والا کی تقریرات کبھی کبھی گدگدی پیدا کرتے ہیں مگر سب کی بناء اس پر ہوتی ہے کہ کام کرو ہمت کرو بس یہاں آ کر طبیعت پھر اُچٹ جاتی ہے اور وہی اپنی مغلوبیت اور مجبوری سامنے آ جاتی ہے۔ اے کاش میں بلید ہوتا اور میرا دماغ یہاں تک پہنچتا ہی نہیں بلکہ تو ہم اختیار میں ہی محبوس رہتا ہے اس وقت ایک صورت ہے کہ میں تقلیداً اختیار کو مان لوں مگر اس کا اثر طبیعت پر کچھ نہیں پڑتا کیونکہ یہ اعتبار وفرض وتقدیر ہے جو خیال اوّل کے ساتھ وہی نسبت رکھتا ہے جو مشاہدہ سے تخیل کو، غرض عمل میں تو یوں صفر ہوا رہی دعا اس کی نسبت ایسا بے ہودہ خیال دل میں جم گیا ہے کہ خدا کی پناہ، وہ یہ کہ حق سبحانہ میری دُعاء کو قبول ہی نہیں کرتے اور اس کا اُلٹا اَثر ہوتا ہے اَب دُعا کرتے

ہوئے بجائے غلبہ رجاء قبول کے طبیعت میں جھجک پیدا ہوتی ہے اور اس خیال کا منشاء یہ ہوا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری کوئی دُعاء قبول ہوئی ہو جو دُعائیں سراسر نافع ہیں وہ بھی مقبول نہیں ہوتیں جیسا کہ توفیق اعمال صالحہ وغیرہ دُعاء کی یہ حالت ہے۔ اب رہی عرض حالت، وہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ طبیب کا کام نسخہ بتلا دینا ہے۔ اگر نسخہ پینے کی ہمت ہو تو تکلیف دو اور اگر ناداری یا بخل یا کوئی اور سبب نسخہ کے استعمال سے مانع ہو تو اپنی حالت کو خدا کے حوالہ کرو۔ ادھر اپنی طبیعت کو ٹٹولتا ہوں۔ تو نسخہ کو اُگلتی ہے۔ غرض۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

پھر دُعاءِ عرض حال خود اسی خیال غالب سے ناشی ہیں جو یہاں معدوم ہے۔ بعض احباب سے جب کبھی گفتگو ہوتی ہے تو کہتے ہیں آخر تم اور کام کرتے ہو ذکر وغیرہ تم سے کیوں نہیں ہو سکتا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔ یہ تو زبان کا ہلانا ہے۔ مگر اس کا حاصل دوسرے کی طبیعت کا اپنے اُوپر قیاس کرنا ہے وہ موفق ہیں اور اسم غیر موفق، اس لئے ان کو وہ کام آسان معلوم ہوتا ہے جو ہم کو پہاڑ دکھلائی دیتا ہے۔ گاہے گاہے اُن کو بھی یہی حالت پیش آتی ہے کہ ان سے ذکر وغیرہ ترک ہو جاتا ہے اور وہی کام جس کو آج اس قدر آساں سمجھتے ہیں کل ان پر مشکل تھا یا آئندہ بعض اوقات میں مشکل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس حالت میں اس سے زیادہ مشکل کام کرتے ہیں۔

رفع الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ جمادی الاُولیٰ ۱۳۴۱ھ)

نظر غائر سے دونوں کے فرق کا مبنیٰ صرف قوت وضعف خیال معلوم ہوتا ہے۔ جو محض منجانب اللہ ہے۔ ورنہ کوئی گناہ کی حقیقت اور اثر کو جاننے والا اور خدا کو علیم وخبیر ماننے والا نفع کو نفع اور نقصان کو نقصان سمجھنے والا کوئی گناہ کرتا ہی نہیں۔ وہو خلاف المشاہدہ ۔غرض جب کوئی تقریر کی جاتی ہے تو طبیعت اُس کے کسی مقدمہ کو مخدوش کر کے ساری تقریر کے اثر کو کھو دیتی ہے۔ غرض میرے نزدیک میرے تمام اَمراض کی بناء یہ ہے جو

میں عرض کر چکا ہوں۔ اب میں عجیب مخمصہ میں پھنسا ہوا ہوں۔ اور مجھے کوئی راستہ رہائی کا نظر نہیں آتا، بجز توفیق الٰہی کے اور تغیر خیال کے اپنی طبیعت سے تو واقف تھا ہی اس لئے بہت عرصہ سے چاہتا تھا کہ..... صاحب آ جائیں تو اُن کی تقویت اور ٹہلتے رہنے سے کام چل جائے گا۔ مگر قسمت کہ وہ بھی ایسی حالت میں آئے جو میں بالکل ناکارہ ہو گیا۔ میں اپنے خیال سے اپنی طبیعت کو جناب والا کی طبیعت سے اکثر باتوں میں مناسب پاتا تھا اور اس وجہ سے خیال تھا کہ ان شاء اللہ مجھے بہت نفع ہوگا۔ لیکن افسوس کہ یہ واقعات پیش آ گئے اور مجھے بالکل نکما کر دیا۔ میں اپنی اس حالت کو پیش کرتے ہوئے شرماتا ہوں۔ اور یہ بھی وجہ اس تاخیر کی ہوئی لیکن بہت جرأت کر کے عرض کرتا ہوں ؎

از فلک آویختہ شد پردۂ — از پئے نفرین دلِ آزردۂ
این قضا راہم قضاء و اندو علاج — عقل خلقان در قضاء گیج ست وکاج
اژدہا گشت است آن مار سیاہ — آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
اژدہاؤ مار اندر دست تو — شد عصاء اے جاں موسیٰ مست تو
حکم خذہا لاتخف وادت خدا — تابد ستت اژدہا گردو عصاء
ہیں ید بیضاء نما اے بادشاہ — صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
دوزخے افروخت بروے دم فسوں — اے دم توازدم دریا فزوں
بحر مکار ست و بنمودہ کفے — دوزخ است از مکر بنمودہ تفے
زان نماید مختصر درچشم تو — تازبوں بینی و جیند خشم تو

میں تقریر میں ان خیالات کو اتنا بھی نہ ظاہر کر سکتا تھا اس لئے تحریراً گذارش کی گئی۔
جواب میں جو مصلحت ہو اور جس میں سہولت ہو خواہ تقریراً ہو یا تحریراً۔ زیادہ حد ب ادب۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! میں نے حرفاً حرفاً آپ کا مضمون پڑھا اور بڑا مزہ آیا گو اپنا مزہ ظاہر کرتے ہوئے اس لئے حجاب آیا تھا کہ کوئی یوں کہے گا کسی کا گھر جلے کوئی ہاتھ سینکے۔ مگر میں نے ظاہر اس لئے کیا کہ یقیناً اس کے معلوم ہونے سے

آپ کو بھی مزہ آئے گا جس سے کلفت کچھ کم ہوگی اور مجھ کو بھی اس کمی کا سبب بننے کا اُجر ملے گا۔ آپ نے عمل کی بحث میں مسئلہ اختیار کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس کے مقدمات پر موجہ وقوی کلام ہوسکتا ہے اور ہے بھی لیکن پھر اُس کلام پر بھی کلام کی گنجائش نکلے گی اِلیٰ ما لا ینتھی من الجانبین کما ھو شان المباحث العقلیہ ۔ اس وجہ سے اس میں کلام کرنے کو نافع نہیں سمجھا اور واقع میں بھی یہ مسئلہ استدلالی نہیں کشفی اور ذوقی ہے۔ کہ اس میں وجدان و مشاہدہ ہی سے اطمینان ہوسکتا ہے۔ اور مجھ کو آج ہی نہیں ایک مدت سے جب سے کہ مجھ کو آپ کے اس خیال کی اطلاع ہے۔ نہایت وثوق کے ساتھ توقع قریب بہ یقین ہے کہ حق تعالیٰ اس مسئلہ میں آپ کو علم ضروری سے مطمئن فرمائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ باقی اس وقت تقلید کو گوارہ فرمالیں۔

پس آپ میرے کہنے سے تقلیداً ہی معمولات متعلقہ اذکار و اشغال کو جاری رکھئے، چاہے دل لگے یا نہ لگے اُثر ہو یا نہ ہو خواہ دوام ہو سکے یا نہ ہو سکے جس روز بھی ہوجائے اور جس قدر بھی ہوجائے ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں سترون بہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فی المآل مالا ترون فی الحال باذن اللہ الکبیر المتعال

پس بفضلہ تعالیٰ عمل تو صفر نہ ہوا۔ اور دُعا کی نسبت جو لکھا ہے اُس کی مخالف اعتقاداً آپ پر واجب ہے وہ ضرور نافع ہوتی ہے اپنے دل کو جبراً ہی سمجھائے یوں سمجھائے کہ مواد خاصہ جن میں دُعاء غیر نافع معلوم ہوئی ہے۔ اگر دُعا نہ ہوتی شاید زیادہ بلا کا سامنا ہوتا دنیویاً اور دینیاً اور نیز حکم شرعی ہی سمجھ کر دُعا کیجئے کہ امتثال اَمر کا اُجر ملے گا۔ بلا سے مطلوب خاص نہ ملے اور عرض حال کی نسبت یہ ہے کہ نئے حال کی تو اِطلاع ضروری ہے باقی جس حالت کی جو تدبیر بتلائی گئی ہو اور اس میں اہمال ہوا ہو اس کی اطلاع واقعی ضروری نہیں بلکہ اس تدبیر کے استعمال کی ہمت کی کوشش و فکر میں رہنا چاہئے اس اہتمام سے ایک روز ان شاء اللہ تعالیٰ ہمت بھی نصیب ہوجائے گی۔ من حیث لا یحتسب العامل کرکے دیکھنے کی چیز ہے پھر ان اُمور کے ساتھ گو کسی درجہ میں ہوں اگر تفویض و

تسلیم الی الحق ہوتو بے حد مقوی تاثیر ہے۔اور بدون کسی قدر سعی کے محض تفویض صورت تفویض ہے حقیقت تفویض نہیں حدیث میں ہے اعقل ثم توکل یعنی ۔

گر توکل میکنی در کار کن   کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

گفت پیغمبر بآواز بلند   برتوکل زانوئے اشتر بہ بند

ناصحین و مخلصین کی تقریرات و مشاورات کے مقدمات میں نظر نہ کیا کیجئے اُن کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر تقلیداً قبول کر کے عمل شروع کر دیا کیجئے۔ان شاءاللہ تعالیٰ ۔

تا دم آخر دم آخر بود   کہ عنایت باتو صاحب سر بود

ترتیب ثمرہ کی کوئی حد اور مدت ذہن میں معین نہ کیجئے آخرت تک میں ظاہر ہونے کے لئے جو کہ یقینی ہے آمادہ رہئے۔آپ کو راستہ سوچنے کی اور سوچ کر اُس کی نفی کی کمائی قولکم راستہ رہائی کا نظر نہیں آتا ضرورت نہیں ۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید   خیرہ یوسف وارمی باید دوید

جس مناسبت طبعی سے آپ کو توقع تھی وہ اب بھی زائل نہیں ہوتی۔حتیٰ کہ اس بلائے دیر درمان نہ کہ بے درماں میں وہ مناسبت حاصل ہے۔یعنی ایک وقت ایسا مجھ پر بھی گذرا ہے پھر بفضلہٖ تعالیٰ جس طرح مجھ کو نجات ملی اسی طرح آپ کو بہت جلدی ہونے والی ہے۔یہ جو کچھ پیش آرہا ہے اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔جو عنقریب معلوم ہوں گی کہ کیسے کیسے اَخلاق ردیہ کا اس سے علاج ہوگیا ہوگا وَالٰی بعضھا اشار الرومی۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما   وی طبیب جملہ علت ہائے ما

ای دوائے نخوت و ناموس ما   اے تو افلاطون و جالینوس ما

اور شرمانے کی کوئی بات نہیں، میں نے حقیر نہیں سمجھا اور آپ کی طبیعت ہلکی ہوگئی اور مجھ کو دُعا کی طرف زیادہ توجہ ہوگئی۔اشعار میں جو اُمر مقصود بالخطاب ہے یہ آپ کا ظن ہے۔اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی کے موافق معاملہ فرمائیں گے اور اَب اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ دونوں طرف کی دُعاء سے جلدی کام بن جائے گا۔

اب میں خاص توجہ والحاح سے دُعاء شروع کروں گا اور کر بھی دی۔

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

والسلام خیر ختام۔ ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی ص ۲ سے ۷ تک)

حال: جناب والا حضرت مولانا صاحب دام ظلہم العالی۔ بعد السلام علیکم! عرض پرداز خدمت عالی ہوں، اللہ تعالیٰ جناب والا کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ میری اصلاح کیجئے، میرا یہ حال ہے کہ جب میرے پاس یہ بچے...... وغیرہ رہتے ہیں اُن کے کام اور محنت میں زیادہ دل لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوعات کم ہو جاتی ہیں چنانچہ اب میرا یہی حال ہے اپنے خیال میں بہت کوشش کرتی ہوں مگر ویسا دل نہیں ہوتا اور جب یہ لوگ میرے پاس نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ سے دِل رجوع اور محبت اور دہشت زیادہ غالب رہتی ہے اور ایسی حالت میں دل خوش اور بے خوف رہتا ہے۔ کہ کسی کا کچھ ڈر نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے زیادہ رجوعات نہیں رہتے دل میں پریشانی اور اُلجھن سی رہتی ہے۔ اسی طرح جب کچھ گناہ ہو جاتا ہے۔ دل میں شرمندگی اور گھبراہٹ رہتی ہے۔ مگر گناہ کرنے سے طبیعت باز نہیں رہتی اور کبھی تو گناہ کر کے دل سے بے حد توبہ نکلتی ہے۔ اور کبھی پریشانی ہی رہتی ہے۔ اور زیادہ استغفار دل سے نہیں نکلتا، اَب دَس بارہ روز سے میری طبیعت بہت گھبرا رہی ہے۔ اور جی یہ چاہتا ہے کہ پھر دل ویسا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائے۔

تحقیق: یہ سب حالات اچھے ہیں اور علامات اس کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قلب میں حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے ایسے تغیرات سب کو پیش آتے ہیں کبھی کمی کبھی زیادتی اس کا کچھ غم نہ کریں اولاد کی محبت اور اُن کی خدمت یہ ان کا حق ہے، اس سے جو حالات باطنی میں کمی ہو جاوے وہ بُری نہیں امر طبعی ہے۔ البتہ جو گناہ کی کوئی بات ہو جاوے خواہ اس میں کمی بھی نہ ہو وہ بُری ہے۔ اس سے استغفار اچھی طرح کرنا چاہیے اور حتی الامکان آئندہ اُس سے بچنے کی ہمت کرنا چاہیے۔ اگر پھر ہو

جاوے پھر ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسی طرح عمر بھر ہمت نہ ہارے، ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طریق سے ایک روز کامیابی ہو جاوے گی۔ اطمینان رکھیں اور جو اوراد اپنے ذمہ کر لیے ہیں وہ جس طرح بن پڑے پورے کر لیے جاویں، میرے مواعظ کے مطالعہ کو بھی ان اوراد میں داخل سمجھیں۔ (ضمیمہ تربیت السالک حصہ چہارم قلمی ص۸ سے ۹ تک)

حال: بعض اوقات بوجہ نہ ملنے تنہائی کے ذکر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ ریا پیدا نہ ہو جاوے۔ ایسے موقع پر نہایت دھیمی آواز سے ذکر کر لیتا ہوں؟

تحقیق: مناسب ہے اور ریا کسی کو لپٹتی تھوڑا ہی پھرتی ہے وہ تو قصد سے پیدا ہوتی ہے اور جو بلا قصد ہو ریا نہیں صرف وسوسہ ریا ہے اور وسوسہ کفر بھی مضر نہیں۔ چہ جائیکہ وسوسہ ریا۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم قلمی ص:۱۲)

حال: کثرت ذکر سے خاموشی کی حالت میں جو دل اسی ذکر کی حرکت کیا کرتا ہے تو کیا یہ حرکت دل کی کچھ کارآمد ہوتی ہے؟

تحقیق: بلا قصد نفع مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ (ضمیمہ تربیت السالک حصہ چہارم قلمی ص ۱۳)

حال: حالت یہ ہے کہ اکثر اوقات انشراح رہتا ہے اور کبھی کبھی تنگی محسوس ہوتی ہے؟

تحقیق: کچھ حرج نہیں قبض باعتبار مآل کے خود بسط ہے۔

(ضمیمہ تربیت السالک حصہ چہارم قلمی ص ۲۲)

حال: نماز اور ذکر وغیرہ میں خیال قائم نہیں ہوتا بلکہ دماغ کی مشین اپنا کام کیے جاتی ہے؟

تحقیق: ہم اور آپ کیا چیز ہیں اکابر کو بھی بکثرت یہ پیش آتا ہے۔ گو ہم سے کم مگر خالی نہیں اور اگر بقصد نہ ہو تو ذرا بھی مضر نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قدرے اس کی فکر رکھنے سے اور اقبال علی الصلوٰۃ کی تھوڑی تھوڑی عادت ڈالنے سے اس میں معتد بہ تفاوت ہو جاوے گا۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم قلمی ص ۲۳)

سوال: ایک مرض چند روز سے اور ہو گیا ہے یہ پہلے نہ تھا یعنی بخل پیسہ اُٹھاتے ہوئے بہت سختی معلوم ہوتی ہے اور یہ اُس وقت سے ہوا ہے کہ جب سے میری معاش

میں تنگی اور کثرت عیال نے زیادہ زبوں کیا ہے۔ بقول ذوق علیہ الرحمۃ ؎

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی دنیا میں گرانباریٔ اطفال غضب ہے

اگر چہ اس نفس نابکار کو **الشیطان یعدکم الفقر** الخ پیش کر کے شرمندہ کرتا ہوں اور بفضل تعالیٰ غالب بھی آ جاتا ہوں۔ لیکن جس طرح شوق اور ذوق اور فرحت پہلے پاتا تھا وہ نہیں۔

جواب: اگر کوئی حق واجب فوت نہ ہو تو کچھ غم نہیں۔

(ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۲۴)

حال: اپنی حالت میں کوئی خاص تغیر نہیں پاتا۔

تحقیق: پانا ضروری نہیں ہونا ضروری ہے۔ سو وہ ہے۔

حال: اپنی بدقسمتی کے سوائے اور کیا عرض کروں ایسے دربار کی غلامی نصیب ہو کر اور پھر یہ حالت ہو کہ ہر وقت دنیا ہی میں انہماک رہے اور اپنی کوئی اصلاح نہ کی جائے۔ حالت میری یہ ہے کہ انہماک کاربائے دنیاوی کے سبب نماز میں بھی وہی حالت رہتی ہے۔ اور نہ کوئی اور عمل ہی معمولاً یا غیر معمولی نیک ہوتا ہے، نماز ہو دُعا ہو، تلاوت قرآن یا دلائل خیرات مناجات مقبول ہو، عادت کے طور پر روزانہ پڑھ لیتا ہوں۔ قلب حاضر نہیں ہوتا۔

تحقیق: یہ بھی کافی ہے اور یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ رنگ لائے گا، مایوس نہ ہوں۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۲۷)

حال: اور قرآن شریف کے پڑھنے میں دل نہیں لگتا اور نماز وظیفہ میں لگتا ہے کیا وجہ اس کیلئے بھی دُعا فرما دیں۔

تحقیق: دُعا کرتا ہوں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وظیفہ میں تو ایک ہی چیز بار بار پڑھی جاتی ہے طبیعت پر زور نہیں پڑتا، آسانی کی وجہ سے دل لگتا ہے اور قرآن پاک میں مختلف آیات پڑھی جاتی ہیں، طبیعت پر زور پڑتا ہے۔ دشواری کی وجہ سے گراں معلوم ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے نماز بھی گراں معلوم ہوتی ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ و انھا لکبیرۃ۔ سو یہ طبعی تفاوت ہے۔ کوئی فکر کی بات نہیں جس قدر بھی ہو سکے کرنا چاہئے بعد عادت کے یہ دشواری جاتی رہے گی اور دلچسپی بھی ہو جائے گی۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۲۸)

حال: ایک مرض کئی روز سے ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ اِدھر اُدھر کے خیالات دنیوی ذکر شریف اور نماز میں زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضور کی تعلیم اور حکم کے موافق ادھر توجہ تو نہیں کرتا مگر پھر بھی بہت گراں گذرتے ہیں اطلاعاً عرض کیا گیا۔

دیگر یہ کہ ضیاء القلوب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جو طریق ضرب نفی و اثبات تحریر فرمایا ہے وہ پوری طرح نہیں ہوتا بلکہ ہلکی ہلکی ضرب قلب پر ہو سکتی ہے۔ اور اسی طرح کرتا ہوں اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے۔

تحقیق: جس کو آپ نے مرض لکھا ہے مرض نہیں ہے یہ اُن تغیرات میں سے ہے جو مریض کو خروج من المرض الی الصحۃ میں لزوماً پیش آتے ہیں، گھبرانا باختیار نہ چاہئے۔ اور بلا اختیار یہ بھی ایک مجاہدہ اضطراریہ ہے جو کہ نافع ہے۔ طریق خاص ضرب نہ مقصود ہے نہ موقوف علیہ مقصود جس طرح بن جائے اور جس طرح آپ کر رہے ہیں کافی ہے۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۲۸)

حال: خداوند تعالیٰ کی یاد تو دِل پر پہلے بھی رہتی تھی اب اس قدر ترقی ہو گئی ہے کہ سوتے میں بیٹھتے میں ہر وقت وہی ہے، اور دِل سے رونا آتا ہے کبھی سوتے سے بیدار ہو جاتا ہوں اور دل یہ چاہتا ہے کہ ہر وقت بیٹھ کر سوچا کروں بلکہ ذکر کے وقت بھی یہی دل چاہتا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں اور ذکر میں طبیعت کم لگتی ہے۔ ہر وقت وہی خیال رہتا ہے کہ چھوڑ دو اور بیٹھ رہو اس کے لئے جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق: یہ جو لکھا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچا کروں سو یہ برکت ذکر ہی کی ہے۔ کہ فکر سے اُنس ہو گیا ہے۔ ذکر کو ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ بناء کے انعدام سے مبنی کا انہدام ہو جائے گا۔ خواہ دل لگے یا نہ لگے معمولات پر استقامت رکھیں۔

(ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۳۶)

سوال: بعد نماز فجر تلاوت قرآن شریف دو پارہ کرتا ہوں مگر جائے خشیت میں غور سے خیال کرتا ہوں، خوف و دِل سوزی پیدا نہیں ہوتی موقع بشارت میں خوشی حاصل نہیں ہوتی اب گذارش یہ ہے کہ یہ حالت نہایت مذموم تو نہیں اور علامت سوء خاتمہ تو نہیں اور بعض وقت جب گناہ کا خیال کرتا ہوں دل میں کسی طرح کی سوزش و خوف پیدا نہیں ہوتی خواہ کیسا ہی اکبر الکبائر کیوں نہ ہو۔ اگر چہ بہت ہی خیال کروں اور عذاب دوزخ کو یاد کروں۔ اور اللہ تعالیٰ کی قہاریت کو اور قیامت کے حساب و کتاب کو تصور کروں اب مجھے خوف ہے کہ خدانہ کرے ایمان ہی میرا نہیں۔

جواب: خشیت عقلی اور رغبت عقلی ضروری ہے۔ طبعی نہ ضروری ہے نہ اختیاری ہے۔ بہت غور اور بہت خیال کی ضرورت نہیں۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۳۹)

سوال: جس شخص سے میری لڑائی ہو جاتی ہے اور پھر وہ ملنا بھی چاہتی ہے اور میں بھی بول پڑتی ہوں لیکن میرے دل کا کینہ نہیں جاتا کوئی تدبیر ایسی ہونا چاہیے کہ جس سے میرے دل کی برائیاں جاتی رہیں۔

جواب: جس کو تم کینہ کہتی ہو وہ کینہ نہیں رَنج ہے جو اختیار میں نہیں اس سے گناہ نہیں ہوتا کینہ وہ ہے جو اختیار اور قصد سے کسی کی بُرائی و بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اُس کو ایذاء پہنچانے کی تدبیر بھی کرے یہ البتہ گناہ ہے۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۴۷)

حال: بعض اوقات تہجد کی رکعت پڑھنے تک تو بہت جی لگا رہتا ہے مگر اُس کے بعد ذکر شروع کرنے سے پہلے طبیعت پر بہت بار معلوم ہوتا ہے بہت سخت کام معلوم ہوتا ہے کام اتنا اہم معلوم ہوتا ہے کہ کیسے پورا ہوگا۔ جی گھبرا اُٹھتا ہے اور یکسوئی باقی نہیں رہتی ہے اور بعض اوقات یہ کیفیت ایک یا دو تسبیح پڑھ چکنے کے بعد ہوتی ہے۔ اور اس کیفیت کا نتیجہ بعد میں مایوسی اور رَنج ہوتا ہے۔ یہ بار طبیعت پر بہت زیادہ بعض دفعہ ہوتا ہے۔

تحقیق: بار ایک مشقت ہے مشقت میں اگر جی نہ لگے خود مشقت بھی نفع میں

جی لگنے سے کم نہیں جس طرح سے بھی ہو حتی الامکان پورا کرلیا کیجئے شدہ شدہ سب دشواری مبدل بآسانی ہو جائے گی۔ (ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۴۸)

سوال: بعض اوقات حالت ذکر میں یا بعد ختم یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ٹھہر کر اور کھینچ کر اور جس لب ولہجہ کے ساتھ کلمات کو ادا کرنا چاہئے وہ کچھ قاعدہ کے ساتھ نہیں بنا گو اس میں شروع سے ختم ذکر تک ڈیڑھ سے دو گھنٹہ تک وقت صرف ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محنت اور کام دونوں ضائع ہوئے اور رنج ہوتا ہے۔

جواب: یہ قواعد ہی مقصود نہیں طریق محض کو مقصود سمجھنا خود غلطی ہے۔

(ضمیمہ تربیت السالک، حصہ چہارم، قلمی صفحہ ۴۹)

رفع الضِیق

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہِ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ)

حال: اکثر خیال دل میں رہا کرتا ہے کہ مجھ سے تمام دنیا والے اچھے ہیں حتیٰ کہ ہندوؤں کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ ہزار درجہ یہ مجھ سے اچھے ہیں کچھ کام تو دنیا کا صحیح کر لیتے ہیں اور میں تو کسی کام کا نہیں رہا۔ یہ خیال بعض مرتبہ ہو جاتا ہے کہ خودکشی کرلوں مگر حُرمت کا خیال آجاتا ہے۔ کہاں تک عرض کروں نظر توجہ فرمائیں ورنہ خوف میرے خراب ہو جانے کا ہے۔

گو بُرا ہوں یا بھلا جیسا ہوں میں سگ ترے دَر کا ہی کہلاتا ہوں میں

تحقیق: یہ حالت ازبس رفیع ہے یہ کمال شکستگی ہے جس کے ثمرات ازبس رفیع ہیں جن کی طرف حدیث من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ۔ میں اشارہ واقع ہے عارفین نے تصریح فرمائی ہے کہ مؤمن مؤمن نباشد تا آنکہ خودرا از کافر فرنگ بدتر نہ پندارد" یعنی حالاً نہ کہ اعتقاداً ایسا شخص ان شاء اللہ تعالیٰ گمراہ نہیں ہوتا۔ اصل ضلالت کی عجب ہے۔ مگر اس حالت کی طرف چنداں التفات نہ کیجئے کام میں لگے رہئے کہ التفات

مضر ہے کہ اس سے کبھی یاس اور کبھی کبر تواضع کا پیدا ہو جاتا ہے۔ و ھذا اشدُّ من الکبر المحض ۔(تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث، صفحہ ۱)

حال: ایک تکبر کا اثر یہ بھی ہے کہ میں اپنے عیوب کسی پر ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا۔ ہاں جو اپنے مربی ہیں اُن سے تو خود کہہ دوں مگر اوروں کے سامنے ظاہر کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

تحقیق: یہ کیفیت تو موافق سنت کے ہے اور یہ "ریاء" نہیں ہے۔ ہاں کمالات کے اظہار کا اہتمام یہ "ریاء" ہے اور اگر وہ کمالات غیر واقعی ہوں تو خداع و تلبیس ہے۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم جلد ثالث، صفحہ ۷، ۸)

حال: ابھی تک قلب میں فرحت پیدا نہیں۔

تحقیق: رحمت تو پیدا ہو گئی جو رہبری کر رہی ہے۔ فرحت خود اس کی لونڈی ہے اپنی باری میں وہ بھی حاضر ہو جائے گی۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۱۰)

حال: مگر پھر بھی جو بات دنیا کی اپنے متعلق ہوتی ہے اُس کا بہت فکر اور دھیان لگا رہتا ہے یا کوئی کام اپنے ذمہ ہوتا ہے اُس کا بھی دھیان لگا رہتا ہے۔

تحقیق: یہ طبعی بات ہے اس کا کچھ ڈر نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر بھی خود بخود کم ہو جائے گا، جوں جوں ذکر کو غلبہ ہوگا۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۱۰)

حال: ایک دن ذکر کرتے ہوئے دفعۃً قلب مثل آئینہ کے مکشوف ہوا جس پر رقیق اور لطیف نیلگوں حجاب معلوم ہوا اُس وقت قلب میں ایک ٹھنڈک بھی محسوس ہو رہی تھی کچھ دیر تک قلب مثل آئینہ معلوم ہوتا رہا۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ شاید تخیل محض ہو مگر اس حالت کے زوال کے بعد غایت تصور سے بھی یہ بات نہ پیدا ہوئی اور نہ وہ برودت محسوس ہوئی۔

تحقیق: لاریب تو وہ نور تھا جو مرکب تھا تین نوروں سے خود نور قلب جس پر نور روح مستولی ہو کر ساتر ہو گیا، نور قلب کا کہ احمر ہے دوسرا نور روح کہ ابیض ہے، اُس پر خفیف استیلاء نور خفی کا کہ نیلگوں ہے اور اس مجموعہ کا مقام قلب پر نظر آنا یہ موافق ہے مذاق حضرت

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ صرف لطیفہ قلب کو قابل توجہ اور سب لطائف کا متبوع فرماتے تھے اور نیز اوفق للحدیث ہے۔ الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الحدیث اور یہ سب محمود ہے اور تسلی و فرحت بخش سالک اور اس معنی کر یہ لطف و رحمت ہے کہ تسلی کا رحمت ہونا ظاہر ہے لیکن مقصود نہیں جیسا اور نعم حسیہ جو موجب ہیں طمانیت خاطر کی کہ وہ بھی نعمت قابل شکر ہیں اور ہر درجہ توجہ الی النعم کا غیر مرضی و حجاب نہیں بلکہ جب کہ وہ مرآۃ نہ بنے توجہ الی المنعم کا باقی جو سرسری توجہ سرسری قصد سے ہو اور توجہ الی المنعم پر غالب نہ ہو قابل دفع نہیں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۱۸)

حال: پھر اس تصور کو لاطائل سمجھ کر چھوڑ دیا اور استغفار کیا کہ خواہ مخواہ ایک کیفیت کے لئے میں نے اتنی دیر تصور صرف کیا۔

تحقیق: قصداً تو واقعی اُدھر توجہ نہ کرنا چاہئے لیکن اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اُس کے دفع کا اہتمام شدید کیا جائے۔ غرض کہ نہ استحضار اُس کا کیا جائے نہ استنکار کیا جائے کہ دونوں میں التفات الی غیر المقصود ہے۔ ایک میں اثباتاً ایک میں نفیاً اور یہی التفات الی الغیر حجاب ہے وہذا امر دقیق + بالفہم حقیق۔ وللہ الحمد۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۱۸، ۱۹)

حال: نماز میں مَیں یہ چاہتا ہوں کہ رقت ہی رقت رہے اس کی کیا صورت ہے؟

تحقیق: غیر اختیاری اُمور کا کبھی قصد نہ کریں، انجام پریشانی ہے جو ہو جائے اللہ تعالیٰ کا شکر کریں اور اصلی کام میں لگیں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۲۲)

حال: بعد عشاء اسم ذات شریف یعنی (اللہ اللہ) جو میں پڑھتا ہوں اُس میں اوّل تو رقت معلوم ہوتی تھی مگر اب وہ بات مفقود ہے علاج فرمایا جائے۔

تحقیق: یہ مرض نہیں اَمر لازمی ہے سب کو یہی ہوتا ہے اور سب محمود ہے اصلی کام میں لگے رہئے ان اُمور کی فکر نہ کیجئے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۲۲)

حال: دوسرے ضرب خفی لگاتا ہوں مگر آواز سینہ سے نہیں بعض اوقات موٹی

، بے ساختہ خود بخود سینہ سے نکل جاتی ہے۔

تحقیق: جو کیفیت بے ساختہ ہو جائے اُس میں تغیر کا قصد نہ کیجئے بلکہ اُس کا اتباع کیجئے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۲۲)

حال: مراقبہ میں ایک خاص رقت طاری ہوتی ہے مگر حضور معلوم نہیں یہ کیا بات ہے کہ کوئی دن ایسا بھی ہوتا ہے کہ رقت قلبی نہیں ہوتی۔

تحقیق: احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے اور اگر دائم ہوں تو اُن میں لذت نہ رہے اور اکثر اُس کے مصالح اس لذت پر مبنی ہیں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۲۶)

حال: جس روز سے حضور کے قدوم میمنت لزوم سے جس کو آج بارہ دن کا عرصہ ہوا رخصت ہو کر آیا ہے سخت ابتر حالت ہے ذکر کرنے کے وقت زبان ایسی ثقیل ہو جاتی ہے جیسے قفل لگا دیا گیا، جسم ایسا بھاری ہو جاتا ہے کہ جس کے وزن کا اندازہ نہیں ہوسکتا ہے۔ ذہن ایسا گند اور بے حس ہو جاتا ہے جس کا اظہار نہیں کرسکتا ہوں، غلبہ نیند کا بلاضرورت ایسا ہوتا ہے کہ چند مرتبہ گر کر چوٹ بھی لگی، سخت پریشان ہوں، علاوہ ان سب اُمور کے سخت افسوس ناک یہ اَمر ہوا کہ جو ایک قسم کی کشش یا نسبت باطنی تھی وہ بالکل مفقود ہوگئی، دل تڑپتا ہے آنسو جاری ہیں، آہ و بکا کے سوا کوئی تسلی بخش نہیں للہ رحم فرمایئے کوئی تدبیر تسلی بخش یا کشش باطنی سے اس ورطۂ ناپیدا کنار سے بساحل تسلی پہنچا دیجئے گا ورنہ اس نابکار نا ہنجار بد کردار بد شعار کو جان تلف کرنے کے لئے فتویٰ کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔

تحقیق: مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ بسط سے بھی زیادہ ہے گو عین قبض کے وقت وہ منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اُس حصول کا علم۔ چنانچہ جو حالات اس وقت آپ پر طاری ہیں یہ غایت انکسار و عبدیت کے آثار ہیں جن پر دولت قرب کے ترتب کی قوی اُمید ہے

جیسا اکابر کا الہام ہے انا عند المنکسرة قلوبهم قال العارف الرومی ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہرگز پریشان نہ ہوں ذکر جس قدر ہو سکے کر لیجئے اگر چہ کسی قدر تکلف ہی کرنا پڑے اور اگر چہ اُس میں دلچسپی بھی نہ ہو اور جس میں زیادہ کلفت ہو اُس کو تخفیف کر دیجئے اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک بار یا دو بار اِطلاع دیتے رہیے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ رفع ہو جائے گی سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی یہ سب رستہ ہی کی گھاٹیاں ہیں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۲۶،۲۸)

حال: حضرت ﴿ کاتب خط ہذا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم کے مرید ہیں اور اَب ذکر شغل وغیرہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی زید فیوضہم کے مشورہ سے کرتے ہیں۔ ۱۲﴾ مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ تعلیم فرمایا اُس کو عرض کرتا ہوں اور اُس سے جو حالتیں پیدا ہوئیں اُنہیں بھی عرض کرتا ہوں اور اب جو حالت موجود ہے اُسے بھی عرض کرتا ہوں، آٹھ مہینہ سے دکان پر بہت کم بیٹھنا ہوتا ہے، صرف صبح کو دو تین گھنٹہ کے لئے جاتا ہوں۔ دن بھر سوداگر کی مسجد کے ایک حجرہ میں تنہا پڑا رہتا ہوں، تنگی معاش بھی گوارا کی مگر روز بروز ذوقی حالت میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ سخت پریشان ہوں۔

تحقیق: ذوقی حالت کے ابقاء یا زیادت کی فکر کرنا ہی پریشانی کی بنیاد ہے کیونکہ وہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے ساتھ قصد کا تعلق ممتنع اور ممتنع کی فکر یقیناً پریشانی۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۲۸)

حال: عرصہ دو سال کا ہوا جب حضور میں حاضر ہوا تھا یہ عرض کیا تھا کہ بجائے اللہ اللہ کے انا اللہ کہنے کو بالاضطرار جی چاہتا ہے۔ حضور کی توجہ سے یہ حالت اُسی وقت مٹ گئی اور اپنے کام میں مشغول رہا، اب ایک جدید حالت پیدا ہوئی وہ یہ کہ قلب میں اللہ تعالیٰ کے تصور سے کبھی مثل آفتاب کے اور کبھی مثل چاند کے معلوم ہوتا تھا اور تمام

جسم میں مثل تاروں کے پھر یہ سب مٹ کر تمام جسم میں ایک روشنی سی پھیل گئی۔

تحقیق: ان آثار کی یہی کیفیت ہے ۔

روزہا گر رفت گورو باک نیست   تو بمان اے آنکہ چون تو پاک نیست

(تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۳۸، ۳۹)

حال: اس وقت کوئی خاص اَمر قابل گذارش نہیں جو کچھ کم ترین کو پڑھنے کے واسطے ارشاد ہوا ہے وہ برابر روزانہ بلا ناغہ بفضلہٖ تعالیٰ پڑھے جاتا ہوں مگر اس وقت تک یکسوئی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے بعض وقت پریشانی ہوتی ہے یہ اپنی بدقسمتی ہے۔

تحقیق: یکسوئی پر نظر نہ کیجئے کہ غیر اختیاری ہے۔ غیر اختیاری کے در پے ہونا تحمل مالا یطاق کا قصد ہے جو ہر طرح ممنوع ہے عمل کئے جایئے کہ اختیاری ہے اور اَصل مقصود میں اسی کو دخل بھی ہے نہ کہ اُمور غیر اختیاریہ کو۔ بالکل مطمئن ہو کر کام میں لگے رہیئے البتہ حالات سے اطلاع دیتے رہیئے، میں دُعا کرتا ہوں۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۸۱)

حال: احقر باقرار لسانی وتصدیق جنانی تمام عقائد اسلامیہ کا پختہ طور سے معتقد ہے باوجود اس کے بعض وقت دل میں ایسے خطرات گذرتے ہیں گویا بعض احوال بعد الموت کے متعلق دل میں کچھ شک سا ہو رہا ہے۔ خدا جانے یہ کیا بلا ہے جس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو سراسر کفر ہے مبادا کہ کہیں اِسی شک ہی شک میں خاتمہ ہو جائے اور پھر عذاب جاودانی میں مبتلا ہو جاؤں اور فرشتے کہنے لگیں علی الشک کنت و علیہ مت و علیہ تبعث ۔ معاذ اللہ منہا ایسے خطرات کے دفع کی کوئی تدبیر ہو تو بہتر ہو۔

تحقیق: اگر اس پر خاتمہ بھی ہو گیا تب بھی کچھ حرج نہیں بےفکر رہنا چاہئے، یہ شک نہیں شک اور پختہ طور سے معتقد ہونا باہم کیسے جمع ہو سکتے ہیں یہ وساوس ہیں جو بروئے حدیث صریح علامت ایمان کی ہے بلکہ ایسی حالت میں مرنا بوجہ مشقت علی النفس کے شہادت ہے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۸۲)

حال: اب تک حالت بدستور ہے کوئی تغیر نہیں۔

تحقیق: عدم تغیر بھی حالت محمودہ مطلوبہ ہے۔

(تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۸۸)

حال: عرصہ دو ماہ سے بیمار ہوں۔ دل بے حد پریشان رہتا ہے، معمولات کے ترک ہونے سے بحد صدمہ ہے۔

تحقیق: معمولات کے ناغہ ہونے سے پریشان نہ ہوں خود مرض کا ثواب بھی معمولات سے کم نہیں۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۸۸)

حال: میرے جی میں ایک شبہ ہے وہ یہ کہ میری عملی حالت خراب ہے جو لوگ اپنے نیک اعتقاد و اعتماد کے ساتھ مجھ سے وابستہ ہوتے ہیں اگر اُن کو میری صحبت سے بُرا اثر ہوا تو گویا وہ دھوکا میری طرف سے ہوگا یہ خیال بعض وقت ایسا آتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ تعلیم و تلقین کا کام تو ترک کر دوں البتہ وقائع و حوادث کے متعلق جو مسائل پوچھے جائیں اگر جواب یاد ہو تو دے دوں ورنہ بس خاموش ہو جاؤں، پھر جی میں آتا ہے کہ آپ مجھ سے مصالح کے زیادہ سمجھنے والے ہیں، آپ نے جو مجھ کو اجازت عطاء فرمائی ہے خبر نہیں اُس کی مصلحت میری عقل سے بہت بالا ہو جو اس وقت میری سمجھ میں نہیں آتی، غرض میں اس کام کو خداوند تعالیٰ کے بھروسے اپنی طرف سے نیک اُمید پر کرتا ہوں اور اس اَمر میں بلا دلیل آپ کی تقلید کرتا ہوں، آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے اس کام کو مفید آخرت بنا دیں اور اس اَمر میں ہر قسم کی غوایت اور ضلالت اور ہر قسم کے فتن سے مجھ کو محفوظ رکھیں۔ غرض عرض یہ ہے کہ اس شبہ کی بابت جو میں نے اُوپر لکھا ہے اگر سہل طور پر تسکین فرما دیں تو عنایت ہے۔

تحقیق: اس شبہ کا جواب جو کہ اکابر طریق کے نزدیک اجماعی عملی ہے ظاہر ہے کہ یہی شبہ سب کو ہے کیونکہ کوئی اپنی حالت کو اچھی نہیں سمجھتا پھر بھی یہ خدمت سب کر رہے ہیں تو اُس کی بناء اجماعاً مسلّم ہے وہ یہ کہ دوسرے شخص پر ملقن کی ہر خرابی کا اثر نہیں ہوتا، بلکہ ایک تو اُس کا جو بیّن طور پر غیر مشروع ہو اور بکثرت ہو یا قلت سے ہو اور ندامت و تدارک نہ ہو یا کوئی عقیدہ نیت میں خلل ہو مثل تلبیس و حُبّ مال و جاہ وغیرہا۔ ورنہ حُسنِ ظن کا اثر غالب و مدار نفع رہتا ہے۔ (تربیت السالک، حصہ چہارم، جلد ثالث صفحہ ۹۱)

حال:

ما بریں در نہ پے حشمت و جاہ آمدہ ایم　　از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم

حضرت شیخنا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب بارک اللہ فی حیاتکم و فی حسن نیاتکم احقر غلامان و کہتر خادمان ہیچکارہ۔ السلام علیکم عرض کرتا ہے خوشنودی مزاج عالی درگاہ رب العزت سے مطلوب ہے۔ احقر اپنی اسی حالت پر پریشان ہے۔ اوّل اوّل جبکہ میں خدمت عالی سے مرخص ہوکر آیا تو حالات وواردات کا اس کا دور دورہ تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اگر بڑھاپا بھی آیا اور کمزوری بھی ہوئی تو دل کی تازگی ان شاء اللہ ویسی ہی رہے گی لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اُس حالت میں تبدیلی شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ ذکر کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا اور نہ ہوسکتا ہے کیونکہ طبیعت کا نشاط جاتا رہا جس کے وجوہات مختلفہ پیش آئیں۔ کچھ تو اکثر اوقات تبخیر دماغ سے پریشان رہتا ہے اور طبیعت کا کمزور ہوجانا دماغ کا بیکار ہوجانا دوسرے معصیت اور غفلت سے طرح طرح کے خیالات لاطائل دامانی باطلہ کا دل پر ہجوم رہنا اب تو یہ حالت ہے کہ۔

نے ز جان یک چشمہ جوشاں می شود　　نے بدن از سبز پوشاں می شود
نے صدائے بانگ مشتاقی ورد　　نے صفائے جرعہ ساقی درد

بڑھاپے کی آمد آمد میں رفتہ رفتہ سب قوی کمزور ہو رہے ہیں، کچھ پہلے سے فطرتاً میں بہت کمزور اور ضعیف القلب واقع ہوا ہوں اُدھر مجاہدات نفس میں قوت کی ضرورت۔ کما قال رحمہ اللہ۔

گر بمردن یارد روست آمدے　　پس رہِ حق سخت آسان نر بدے
ہست اینجا ہر نفس مرگ دگر　　کز مر ارش موت دارد صد خطر

دل اس قسم کا متاثر ہوگیا ہے کہ یکا یک خواہشات کے ہجوم سے سرشار ہوکر بالکل اُسی رنگ میں رنگیں ہوجاتا ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ جب ابھی سے یہ حال ہے آگے جاکر تو اور کمزوری بڑھے گی نہ معلوم اُس وقت کیا حال ہوگا۔ اللھم احفظنا من الفتن ما ظھر منھا و ما بطن اللھم انی ضعیف فقونی رضاک ضعفی و خذالی الخیر بنا صیتی واجعل الاسلام منتھی رضائی۔

اے کریم واے رحیم سرمدی — درگزار از بدسگان ایں بدی
اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن د رجریم
مازآزو حرص خود راسوختیم — ویں دعارا ہم زتو آموختیم
حرمت آن کہ دُعا آموختی — درچنیں ظلمت چراغ افروختی
دست گیر و رہنما توفیق دہ — جرم بخش عفو کن بکشا گرہ
دست گیر از دست ما مارا بخر — پردہ را بردار پردہ ما مدر
باز خرما را ازیں نفس پلید — کاردش تا استخوانِ مارسید
ایں چنیں بندگراں را اے ودود — کہ تو اندجز کہ فضل تو کشود
این دعا ہم بخشش و تعلیم تست — ورنہ در گلخن گلستان از چہ رست

آپ سے بھی دُعا کی درخواست کرتا ہوں اس لئے کہ ؎

اگر نداری تو دم خوش در دُعا — رو دعا می خواہ زاخوان صفا

اپنی حالت تو خراب ہے مصداق اشعار زیریں ؎

سال بیگہ گشت وقت کشت نے — جزسیہ روئی وفعل زشت نے
کرم در بیخ درخت تن فتاد — بایدش برکند برآتش نہاد
برسر راہ زادکم مرکوب ست — غم قوی و دل تنگ تن نادرست
عمر ضائع سعی باطل راہ دور — نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
موئے برسر ہمچو برف از بیم برگ — جملہ اعضاء لرز لرزان ہمچو برگ
روز بیگہ لاشہ لنگ و راہ دراز — کارگہ ویران عمل رفتہ زساز
بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ — قوت برکندن آں کم شدہ
خار بن در قوت و برخاستن — خارکن درستی و در کاستن

اُصول الوصول

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

اُصول الوصول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی علم اولیاء ہ طرق الوصول الیہ، واخرجھم من الظلمات الی النور ثم قربھم لدیہ + والصلوۃ علی سید المصلحین والسلام علیہ و علٰی الہٖ واصحابہٖ و اولیاء امتہ الذین ھم نجوم الاھتداء الیہ.

امابعد! یہ ایک رسالہ ہے اُصول تصوف میں اس رسالہ میں طرق وصول الی اللہ تعالیٰ مذکور ہیں اوراس کا نام اصول الوصول ہے یہ رسالہ حسب الحکم سیدی و سندی ماوائی وملجائی مرشدی اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد وقت امام ربانی قطب العالم مولانا حافظ حاجی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب سراج الملۃ والدین تھانوی مد اللہ ظلال فیوضہ علینا لکھا گیا اور یہ اُصول اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کی تصانیف سے منتخب کر کے لکھے گئے ہیں جو درحقیقت فیوض اشرفیہ ومطب اشرفی کے بے بہا نسخے رسالہ کی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں اور اس رسالہ میں ایک مقدمہ ہے اور چند اَبواب اورایک خاتمہ ہے۔مقدمہ میں تین اُمور مذکور ہیں:

(۱) تعریف سلوک (۲) موضوع سلوک (۳) غایۃ سلوک۔

مقدمہ

اَخلاقِ باطنہ کی اصلاح مع پابندی اعمال ظاہرہ سلوک کہلاتا ہے (ص۲ عرفان حافظ) اَخلاق باطنہ بحیثیت صحت وفساد موضوع سلوک ہے (ہٰذا من ذوقی) اخلاق حمیدہ سے نفس کا سنوارنا غایۃ سلوک ہے۔(ہٰذا من ذوقی)

پہلا باب ضرورت شیخ وعلامات شیخ میں

عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال مقصود بدون استاذ کے حاصل نہیں ہوتا ہے جب اس راہ میں آنے کی توفیق ہو اُستاذ طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہئے جس کے فیض تعلیم و برکت صحبت سے مقصود تک پہنچے چونکہ بدون علامت تلاش ممکن نہیں اس لئے اس مقام پر شیخ کامل کے شرائط وعلامات مرقوم ہوتے ہیں۔

اوّل: علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے تا فساد عقائد و اعمال سے محفوظ رہے اور طالبین کو بھی محفوظ رکھ سکے ورنہ مصداق اورخویشتن گم است کرا رہبری کند کا ہوگا۔ (تعلیم الدین ص۲۷ باب بیعت)

دوم: متقی ہو یعنی ارتکاب کبائر واصرار علی الصغائر سے بچتا ہو۔ (تعلیم الدین ص ۲۷ باب بیعت)..... سوم: تارک دنیا راغب آخرت ہو ظاہری و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو ورنہ طالب کے قلب پر بُرا اَثر پڑے گا (تعلیم الدین ص۲۷، باب بیعت)

چہارم: مریدوں کا خیال رکھے کوئی اَمر اُن سے خلاف شریعت وطریقت ہو جاوے تو اُن کو متنبہ کرے...... پنجم یہ کہ بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہو اُن سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔ (تعلیم الدین ص۲۷، باب بیعت)

ششم: خواص یعنی علماء وفقراء کے نزدیک اُس کی قبولیت زیادہ ہو بہ نسبت عوام کے۔ (فروع الایمان انتظامی ص۱۶) ہفتم: اُس کی صحبت میں بھی اَثر ہو کہ توجہ الی اللہ تعالیٰ میں زیادتی اور خیالات دنیوی میں کمی معلوم ہوتی ہو۔ (فروع الایمان، ص۱۶)

ہشتم: اُس کا کلام بزرگان پیشیں کے کلام کے مشابہ ہو۔ (فروع الایمان ص۱۶)

نہم: کسی کامل کی جانب سے ماذون و اجازت یافتہ ہو دہم یہ کہ اُس کے مریدین میں سے اکثروں کی حالت درست ہو (سمعتہ من مرشدی) اس مقام پر قابل تنبیہ دو اَمر ہیں ایک یہ کہ شیخ کامل میں کشف و کرامت وخوارق کا ظاہر ہونا اور تارک کسب ہونا ضروری نہیں بلکہ دنیا کا حریص وطامع نہ ہو۔ (تعلیم الدین ص۲۷، باب بیعت)

ونعم ما قال الحافظؒ ـ
شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد
دوسرے یہ کہ تعلیم وتعلم باطن کے لئے بیعت شرط نہیں ہے نفس مسنونیت بیعت شئی آخر ہے کتنے بندگان خدا بدون بیعت کے محض اتباع معلم واطلاع حالات سے منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں، تجربے ومشاہدے شاہد ہیں وخلافہ خلاف
(سمعتہ من مرشدی مدظلہ العالی مرارا)

دوسرا باب لوازم مشیخت میں

(۱) طریق تربیت سالکین کا ہر ایک کی استعداد کے موافق جدا جدا ہونا چاہئے۔ (عرفان حافظ ص ۵۶)
(۲) شیوخ کو اشاعۃ طریق وافادہ خلق کی حرص ہونا چاہئے یہ نہیں کہ اگر چند مقامات پر فیض پہنچ گیا تو اُس پر قناعت کریں بلکہ دوسرے مقامات پر توجہ کرنا چاہئے کہ اُن کو بھی ان کے افادات سے بہرہ ہو کہ یہ حضرات ورثہ ہیں انبیاء علیہم السلام کے اور انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت ہے۔ (عرفان حافظ ص ۱۱۸)
(۳) شیوخ کو طالبین کے ساتھ بہت عنف اور بے دماغی نہ چاہئے کہ طالبین کی طلب اور استرشاد سے بھی مرشدین کے کمال میں ترقی ہوتی ہے۔ (عرفان حافظ، ص ۸۳)
(۴) شیوخ کو چاہئے کہ بہ نسبت تعلیم کے تہذیب اخلاق کا زیادہ خیال رکھیں اس زمانہ میں اکثر مشائخ کے یہاں معاملہ برعکس ہے۔
(ہذا من فیوض مرشدی سمعتہ مرارا)
(۵) جب تک کہ طالب سے مناسبت تامہ نہ ہو جاوے ہرگز بیعت نہ کرے راہِ خدا میں تحزب وگروہ بندی خلاف ہے۔ (سمعتہ من مرشدی مرارا)
(۶) مشائخ کو چاہئے کہ بیعت کو موقوف علیہ تربیت وتعلیم وفیضان الٰہی کا نہ سمجھیں بہت سے بندگانِ خدا محض اتباع معلم واطلاع حالات سے بدون بیعت کے

مقصودِ اعظم کو پہنچ گئے ہیں، تجربے و مشاہدے شاہد ہیں۔ من شاء فلیجر ویشا ھد

(ہٰذا من فیوض مرشدی حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم)

تیسرا باب حقوق پیر میں

(۱) پیر کے پاس مسواک کر کے صاف کپڑے پہن کر جاوے۔

(۲) ادب کے ساتھ پیش آوے۔ (۳) نگاہِ حُرمت و تعظیم سے اُس پر نظر کرے۔

(۴) جو بتلائے اُس کو خوب توجہ سے سُنے۔ (۵) اُس کو خوب یاد رکھے۔

(۶) جو بات سمجھ میں نہ آوے اپنا قصور سمجھے۔ (۷) اُس کے روبرو کسی اور کا قول مخالف ذکر نہ کرے۔ (۸) اگر کوئی پیر کو بُرا کہے حتی الوسع اُس کا دفعیہ کرے ورنہ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہو۔ (۹) جب حلقہ کے قریب پہنچے سب حاضرین کو سلام کرے پھر پیر کو بالخصوص سلام کرے لیکن اگر وہ تقریر وغیرہ میں مشغول ہوں تو اُس وقت سلام نہ کرے۔ (۱۰) پیر کے روبرو بہت نہ ہنسے نہ بہت باتیں کرے اِدھر اُدھر نہ دیکھے نہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو بالکل پیر کی طرف متوجہ رہے۔

(۱۱) حالت بُعد و غیبت میں اُس کے حقوق کا خیال رکھے۔ (۱۲) گاہ گاہ تحفہ تحائف خط و کتابت سے پیر کا دل خوش کرتا رہے۔ (۱۳) یہ اعتقاد کر لے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا اور اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیض و برکات سے محروم رہے گا۔ (۱۴) ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اُس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے مرشد جو کہے اُس کو فوراً بجا لائے اور بغیر اجازت اُس کے فعل کی اقتداء نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اُس کو کرنا زہر قاتل ہے (۱۵) جو درود وظیفہ مرشد تعلیم کرے اُسی کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اُس نے اپنی طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

(۱۶) مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اُسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے یہاں تک کہ سوائے فرض وسنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ بغیر اُس کی اجازت کے نہ پڑھے۔

(۱۷) حتی الامکان ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اُس کے کپڑے پر پڑے۔ (۱۸) اُس کے مصلّے پر پیر نہ رکھے۔ (۱۹) اُس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لاوے۔

(۲۰) اُس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پئے اور نہ وضو کرے ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔ (۲۱) اُس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔ (۲۲) جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اُس طرف پیر نہ پھیلاوے اگرچہ سامنے نہ ہو (۲۳) اور اُس طرف تھوکے بھی نہیں۔

(۲۴) جو کچھ مرشد کہے یا کرے اُس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے یا کہتا ہے الہام سے کرتا اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

(۲۵) اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

(۲۶) اگر کوئی شبہ دل میں گذرے فوراً عرض کرے اور اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اُس کے جواب کے لائق نہ تھا۔ (۲۷) خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے اور اگر اُس کی تعبیر ذہن میں آوے تو اُسے بھی عرض کردے۔

(۲۸) بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔ (۲۹) مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور باآواز بلند اُس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔ (۳۰) اور مرشد کے کلام کو دوسروں سے اُس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے تو اُسے بیان نہ کرے۔ (۳۱) اور مرشد کے کلام کو رَد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی

جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد کرے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔ (۳۲) اور کسی دوسرے کا سلام و پیام شیخ سے نہ کہے۔ (۳۳) جو کچھ اس کا حال ہو بھلا یا بُرا اُسی مرشد سے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب قلبی ہے اطلاع کے بعد اُس کی اصلاح کرے گا مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔ (۳۴) اُس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا ضرور ہو اُس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

(۳۵) جو کچھ فیض باطن اسے پہنچے اُسے مرشد کا طفیل سمجھے اگر چہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تب بھی یہ جانے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ اُس بزرگ کی صورت پر ظاہر ہوا ہے کذا فی ارشاد رحمانی قال العارف الرومی۔

چوں گزیدی پیر ہیں تسلیم شو — ہمچو موسیٰ زیر حکمِ خضر رو
صبر کن در کار خضر اے بے نفاق — تانگوید خضر رو ہٰذا فراق
گر ہوائے ایں سفر داری دلا — دامنِ رہبر بگیرو پس بیا
در ارادت باش صادق اے فرید — تابیابی گنج عرفاں را کلید
دامن رہبر بگیر اے راہ جو — ہرچہ داری کن نثار راہ او
گر روی صد سال در راہِ طلب — راہبر نہ بود چہ حاصل زاں تعب
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق — عمر بگذشت ونشد آگاہِ عشق
پیر خود راحاکم مطلق شناس — تابراہ فقر گردی حق شناس
ہرچہ فرماید مطیعِ امر باش — طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش
انچہ می گوید سخن تو گوش باش — تانگوید او بگو خاموش باش

تنبیہ: مگر یہ سب آداب مذکورہ شیخ کامل کے ہیں جس کی علامات باب ضرورت شیخ وعلامات شیخ میں مذکور ہو چکیں۔

چوتھا باب ضوابط سالک میں

طالب صادق و سالک طریق کے لئے اُمور مندرجہ ذیل مجملہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور انہیں اُمور مجملہ کی تفصیلات باقی اَبواب میں ہیں، محض طالب کی آسانی کے خیال سے مختصراً چند ضوابط نہایت ہی کارآمد لکھے جاتے ہیں:

(۱) اتباع سنت ظاہراً و باطناً کیونکہ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(سمعتہ من مرشدی دامت برکاتہم)

(۲) اتباع شیخ حتی کہ اگر مرشد مسترشد کو کوئی اَیسا اَمر بتلا دیں جو شرعاً تو جائز تھا لیکن بظاہر طریقت کے خلاف ہونے سے منکر معلوم ہوتا ہے تو سالک کو چاہئے کہ اُس کو مُضر سلوک نہ سمجھے بلکہ اس پر عمل کرلے کہ وہ واقع میں مضر نہ ہوگا بلکہ مفید ہوگا کیونکہ شیخ کو اُس کے نشیب و فراز کا تجربہ ہے۔ (عرفان حافظ ص ۳)

(۳) اپنے شیخ کو سب سے افضل جاننا چاہئے یعنی یوں اعتقاد کرے اور یقین کے ساتھ سمجھے کہ زندہ بزرگوں میں میری تلاش و جستجو سے اس سے زیادہ مجھ کو نفع پہنچانے والا ملنے کی اُمید نہیں اور وجہ اعتقاد مذکور کی ضروری ہونے کی یہ ہے کہ بدون اس کے سمجھے ہوئے قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت ڈانواں ڈول رہتا ہے کہ شاید اور کسی جگہ سے زیادہ نفع پہنچے اور بدون یکسوئی کے کوئی اَیسا کام نہیں بن سکتا جس میں پوری توجہ کی ضرورت ہو جیسا ذکر و شغل کا حال ہے۔ (التکشف جلد سوم مسائل المثنوی ص ۲۵)

(۴) مرید کو پیر سے قبل از تکمیل بلاضرورت شدیدہ علیحدگی نہ چاہئے بلکہ اُس کی صحبت و خدمت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ (۵) سالک کو چاہئے کہ کسی خاص حالت باطنی پر قناعت نہ کرے بلکہ ہر دم طالب مزید ہو عمل و سعی سے بھی توجہ اور اِرادہ سے بھی اور دُعا اور التجاء سے بھی مولانا نے بھی اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے ؎

اے برادر بے نہایت در گہیست　　ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

(۶) سالک کو استعجال اور جلدی ثمرہ حاصل ہو جانے کا تقاضا مضر ہے کیونکہ ایسا شخص اپنے رہبر پر قناعت وطمانیت نہیں رکھتا بلکہ اہل کی تخصیص بھی نہیں رکھتا ہر کس وناکس سے چارہ جوئی کرتا ہے اور سب کو اُس کا مخفی حال معلوم ہوتا ہے اور مخفی حال کا اظہار بجز مرشد کے کسی سے مذموم ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہرجائی ہونے کی وجہ سے پوری توجہ وشفقت اس شخص پر کسی کو بھی نہیں ہوتی اور شیخ کی عنایت ولُطف بھی جاتا رہتا ہے اور مزید برآں یہ کہ جس چیز کو جلدی چاہتا ہے اُس کا حصول خارج از اختیار ہوتا ہے۔ اس سے پریشانی اور بڑھتی ہے۔ (عرفان ص ۴)

(۷) سالک کو چاہئے کہ طریق سلوک میں اپنے لئے کسی خاص حالت کو جو اُس کے مذاق کے موافق اور اُس میں اپنی منفعت بالذات سمجھتا ہو مثل شوق یا اُنس یا وجد یا اور کوئی تجلی خاص ہرگز تجویز نہ کرے اور اسماء متقابلہ کی تجلیات سے جو اس کی حالت میں تلوین ہو کہ بعض اُس میں سے اُس کی مراد اور مذاق کے خلاف بھی ہے اُس سے دل تنگ نہ ہو کیونکہ مقصود اس سب سے اس کی تربیت ہوتی ہے اور تربیت کا طریق خود مربی زیادہ جانتا ہے اس تجویز مراد کی لِم یہ ہے یعنی اصل سبب اس تجویز کا طلب عافیت اور راحت ہے جس میں نفس کا ایک کید خفی ہے کہ طلب حق میں بھی اپنے مرغوبات ومشتہیات کو نہیں چھوڑتا اور مشقت سے بھاگتا ہے اس لئے اس سالک کو چاہئے کہ سمجھ لے کہ عافیت کہ مقتضائے نفس ہے طریق حق میں مطلوب نہیں بلکہ باقتضائے حکم الٰہیہ حاصل بھی نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے اپنے کو اُن تجلیات وواردات کے تابع کر دینا چاہئے حتیٰ کہ جس حالت پر قرار دینا حسب استعداد طالب مرضی محبوب ہوگا اُس پر تمکین عطا فرماویں گے چونکہ۔

بر میخت بہ بند دبستہ باش　　چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(عرفان حافظ از صفحہ ۸ تا ۹)

(۸) سالک کو تعلقات بڑھانا نہ چاہئے نہ دوستی کے نہ دشمنی کے کہ دونوں وقت اور قلب کے مشغول کرنے والے ہیں پس نہ دوستوں سے اختلاط نہ دشمنوں سے مخالفت کا برتاؤ کرے کہ یہ بجائے خود ایک مستقل شغل ہو جاوے گا جو جان کو وبال لگ جاوے گا اور ذکر اللہ میں خلل انداز ہوگا بلکہ دوست مل جاویں تو اُن سے صرف جان بچانا ثابت نہ ہو ورنہ پھر وہ اُس کی تحقیق و تفتیش میں لگیں گے اور دشمن مل جاوے تو اُس سے ظاہری اخلاق برتے تاکہ اُس کا ہیجان نہ بڑھے ورنہ وہ اُس کی ایذاء کے درپے ہوگا اور یہ اپنی حفاظت میں لگے گا غرض ہر طرح وقت ضائع ہو جاوے گا، مولانا نے خوب فرمایا ہے۔

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک بد کایں دلم از صلحہا ہم می رسد

(عرفان حافظ ص ۱۴)

(۹) سالک کو راہ نیاز اختیار کرنا چاہئے کہ وصول کا موقوف علیہ ہے ناز و دعوے استحقاق اور عجب و خود بینی منجملہ مہلکات عظیمہ و رہزن طریق ہے۔ (عرفان حافظ ص ۲۱)

(۱۰) سالک کو چاہئے کہ حقوق کو باقی اور حظوظ کو فانی تعلیم کرے۔

(تعلیم الدین، ص ۷۳)

(۱۱) سالک کو چاہئے کہ اگر بسط ہو اُس میں بھی خوش رہے کہ اُس میں خاص حکمتیں ہیں اور اگر قبض ہو اُس میں بھی راضی رہے کہ وہ بھی حکمت سے خالی نہیں۔

(عرفان حافظ، ص ۱۷)

(۱۲) سالک کو اہل محبت کی صحبت اختیار کرنا چاہئے۔ (عرفان حافظ، ص ۲۱)

(۱۳) سالک کو ظہور صفات جلال کے وقت رجاء منقطع نہ کرنا چاہئے۔ (عرفان حافظ، ص ۱۰۷)

(۱۴) اذکار و اشغال میں جو انوار وغیرہ منکشف ہوتے ہیں اور اپنی دلکشی سے سالک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں وہ مانع وصول اِلی المقصود الحقیقی ہوتے ہیں، سالک کو اُن کی طرف اصلاً التفات نہ چاہئے حضرت حاجی امداد اللہ نور اللہ مرقدہٗ مرشد

مرشدی فرماتے ہیں کہ حُجب نورانیہ اشد ہیں حُجب ظلمانیہ سے۔ (عرفان حافظ،ص ۲۳)

(۱۵) معترض مدعی سے دلگیر نہ ہونا چاہئے بلکہ اُس کے اعتراض کو محمول عدم علم پر کرنا چاہئے راز اس تعلیم میں یہ ہے کہ اعتراض کی طرف ملتفت ہونا اور اُس کے جواب میں مشغول ہونا مانع طریق ہے۔ (عرفان حافظ،ص ۷۰)

(۱۶) اگر مرشد کو کوئی تشویش وتفرقہ پیش آجائے تو مسترشد کو اُس کے کمالات کی کمی کا وہم نہ کرنا چاہئے کہ سراسر اُس کی ہلاکت ہے۔ (عرفان حافظ،ص ۱۳۹)

(۱۷) جو شخص اعتقاداً وعملاً صراط مستقیم پر ہو کہ وہ اَمر اختیاری وقصدی ہے پھر حالاً خواہ اُس کو کوئی اَمر پیش آوے قبض ہو یا بسط جمعیت یا تشویش ذوق یا بے ذوقی وغیر ذلک جو کہ اُمور غیر اختیاریہ ہیں اُن سب میں خیر ہے اور دلیل ضلالت عن الطریق نہیں کیونکہ جن اُمور کا انسان مکلف نہیں وہ اَسباب قرب وبُعد قبول ورد نہیں ہیں اور غیر اختیاری کا مکلف نہیں۔ (عرفان،ص ۱۷)

پانچواں باب ریاضت ومجاہدہ میں

حقوق نفس کو باقی رکھنا اور حظوظ کو فانی کرنا مجاہدہ وریاضت کہلاتا ہے۔

(ہٰذا من برکات سیدی ومرشدی مدظلہ العالی)

تنبیہات

تنبیہ ۱: ریاضت سے اخلاق ذمیمہ کے اصول کا اَزالہ نہیں ہوتا بلکہ اُن کی تہذیب ہوجاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اُن اُصول کے آثار کا امالہ ہوجاتا ہے یعنی اُن اخلاق کا مصرف بدل جاتا ہے مثلاً کسی شخص میں منجملہ اَخلاق رذیلہ کے بخل اور غضب موجود ہوتو ریاضت سے اس کی جڑ نہیں جاتی کہ غضب اور بخل ہی نہ رہے بلکہ تہذیب اس طرح ہوجاتی ہے کہ پہلے مواقع خیر میں بخل کرتا تھا اور بندگان نیک پر غصہ کرتا تھا اب نامشروع جگہ بخل کرے گا اور مبغوضان الٰہی اور اپنے نفس پر غصہ کرے گا تو

اسباب بعد اس طرح اسباب قرب بن گئے اور اس سے اُس اختلاف کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ ریاضت سے تبدیل اخلاق ہو سکتی ہے یا نہیں، اس سے معلوم ہو گیا کہ تبدیل اُصول تو نہیں ہو سکتی حدیث میں ہے اذا سمعتم برجل زال عن جبلته فلا تصدقوہ اور تبدیل آثار و مصارف ہو سکتی ہے اس لئے حکم ہے مجاہدہ و ریاضت کا (تکشف جلد سوم ص ۲۳)

تنبیہ ۲: اس میں شک نہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کی بدولت حیات روحانی حاصل ہوتی ہے اور اس طریقہ کی قید بندہ کے لئے ہے اس کو کوشش کرنا چاہئے حق تعالیٰ اس طریقہ کے مقید نہیں وہ قادر ہیں اور کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں کہ بدون ریاضت و مجاہدات محض اپنے فضل سے دولت باطنی و حیات روحانی عطاء فرما دیتے ہیں وہ بے چون و چگوں ہیں اُن کے کاموں کی کیفیت اور طریقہ کون معین کر سکتا ہے کہ اسی طرح ہوتا ہے۔ اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی اوّل ریاضت ہوتی ہے پھر وصول الی اللہ تعالیٰ میسر ہوتا ہے اس کو طریق سلوک کہتے ہیں اور کبھی وصول الی اللہ تعالیٰ پہلے ہو جاتا ہے پھر شوق ریاضت و عبادت کا پیدا ہو جاتا ہے اس کو طریق جذب کہتے ہیں کہ اوّل قلب میں کسی کامل کی صحبت سے یا کسی بزرگ کی حکایت سننے سے یا بلا کسی ظاہری وجہ کے ایک قسم کی کشش اور کیفیت حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو گئی پھر بتدریج تفصیلی سلوک کی تکمیل کرتا رہا۔ (ص ۹، تکشف جلد سوم)

تنبیہ ۳: انسان ضرور مکلف اس کا ہے کہ ان اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے رہا یہ کہ اقتضاءات ہی زائل ہو جاویں اس کا نہ انسان مکلف ہے نہ یہ بہ سہولت میسر ہو سکتا ہے۔

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

(تربیت السالک جلد اوّل ص ۲۶)

تنبیہ ۴: نفس کی شرارتوں پر مخالفت کرے اور صدور خطاء پر کوئی جرمانہ مقرر کرے مثلاً ایک نظر بد پر بیس نفلیں۔ (ص ۲۲، تربیۃ جلد اوّل)

تنبیہ ۵: اِصلاح نفس بدون ہمت کے کسی کی توجہ سے نہیں ہوتی ہے نری تمنا اور ہوس سے زیادہ نہیں ہے۔ ہمت یہ کہ عزم مصمم کیا جاوے کہ ہرگز مخالفت نہ کروں گا اور اُس پر عمل کرنے میں جو مشقت بھی پیش آوے، اُس کو برداشت کیا جاوے پس اسی سے باطن درست ہوجاتا ہے۔ (تربیۃ السالک جلد دوم، ص۱۶)

تنبیہ ۶: استقلال کی یہ تدبیر ہے کہ چند روز نفس پر جبر کر کے بتکلف کسی کام پر دوام کیا جاوے بس اسی طرح عادت ہوکر استقلال ہوجاتا ہے جلدی کامیابی نہیں ہوتی۔

(تربیۃ السالک جلد دوم ص ۱۷)

تنبیہ ۷: پریشانی کی طرف التفات کرنا سبب زیادہ پریشانی کا ہوجاتا ہے جب پریشانی ہو بجائے اُس کی طرف متوجہ ہونے کے حق تعالیٰ کی طرف خیال کر کے متوجہ ہوجاوے کہ وہ ان سب اُمور میں ہم کو کافی ہیں اور اُنہیں سے تعلق بڑھانا سب بلیات کا دافع ہے بس اس طریق سے آناً فاناً پریشانی کا اثر گھٹتا جاوے گا حتیٰ کہ بالکل نابود ہوجاوے گی کر کے دیکھے اور آرام لے۔ (تربیۃ السالک جلد سوم، ص۱۲)

تنبیہ ۸: کسل طبعی وطبی نہ مذموم اور نہ مضر اور جس کی مذمت آئی ہے وہ کسل اعتقادی ہے یا ضروریات میں عملی (ص۹، تربیۃ السالک، جلد دوم)

تنبیہ ۹: کسل طبی کبھی حزن وملال وغم کی وجہ سے ہوجاتا ہے اور کبھی کسی مرض کی وجہ سے اگر اوّل سبب ہے تو کچھ تفریح مباح کا سامان کرنا چاہئے اور اگر ثانی سبب ہے تو علاج اہتمام سے ہونا چاہئے۔ (ہذا من بعض تصنیفات سیدی ومرشدی ولکن نسیت کتابۃ الصفحۃ)

تنبیہ ۱۰: جو اَفعال اختیاری ہیں ان میں اللہ ورسول کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر اَحوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں اُن کی کچھ پرواہ نہ کرے۔

(ص۵، الامداد تربیۃ السالک ماہ شعبان ۳۷ھ)

تنبیہ ۱۱: اعمال عادت و مداومت سے گو بتکلف ہو راسخ ہوجاتے ہیں پھر اَحوال خود بخود متمکن ہونے لگتے ہیں۔ (الامداد بابتہ ماہ جمادی الاخری ۳۸ھ)

ریاضت ومجاہدہ میں دو رُکن ہیں۔

رُکن اوّل مجاہدہ اجمالی میں

جاننا چاہئے کہ اُصول اس کے چار اُمور ہیں (۱) قلت کلام۔(۲) قلت طعام (۳) قلت منام۔(۴) قلت اختلاط مع الانام۔ان سب اُمور میں مرتبہ اوسط حسب تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے نہ اس قدر کثرت کرے جس سے غفلت وقساوت وکاہلی پیدا ہو نہ اس قدر قلت کرے جس سے صحت وقوت زائل ہو جاوے۔خلاصہ یہ ہے کہ نفس کے مطالبات دو قسم کے ہیں۔(۱) حقوق وحظوظ۔حقوق وہ جس سے قوام بدن و بقائے حیات ہے حظوظ جو اس سے زائد ہے حقوق کو باقی اور حظوظ کو فانی کرے۔

فائدہ عظیمہ

سالکانِ طریق نے حزن وغم کو اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی وشکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے اور یہ اَمر مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ سالک کو جو قبض پیش آجاتا ہے وہ علامت اُس کی بعد وطرد کی نہیں کیا تعجب ہے کہ اس کا تصفیہ ومجاہدہ مقصود ہو ہرگز اس کی شکایت نہ کرے سرتسلیم خم کرکے اپنا کام کرتا رہے۔

قطعہ

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
برجفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بندزلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صاحب الحزن یقطع من طریق اللّٰہ تعالٰی ما لایقطعه من فقد حزنه سنین البتہ فکر لایعنی قلب کا ستیاناس کر دیتی ہے۔(ص۳۷، تعلیم الدین باب الریاضت والمجاہدات)

دوسرا رُکن ریاضت تفصیلی میں

اس میں دو قسم ہیں قسم اوّل اَخلاق حمیدہ میں اور وہ چند مقامات ہیں۔ توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زہد، توحید، توکل، محبت وشوق واخلاص وصدق مراقبہ محاسبہ تفکر ہر ایک مقام کوایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے مع اُس کی ماہیت اور طریق تحصیل کے۔

فصل پہلی توبہ میں

ماہیت توبہ خطا کو یاد کر کے دِل دُکھ جانا اور اُس کیلئے لازم ہے اُس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا۔

طریق تحصیل توبہ

قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آئی ہیں اُن کو یاد کرے اور سوچے اس گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہو گی یہی توبہ ہے۔

احکام توبہ

اگر نماز وروزہ وغیرہ قضا ہوا ہو اُس کی قضا کرے اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہیں اُن سے معاف کرائے یا اَدا کرے۔ (تعلیم الدین ص ۱۴۷)

طریق توبہ

حدیث شریف میں وارد ہے اور اس طریق سے توبہ کامل درجہ کی ہوتی ہے وہ یہ کہ دو رکعت نفل پڑھے پھر حق تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ اے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے دیر تک حق تعالیٰ کے سامنے الحاح وزاری کرے، رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بنا کر مانگے اس پر وعدہ ہے حق تعالیٰ کا کہ توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ (ص ۲۴، وعظ اول الاعمال)

طریق ابقاء توبہ

یعنی توبہ کرنے کے بعد ضرورت ہے ابقاء توبہ کی سواس کی تدبیر یہ ہے کہ تھوڑی دیر مراقبہ کیا جاوے عذاب الٰہی کا اس کے لئے زیادہ مناسب سونے کا وقت ہے کہ کسی

کام کا حرج بھی نہ ہو اور دِل بھی بالکل فارغ رہے اس وقت عذاب الٰہی کا تصور کرے اور اپنے دن بھر کے گناہوں کو یاد کرے اور سوچے کہ مجھ سے ان گناہوں کی باز پُرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا اور یہ عذاب تیار ہوگا تو اس سے نجات کیونکر ہوگی اس سے خوف پیدا ہوگا اور توفیق ہوگی توبہ کی بس توبہ کر کے سوجائے پھر صبح کو یاد رکھے کہ رات حق تعالیٰ سے یہ یہ عہد کیا تھا اور نگرانی رکھے کہ اس کے خلاف نہ ہونے پائے اگلے دن رات کو پھر اَیسا ہی کرے کہ اگر دن میں کچھ عہد شکنی ہوگئی ہے تو عذابِ الٰہی کو یاد کر کے اُس سے توبہ کرے اور صبح کو پھر یاد رکھے غرض اسی طرح چند روز کرے دیکھئے تو کب تک توبہ ٹوٹتی ہے اور کیسے ابقاء توبہ نہیں ہوتا۔ (ص ۲۵، وعظ اوّل الاعمال)

تنبیہ: گزشتہ گناہوں سے خوب توبہ بشرائطہا کر کے پھر بار بار اُس کا سبق دل میں تکرار نہ کرے اور اجمالاً مستقبل کے لئے توکلاً علی اللہ تعالیٰ قصد کرلے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر یہ گناہ نہ کروں گا پس اس کے بعد ہر وقت اسی قصہ میں نہ لگا رہے اس سے زیادہ دوسرا کام ہے جس کو حدیث شریف میں ان لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے راقب **اللہ تجدہ تجاھک** اُس میں مشغول ہونا چاہئے۔ یعنی ذکر اور فکر اور اوقات عمل میں عمل کہ وہ بھی ذکر میں داخل ہیں۔ (ص ۲۹، ۳۰۔ الابتلاء اہل الاصطفاء)

دوسری فصل صبر میں۔ ماہیت صبر

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین پر اُبھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر سو محرک دینی کو محرک ہونے پر غالب کر دینا صبر ہے۔

طریق تحصیل صبر: اس قوت ہوا کو ضعیف اور کمزور کرنا چاہئے (ص ۷۴، تعلیم الدین)

تیسری فصل شکر میں۔ ماہیت شکر

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ ایک منعم سے خوش ہونا دوسری اُس کی خدمت گذاری وامتثال اوامر میں سرگرمی کرنا۔

طریق تحصیل شکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔ (ص ۷۵، تعلیم الدین)

چوتھی فصل رجاء میں ۔ ماہیت رجاء

محبوب چیزوں یعنی فضل و مغفرت و نعمت و جنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا اور اُن چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا سو جو شخص رحمت و جنت کا منتظر رہے اور اُس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح و توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اُس کو مقام رجاء حاصل نہیں وہ دھوکے میں ہے جیسے کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے صرف ہوس خام ہے۔(ص ۷۵ تعلیم الدین)

طریق تحصیل رجاء

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔(ص ۷۵، تعلیم الدین)

پانچویں فصل خوف میں ۔ ماہیت خوف

قلب کا دردناک ہونا ایسی چیز کے خیال میں جو ناگوار طبع ہو اور اُس کے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔طریق تحصیل خوف: اللہ تعالیٰ کے قہر و عتاب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔(تعلیم الدین ص ۷۵)

چھٹی فصل زہد میں ۔ ماہیت زہد

کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اُس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا۔مثلاً دُنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا۔طریق تحصیل زہد: دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقا کو یاد کرے اور سوچے۔(ص ۷۵۔تعلیم الدین)

ساتویں فصل توحید افعالی میں ۔ ماہیت توحید افعالی

یقین کر لینا کہ بدون اِرادہ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا طریق تحصیل توحید افعالی مخلوق کی عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔(ص ۷۶۔تعلیم الدین)

آٹھویں فصل توکل میں ۔ ماہیت توکل

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتقاد کرنا۔طریق تحصیل توکل: اُس کی

عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گذشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا (ص ۷۶، تعلیم الدین)

نویں فصل محبت میں ۔ ماہیت محبت

طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے اُس کو عشق کہتے ہیں ۔ طریق تحصیل محبت: دنیا کے علائق کو قطع کرے یعنی غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالے کیونکہ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف وانعام کو یاد کرے اور سوچے ۔ (ص ۷۶، تعلیم الدین)

غیر اللہ کی محبت کا دل سے نکل جانا احکام شرعیہ کے بجالانے اور کثرت ذکر اللہ پر موقوف ہے ۔ (ص ۱۰۱، تربیۃ السالک، حصہ سوم)

دسویں فصل شوق میں ماہیت شوق

جس محبوب چیز کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اُس کو بکمالہ جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا ۔ طریق تحصیل شوق: محبت کا پیدا کرلینا کیونکہ محبت کیلئے شوق لازم ہے ۔ (ص ۷۷، تعلیم الدین) ف اور محبت کی تحصیل کا طریقہ ابھی معلوم ہو چکا ۔ احقر مؤلف ۔

گیارہویں فصل انس میں ۔ ماہیت انس

جو چیز من وجہ ظاہر اور معلوم ہو اور من وجہ مخفی اور مجہول ہو اگر وجوہ مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اُس کے ادراک کی خواہش ہو اُس کو شوق کہتے ہیں اور اگر وجوہ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اُس پر فرح وسرور ہو اُس کو اُنس کہتے ہیں یہ فرحت کبھی یہاں تک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب کے صفات جلالی پیش نظر نہیں رہتے اور اس وجہ سے انسان کے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے لگتی ہے اُس کو انبساط اور ادلال کہتے ہیں چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے اس کی تحصیل کے لئے کوئی جُداگانہ طریق نہیں ہے ۔ (ص ۷۷ تعلیم الدین)

بارہویں فصل رضا میں ۔ ماہیت رضا

قضاء پر اعتراض نہ کرنا نہ زبان سے نہ دل سے بعض اوقات اس کا یہاں تک

غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی یہ بھی آثار محبت سے ہے اس کی تحصیل کا جداگانہ طریق نہیں۔ (ص ۷۷، تعلیم الدین)

فصل تیرہویں نیت و ارادے میں۔ ماہیت نیت

دل کا اُبھرنا ایسی چیز کی طرف جس کو اپنے غرض ونفع کے موافق سمجھتا ہے۔ طریق تحصیل اُس چیز کی مثلاً عمل صالح وسلوک طریق آخرت کے منافع ومصالح کی معرفت حاصل کر کے اُن میں غور کرے، دل کو حرکت پیدا ہوگی۔ (ص ۷۸، تعلیم الدین)

فصل چودہویں اخلاص میں۔ ماہیت اخلاص

اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب ورضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوش نودی اور رضا مندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔ طریق تحصیل اخلاص: معالجہ ریاء میں معلوم ہوگا کیونکہ ریاء کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ (ص ۷۸، تعلیم الدین)

فصل پندرہویں صدق میں

مراد اس سے خاص صدق ہے یعنی مقامات میں صادق ہونا، ماہیت صدق جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچا دے اُس میں کسر نہ رہے طریق تحصیل صدق ہمیشہ نگران رہے اگر کچھ کمی ہو جاوے تو اُس کا تدارک کرے اسی طرح چند روز میں کمال حاصل ہو جاوے گا۔ (ص ۷۹، تعلیم الدین)

سولہویں فصل مراقبے میں۔ ماہیت مراقبہ

دل سے دھیان رکھنا اُس شخص کا جو اس کو دیکھ بھال رہا ہے۔ طریق تحصیل مراقبہ: یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہیں اور کوئی بات کسی وقت اُن سے پوشیدہ نہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کی عظمت وقدرت وجلال اور اُن کے عذاب وعقوبت کو بھی یاد کرنے اس کی مواظبت سے وہ دھیان بندھنے لگے گا پھر کوئی کام

خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے اُس سے نہ ہوگا۔

فصل سترہویں محاسبہ میں

سوتے وقت محاسبہ فی نفس یعنی تنہا بیٹھ کر دن بھر کے گناہوں کو یاد کر کے یہ سوچنا کہ گویا میدانِ قیامت قائم ہے اور میں حق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں اور ایک ایک گناہ پر باز پُرس ہو رہی ہے اور میں لا جواب ہو ہو جاتا ہوں اور میرے لئے سزا کا حکم ہو چکا ہے اور میں اس وقت معافی کی درخواست کر رہا ہوں بس ایسے وقت میں جس کیفیت سے معافی کی درخواست کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح اُس وقت استغفار میں مشغول ہو جانا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ میں پھر نافرمانی نہ کروں گا اور اسی خیال میں سو رہنا چاہئے صبح اُٹھتے ہی یاد کیا جاوے کہ میں شب کو کیا عہد کر چکا ہوں اور جب کسی معصیت کا تقاضا ہو اُس عہد کو یاد کر لیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا خیال کر لیا جاوے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ روز بروز حالت درست ہوتی جاوے گی۔ (ص ۱۱، الامداد بابۃ ذیقعدہ ۳۵ھ)

فصل اٹھارہویں فکر میں۔ ماہیت فکر

دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا جس سے تیسری بات ذہن میں آجاوے مثلاً ایک بات یہ جانتا ہے کہ آخرت باقی ہے دوسری یہ بات جانتا ہے کہ باقی قابل ترجیح کے ہے ان دونوں سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آخرت قابل ترجیح کے ہے ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اس کی تحصیل کا طریق ہے۔ ان مقامات مذکورہ کی تصحیح سے اور مقامات بھی درست ہو جاتے ہیں۔ ٥ تقویٰ ٥ ورع ٥ قناعت ٥ یقین ٥ عبودیت ٥ استقامت ٥ حیا ٥ حریت ٥ فتوت خلق ٥ اَدب ٥ معرفت۔

دوسری قسم اخلاق ذمیمہ میں

اور وہ چند چیزیں ہیں۔ شہوت، آفات، لسان، غضب، حقد، حسد، حب دنیا،

بخل، حرص، حب جاہ، ریا، عجب، غرور ان چیزوں کا زائل کرنا سالک کو ضرور ہے۔
ان کو بھی چند فصلوں میں ذکر کرتے ہیں۔

فصل شہوت میں۔ ماہیت شہوت

خلاف مرضی الٰہی جی چاہنا۔ معالجہ شہوت: مجاہدہ کرنا چاہئے مجاہدے کا طریق ریاضت اجمالی و تفصیلی میں معلوم ہو چکا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۸۰)

فصل آفات لسان میں

یہ بہت سی آفتیں ہیں فضول باتیں کرنا خلاف شرع باتیں کرنا، بحث و مباحثہ ناحق کا، تکرار لڑائی کرنا۔ کلام میں بناوٹ و تکلف کرنا۔ گالی گلوچ کرنا کسی پر لعنت کرنا، گانا بجانا دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذاء پہنچے یا اُس میں زیادہ مشغولی کرنا، کسی کا راز ظاہر کر دینا، جھوٹا وعدہ کرنا، جھوٹ بولنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا دونوں طرف جا کر دورویہ باتیں بنانا۔ کسی کی زیادہ تعریف و خوشامد کرنا ذات و صفات الٰہی میں محض اٹکل پچو گفتگو کرنا علماء سے فضول باتیں پوچھنا۔

معالجہ آفات لسان

جو بات کہنا ہو تھوڑی دیر پہلے تأمل کر لے کہ اس سے اللہ تعالیٰ جو کہ سمیع و بصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی۔ (ص ۸۱، تعلیم الدین)

دوسرا علاج: اس کا یہ ہے کہ ہاتھ میں ہر وقت تسبیح رکھے اور یوں سمجھے کہ میرا اصلی کام ذکر ہے اس سے کوئی وقت خالی نہ جانا چاہئے۔

اس طریق سے خود ہی بات کرنے کو جی نہ چاہے گا کہ اُس کو اصلی کام میں مخل پائے گا اور اگر اس پر بھی کوئی فضول سرزد ہو جاوے اسی وقت چار رکعت نفل بطور جرمانہ کے اَدا کی جاویں اور نفس کو خطاب کیا جاوے کہ جب ایسی حرکت کرے گا یہی مشقت تجھ پر ڈالوں گا۔ (ص ۹، الامداد تربیۃ السالک بابت ماہ محرم ۳۸ھ)

فصل غضب میں۔ ماہیت غضب

جوش مارنا خون قلب کا بدلہ لینے کے لئے۔ معالجہ غضب: یہ یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر زیادہ قدرت ہے اور میں اُن کی نافرمانی بھی کرتا ہوں اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچ کہ بدون اِرادہ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ سوئیں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی میں مزاحمت کروں اور زبان سے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر کھڑا ہو بیٹھ جاوے جو بیٹھا ہو لیٹ جاوے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے اگر اس سے بھی نہ جاوے تو اُس شخص سے علیحدہ ہو جاوے یا اُس کو علیحدہ کر دے۔ (تعلیم الدین، ص ۸۱)

تفصیل غضب ومعالجہ غضب

غصہ کے اندر تین مرتبے ہیں۔ (۱) اوّل تو غصہ کا پیدا ہونا یعنی ہیجان نفس دوسرے یہ کہ اس کے مقتضاء پر جوش میں آ کر کوئی کارروائی کرنا مثلاً غصہ آیا اور جوش آیا کہ زبان سے فلاں بات سخت اُس کو کہوں اور ہاتھ سے ماروں پس جس قدر ہیجان اور جوش کا مقتضی تھا سب افعال اُس نے کر دیئے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ہیجان تو ہوا لیکن نفس اس شخص کو بھی قابو نہیں کرتا اور نہ جوش کو جاری کرتا ہے اور معاً کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ جب جوش ختم ہو گیا اُس وقت غور کر کے کارروائی کرتا ہے۔ اب تینوں مرتبوں میں غور کرنا چاہئے کہ کس میں مصلحت ہے اس لئے کہ غصہ کے اندر عقلی وشرعی حکمتیں ضرور ہیں اُن کا انکار کسی طرح نہیں کیا جا سکتا اور وہ مصالح واجب التحصیل ہیں اور موقوف علیہ اُن کا غصہ ہے اور بحکم مقدمۃ الواجب واجب بعض افراد کے اعتبار سے غصہ واجب ہوا اور بعض کے اعتبار سے منہی عنہ بھی ہے جو لوگ محقق نہیں ہیں وہ ایسے مقامات پر پہنچ کر تنگ ہوتے ہیں اور گھبراتے ہیں (ص ۲۵ وعظ الغضب از سطر ۶ تا ۱۸) حقیقت یہ ہے کہ غور کرنا چاہئے کہ تین مرتبے جو غضب کے بیان کئے گئے ہیں ان میں سے وہ مصلحتیں کس درجہ میں حاصل ہوں گی کہ مرتبہ مامور بہ اور ماذون فیہ ہو

اور کس مرتبہ میں حاصل نہ ہوں گی کہ وہ منہی عنہ اور قبیح ہو اوّل مرتبہ تھا جوش کا آنا یہ تو منہی عنہ نہیں ہے شریعت کا حکم یہ نہیں کہ ہم بالکل ٹھنڈے بن جائیں (ص ۲۶ از سطر ۲ تا ۶) سخت غلطی ہے اُس شخص کی جو غصہ کو بالکل دُور کرنا چاہے کہ وہ بالکل ہی ملیا میٹ ہو جاوے (ص ۲۹ سطر ۱۶ تا ۱۷) پس جوش اور غصہ کا آنا منہی عنہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ اُمور غیر اختیاریہ میں سے ہے (ص ۲۶ از سطر ۲۰ تا ۲۱)

بہر حال یہ درجہ تو منہی عنہ نہیں ہے اب دو درجہ باقی رہ گئے ایک تو جوش کے موافق کارروائی کرنا دوسرے جوش کو دَبا کر عقل اور شرع کی اقتضاء کے موافق عمل کرنا سو تجربہ ہے کہ جوش کے موافق کارروائی کرنے میں مصالح عقلیہ بالکل نہیں ہیں اور مفاسد بہت ہیں طبعی مصلحت یعنی لذت آنا یہ بے شک ہے لیکن وہ اُیسی ناک کے رستہ نکلتی ہے کہ آدمی اُس پر بے حد نادم ہوتا ہے مثلاً جوش آیا اور اُس کو روکا نہیں اور کسی کو بُرا کہہ دیا وہ مخالف ہو گیا یا کسی کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ توڑ دیا تو اُس کا انجام دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے بُرا ہے شرعی مصلحت بھی جوش مقتضاء پر عمل کرنے میں کچھ نہیں ہے اس لئے ارشاد ہے **یسروا ولا تعسروا ابشروا ولا تنفروا** (الغضب ص ۲۷، از سطر ۲ تا ۹) غرض اس مرتبہ میں نہ طبعی مصلحت ہے نہ شرعی نہ عقلی (ص ۲۷ سطر ۲۲)

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ جوش کو کم کر کے عقل کے موافق کارروائی کرنا لیکن اس مرتبہ میں اَثر غصہ کا رہنا چاہئے یہ نہ ہو کہ بالکل نہ رہے ورنہ غضب کے اندر جو مصالح ہیں وہ مرتب نہ ہوں گے لیکن اَثر کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً گرمی کا اَثر روٹی میں بھی ہوتا ہے اور توے میں بھی مگر روٹی کو تو منہ میں رکھ لیتے ہیں اور توے کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا پس اتنی حرارت رکھو جتنی روٹی میں ہوتی ہے۔

یعنی ناراضی تو ظاہر ہو اور غصہ کا ظہور نہ ہو لہجہ کے اَندر ملامت کا رنگ ہو اور اتنا نہ چلاوے کہ رعد و برق بن جاوے غرض یہ تیسرا مرتبہ ایسا ہے کہ اس میں طبعی اور عقلی اور شرعی سب مصالح کی رعایت ہے۔ (الغضب ص ۲۷ از سطر ۲۲ تا سطر ۷، ص ۲۸)

بہر حال محقق ہوگیا کہ اوّل مرتبہ نہ مامور بہ نہ منہی عنہ اور دوسرا درجہ منہی عنہ اور تیسرا درجہ کہیں ماذون فیہ اور کہیں واجب (ص۲۹، اَز سطر ۱۰ تا ۱۲) پس جو غصہ کو بالکل زائل کر دیتے ہیں وہ نہایت تفریط میں ہیں اور جو جوش پر عمل کرتے ہیں وہ افراط میں ہیں اور جو روک کر خفیف اَثر سے عقل کے ساتھ کام لیتے ہیں اُنہوں نے غصہ کے منافع اور مصالح سے کام لیا۔ (ص۳۰، اَز سطر ۳ تا ۷)

سرعت غضب اَمر طبعی ہے اختیار سے خارج ہے جب حدود سے متجاوز ہو جاوے تو اَلبتہ مذموم ہے علاج اس کا بجز ہمت کے کچھ نہیں اُس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دُور چلا جانا اور اَعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا بہت معین ہے اور نرمی اور خوش خلقی کو مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد مدت کے ملکہ راسخہ ہوگا (من فیوض مرشدی مدظلہ العالی)

فصل حقد میں۔ ماہیت حقد

جب غصہ میں بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو اُس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے اُس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں، معالجہ حقد: اُس شخص کا قصور معاف کر کے اُس سے میل جول شروع کرے گو بتکلف سہی چند روز میں کینہ دل سے نکل جاوے گا۔ (تعلیم الدین ص ۸۱)

فصل حسد میں۔ ماہیت حسد

کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گذرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اُس کی زائل ہو جاوے۔ معالجہ حسد: گو بتکلف ہی سہی اُس شخص کی خوب تعریف کیا کرو اور اُس کے ساتھ خوب احسان سلوک تواضع سے پیش آؤ ان معاملات سے اُس شخص کے قلب میں تمہاری محبت پیدا ہوگی پھر وہ تم سے اسی طور پر پیش آوے گا اس سے تمہارے دِل میں اُس کی محبت پیدا ہوگی اور حسد جاتا رہے گا۔ (ص ۸۱، تعلیم الدین)

فصل حب دنیا میں ۔ ماہیت دنیا

جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرۃ میں اُس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے اور اَیسی چیز کے ساتھ محبت رکھنا حب دنیا ہے۔

معالجہ حب دنیا: موت کو کثرت سے یاد کیا کرے اور مدتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ کرے اور نہ سوچے۔ (ص۸۲، تعلیم الدین)

فصل بخل میں جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروۃً ضروری ہو اُس میں تنگ دِلی کرنا۔

معالجہ بخل: مال کی محبت کو دِل سے نکالے اور حب مال کے نکالنے کا وہی طریق ہے جو معالجہ حب دُنیا میں مذکور ہوا۔ (ص۸۲، تعلیم الدین)

فصل حرص میں ۔ ماہیت حرص

قلب کا مشغول ہونا مال وغیرہ کے ساتھ معالجہ حرص خرچ گھٹا دے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور سوچے کہ حریص و طالع ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے۔ (تعلیم الدین ص۸۳)

فصل حب جاہ میں ۔ ماہیت جاہ

یوں سوچے کہ جو لوگ میری تعظیم و اطاعت کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا پھر اَیسے موہوم و فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے اور دوسرا علاج یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے کہ شرع کے خلاف تو نہ ہو مگر عرفاً اُس شخص کی شان کے خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاوے گا مگر مقتداء کو اَیسا کام کرنا زیبا نہیں، دین میں فتور پڑے گا۔ (ص۸۳، تعلیم الدین)

فصل ریاء میں ۔ ماہیت ریاء

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جاوے۔ معالجہ ریاء: حُبِ جاہ کو دِل سے نکالے کیونکہ ریاء اُسی کا شعبہ ہے اور عبادت

پوشیدہ کیا کرے یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے۔

اور جس عبادت کا اظہار ضرور ہے اُس کے لئے ازالہ کافی ہے ایک طریق معالجہ کا حضرت سیدی مرشدی مولائی الحافظ الحاج محمد امداد اللہ دامت برکاتہم کا ارشاد فرمودہ ہے وہ یہ کہ جس عبادت میں ریاء ہو اُس کو خوب کثرت سے کرے پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اُس کو خیال رہے گا وہ چند روز میں ریاء سے عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جاوے گی۔ (ص ۸۳، تعلیم الدین)

فصل تکبر میں۔ ماہیت تکبر

اپنے کو صفات کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا۔

معالجہ تکبر: اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے اُس کے مقابلہ میں اپنے کمالات کو ہیچ پاوے گا اور جس شخص سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اُس کے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آئے یہاں تک کہ اُس کا خوگر ہو جائے۔ (ص ۸۳، تعلیم الدین)

فصل عجب میں۔ ماہیت عجب

اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جاوے۔ معالجہ عجب: اُس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اُس کی قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جاوے۔ (تعلیم الدین ص ۸۴)۔ دوسرا علاج عجب کا یہ ہے کہ صلاح کار کا تو اعلیٰ درجہ جو کہ مطلوب ہے پیش نظر رکھے اور پھر غور کر کے اپنی خرابی اور عیبوں اور ظاہری و باطنی لغزشوں کو عجب کے وقت دیکھا کرے اس سے پھر کمال بزرگی اور کمال کا اپنی نسبت پیدا نہ ہوگا۔ (ص ۲۱، عرفان حافظ)

فصل غرور میں۔ ماہیت غرور

جو اِعتقاد خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اُس کی طرف طبیعت مائل ہو کسی شبہے اور شیطان کے دھوکے کے سبب اُس پر نفس کو اطمینان حاصل ہونا۔ معالجہ غرور: ہمیشہ اپنے اعمال و اَحوال کو قرآن و حدیث و بزرگانِ دین کے اَقوال و اَفعال سے ملاتا رہے۔ (تعلیم الدین، ص ۸۴)

فصل نظر بد میں۔ معالجہ نظر بد

منظور الیہ جب سامنے آ جاوے تو نظر کو نیچی کر لینی چاہئے اور قلب کی توجہ کو بھی ہٹا لینا چاہئے جس کا سہل طریق یہ ہے کہ فوراً خیال کو دوسری طرف متوجہ کر دیا جاوے اور یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کو میری بے جا حرکت کی سب کچھ خبر ہے (من فیوض مرشدی دامت برکاتہم)

فصل عشق عورت و امرد میں

معالجہ عشق عورت و امرد ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے لا إلٰہ الا اللہ کو پانچ سو بار اس تفصیل سے پڑھے کہ لا إلٰہ کے ساتھ تصور کیا جاوے کہ اُس کے تعلق کو قلب سے خارج کیا اور إلا اللہ کے ساتھ یہ تصور کرے کہ اللہ اور رسول کی محبت کو قلب میں داخل کیا اُس کے بعد اپنے مرنے کا مراقبہ کہ دنیا سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کے رُو برو جانا ہے اگر وہ سوال کریں گے تو کیا جواب دوں گا اُس کے بعد اُس امرد یا عورت کے مرنے کا تصور کہ مر کر گل سڑ کر کیڑے پڑ جاویں گے۔ صورت بگڑ جاوے گی کہ دیکھنے والے کو بھی نفرت ہوگی اور استغفار کی کثرت کرے۔ (ص ۵۰، تربیۃ السالک جلد اوّل)۔ اس کا دوسرا علاج یہ ہے کہ خارجاً و ذہناً اُس سے بُعد ہونا خارجی بعد تو یہی کہ اُس سے نہ ملے نہ بات کرے نہ پیام و سلام رکھے اور ذہنی بعد یہ کہ اُس کا تذکرہ نہ کرے اور نہ سُنے اور قصداً اُس کا تصور دِل میں نہ لاوے اگر بلا قصد آوے دوسری طرف متوجہ ہو جاوے اور درگاہ حق میں تضرع بھی کرے (ص ۶۷، تربیۃ السالک جلد دوم) ان رذائل کے ازالہ سے باقی رذائل سب دفع ہو جاویں گے چنانچہ ظاہر ہے ان اوصاف حمیدہ و ذمیمہ کو کسی بزرگ نے دو رباعیوں میں اختصار و اجمال کے ساتھ جمع فرما دیا ہے وہ رباعیاں قابل یاد رکھنے بلکہ وظیفہ بنانے کے ہیں۔ رباعی:

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم　　نہ چیز بنفس خویش فرما تعلیم

صبر و شکر قناعت و علم و یقیں   تفویض و توکل و رضا و تسلیم

رباعی:

خواہی کہ شود دِل توچوں آئینہ   دہ چیز بروں کن ازدرون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت   بخل و حسد و ریاء و کبر و کینہ

(ص۸۴، تعلیم الدین (تسہیل الریاضت منقول عن الابتلاء لاہل الاصطفاء من ص۲۹، ا لے صفحہ۳۲)

تفصیلی علاج (ومنہم اشرفہم مرشدی حکیم الامت اعلی اللہ درجاتہم) میں ہر وقت تین سوہان روح تیار ہیں ماضی کی حسرت حال کے شبہات مستقبل کا خوف جب محققین مجددین مجتہدین فی الطریق نے (و منہم اکمل مرشدی رحمۃ اللہ علیہ و الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء) (واضح ہو کہ ریاضت تفصیلی کا بیان محض تکملہ للفن کیا گیا ہے اور کسی زمانہ میں تفصیلی علاج مفید تھا اب بوجہ قصور ہمم تفصیلی علاج مفید نہیں کیونکہ اس میں تین سوہانِ روح تیار ہیں الخ۔ احقر مؤلف عفی عنہ) دیکھا بلکہ حق تعالیٰ نے الہاماً اُن کو دِکھلایا کہ اس طریق میں تعب شدید اور حصول ثمرہ تربیت میں زمان مدید کے بعض اوقات مصرعہ مشہورہ ہی کا مصداق ہوجاتا ہے

ع: تاتو بمن میرسی من بخدامی رسم پھر قوی اہل زمانہ کے ضعیف اور ہمم قاصران سب اُمور پر نظر کرکے بالہام حق ایک دوسرا طریق تربیت کا اختیار فرمایا وہ یہ کہ یہ سب ماضی و مستقبل حجاب عن الحق ہے حق تعالیٰ نے اپنے مشاہدہ کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ ماضی و مستقبل کے مطالعہ کے لئے ونعم ما قال الرومی رحمۃ اللہ علیہ۔

ماضی و مستقبلت پردہ خدا است

البتہ توبہ کی ضرورت سے ماضی پر اور عزم علی التقویٰ کی ضرورت سے مستقبل پر نظر ضروری تھی لیکن الضرور یتقدر بقدر الضرورۃ کے قاعدہ سے اس نظر میں ضرورت پر اکتفا کرے یعنی گذشتہ گناہوں سے خوب توبہ بشرائطہا کرکے پھر بار بار اُس کا سبق دِل میں تکرار نہ کرے اور اجمالاً مستقبل کے لئے توکلا علی اللہ قصد کرے

کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر یہ گناہ نہ کروں گا بس اس کے بعد ہر وقت اسی قصہ میں نہ لگا رہے اس سے زیادہ دوسرا کام ہے جس کو حدیث میں ان لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے (الف) الله تجده تجاهک اُس میں مشغول ہونا چاہئے یعنی ذکر اور فکر اور اوقات عمل میں عمل کہ وہ بھی ذکر میں داخل ہیں خلاصہ یہ کہ قرب کو مقصود سمجھے اور جو اس کے لئے طریق موضوع ہے یعنی بعد تصحیح عقائد کے اعمال اختیاریہ جس وقت میں جو عمل ہو خواہ یہ ظاہری ہو مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ خواہ باطنی ہو جیسے خوف ورَجاو شکر وصبر وغیرہ اور ذکر وفکر کی وہ بھی فردِ عمل کی ہے اکثر اوقات میں بس اس میں مشغول رہے اور جو اَسبابِ بُعد کے ہیں یعنی معصیت ظاہری یا باطنی اُس سے مجتنب رہے نہ اس کی ضرورت کہ اسباب قرب میں ملکہ پیدا کرنے کی فکر کرے اور نہ اس کی حاجت کہ اسباب بعد کے مادہ کو منقلع کرے۔ اُمورِ اختیاریہ میں سے جس میں کوتاہی ہو جاوے اُس کو مضر و مہتم بالشان سمجھے اور اُس کی اصلاح کرے اور اُمورِ غیر اختیاریہ کے وجود و عدم پر التفات ہی نہ کرے اور اُس اصلاح میں بھی زیادہ کاوش نہ کرے مثلاً اگر کسی ضروری عمل میں خلل ہو گیا اُس کی قضا کرے اگر کوئی اَمرِ منکر صادر ہو گیا اُس سے استغفار کرے اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاوے اُسی ایک بات کے پیچھے نہ پڑ جاوے کہ ہائے یہ کام مجھ سے کیوں فوت ہوا یا یہ کام مجھ سے کیوں صادر ہوا اس کو یہ لوگ غلو اور مبالغہ سمجھتے ہیں جس سے کتاب وسنت نے منع فرمایا ہے۔ **لا تغلوا فی دینکم. من شاق شاق الله علیه سددواوقاربوا واستقیموا و من یحصو.من غلبة النوم فلیرقد. لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظة**۔ حضرت عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سخت میگیر دجہاں بر مرد ماں سخت کوش اور اس غلو اور مبالغہ کا اثر خصوص اس وقت کے قوی اور ہمم پر یہ ہوتا ہے کہ بہت جلد مایوسی اپنا رنگ لاتی ہے اور سالک کو معطل کر دیتی ہے اور کبھی جان پر اور کبھی اِیمان پر اس کا اثر پہنچتا ہے جان پر تو یہ کہ صحت خراب ہو جاتی ہے کثرت تخیلات و

انکار سے سوا بڑھ جاتا ہے اور ایمان پر یہ کہ باوجود مبالغہ فی العمل والمجاہدے کامیابی محروم یعنی شفاء مطلق کے نہ ہونے یا دیر میں ہونے سے حق تعالیٰ سے تنگی اور شکایت پیدا ہو کر کیفیت کراہت اور ناراضی کی پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم کو اتنے دن سر مارتے ہوگئے مگر والذین جاھدوا کے وعدے خدا جانے کہاں گئے ہزاروں آدمی جان یا ایمان سے اس طریق میں ہلاک ہوگئے ہیں اور ایک مرض ہر وقت اس کو یہ گلوگیر رہتا ہے کہ اپنے عمل کو بالغ اور اپنی سعی کو سابغ سمجھ کر ہر وقت ثمرات کا منتظر رہتا ہے پس اپنے عمل کا پلہ عطاء حق سے بڑھا ہوا سمجھتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ کبھی اپنے کو کامیاب نہیں سمجھتا اس لئے ناشکری میں مبتلا رہتا ہے اور اگر بزعم خود کامیاب بھی ہو گیا اگر وہ کامیابی پھر زائل ہوگئی کیونکہ ایسے انقلاب عمر بھر رہتے ہیں پھر وہی تنگی اور پریشانی شروع ہوتی ہے تو اس کا سلسلہ عمر بھر بھی منقطع نہیں ہوتا اُس کا یا اُس کو دیکھ کر دوسرے کا نفس کہتا ہے کہ اس راہ خدا سے خدا کی پناہ جس میں بجز مصیبت کے راحت کا نام ہی نہیں تو دیکھ لیجئے کتنا بڑا خطرناک طرز ہے اور خطر لازمی بھی اور متعدی بھی پس اس غلو کے یہ مضار و مفاسد دیکھ کر اُنہوں نے یہ تجویز کیا کہ ان تدقیقات و تعمقات کو اصلاً نظر انداز کر دے اگر کوئی وارد محمود آوے نہ اُس کو کمال سمجھے نہ اُس کی بقاء کی تمنا کرے نہ اُس کے فوت پر حسرت کرے اگر کوئی وسوسہ پیدا ہو اُس کے دفع میں تندہی نہ کرے ذکر کی طرف بہت مبالغہ سے نہیں بلکہ سرسری طور پر متوجہ ہو جاوے خواہ وہ دفع ہو یا نہ ہو اور اس سے دفع ہو ہی جاتا ہے مگر اس شخص کو دلیر ہو کر اس پر بھی آمادہ رہنا چاہئے کہ گو دفع نہ ہو یعنی ذکر بقصد قرب کرے نہ بقصد دفع وسوسہ اگر قبض پیش آوے اُس کو مذموم نہ سمجھے۔ اُس کے رفع کی نہ فکر کرے نہ تمنا کرے خلاصہ یہ کہ طالبِ رضاء حق و هارب عن سخط الحق رہے جس اَمر کو رضاء میں دخل ہوا ہو منحصر فی المامور بہ وجوباً او ندباً اُس پر عمل رکھے اگر فوت ہو جاوے قضا کرے **وھو یسیر کل الیسر لا عسر فیہ قال تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج** اور جس اَمر کو سخط حق میں

وتحمل ہوا ہو منحصر فی المنہی عنہ اُس سے اجتناب رکھے وھو ایضایسیر بالدلیل المذکور اگر اُس کا صدور ہو جاوے استغفار کر لے نہ اپنے کو خواص میں سمجھے کہ احوال عامیہ سے گھبراوے نہ ثمرات کا عاجلہ میں اور نہ مراتب علیا کا آجلہ میں طالب رہے بس اس کی دُعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اعمال کی توفیق اور آخرت میں جنت عطا فرماویں اور دوزخ سے نجات بخشیں بس ہو گیا مسنون سلوک اور اگر اس پر یہ شبہ ہے کہ اگر وساوس یا میول معاصی مضر نہیں محض عمل مضر ہے تو یہ بات تو بلا مجاہدہ بھی میسر ہو سکتی ہے پھر مجاہدہ کیوں کرتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ واقعی اس کے لئے مجاہدہ فرض و واجب نہیں صرف اُس میں یہ نفع ہے کہ میل الی المعصیت کے مقابلہ میں زیادہ تعب نہیں ہوتا آسانی سے نفس پر غالب آجاتا ہے اور غیر مجاہدہ دُشواری سے آسکتا ہے بس یہ فائدہ ہے مجاہدہ میں باقی یہ نہیں کہ میل ہی جاتا رہتا ہو میں اس کی ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ گھوڑا شائستہ ہو کر بھی کبھی کبھی شرارت اور شوخی کرتا ہے مگر بوجہ شائستگی کے جلدی رام ہو جاتا ہے بخلاف غیر شائستہ کے کہ اُس کے رام کرنے میں بہت مشکل لاحق ہوتی ہے۔

چھٹا باب ذکر اور اُس کے متعلقات میں

(۱) ثمرہ اصلی ذکر و شغل کا قرب و رضاء حق ہے واردات غیبیہ یا ذوق و شوق ثمرۂ اصلی نہیں بلکہ یہ بھی محض ایک ذریعہ ہے تربیت کا اور وہ بھی بعض کیلئے غیبی طور پر اور دوسرا طریقہ تربیت کا صرف ہمت سے کام لینا ہے بلا مواجید کے (من فیوض مرشدی دامت برکاتہم)

(۲) استقامت علی الذکر ایک مقام رفیع ہے اور حضور قلب و ذوق وغیرہ حالات ہیں (جو کہ محمود ہیں مقصود نہیں ۱۲ احقر مؤلف) اور مقام افضل ہوتا ہے حال سے البتہ احضار قلب یعنی خود متوجہ رکھنا قلب کا یہ ضروری ہے پھر خواہ حضور تام اُس پر مرتب ہو یا نہ ہو۔ (ص۴، تربیت جلد اوّل)

(۳) طریق اس استقامت علی الذکر کا کثرت ذکر ہے وبس (من فیوض مرشدی دامت برکاتہم)

(۴) ذکر کی کثرت۔ تو مطلوب ہے ہی لیکن اُس کا دوام اُس سے زیادہ مطلوب ہے اور چونکہ وہ عادۃً موقوف ہے صحت پر اس لئے وہ بھی مطلوب ہے گو لغیرہ سہی۔ (ص ۱۹ تربیۃ السالک الامداد بابت ذیقعدہ ۳۳ھ۔)

(۵) دوام ذکر سے دِل کا انتشار جاتا ہے۔ (ص ۱۷، جلد اوّل تربیت السالک)

(۶) اپنی طرف سے ذکر کا التزام رکھے اگر کبھی ناغہ ہو جاوے تو مضر نہیں جبکہ سبب اس کا عذر ہو (ص ۶، تربیۃ السالک جلد اوّل)

(۷) ذکر میں لگا رہنا اور کوتاہی پر استغفار کرنا کہ ایک درجہ میں ذکر ہی کے قائم مقام ہے۔ علامت ترقی کی ہے۔ (من برکات سیدی دامت برکاتہم)

(۸) ذکر میں اگر لذت نہ آوے تو پریشان نہ ہو جس روز لذت آجاوے اُس روز اس کو غذا سمجھے اور جس روز لذت نہ آوے اُس روز اُس کو دوا سمجھے۔

(ص ۱۷۳، تربیۃ السالک الامداد بابۃ ربیع الاوّل ۳۶ھ)

(۹) ایک وقت معین پر ذکر کرنے میں زیادہ نفع ہے بہ نسبت متفرق اوقات کے

(ص ۵، تربیۃ السالک جلد دوم)

(۱۰) لفظ اللہ میں تفخیم اور مد واجبات سے نہیں جس کے ترک سے معصیت ہو ایک اَمر مستحب ہے اور ذکر میں اس مستحب کے اہتمام و مشغولی سے توجہ و یکسوئی جو کہ شرطِ اعظم ہے نافعیت ذکر کی وہ فوت ہوتی ہے پس جو اَمر غیر ضروری سبب ہو جاوے اَمر ضروری میں خلل پڑنے کا اُس کا ترک کرنا ضروری ہے سالک کو ہرگز ان قصوں میں نہ پڑنا چاہئے جس طرح آسان ہو کرتے رہنا چاہئے اس کاوش سے ضرر ہوگا۔

(ص ۹۲، تربیۃ السالک الامداد بابت جمادی الاولیٰ ۳۵ھ)

(۱۱) ذکر کرنے میں اگر تکان معلوم ہو تو ذکر کم کردے اور تقویت مزاج کی بمشورہ کسی طبیب کے تدبیر کرے۔ (ص ۵، تربیت، ج ۲)۔ قرآن و نماز و ذکر کے اندر یکسوئی

حاصل کرنے میں زیادہ کاوش نہ کرے کیونکہ اس سے پریشانی بڑھتی ہے اور پریشانی بڑھنے سے قلب پژمردہ ہوجاتا ہے اور اس سے بعض اوقات ضروریات سے بھی معطل ہوجاتا ہے اس لئے صرف اتنا کرے کہ جو کچھ زبان سے پڑھے اُن اَلفاظ کی طرف متوسط توجہ رکھے اس سے خود بخود وساوس کم ہوجاویں گے۔ (ص ۳۹، تربیۃ السالک، جلد اوّل)

یہ ضابطہ مذکورہ صرف مبتدی کے لئے ہے اور منتہی کے لئے ذکر میں مذکور کی طرف اور تلاوت میں متکلم یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف توجہ رکھنے سے خیالات لا یعنی بند ہوجاتے ہیں۔ (من فیوض مرشدی دامت برکاتہم)

(۱۳) تجربہ ہے کہ جب بقصد خشوع ذکر وتلاوت ونماز میں مداومت کے ساتھ مشغولی ہوتی ہے تو خشوع وتمام کیفیات محمودہ پیدا ہوجاتے ہیں دیر ہونے سے پریشان نہ ہونا چاہئے ان شاء اللہ تعالیٰ کلبہٗ احزاں شود روزِ گلستاں غم مخور۔ (ص ۲۱، تربیت جلد اوّل)

(۱۴) کبھی تعداد معین کی طرف خیال ہونے سے یکسوئی جاتی رہتی ہے تو خیال تعداد کو رفع کردے اور جب تک انبساط قلب رہے ذکر کرے کمی وبیشی کا خیال نہ کرے کیونکہ تعداد مقصود نہیں مگر مبتدی کے لئے بہتر ہے کہ اَیسی حالت میں انداز سے وقت کی مقدار کو معین رکھے۔ (من برکات مرشدی دامت برکاتہم)

(۱۵) اگر اثناء ذکر میں بلا قصد ریاء کے چیخنا آوے تو چیخ لے اور ہنسنا آوے تو ہنس لے کیونکہ یہ کیفیات مہمان ہیں ان کی خاطر ضروری اَمر ہے۔

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق　　نیست فردا گفتن از شرط طریق

(۱۶) ذکر بالجہر اگر نہ ہوسکے تو بالسر کرے کیونکہ مقصود ذکر ہے۔

(من برکات سیدی ومرشدی دامت برکاتہم)

(۱۷) معین ذکر کے بعد اگر زیادہ ذکر کا تقاضا ہو تو طبیعت لگنے تک کرتا رہے

(من فیوض مرشدی دامت فیوضہم)

(۱۸) نماز اور ذکر میں اگر کوئی فکر محمود پیدا ہوجاوے تو اُس کی طرف بقصد توجہ

نہ کرے اُس وقت جس کام میں ہے لگا رہے۔ (ص ۵۷، تربیت، جلد دوم)

(۱۹) کبھی یبس کی وجہ سے چکا چوند معلوم ہونے لگتی ہے جس کو ذاکر ناواقف انوار سمجھتا ہے لہٰذا بمشورہ شیخ طبیب ظاہری کی طرف رجوع کرے اور چندے ذکر و شغل میں مشقت کو موقوف رکھے۔ (من برکات سیدی ومرشدی دامت برکاتہم)

(۲۰) بوقت ذکر اگر انوار وغیرہ نظر آویں تو اُصلاً التفات نہ کرے

(من فیوض مرشدی دامت فیوضہم)

(۲۱) ذکر یا تلاوت جس قدر ہو جاوے کئے جاوے اُس کی بے قدری کر کے اُس سے بھی محروم نہ ہو جاوے (من فیوض مرشدی دامت فیوضہم)

(۲۲) سوتے وقت بوجہ غلبہ نیند یا کاہلی ذکر لسانی نہ کرنا چاہئے بلکہ قلب سے خیال رکھنا چاہئے بحدیث **لعله يستغفر فيسب نفسه**

(ص ۳، تربیت السالک الامداد بابت محرم ۳۸ھ)

(۲۳) ذاکر مریض کو چاہئے کہ جب تک کامل طور پر صحت وقوت نہ ہو جاوے معمولات شروع نہ کرے البتہ بلا کسی قید کے زبان سے یا قلب سے جو ذکر سہل معلوم ہو اُس کا خیال رکھے۔ (ص ۵۱، تربیۃ جلد اوّل)

(۲۴) بیماری میں صحت کا سا ثواب ملنا عاجز ومعذور کے لئے ہے نہ کہ قادر کے لئے (من فیوض مرشدی دامت برکاتہم)

(۲۵) ذاکر کے قلب پر سوزش کبھی ذکر کے اثر سے ہوتی ہے اور کبھی مرض سے اوّل طبیب سے رجوع کرنا چاہئے اگر وہ مرض سے اطمینان دِلا دیں تو پھر دستور العمل ذیل کا اختیار کرے:

(۱) جہر اور ضرب کو چھوڑ دے۔ (۲) ذکر کے بعد ایک ہزار بار یا باسط پڑھے۔ (۳) درود شریف گیارہ بار بعد ہر نماز کے پانی پر دَم کر کے پیا کرے۔

(۴) حق تعالیٰ کی رحمت کے مضامین کا مطالعہ کیا کرے اگر کتاب کیمیائے

سعادت یا اُس کے ترجمہ اکسیر ہدایت کا باب الرجاء یعنی اُمید کا باب مطالعہ کرے تو مناسب ہے۔ (۵) مفرحات ومقویات قلب کا استعمال رکھے اور جلد جلد اپنے مربی کو اپنے حالات سے مطلع کرتا رہے۔ (ص۱۲ تربیۃ السالک الامداد رمضان ۳۳ھ)

(۲۶) اگر مصلی مسجد میں فرض یا سنن مؤکدہ پڑھ رہا ہے تو ذاکر کو اُس کی رعایت ضروری ہے اور اگر نوافل پڑھ رہا ہے تو رعایت ضروری نہیں۔

(ص۹، تربیت السالک الامداد بابت رجب ۳۷ھ)

(۲۷) رات کو کم کھانا کھانا اور سویرے کھانا اور پانی کم پینا اور سوتے وقت سورۂ کہف کی آخری آیتیں ان الذین اٰمنوا سے آخر سورۃ تک ایک بار پڑھنا آخر رات میں اُٹھنے کے لئے بے حد مفید ہے۔ (ص۵، تربیت السالک جلد دوم)

معین الذاکرین

وساوس وبعض اقسام قبض اور میل اِلے المعصیۃ میں بعض منافع ومصالح اور چند خفی الطاف رحمانیہ ہیں جن کو دیکھ کر مبتلائے بلیہ بے ساختہ یہ کہہ کر پوری تسلی کرلے گا۔ شعر

الا لا یجارن اخوا لبلیہ　　فللرحمٰن الطاف خفیہ

(۱) اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

(۲) ہمیشہ ترسان رہتا ہے اپنے علم وعمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم وعمل وحال کیا چیز ہے اُس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

(۳) اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اُس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرے گا اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے۔

(۴) مرتے وقت اگر دفعۃً یہ حالت پیش نہ آتی تو پریشان ہوکر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اُس کو تحمل کی قوت اور بصیرت ہو جاتی ہے اگر اُس وقت بھی ایسا ہوا پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا اطمینان ومحبت حق میں

جان دے گا۔(۵) یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے۔(۶) ہر وقت اپنے اُوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ اَیسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔(۷) اس حدیث کے معنے برائے العین دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی۔ وغیر ذلک مما لا یحصیٰ

(ازص ۳۳ تا ۳۴۔ الابتلاء لاہل الاصطفاء)

ساتواں باب اَحوال میں

سالک کے قلب پر جو کیفیت غیب سے نازل ہو جس میں اُس کا کچھ اختیار نہیں اُس کو حال کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین، ص ۹۹)

فصل اَوّل قبض وبسط وخوف ورجاء میں

ماہیت قبض محبوب کی تجلی جلالی یعنی آثار عظمت و استغنا کے فی الحال وارد ہونے سے قلب کا گرفتہ ہونا۔ (تعلیم الدین، ص ۹۱) قبض کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی قبض گناہ کے سبب سے ہو جاتا ہے اس میں تو توبہ واستغفار کی ضرورت ہے۔ اسی کو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

غم چو بینی زود استغفار کُن　　غم بامر خالق آمد کارکُن

اور کبھی خشکی دماغ یا اور کسی قسم کی بیماری کے سبب سے اور یہ صورۃً قبض ہوتا ہے۔ اس میں علاج کی ضرورت ہے۔ تاوقتیکہ صحت تامّہ نہ ہو جائے ذکر و شغل میں مشقت کو موقوف رکھے۔ اور کبھی کسی ناگوار اَمر کے پیش آجانے سے قبض ہو جاتا ہے جب اس کا دفعیہ ہو جاتا ہے قبض بھی جاتا رہتا ہے۔ کبھی قبض سے سالک کی پستی و انکساری منظور ہوتی ہے۔ اسی کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو　　آں صلاحِ تست آیس دل مشو

چونکہ قبض آید تو دروے بسط میں　　تازہ باش و چیں میفکن برجبیں

(احقر مؤلف)

ماھیت بسط: محبوب کی تجلّی جمالی یعنی آثار لطف وفضل کے فی الحال وارد ہونے سے قلب کو سرور وفرحت ہونا۔ (تعلیم الدین ص۹۱)

ماھیت خوف: قلب کا دردناک ہونا ایسی چیز کے خیال سے جو نا گوار طبع ہو اور اُس کے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔ (تعلیم الدین، ص۷۵)

ماھیت رجاء: محبوب چیزوں یعنی فضل ومغفرت ونعمت وجنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ تنبیہ جو شخص رحمت وجنت کا منتظر رہے اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح و توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اُس کو مقام رجاء حاصل نہیں وہ دھوکے میں ہے جیسے کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے۔ صرف ہوس خام ہے۔ (تعلیم الدین، ص۷۵)

فصل دوم انس وہیبت میں

بسط میں جب ترقی ہوتی ہے اُس کو انس کہتے ہیں۔ قبض میں جب اور ترقی ہوتی ہے اُس کو ہیبت کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین، صفحہ۹۱)

فصل سوم وجد اور اس کے مراتب میں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کیفیت قلب پر وارد ہو اور اُس کو اُس کی حالت سے بدل ڈالے جیسا حزن وسرور یہ وجد کہلاتا ہے۔ اور اگر صاحب وجد کو بے خود کردے اُس کو وجود کہتے ہیں۔ اور اگر خود تغیر نہ ہو مگر سالک تغیر پیدا کرنے کا قصد کرے اُس کو تواجُد کہتے ہیں اور ترتیب اُس کے مراتب کی یہ ہے قصود پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود جیسے کسی دریا پر آنے کا اِرادہ کیا پھر اُس پر آپہنچا پھر اُس کو دیکھا پھر سوار ہوا پھر اس میں ڈوب گیا۔ اور مر گیا۔ البتہ تواجد اگر بقصد ریاء ہووے تو گناہ ہے۔ (تعلیم الدین، ص۹۱)

وجد میں جب زیادہ غلبہ ہوتا ہے تو اُس کو استغراق کہتے ہیں۔ (حقیقۃ الطریقۃ ص۸۵)

فصل چہارم فرق وجمع وجمع الجمع میں

مخلوق کو یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی فاعل اور موصوف صفات کے ساتھ فرمایا

ہے فرق ہے اور یہ سمجھنا کہ اُن میں نہ کوئی فعل ہے نہ کوئی صفت حقیقۃً فاعل اور موصوف ذات حق ہے اور سب اُس کا پرتو ہے یہ جمع ہے۔ اور بالکل مخلوق پر نظر ہی نہ رہنا یہ جمع الجمع ہے اور ایک اصطلاح اس میں اور ہے۔ ممکنات کو فاعل و موصوف سمجھنا فرق ہے۔ اور صرف حق پر نظر ہونا جمع ہے۔ اور مخلوق کو آئینہ صفات حق سمجھنا جمع الجمع ہے۔ (تعلیم الدین ص ۹۱)

فصل پنجم تمکین وتلوین میں

سالک کے قلب کے حالات کا مختلف ہونا کبھی قبض ہو کبھی بسط کبھی صحو ہو کبھی سکر یہ تلوین ہے اور بباعث اطمینان و وصول تام کے قلب کی حالت کا یکساں رہنا تمکین ہے۔ تلوین والا پہچانا جاتا ہے اور صاحبِ تمکین کی حالت عوام کی ایسی ہو جاتی ہے۔ پس صاحب تلوین صاحبِ حال ہے اور صاحبِ تمکین حقیقت شناس اور صاحبِ تلوین ابھی راہ میں ہے اور صاحب تمکین واصل ہو چکا۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں زنانِ مصر صاحبِ تلوین تھیں اور حضرت زلیخا صاحبِ تمکین۔

فصل ششم فناء وبقاء میں

فناء کی کئی قسمیں ہیں۔ فناء افعال واخلاق وصفات یعنی سالک کے بُرے اَفعال واَخلاق وصفات زائل ہو گئے۔ اور بجائے اُن کے افعال واخلاق وصفات حمیدہ پیدا ہو گئے۔ اُن کے پیدا ہونے کو بقاء کہتے ہیں۔ اسی فناء میں فانی چیز واقع میں جاتی رہی تو یہ فناء واقعی ہے۔ دوسری قسم فناء ذات وفناء خلق اس کے معنی یہ نہیں کہ واقع میں سالک اور مخلوقات فناء ہو جاتے ہیں۔ بلکہ غلبۂ شہود ذات وصفات حق کی وجہ سے سالک کو اپنے اور مخلوق کے وجود کا علم نہیں رہتا تو یہ فناء علمی ہے واقعی وحسّی نہیں۔ جیسے کوئی غریب سا آدمی کسی شاہی دربار میں دفعۃً پہنچ جاوے بعض اوقات ہیبت کے مارے اپنی پرائی کچھ بھی خبر نہیں رہتی۔ اور واقع میں وہاں سب موجود ہوتے ہیں۔ پھر بعض اوقات اس فناء کا بھی علم نہیں ہوتا جیسا سوتے میں اکثر اوقات یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں سوتا ہوں۔ اس کو فناء الفنا کہتے ہیں اور بعض کی اصطلاح میں فناء الفنا بقا کو

کہتے ہیں۔یعنی وہ بے خودی جوفنا کہلاتی تھی جاتی رہی۔

اور یہ شخص افاقہ میں آ گیا اس لئے اس کوفناء الفنا کہا۔اورفنائے صفات بشریہ کوقرب نوافل اورفنائے ذات کوقرب فرائض بھی کہتے ہیں۔(تعلیم الدین ص۹۲)

تنبیه: نسبت فنا کی زائل نہیں ہوتی ہے بلکہ مقام ہوجاتی ہے یعنی بعدرسوخ کے حال بھی مقام ہو جاتا ہے۔ بایں معنی اس کومقام کہتے ہیں۔یہ بھی ایک اصطلاح تصوُّف کی ہے۔یعنی ایک معنے مقام کے عمل باطنی اختیاری اور دوسرے معنے حال ثابت اورراسخ کے ہیں۔(من برکات سیدی)

فصل ہفتم غیبت وحضور میں

کوئی واردقوی قلب پرآیا۔خواہ صفات خداوندی کا غلبہ ہوا۔یا کچھ ثواب و عذاب یاد آیا۔اُس کے غلبہ سے حواس معطل ہوگئے اور ادھر کی خبر نہ رہی۔یہ غیبت ہے۔یعنی خلق سے اور جب ہوش آ گیا حضور ہوگیا اور کبھی اس غیبت کوحضور کہتے ہیں یعنی حضور بحق کبھی حضور کی جگہ شہود بولتے ہیں اس کے معنے بھی حضور کے ہیں۔

سوجو چیز قلب میں حاضر ہوگی وہ شاہداور مشہوُد ہے۔لیکن اکثر صوفیہ جب لفظ شہود بولتے ہیں شہودحق مراد لیتے ہیں۔اور لفظ شواہد سے مخلوق مراد لیتے ہیں۔پس غیبت کی دوقسمیں نکلیں ایک محمود اگر خلق کی طرف سے ہے ایک مذموم اگر حق کی طرف سے ہے۔اسی طرح حضور کو سمجھ لو۔(تعلیم الدین،ص۹۳)

فصل ہشتم محو واثبات میں

اس کے معنے قریب فناء وبقاء کے ہیں اور وہی قسمیں یہاں بھی ہیں۔اور محو کے معنے میں اور بھی چند اَلفاظ مستعمل ہیں۔محق۔سحق۔طمس۔اوراُگران اَلفاظ میں کچھ فرق کیا جائے تو بھی مضائقہ نہیں۔مثلاً محوصفات کو محق کہیں اور فنائے ذات کوسحق اور صفات وذات کے آثار محو ہو جانے کو طمس کہیں۔

فصل نہم تجلی واستتار میں

تجلی ظہور کو کہتے ہیں اور استتار پوشیدہ ہونے کو، تجلی کی کئی قسمیں ہیں اور ہر ایک کے جُدا آثار ہیں۔ ایک تجلی ذاتی ہے اُس کا اثر یہ ہے کہ اگر سالک کے وجود عنصری کے صفات وآثار کچھ باقی ہیں تب تو بے ہوش ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر بے ہوگئے۔ اور اگر وجود عنصری کے آثار بالکل فانی ہو چکے ہیں تو مشاہدہ کرسکتا ہے چنانچہ قبل موت تو یہ خلعت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوا اور بعد موت سب مؤمنین کو جنت میں دِیدار ہوگا۔ دوسری تجلی صفاتی اس کی علامت یہ ہے کہ اگر صفات جلالی تجلی کریں تو سالک پر خشوع وخضوع کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور اگر صفات جمالی تجلی کریں تو سالک کو سرور واُنس ہوتا ہے۔ تیسری تجلی افعالی ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ سالک کی نظر کسی مدح وذم ونفع وضرر ورَد وقبول پر نہیں رہتی۔ محاضرہ تجلی اَفعال کو کہتے ہیں۔ مکاشفہ تجلی صفات کو اور مشاہدہ تجلی ذات کو۔ محاضرہ قلب سے ہوتا ہے اور مکاشفہ سر سے اور مشاہدہ رُوح سے۔

فصل دہم غیرت میں

اہل کمال کے نزدیک طاعت حق ہر اَمر میں مقدم ہوتی ہے۔ اگر احیانا کسی چیز کی مشغولی نے طاعت حق میں خلل ڈالا تو اہل کمال کو اُس چیز کے دفع کرنے کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اُس کو غیرت کہتے ہیں۔

فصل یازدہم

منجملہ احوال رفیعہ کے سچا اور اَچھا خواب ہے جس میں انبیاء یا فرشتوں کی زیارت ہو یا جنت اور دوسرے مقامات متبرکہ دیکھے۔

فصل دوازدہم

منجملہ اُن اَحوال رفیعہ کے کشف ہے۔

فصل سیزدہم

منجملہ اُن اَحوال رفیعہ کے فراست صادقہ ہے یعنی بچی الکل جو مطابق واقع کے ہو۔

فصل چہاردہم منجملہ

منجملہ ان احوال رفیعہ کے اجابت دُعاء اور اُس کے قصد کے مطابق کام بن جانا ہے۔

فصل پانزدہم

منجملہ اُن اَحوال رفیعہ کے کرامات ہیں۔ کرامت اُس خرق عادت کو کہتے ہیں جو اِتباع شریعت کرنے والے سے ظاہر ہو۔ اور اگر اِتباع شریعت اس شخص میں نہیں ہے یا تو وہ سحر ہے یا کوئی شعبدہ یا ثمرۂ ریاضت ہے جو اکثر جوگیوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ یا استدراج ہے جیسا دجّال کے لئے ہوگا کہ اس کے حکم سے بارش ہوگی خزائن مدفونہ اُس کے پیچھے پیچھے دوڑیں گے۔ مُردے کو زندہ کرے گا۔ فی الفتوحات المکیّة سُئِل البسطامی رحمه الله عَنْ طیّ الارض فقال لیس بشیٔ وان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة وما هو عند الله بمکان و سئل عن اختراق الهواء فقال ان الطیر یخترق الهوا والمؤمن افضل من الطیر فکیف یحسب کرامة یشارک فیها طائر و هٰکذاا علل جمیع ما ذکر لهٗ . و قال ابو یزید رحمة الله علیه لو نظرتم الٰی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الهواء فلا تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونهٗ عند الامر والنهی و حفظ الحدود واداء الشریعة۔

تحقیق متعلق کرامت اَز رسالہ کرامات امدادیہ

مسئلہ اوّل: جاننا چاہیئے کہ خلاصہ کلام محققین کا اس باب میں یہ ہے کہ کرامت اُس اَمر کو کہتے ہیں جو کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو پس اگر وہ اَمر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے اور

جس شخص سے وہ اَمر صادر ہوا ہے اگر وہ کسی نبی کا متبع اپنے کو نہیں کہتا تو وہ بھی کرامت نہیں ہے جیسے جوگیوں ساحروں وغیرہم سے بعض اُمور ایسے سرزد ہو جاتے ہیں اور اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں ہے خواہ اُصول میں خلاف کرتا ہو جس طرح اہلِ بدعت یا فروع میں جیسے فاسق فاجر اس سے بھی اگر ایسا اَمر صادر ہو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ہے جس کا ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور اس دھوکہ میں کبھی حق کے طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کس قدر خسران عظیم ہے۔ پس کرامت اُس وقت کہلائے گی جب کہ اُس فعل کا صدور مؤمن متبع سنت کامل التقویٰ سے ہو۔

اب ہمارے زمانہ میں جس شخص سے کوئی فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے اُس کو غوث قطب قرار دیتے ہیں، خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال و اَخلاق ہوں، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اُڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو۔

مسئلہ دوم: اور جاننا چاہئے کہ کرامت کے لئے نہ اُس ولی کو اُس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اُس کے متعلق قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے۔ اور احیاناً علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا اور کبھی علم اور قصد دونوں اَمر ہوتے ہیں اس بناء پر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں: (۱) ایک قسم وہ جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی ہو جیسے نیل کا جاری ہونا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے۔

(۲) اور دوسری قسم وہ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میوؤں کا آ جانا۔ (۳) تیسری قسم وہ جہاں نہ علم ہو نہ قصد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کا ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند اور سہ چند ہو جانا چنانچہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا جس سے اُن کے علم اور قصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اور ایک احتمال حصرِ عقلی میں سے خلاف واقع ہے کہ قصد ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بدون علم قصد ممکن نہیں اور لفظ تصرُّف وہمت کا صرف قسم اوّل پر اطلاق کیا جاتا ہے قسم ثانی وثالث کو تصرف نہیں کہتے البتہ برکت وکرامت کہلاتی ہیں۔

مسئلہ سوم: اور جاننا چاہئے کہ ایک اور اعتبار سے کرامت کی دو قسم ہیں ایک حسّی ایک معنوی۔ عام لوگ اکثر حسّی کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں جیسے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا پر اُڑنا وغیرہ اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا، نیک کاموں کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا، حسد وکینہ ودیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہو جانا۔ کوئی سانس غفلت میں نہ گذرنا۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال ہی نہیں بخلاف قسم اوّل کے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے اسی واسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ یہ استدراج نہ ہو یا خدانخواستہ اس سے نفس میں عُجب نہ پیدا ہو جائے یا اس کی وجہ سے عوام میں شہرت وامتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت ہو۔ بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیاء نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت صادر نہ ہوتی تاکہ اس کا عوض اور اَجر بھی آخرت میں ملتا کیونکہ یہ اَمر مقرر ہے کہ جس قدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی اُس کا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم: اور جاننا چاہئے کہ بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک معین کی ہے اور جو اُمور نہایت عظیم ہیں جیسے بدون والد کے اولاد پیدا ہونا۔ یا کسی جماد کا حیوان بن جانا۔ یا ملائکہ کا باتیں کرنا۔ اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ صرف ولی کے ہاتھ پر اُس کا ظہور ہو گیا ہے واسطے اظہار کرامت وقرب ومقبولیت اُس ولی کے۔ سو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں پھر کرامت محدود کیسے ہو سکتی ہے۔ رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے

کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ میں نبی علیہ السلام کا غلام ہوں تو جو کچھ اُس سے ظاہر ہوا ہے بہ تبعیت اُس نبی علیہ السلام کے ہے استقلالاً نہیں جو اس شبہ کی گنجائش ہو۔ البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی علیہ السلام کا اِرشاد ہو کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت کے سرزد نہیں ہوسکتی۔ جیسے قرآن مجید کا مثل لانا۔

مسئلہ پنجم: اور جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کا اخفا واجب ہے۔ مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں قصد واختیار باقی نہ رہے یا کسی طالب حق ومرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہاں جائز ہے۔

مسئلہ ششم: اور جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بعض اولیاء کاملین کا مقام غلبۂ عبودیت ورضا کا ہوتا ہے۔ اس لئے کسی شئے میں وہ تصرف نہیں کرتے اس وجہ سے اُن کی کرامتیں نہیں معلوم ہوتیں اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی تسلیم وتفویض ہی اُن کی کرامت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

مسئلہ ہفتم: اور جاننا چاہئے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات اور خوارق سرزد ہوتے ہیں اور یہ اَمر معناً حد تواتر تک پہنچ گیا ہے۔

مسئلہ ہشتم: اور جاننا چاہئے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اَثر پیدا نہ ہوا ہو خواہ وہ اسباب جلی ہو یا خفی۔ اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں تو مطلق عجیب اُمور کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے معتقد کمال بن جاتے ہیں۔ آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں۔

مسمریزم، فریمیسن، حاضرات، ہمزاد کا عمل، عملیات ونقوش، طلسمات و شعبدات، تاثیرات عجیبہ ادویات، سحر، چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں اور بعض کے واقعی بھی ہوں تو اَسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں

کرامت ان سب خرافات سے منزہ ہے۔اور بعض کرامات کو بھی قوت طبعیہ پر محمول کر کے سب کو ایک لکڑی سے ہانکتے ہیں۔ صاحب بصیرت طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل میں قوائے طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغیب ہے۔

مسئلہ نہم: اور جاننا چاہئے کہ جس فعل کا ظاہری قویٰ سے کرنا ممنوع ہے جیسے کسی بے گناہ کو قتل کرنا۔ یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لے لینا، یا کسی کا راز پنہانی معلوم کرنا، یا قصداً نامحرم کی طرف التفات کرنا۔بعض لوگ مطلقاً خرقِ عادت کو شعبہ ولایت کا سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

مسئلہ دہم: اور جاننا چاہئے کہ ولی سے احیاناً کوئی اَمر ناجائز صادر ہو جانا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو اور تنبیہ کے وقت توبہ کرنے یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلط شق کو اختیار کرنا ولایت و کراہت میں قادح نہیں۔ یہ کل دس مسئلے اس باب کے متعلق ہیں۔

منجملہ احوال کے غلبہ سوءظن بنفسہٖ بھی ہے

جب اس حال کا غلبہ ہوتا ہے تو سالک اپنے کو کافر سے بھی بدتر سمجھنے لگتا ہے۔ ایسے وقت میں اپنے اس اعتقاد کو صحیح نہ سمجھے اور نیز اس غلبۂ حال میں لباس و وضع کافرانہ کو اپنے لئے پسند کرنے لگتا ہے اور ایسے وقت میں حال پر وَرع کو غالب رکھے یعنی حال کے اس اقتضاء پر عمل نہ کرے۔ یہ مجاہدہ عظیمہ ہے۔ (تربیۃ، صفحہ ۲۴۶ سے ۲۴۷ تک، الامداد)

سکر وصحو

وارد غیبی سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز کا اُٹھ جانا سکر ہے۔ اور اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے۔ (حقیقۃ الطریقۃ صفحہ ۲۶)

کشف ملکوت

اشغال و مراقبات سے جب نفس میں یکسوئی استغراق غالب ہوتا ہے حسب

مناسب فطریہ احیاناً ملکوت وغیرہ کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ (صفحہ۱۰، حقیقۃ الطریقۃ)

علوم وہبیہ وواردات قلبیہ

جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضت ومجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورات طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و رُوح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت خاصہ وتعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اس وقت قلب پر بلا واسطہ اسباب ظاہری تحصیل وسماع وغیرہ کے کچھ اسرار لطیفہ وعلوم شریفہ کا ورود والقاء ہونے لگتا ہے۔ (ص۱۸، حقیقۃ الطریقۃ)

کیفیت باطنی مسمّٰی بہ نسبت

مشاہدہ شاہد ہے کہ اشتغال بالذکر سے قلب میں ایک کیفیت غریبہ لذیذہ پیدا ہو جاتی ہے اور مواظبت سے اس میں رسوخ ہو جاتا ہے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو نسبت کہتے ہیں۔ (صفحہ۱۹، حقیقۃ الطریقۃ)۔ اور اس نسبت کو ولایت اور مقبولیت بھی کہتے ہیں۔ (تربیت السالک صفحہ۵۶، جلد دوم)

التذاذ بعتاب محبوب بعنوان متضمن محبت

بہت سے عشاق سے منقول ہے کہ ان کو اپنے یا دوسرے کے مکاشفات یا الہامات سے حق تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اپنا مورد کلمات عتاب یا بُعد و طرد ہونا مکشوف ہوا تو اُنہوں نے اُس پر مسرت والتذاذ ظاہر کیا۔ (ص۲۳، حقیقۃ الطریقۃ)

فراستہ صفا، قلب کی بدولت جو کہ مواظبت ذکر اللہ وملازمت تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے اکثر وجدانی طور پر حقائق واقعات کے مدرک ہونے لگتے ہیں اس کو فراستہ کہتے ہیں۔ (ص۲۸، حقیقۃ الطریقۃ)

شطح وادلال

بعض بزرگوں سے نظماً یا نثراً بعض ایسے کلمات منقول ہیں جن کا ظاہری عنوان موہم گستاخی ہے۔ اگر یہ غلبۂ حال میں ہو تو اس کو ''شطح وادلال'' کہتے ہیں۔

(صفحہ ۸۰، حقیقۃ الطریقۃ) یعنی غلبۂ اُنس و انبساط میں بطور ناز کے ایسے کلمات کا کلنا۔ اور یہ ادلال کبھی کامل ہوتا ہے اور کبھی ناقص۔ (ص ۸۵، حقیقۃ الطریقۃ)

الہام: بلا واسطہ نظر و اکتساب کے کسی حقیقت کا قلب میں القاء ہو جانا الہام کہلاتا ہے۔ (ص ۶۱، حقیقۃ الطریقۃ)

لذت درحالت قرأت

نماز اور قرآن یا اور طاعت میں لذت حاصل ہونا ایک حال رفیع ہے۔

(ص ۸۷، حقیقۃ الطریقۃ)

کشف عالم غیب

عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا ایک حال رفیع ہے جب کہ اتباع شرع کے ساتھ ہو۔ (ص ۸۵، حقیقۃ الطریقۃ)

اشتیاقِ موت

احقر مؤلف عرض پرداز ہے کہ میں نے اعلیٰ حضرت سیدی وسندی ومرشدی دامت برکاتہم سے فرماتے سُنا ہے کہ تمنائے موت محض حب لقاء اللہ کی وجہ سے نہ دنیاوی مصائب کی وجہ سے حالت رفیعہ ہے اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

حب حیٰوۃ

اگر اشتغال بالطاعات کی وجہ سے حیات کی محبت ہے تو رفیع حال ہے۔

(صفحہ ۹۱، حقیقۃ الطریقۃ)

فنافی الشیخ

غایت تناسب مرید و شیخ میں ہونا جو کہ غایت اطاعت و محبت سے پیدا ہو جاتا ہے فنافی الشیخ کہلاتا ہے۔ (ص ۹۳، حقیقۃ الطریقۃ)

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ حال ایسا ہے کہ سارے مقامات کی مفتاح

ہے۔ یہ حال ایسا حال ہے کہ محبوب حقیقی تک پہنچانے والا ہے۔

منام صادق

سچا خواب ایک حال محمود ہے۔ (ص ۱۰۹، حقیقۃ الطریقۃ) یعنی متبع سنت کا خواب حال محمود ہے۔ (مؤلف)

کلام ہاتف:

ہاتف غیبی کا کسی بزرگ سے کلام کرنا یہ بھی ایک حال محمود ہے۔
(ص ۱۳۳، حقیقۃ الطریقۃ)

انکشافِ صوتِ عالم غیب

بعض اوقات کسی شغل سے بعض اوقات کسی بزرگ کے قرب کی برکت سے بعض اوقات دوسرے اسباب سے عالم غیب کی آواز منکشف ہو جاتی ہے۔
(ص ۱۴۱، حقیقۃ الطریقۃ)

قرب ومعیت:

مراقبہ پر جو ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ قرب ومعیت ہے۔ (ص ۱۴۶، حقیقۃ الطریقۃ)

کشف القبور

کشف القبور کبھی بلا قصد واکتساب ہوتا ہے اور کبھی کسب وریاضت سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ کہ رسالہ اُصول الوصول تمام ہوا۔

القطائف من اللطائف

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

القطائف من اللطائف

(جزوے از ملفوظات)

الحمد لله الذی کتاب دلائل توحیده علی صفحات المخلوقات ورسم براهین تفریده علی اوراق الموجودات والصلوٰة والسلام الاتمان الا کملان علی سید انس والجان ما صاح فی الغمام رعد ولاح فی الظلام سعد اما بعد ۱۱ رمضان ۱۳۴۹ھ کوشنبہ کے دن صبح کے وقت ایک حکیم صاحب کی جانب توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ آپ نے لطائف ستہ کے متعلق خط میں دریافت فرمایا تھا میں نے جواب میں لکھا تھا کہ زبانی دریافت کر لیجئے گا۔ اب آپ سوال کا اعادہ کر دیں تا کہ میں اپنے معلومات کے مطابق حسب مصلحت و ضرورت جواب عرض کروں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ لطائف ستہ کو کیسے ذاکر بنایا جاتا ہے۔ حضرت اقدس نے جواباً ارشاد فرمایا کہ پہلے ایسی تمہید کی ضرورت ہے جس سے حسب حاجت حقیقت لطائف پر بھی روشنی پڑ جائے لہٰذا التماس ہے کہ باتفاق عقلاء انسان بسیط نہیں بلکہ ذہناً و خارجاً مرکب ہے ہم اس وقت ترکیب خارجی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں دنیا کے اہل آراء و اہل دل انسان کو اجزاء متعددہ سے مرکب مانتے ہیں لیکن اطباء و متکلمین تو فرماتے ہیں کہ انسان کے جمیع اجزاء ترکیبیہ مادی ہیں۔ اطباء روح غیبی کے قائل نہیں یعنی اطباء فن طب میں روح غیبی سے بحث نہیں کرتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اطباء روح غیبی کے امتناع کے قائل ہیں کیونکہ نہ

امتناع پر اب تک طبیب نے کوئی قوی یا ضعیف دلیل قائم کی اور نہ کسی طبیب نے اس کا انکار کیا اور بحث نہ کرنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ روح غیبی کی بحث فن طب سے خارج ہے فن طب کا کوئی مسئلہ روح غیبی کے عدم یا وجود پر موقوف نہیں اطباء کے روح غیبی کے قائل نہ ہونے کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ حکیم فیثاغورس وجود افلاک کا قائل نہیں حالانکہ فیثاغورس وجود افلاک کا منکر نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نظام طلوع وغروب محفوظ رکھنے کیلئے حرکت ارض کافی ہے۔ نظام شمسی سے یہ تمام حسابات وجود پذیر ہو سکتے ہیں ذاتیات نظام یا لوازم غیر منفکہ نظام میں وجود افلاک داخل نہیں ہے اگر افلاک کا عدم بھی فرض کر لیا جائے تب بھی نظام مذکور میں اختلال رونما نہ ہوگا جیسے وجود افلاک سے (ساکنة کانت او متحرکة) نظام پر کوئی موافق یا مخالف اثر نہیں ہوتا کیونکہ یہ نظام کواکب کی حرکت سے منتظم ہو سکتا ہے مگر ابناء زمانہ نے انکار افلاک کو اس کی جانب بلا دلیل منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس انتساب کی کوئی دلیل نہیں رجماً بالغیب جو چاہتے ہیں کہتے ہیں۔ اسی طرح اطباء کے نزدیک فن طب میں روح غیبی کی حاجت نہیں پس وہ انسان کو جسد و بخارات سے کہ روح طبی ہے مرکب مانتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ جسد مادہ کثیف ہے اور بخارات مادہ لطیف، اور اطباء کی طرح متکلمین کا بھی یہی خیال ہے کہ انسان کے تمام اجزاء ترکیبیہ مادی ہیں کوئی جزو مجرد نہیں کیونکہ ارواح متکلمین کے نزدیک بھی مادی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے نزدیک ان ارواح کا تکون وحدوث قبل حدوث الابدان ہو چکا تھا اور ان کا مستقر عالم ارواح ہے اور ارواح ابدان سے مفارق ہو کر بھی باقی رہتی ہیں اور اطباء قائل ہیں کہ ارواح کا تکون بھی بعد تکون ابدان کے ہوتا ہے اور فناء ابدان سے یہ بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ حضرات متکلمین روح کی ان الفاظ سے تعریف کرتے ہیں الروح جسم لطیف سار فی البدن اور فرماتے ہیں روح

جسم میں اس طریقہ پر ساری ہے جیسے عرق گلاب پتیوں میں ساری رہتا ہے یہ سرایت حلول سریانی کے مشابہ ہے کیونکہ محل کے تجزیہ سے حال کا تجزیہ ہو جاتا ہے۔ وھو شان الحلول السریانی چنانچہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صغر و عظم ارواح کا صغر و عظم ابدان کے تابع ہے۔ تقریب الی الذہن کیلئے یوں سمجھئے کہ جیسی جسم تعلیمی کو جسم طبعی سے نسبت ہوتی ہے وہی نسبت روح کو بدن سے ہے جسم طبعی اگر چھوٹا ہے جسم تعلیمی چھوٹا ہوگا جسم طبعی اگر بڑا ہوگا جسم تعلیمی بڑا ہوگا۔ وعلی ہذا القیاس۔ البتہ جسم تعلیمی عرض ہے اور روح جوہر اور حلول سریانی کے مشابہ کہنے کی اور عین حلول سریانی نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حلول میں وجود حال کا بدون محل کے متحقق نہیں ہوتا جیسا مصرح ہے اور یہاں وجود روح کا بدون بدن کے ثابت ہے قبل تعلق و تکون بدن بھی اور بعد مفارقت بدن بھی۔ یہاں تو روح کے متعلق اجمالی طور پر بقدر ضرورت متکلمین و اطباء کے مذہب کا بیان تھا۔ اب حکماء و صوفیہ کی سنئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسان مرکب تو ضرور ہے لیکن اس کے تمام اجزاء مادی نہیں بلکہ بعض اجزاء مادی ہیں بعض غیر مادی اس قدر پر تو دونوں کا اتفاق ہے آگے اختلاف ہے کہ حکماء صرف نفس ناطقہ کے غیر مادی ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک صرف یہی ایک جزو غیر مادی ہے اور صوفیہ کے نزدیک اجزاء غیر مادی متعدد ہیں حکما کے زعم میں نفس کے علاوہ کسی دوسرے جزو کے غیر مادی ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ لہٰذا علاوہ نفس کے اور کسی جزو کو غیر مادی نہیں کہتے (**وفیہ وھن ظاھر لا نھم یستدلون بعدم اطلاعھم علی دلیل یستدل بہ علی کون غیر النفس من الاجزاء الترکیبیۃ للانسان علی کون غیر النفس ما دیا وھو کما تری فان عدم العلم لا یدل علی علم العدم**) ممکن ہے کہ حکماء مشائین نے یہ قول اشراقیین سے لیا ہو اور اشراقیین کو غیر مادی اجزاء میں سے صرف نفس ہی منکشف ہوا ہو یا ان میں سے بعض کو اور اجزاء کا غیر مادی

ہوتا بھی منکشف ہوا ہو لیکن حکماء مشائین کو بجز ایک قول کے دوسرا قول نہ پہنچا ہو بلکہ مجھے تو ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ مشائین اشراقیین کے اقوال لے لے کر مسخ کر لیتے ہیں اوران کی عبارت دیکھتے ہیں اصل مطالب وحقائق تک پہنچتے نہیں کیونکہ اہل کشف کی تعبیرات فطرۃً وعادتاً علی الدوام قاصر ہوتی ہیں۔ مشائین اپنی جانب سے قطع و برید کر لیتے ہیں (نیز اشراقیین کے مکاشافات کے صحیح ہونے کا بھی یقین نہیں کیا جا سکتا) اوران حکماء کے نزدیک یہ تو متفق علیہ ہے کہ نفس کے علاوہ اورکوئی جزو انسانی مادی نہیں۔ آگے ان میں خود ایک اختلاف ہے اشراقیین کے نزدیک حادث قبل حدوث البدن۔ البتہ اس کے یہ سب قائل ہیں کہ نفس ابدی ہے۔ **وھو مذھب الاشراقیین والمتکلمین ایضاً**۔ اور حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ یہ خیال تو صحیح ہے کہ انسان کے تمام اجزاء ترکیبیہ مادی نہیں بلکہ بعض مادی ہیں، بعض غیر مادی مگر ان غیر مادیات کو بھی حادث بالذات و بالزمان مانتے ہیں پس روح کے حدوث وتجرد میں تو مشائین کے ساتھ ہیں اور تکون قبل از بدن میں متکلمین کے ساتھ البتہ ان کے نزدیک یہ خیال غلط ہے کہ جزو غیر مادی صرف ایک ہے یعنی نفس ناطقہ بلکہ پانچ جزو غیر مادی ہیں تو ان کے نزدیک انسان دس اجزاء سے مرکب ہے پانچ مادی ہیں پانچ غیر مادی۔ مادی اجزاء تو یہ ہیں۔ عناصر اربعہ ونفس اور غیر مادی اجزاء یہ ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفی انہیں اجزاء خمسہ مجردہ یعنی غیر مادیہ کا نام لطائف خمسہ ہے۔ بعض صوفیہ اپنی اصطلاح میں ان میں نفس کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور مجموعہ کو لطائف ستہ کہتے ہیں۔ چنانچہ آج کل یہی نام مشہور بین الخواص والعوام ہے مگر نفس کو لطائف میں شامل کرنا بوجہ اس کے مادی ہونے کے تغلیباً ہے جیسے قمرین، عمرین، قمر وشمس اور ابوبکر و عمر کو تغلیباً کہا جاتا ہے۔ ہاں مادی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مادہ اس کا جزو ہو جیسے بدن انسانی دوسرے یہ کہ کسی مادی یا خود مادہ میں حلول کر رہا ہو یہاں پر نفس کو باعتبار المعنی

الثانی مادی کہا جاتا ہے کیونکہ نفس جو قوۃ داعیہ الی الشر ہے منطبع فی جمیع البدن ہے لہٰذا
مادی ہوگا مگر یہ بعض اس کو اس وجہ سے تغلیباً لطائف میں شمار کر لیتے ہیں کہ غرض تصوفی
کے سبب لطائف کے ساتھ اس سے بھی بحث ہوتی ہے حضرت مجدد صاحب کے کلام
میں اکثر لطائف خمسہ کا عنوان مذکور ہوتا ہے اور بعض اکابر صوفیہ کے کلام میں لطائف
ستہ کا عنوان اور تحقیق بالا سے معلوم ہو گیا کہ ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ مجدد
صاحب لطائف تحقیقی قرار دیتے ہیں۔ متاخرین وغیرہ لطائف تغلیبی اول پانچ ہیں ثانی
چھ اور چونکہ لطائف خمسہ غیر مادی و مجردات ہیں تو بقاعدہ الشیء اذا ثبت ثبت
بلوازمہ لطائف خمسہ کے لئے تجرد کے لوازم بھی مثل عدم تحیز وغیر ثابت ہوں گے مگر
اس سے یہ اشتباہ نہ ہو کہ لطائف کیلئے قدم بھی ثابت ہوگا کیونکہ قدم عقلاء لوازم تجرد
سے نہیں ہے۔ **فانه یمكن ان یكون الحادث مجرد الانه لا دلیل علی
خلافه** . البتہ یہ ضرور ثابت ہوگا کہ لطائف متمکن و متحیز نہیں ہوں گے کیونکہ حیز د
مکان خواص مادہ سے ہیں۔ تجرد میں اور تحیز و تمکن میں تنافی ہے اس تحقیق کے بعد یہ
شبہ ہوتا ہے کہ بعض صوفیہ کے کلام میں واقع ہے **اللطائف فوق العرش** جس سے
تمکن و تحیز کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ عرش تو مکان ہے حالانکہ ان کا تجرد اس کا منافی ہے
سو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ محض ایک اصطلاحی تعبیر ہے جس کی بناء یہ ہے کہ عرش منتہائے
امکنہ ہے اہل اسلام کے نزدیک بھی کیونکہ باجماع امت وراء عرش کوئی مکان و حیز نہیں
ہے اور حکماء کے نزدیک بھی کیونکہ وہ عرش کو فلک الافلاک محدد جہات وغیرہ کہتے ہیں
اور اس کے بعد **لا خلاء و لا ملاء** کے قائل ہیں۔ البتہ اہل اسلام و حکماء میں فرق
یہ ہے کہ اہل اسلام عرش اور جمیع افلاک کے حدوث کے قائل ہیں اور حکماء قدم کے
پس اب فوق العرش کے معنی ہوں گے **فوق الامکنه کلها** یعنی خارج عن الامکنہ
اور اس کے لیے لازم ہے غیر متحیز و غیر متمکن ہونا پس فوق کے معنی خارج کے ہیں نہ کہ

معنی متعارف جس میں استقرار ہوتا ہے۔ پس فوق العرش عدم تمکن کو تعبیر کرنا تعبیر اصطلاحی ہے۔ (بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ یہاں سے الرحمن علی العرش استوی کے متعلق ایک محتمل توجیہ سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ یہ کلام محمول علی ظاہرہ نہیں کیونکہ عرش عنداہل الشرع کما مر۔ قریباً حادث ہے اور رحمٰن عزوجل قدیم ہے تو چونکہ عرش حادث ہے اس لئے استواء علیہ بالمعنی المتعارف بھی حادث ہوگا اور اس کے حدوث سے باری تعالیٰ کا محل حوادث ہونا لازم آئے گا جو مستلزم ہے۔ (تغیر ذات کو **وھو مستحیل و مستلزم المستحیل مستحیل**) اور اس پر ایک تفریع یہ بھی ہوگی کہ لطائف ستہ کے تصور میں تصور عرش کی حاجت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللطائف فوق العرش سے یہ مراد نہیں کہ لطائف عرش پر برابر پتلوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ اس اعتقاد سے یہ مراقبہ جائز بھی نہیں تصور بلا حکم کا مضائقہ نہیں۔ یہ ہے اہل کشف کا قول اور حضرات متکلمین ان لطائف کے منکر ہیں لیکن چونکہ یہ لطائف نہ ممتنع ہیں تا کہ ادلہ عقلیہ سے ان کا امتناع و بطلان ظاہر کیا جائے نہ واجب بالذات یا بالغیر ہیں کہ براہین سے ان کا اثبات کیا جائے بلکہ ایسے ممکن الوجود ہیں جو مکاشفہ سے ثابت کئے گئے ہیں اور متکلمین کو مکاشفہ ہوا نہیں اس لیے ان کا انکار بلا دلیل ہے باقی متکلمین نے ان کے عدم پر جو دلیل قائم کی ہے وہ **اوھن من بیت العنکبوت** ہے متکلمین یہ دلیل نفی لطائف پر بیان کرتے ہیں کہ وصف تجرد باری تعالیٰ کے اخص صفات سے ہے اب اگر غیر باری تعالیٰ کیلئے ثابت کیا جائے تو اشتراک لازم آ جاویگا اور اخصیت باقی نہ رہے گی کیونکہ اخصیت کے لوازم بینہ بالمعنی الاخص سے ہے **یو جد فیه تعالیٰ ولا یوجد فی غیره تعالیٰ وفیه نظر ظاهر لان کون التجرد من اخص صفات الباری تعالیٰ موقوف علی نفی التجرد عن غیره ولم یثبت ففیه مصادرة علی المطلوب و دور مستحیل** ہاں اخص صفات باری تعالیٰ میں

وجوب بالذابت ہے نہ کہ تجرد البتہ قدم بالذات باتفاق حکماء و اہل اسلام وقدم بالزمان عنداہل اسلام وجوب بالذات کا مترادف ہے جو اخص صفات ہے اس لئے اس قدم مترادف کی تجویز بھی غیر باری تعالیٰ کے لئے باطل ہے غرض صوفیہ تعدداجزاء غیر مادیہ کے قائل ہیں۔سوان کے نزدیک لطائف متعددہ ہیں مجردہ ہیں غیر ممکنہ ہیں حادثہ ہیں بالذات بھی بالزمان بھی۔ یہ مضمون بطورتمہید ذکر کیا گیا ہےاورقوم کی غرض اصلی تحقیق ماہیت نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصود اصلی افعال کی بحث ہے کہ کونسا فعل قرب الٰہی پیدا کرتا ہے اور کونسا فعل بعد۔ پس صوفیہ لطائف سے بحث من حیث الافعال کرتے ہیں جیسے اطباء بدن انسانی سے بحث من حیث الصحۃ والمرض کرتے ہیں اس لئے میں ان کے افعال کا بیان شروع کرتا ہوں۔

نفس کا اصل فعل غفلت ہے باقی غفلت چونکہ کلی مشکک ہے اس لئے اس کے افرادشدت وضعف میں مختلف ہیں اور بعض حضرات نے اس کواس طرح تعبیر کیا ہے کہ نفس کا فعل شہوت ہےاوروہ بھی کلی مشکک ہےاوردونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے کیونکہ غفلت وشہوت میں تلازم ہے کیونکہ غفلت سے شہوت پیدا ہوتی ہے اور شہوت سے غفلت، تو حاصل یہ ہے کہ فعل نفس مجموعہ شہوت وغفلت ہے بعض نے اس مجموعہ کو جزو اول سے تعبیر کر دیا ہے بعض نے جزو ثانی سے اورنفس کے اس فعل کی اصلاح مجاہدات وطاعات سے ہوتی ہے یعنی ریاضت وتقویٰ سے شہوت وغفلت میں کمی ہو جاتی ہے اسی کمی کا نام سکون ہے اس سکون وعدم سکون کے صوفیہ نے تین درجے مقرر فرمائے ہیں (۱) سکون کامل وتام (۲) غیرکامل وغیرتام (۳) عدم السکون مطلقاً درجہ اولی میں نفس کا نام مطمئنہ درجہ ثانیہ میں لوامہ، درجہ ثالثہ میں امارہ بالسوء ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نفس مجاہدہ وریاضت زہد وطاعت، ورع وتقویٰ میں انسان کی مقاومت کرتا ہے۔ پس اگرنفس میں بالکل شان اطاعت پیدا ہو جاتی ہے تو

مطمئنہ کہلاتا ہے کیونکہ یہ حالت اطمینان کی ہے اور اگر کبھی نفس مطیع ہوتا ہے کبھی مطاع تو لوامہ کہلاتا ہے کیونکہ اس درجہ میں ارتکاب افعال شنیعہ سے نادم بھی ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور اگر نفس ہمیشہ مقاومت میں غالب و مطاع ہی رہے تو امارہ بالسوء کہلاتا ہے کیونکہ ہمیشہ سوء و قباحت کی راہیں بتاتا ہے نفس مطمئنہ امور خیر میں مقاومت تو نہیں کرتا ہے لیکن وساوس و خطرات پیش آ جاتے ہیں مگر اس سے انسان کے اجر و کمال میں ازدیاد ہوتا ہے جیسے شائستہ گھوڑا کبھی کبھی کچھ شوخی کرتا ہے لیکن سوار کے اشارہ پر درست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نفس مطمئنہ بھی وساوس و خطرات کے درجہ میں مقاومت کرتا ہے لیکن سالک کے اشارہ پر درست ہو جاتا ہے اسی وجہ سے نفس کی مقاومت کو کالعدم قرار دیا گیا ہے اور اس حالت کو سکون تام سے تعبیر کیا گیا ہے یہ تو لطیفہ نفس کا فعل تھا اور لطائف خمسہ باقیہ کا فعل مقصود کی طرف توجہ اور اس کا تصور ہے جو سب میں مشترک ہے اور اسی تصور کو ذکر یا دو غیرہ الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ میں آئندہ تفہیم کی سہولت کے لیے لفظ تصور ہی استعمال کروں گا تو ان لطائف خمسہ کے فعل تصور کی اصل حقیقت اس قدر ہے کہ نفس ذات باری تعالیٰ کا تصور ذہنی و ذکر مفرد کیا جائے اور لفظ اللہ کیلئے کوئی محمول یا خبر ثابت ہونا تحقق اصل ذکر کیلئے لازم نہیں جیسے **اللہ قادر، اللہ علیم، اللہ حکیم** کیونکہ بالاتفاق ایسا ذکر ایسا تصور جائز ہے۔ اس قسم کا مراقبہ اثبات بالدلیل کا محتاج نہیں (بطور جملہ معترضہ فرمایا یہاں سے ایک دوسرا مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ باتفاق علماء جب ذکر قلبی بغیر اثبات محمول جائز ہے تو ذکر لسانی بھی جائز ہو گا اس میں کیا حرج ہے۔ حقیقۃً ذکر لسانی تو ذکر قلبی ہی کی حکایت ہے۔ حکایت اگر محکی عنہ کے مطابق ہو اس میں کیا محذور ہے۔ اسی سے امام ابن تیمیہؒ کا جواب بھی ہو گیا جو ایسے ذکر لسانی مفرد کو منع فرماتے ہیں وجہ جواب یہ ہے کہ یہ تصور بھی ذکر جائز کی ایک فرد ہے گو تصدیق بھی مثل اللہ قادر (وغیرہ منجملہ افراد ہے) اور

چونکہ تصور کے درجات مختلف ہیں اس لئے تقریب وتسہیل فی الجملہ وتعیین درجات کے واسطے میں ایک تمثیل میں پانچ درجے بیان کرتا ہوں (۱) شخص محبوب موجود وحاضر نہ ہو بلکہ غائب وغیر موجود ہو اس کو یاد کیا جائے۔ (۲) وہ شخص سامنے موجود ہو لیکن مسافۃ بعیدہ پر جس سے خط وخال اچھی طرح نظر نہ آ سکیں اس کا تصور کیا جائے۔ (۳) وہ شخص سامنے مسافت قریبہ پر موجود ہو جس سے خط وخال اچھی طرح نظر آ سکیں اس کا تصور کیا جائے (۴) وہ شخص بالکل قریب موجود ہو اس کے تصور ودیدار میں اس قدر محویت ہو جائے کہ فرط عشق ومحبت کی وجہ سے اپنی بھی خبر نہ رہے (۵) وہ محویت یہاں تک ترقی کرے کہ بیخبری کی بھی خبر نہ رہے۔

یہ پانچوں درجات ہیں تصور کے درجہ رابعہ ودرجہ خامسہ کو نعاس ونوم غرق کی مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے درجہ رابعہ بالکل نعاس کے مانند ہے کہ نعاس میں صاحب نعاس کو یہ علم ہوتا ہے کہ میں نعاس میں ہوں لیکن جسم ودماغ پر ایک نیم شعوری کی کیفیت چھائی ہوتی ہے گو اور اشیاء سے لاعلمی ہوتی ہے مگر اس لاعلمی کا علم ہوتا ہے درجہ خامسہ بالکل نوم غرق کے مانند ہے کہ صاحب نوم غرق کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا کہ میں نوم میں ہوں اور مجھ کو علم نہیں ہے **لا یدری انہ لا یدری** کا مصداق ہوتا ہے ورنہ وہ صاحب نوم غرق نہیں ہوگا کیونکہ نوم غرق کے خواص ولوازم میں سے ہے کہ لاعلمی وبیخبری سے بھی لاعلمی وبیخبری ہو۔ اب ہم ان درجات خمسہ کے اصطلاحی اور منقول نام بتلاتے ہیں۔ درجہ اول کا نام ذکر ہے کیونکہ اس میں محض یاد ہے۔ درجہ ثانی کا نام حضور ہے کیونکہ اس میں متصور ومرئی سامنے حاضر ہوتا ہے۔ درجہ ثالث کا نام مکاشفہ ہے کیونکہ مرئی کے غایۃ قرب کی وجہ سے حضور تام اور خال وخط کا کامل انکشاف ہوتا ہے۔ درجہ رابع کا نام شہود ومشاہدہ ہے کیونکہ اصطلاحاً شہود ومشاہدہ حضور اتم واکمل کو کہتے ہیں اور اس درجہ میں حضور اتم واکمل سے غایت شیفتگی و

زفتگی وفوروَلہ وولع ہوتا ہے۔ نیز اس درجہ کا نام فنا بھی ہے کیونکہ محویت کی وجہ سے اپنی ہستی کا علم نہیں ہوتا درجہ خامسہ کا نام معاینہ ہے کیونکہ معاینہ سے مراد اصطلاحاً وہ حضور ومعاینہ ہے جو شہود اصطلاحی سے زائد ہواور اس درجہ میں معاینہ شہود اصطلاحی سے زائد ہوتا ہے کیونکہ لاعلمی سے بھی لاعلمی ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کا نام فنا الفناء بھی ہے کیونکہ غایت محویت کی وجہ سے اپنی لاعلمی کا بھی علم نہیں ہوتا۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ترى ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

تو در وگم شو وصال این ست وبس گم شدن گم کن کمال این ست وبس

جس طرح ہم نے تمثیل میں تصور وذکر کے درجات خمسہ مقرر کئے ہیں اور اسماء اصطلاحی نقل کئے ہیں بعینہ یہی درجات خمسہ تصور مقصود حقیقی میں بھی ہیں اور ان درجات تصور کے اصطلاح صوفیہ میں بھی اسماء ہیں۔

(۱) ذکر (۲) حضور (۳) مکاشفہ (۴) شہود ومشاہدہ وفنا (۵) معاینہ وفنا الفناء۔

پس لطیفہ قلب کا فعل ذکر ہے۔ لطیفہ روح کا فعل حضور، لطیفہ سر کا فعل مکاشفہ، لطیفہ خفی کا فعل شہود ومشاہدہ وفنا، لطیفہ اخفی کا فعل معاینہ وفناء الفناء ہے بعض حضرات مشائخ کی رائے ہے کہ ذکر کی بطرز معہود ومخصوص اس قدر مشق کی جائے کہ یہ لطائف خمسہ علیحدہ ذاکر ہو جائیں یعنی یہ سب افعال صادر ہونے لگیں۔ بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ صرف قلب سے ذکر کی مشق کی جائے جس سے ان سب افعال کا صدور ہونے لگے اور اس کی بالکل ضرورت نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ یہ فعل کس لطیفہ کا ہے اور یہ فعل کس لطیفہ کا یہ حضرات لطائف کی طرف توجہ تفصیلی کو حجاب سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف میں بھی ایسے اُمور میں صرف قلب ہی کا ذکر وارد ہوا ہے اور چونکہ مشغولین باللطائف کے نزدیک بھی ان لطائف خمسہ میں باہم اتصال ہے اس لئے صرف ذکر قلب سے بھی بقیہ لطائف میں آثار وافعال مذکورہ سرایت کرتے جاتے ہیں

کیونکہ یہ لطائف مرایا متعاکسہ کی طرح ہیں کہ ایک آئینہ پر آفتاب کا عکس ڈالا جائے اور اس آئینہ کے مقابلہ میں دوسرا آئینہ ایسی وضع سے رکھا جائے کہ آفتاب کا عکس اس میں بلا واسطہ نہ پڑے بلکہ اس آئینہ سے اس آئینہ میں بھی عکس آفتاب منعکس ہو۔ اسی طرح ایک تیسرا آئینہ اس دوسرے آئینہ کے مقابلہ میں رکھا جائے وھلم جرا تو جیسے ایک آئینہ سے اور آئینہائے متصلہ میں نور آفتاب درخشاں ہوتا ہے ایسے ہی ذکر قلبی سے اور لطائف میں بھی آثار مطلوبہ نمایاں ہوتے ہیں (حتی کہ شدت اتصال ہی کی وجہ سے لطائف کے متعلق صوفیہ میں یہ بھی اختلاف ہو گیا ہے کہ بعض حضرات ان میں اتحاد حقیقی وتغایر اعتباری کے قائل ہو گئے ہیں وہ فرماتے ہیں جیسے ایک شخص صفات متعددہ سے موصوف ہو مثلاً عالم، حافظ، قاری، شاعر، کاتب ہو مختلف اوقات میں مختلف القاب سے یاد کیا جاتا ہے تو اُس کے اوصاف وعوارض میں تعدد ہے اور مصداق ایک ہے۔

عبارا تناشتی وحسنک واحد   وکل الی ذک الجمال یشیر

اور بعض حضرات لطائف خمسہ میں تغایر حقیقی مانتے ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کے رابع ثالث مہلکات عجائب القلب میں ان بعض لطائف سے تعرض کیا ہے اور ان کو متحد مانا ہے اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک قلب صنوبری (مضغہ لحم) اور شے ہے اور وہ قلب جو لطیفہ ہے اور شئی ہے قلب صنوبری جزو جسد ظاہری ہے اور وہ قلب جو لطیفہ ہے اس کا تعلق قلب صنوبری سے افاضہ آثار وانوار کا ہے جیسے حکماء بیان کرتے ہیں کہ نفس ناطقہ مجرد ہے جزو بدن نہیں ہے مگر اس کا تعلق بدن سے تصرف وتدبیر کا ہے ایسے ہی بقیہ لطائف اربعہ کو بھی خاص خاص مقامات جسد سے ایسا ہی تعلق ہے اسی تعلق کی وجہ سے جب ذاکر لطائف سے ذکر کرنا چاہتا ہے تو ان لطائف کے خاص خاص مقامات کی جانب بھی جن کو ان لطائف سے تعلق ہے توجہ کرتا ہے (مقامات ومحال لطائف کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی آتا ہے چنانچہ جب

لطیفہ قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے تو قلب صنوبری کی جانب توجہ کی جاتی ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس ہاں توجہ کے طریقے مختلف ہیں اوران کی تفصیل کی حاجت بھی نہیں کیونکہ وہ عمل کرانے والے کی رائے پر موقوف ہیں جو طریقہ مناسب سمجھتا ہے بتادیتا ہے۔

بطور جملہ معترضہ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف **ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الاوھی القلب. او کما قال صلی الله علیه واله وسلم** میں قلب سے مراد گو لطیفہ قلب نہیں مضغہ ہی مراد ہے مگر یہ حکم اصل اُس لطیفہ کا ہے جس کو اس مضغہ کیلئے غایت اتصال وتعلق کی وجہ سے ثابت کردیا گیا ہے (جیسے حالت ادراکیہ کو صورت علمیہ سے تعبیر کرتے ہیں) اب ان لطائف کے مقامات ومحال کو سمجھئے نفس کا محل ماتحت السرّہ ہے وجداناً اس محل کی تخصیص کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ موقع بدن انسان میں سب سے زیادہ محل شہوت ہے کیونکہ یہاں معدہ وفرج کا اتصال ہے اور یہ دونوں اصل الشرور وام القبائح والفاسد ہیں تو گو نفس کا عموماً تمام بدن سے تعلق ہے لیکن ماتحت السرّہ سے مخصوص تعلق ہے کیونکہ شرور ومفاسد کا تعلق زیادہ تر بطن وفرج سے ہوتا ہے لانہ **مجمع البحرین الظلمانیین** اور نفس کے علاوہ دوسرے لطائف کا تعلق بدن کے خاص مقامات ومحال سے بوجہ ان کے تجرد کے بے کیف ہے سو لطیفہ قلب کا محل قلب صنوبری ہے جو پستان کے نیچے ہے لطیفہ روح کا محل پستان راست کے دوانگل نیچے قلب صنوبری کے محاذی ہے اسی وجہ سے دونوں لطیفہ قلب ولطیفہ روح کو ذاکر بنانے کیلئے دوضربی ذکر کیا جاتا ہے (اس کے بعد حضرت اقدس نے ایسے انداز میں جو منت کش بیان نہیں ہوسکتا صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا دوچار مرتبہ دلکش لہجہ میں آہستہ آہستہ لفظ اللہ اللہ فرمایا اوّل مرتبہ ضرب میں سر مبارک سے داہنی جانب اشارہ فرمایا پھر بائیں جانب پھر دائیں جانب پھر

بائیں جانب میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرز سے تمام مجمع سے ایک خاص کیفیت کا اثر ہوگا کیونکہ میرا یہ حس قلب بھی باوجود قساوت کے کسی درجہ میں متاثر تھا) لطیفہ سر کا محل سینہ کا وسط، لطیفہ خفی کا محل دونوں ابروؤں کے درمیان میں ہے تقریباً للفہم یوں سمجھے کہ فلاسفہ جس جگہ کو مجمع النور کہتے ہیں۔ اسی کے قریب لطیفہ خفی کا محل ہے۔ لطیفہ اخفی کا محل ام الدماغ ہے۔ ام الدماغ دماغ میں ایک نقطہ ہے جس کو جوہر دماغ کا مرکز کہا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات صوفیہ نے ان لطائف ستہ کے الوان بھی بیان فرمائے ہیں۔ جو ان کو لطائف کے ذاکر بنانے میں منکشف ہوئے ہیں مگر یہاں اشکال ہوتا ہے کہ لطائف مجردات ہیں اور مجردات تحیز و تمکن سے بالاتر ہیں اور امور غیر متمکنہ متلون نہیں ہوتے کیونکہ لوازم لون سے تجسم ہے۔ غیر اجسام میں کبھی الوان نہیں پائے جاتے تو لطائف کے الوان کیسے ہو سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ الوان لطائف کے نہیں ہیں بلکہ یہ الوان لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان ہیں جن کو محققین نا قابل التفات کہتے ہیں اور ان اشیاء کی طرف التفات کو حجاب بتلاتے ہیں مگر بعض حضرات اس التفات کو بھی دافع خطرات ہونے کے سبب معین فی المقصو دتصور کرتے ہیں۔ اور تجلی مثالی ہر مجرد و بے کیف شے کی ہو سکتی ہے حتیٰ کہ واجب تعالیٰ شانہ کی بھی چنانچہ ہزار ہا واقعات ہیں کہ لوگوں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا حالانکہ اس عالم میں مرئی کیلئے متجسم ہونا نہایت ضروری ہے تو یہ رویت فی الرویا تجلی مثالی پر محمول ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو خاص شکل میں دیکھا ہے واقعہ یہ ہے کہ واجب تعالیٰ کی مثل تو ممتنع ہے لیس کمثله شيء لیکن اثبات مثال ممتنع نہیں قال الله تعالیٰ **وله المثل الاعلى وقال فى مقام آخر مثل نوره كمشكوة فيها مصباح (المثل والمثال لفظان مترادفان مختلفان صيغة و متحدان معنى)** اور واجب کیلئے مثل نہ ہونے اور مثال نہ ہونے میں راز یہ ہے کہ مثل کا اطلاق مشارک فی

النوع پر ہوتا ہے اور واجب تعالیٰ کیلئے کوئی نوع نہیں ہے جس میں کسی شے کی مشارکت ثابت ہو سکے لہٰذا واجب تعالیٰ کیلئے اثبات مثلیۃ محال ہے اور مثال کا اطلاق مشارک فی الوصف پر ہوتا ہے اور وصف کلی مشکک ہے واجب تعالیٰ میں اشدیۃ واکملیۃ سے پایا جاتا ہے مخلوق میں اضعفیۃ وانقصیۃ سے مثلاً حق تعالیٰ کیلئے بھی سمع و بصر ثابت ہے مخلوق کیلئے بھی تو مخلوق وصف سمع وبصر میں واجب تعالیٰ کی مثال ہوئی مگر واجب تعالیٰ کا وصف سمع و بصر اقویٰ واعلیٰ ہے اور مخلوق کا اضعف وادنی باقی مطلق وصف میں مشارکت ہے اور اسی لئے اہل کلام نے جس جگہ لا یشبہ شئ کہا ہے اس کی تفسیر مماثل یا مشابہ بحیث یسد احدھما مقام الاخر سے کی ہے (بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ حدیث خلق اللہ ادم علی صورتہ میں صورت کے معنی یہی مثال ہیں یعنی خلق اللہ ادم علی مثالہ لان السمع والبصر وغیرھما مشترکۃ بین الممکن والواجب فالممکن فی ھذہ الاوصاف مثال الواجب ولھٰذا نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن ضرب الوجہ لان الضرب قد یفضی الی ابطال ھذہ الاوصاف لوجود الاوصاف المذکورۃ التی ھی کامھات الاوصاف باسرھا فی الوجہ اور اسی وجہ سے انسان کے جوارح میں چہرہ کا خاص احترام ہے اور خلق اللہ ادم علی صورتہ میں صورت سے مراد شکل نہیں جو احاطہ حد واحد یا حدین یا حدود سے پیدا ہوتی ہے تا کہ صورتہ پر اشکال ہو بلکہ صورت کے معنی ظہور کے ہیں جیسے کہتے ہیں صورۃ المسئلۃ ھکذا یعنی یہ عنوان مظہر حقیقت مسئلہ ہے اور اسی ظہور کی وجہ سے شکل کو بھی صورت کہتے ہیں کیونکہ شکل کو بھی مادی شکل کے ظہور میں دخل ہے اور اسی طرح مثال کیلئے مظہر ہوتی ہے اس لئے خلق اللہ ادم علی صورتہ فرمایا گیا ہے علماء نے اس کے اور بھی مختلف جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً الاضافۃ للتشریف کاضافۃ بیت اللہ

فحاصل المعنی خلق اللہ ادم علی صورۃ کریمۃ اوجدھا لہ وقال بعضھم المراد بالصورۃ الصفۃ کما یقال صورۃ المسئلۃ کذا ، ای خلق اللہ ادم علی صفتہ ولعلہ یرجع الی ما قلنا اولا ویحمل علیہ ما قالتہ الصوفیۃ تخلقوا با خلاق اللہ الی غیر دینک من الاقوال اللتی بسطھا المحدثون شروحھم لکتب الاحادیث. الحاصل تجلی مثال کی حقیقت یہ ہے کہ ذی مثال کے مشابہ ایک ایسی شے ظاہر ہو جس سے کسی قدر وضوح زائد کے ساتھ ذی مثال کا تصور ہو جاوے باقی مثال و ذی مثال میں تشابہ من جمیع الوجوہ ضروری نہیں جیسے زید کالاسد بطور تشبیہ کہا جاتا ہے تو مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ فقط وصف شجاعت میں دونوں شریک ہیں لاغیر، گو وصف شجاعت بھی کلی مشکک ہے شیر میں بہت زائد ہے زید میں بہت کم ہے اسی طرح جب باری تعالیٰ کو کسی شکل میں دیکھا جائے تو مثال تو حادث ہوتی ہے لیکن ذی مثال قدیم ہے۔ پس یہ تجلی مثالی بعض خاص اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ قدم و حدوث کے اعتبار سے ، رہا یہ کہ ایسی مناسبت تو حق تعالیٰ سے ہر مخلوق کو ہے تو کیا ہر مخلوق اس کی تجلی مثالی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس مناسبت میں بھی درجات ہیں مطلق مناسبت اس کا مدار نہیں بلکہ خاص مناسبت جس کی حد جامع مانع وکنہ منضبط نہیں ہو سکتی لیکن اس تجلی کے وقت صاحب واقعہ کو علم ضروری کے طور پر اس مثال کا مرآۃ ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ امر سائر مخلوق میں مشترک نہیں بعض علماء نے اس تجلی مثالی کے کچھ احکام ذکر کیے ہیں۔ مثلاً میدان قیامت میں تجلی کیسے ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ عرصہ قیامت میں حق تعالیٰ متجلی ہونگے لیکن اہل محشر پہچانیں گے نہیں اور کہیں گے نعوذ باللہ منک کیونکہ حکمت ابتلاء سے اُن کو اس تجلی کا تجلی مثالی ہونا معلوم نہ ہوگا۔ پھر دوسری مرتبہ حق تعالیٰ متجلی ہوں گے اس مرتبہ پہچانیں گے اور پہچانتے ہی سجدہ میں گریں گے تو یہ دونوں

تجلیاں قیامت میں باتفاق امت مثالی ہوں گی کیونکہ موطن قیامت تو عالم ناسوت ہی کے اجزاء سے ہے اور ناسوت میں ذات مرئی نہیں ہوتی۔ یہ رویت مخصوص ہے، جنت کے ساتھ پس یہ تجلی مثالی ہوگی۔ یہ گفتگو تو قیامت کی تجلی کے متعلق تھی باقی جنت میں جو تجلی ہوگی وہ جماہیر فرق اسلامیہ کے نزدیک ذاتی بے کیف ہوگی صرف معتزلہ اور ان کے اتباع جنت میں بھی تجلی ذاتی کے منکر ہیں کیونکہ وہ ان شرائط کو جو عالم ناسوت میں رویت کے لیے لابدی ہیں عقلاً ماہیت رویت کے لیے خواہ وہ کسی عالم میں ہو ضروری سمجھتے ہیں اور اہل حق اُن شرائط کو عادی اور مخصوص اس عالم کے ساتھ مانتے ہیں اور تجلی مثالی کی تحقیق رسالہ **التشرف** میں کسی قدر زائد کی گئی ہے (**وھی لصاحب الملفوظ فمن شاء الاطلاع علی دقائق التجلی فلیراجع الیھا**) خلاصہ یہ ہے کہ یہ الوان مکشوفہ نفس لطائف کے نہیں بلکہ لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان ہیں (لیکن مجاز الطاف ہی کے الوان کہے جاتے ہیں) سو نفس کا لون زرد ہے قلب کا سرخ ہے روح کا سفید ہے۔ سر کا سبز ہے خفی کا نیلگوں ہے۔ اخفی کا سیاہ ہے جیسے مردمک چشم، ایک صاحب نے لطائف میں تغائر اعتباری یا حقیقی ہونے کے متعلق سوال کیا اس پر فرمایا کہ بعضے تغائر حقیقی کے قائل ہیں بعضے تغائر اعتباری کے **وقد سبق ھذا القدر** اور اس اختلاف کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے متکلمین وحکماء حواس خمسہ کے اثبات وانکار میں اختلاف رکھتے ہیں۔ متکلمین ان حواس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان حواس کے افعال کو قلب کے متعلق مانتے ہیں اور حواس کو آلات ادراک قلب بتاتے ہیں اور حکما علیحدہ علیحدہ بالاستقلال ان حواس کو ثابت کرتے ہیں اس میں محققین یہ فرماتے ہیں کہ اصل مقصود ذکر ہے باقی محال ذکر یعنی لطائف کی طرف تفصیلی توجہ کرنے سے طبیعت میں تفرق تشتت انتشار و پراگندگی تخیل ہوتی ہے کیونکہ ایک لطیفہ کے ذاکر بنانے کے بعد دوسرے لطیفہ کو ذاکر بنانے کی جب سعی کی جائے گی تو گویا تو پہلے

لطیفہ کو بالکل چھوڑ دیا جائے تب تو وہ رخصت ہوا اور محنت سابقہ اکارت گئی یا دوسرے لطیفہ کے ساتھ پہلے لطیفہ کی طرف بھی توجہ کرے گا تاکہ دونوں محفوظ رہیں تو توجہ میں انتشار لازمی ہے جو مخل مقصود ہے اور بعض حضرات نفع کی طرف زیادہ التفات فرماتے ہیں اور یہ سب اختلاف اجتہادی ہے۔ **فلا یعب بعضھم علی بعض** اور یہاں لطائف کا بقدر ضرورت بیان ختم ہوا۔ پھر فرمایا کہ میں نے لطائف کے جو افعال بیان کئے ہیں وہ کسی مطبوع کتاب میں نہیں دیکھے بلکہ تصوف کی ایک قلمی کتاب قطرات الحیات میں دیکھے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی صاحب اس تقریر ملفوظ کو محفوظ کریں تو القطائف فی اللطائف یا من اللطائف جو مناسب سمجھیں نام رکھ لیں (مجھ کو القطائف من اللطائف اچھا معلوم ہوتا ہے اس لیے میں اس تقریر کو القطائف من اللطائف سے موسوم کرتا ہوں) پھر فرمایا میں اس مضمون کے بعد بطور تتمہ کے بمناسبت التفات الی اللطائف کے ایک ضروری مضمون تصور شیخ کا بھی کہ وہ التفات الی صورۃ الشیخ ہے بطور اجمال بیان کیے دیتا ہوں بعض حضرات شغل تصور شیخ کو جزو طریق سمجھتے ہیں اور بعض حضرات عوام الناس کے لئے مانع طریق اور توجہ الی غیر الحق سمجھتے ہیں۔ **وھم الچشتیہ** جو لوگ چشتیہ کو مبتدع غیر متبع سنت کہتے ہیں۔ ان سے بطور الزام کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چشتیہ بہ نسبت دوسرے حضرات کے زیادہ اتباع سنت کا خیال رکھتے ہیں باقی چونکہ ہم کو الزام مقصود نہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ دوسرے حضرات پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ دونوں سلسلوں کے حضرات ہمارے اکابر ہیں اور یہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے ہر فریق اپنے اجتہاد سے جیسا نافع سمجھتا ہے ویسا عمل کرتا ہے دونوں مثاب ہیں۔ دونوں حق تعالیٰ کے نزدیک علی الطریق الصحیح ہیں چشتیہ تصور شیخ کا درجہ صرف یہ فرماتے ہیں کہ اصل مقصود توجہ الی الحق ہے مگر ابتدائے سلوک میں پراگندگی تخیل سے وساوس وخطرات قلب سالک کو مشوش کرتے ہیں اور یکسوئی

سے مانع ہوتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ غیب وراء الوراء ہے (**کما قیل ما خطر ببالک فھو ھا لک واللہ اجل من ذلک**) اس کا تصور جمتا نہیں پس وساوس ستاتے ہیں۔ان وساوس سے بچنے کے لیے ضرورت ہے کہ تخیل کو کسی خاص شی سے وابستہ کیا جائے تا کہ وساوس دفع ہو جاویں کیونکہ **النفس لا تتوجه الی شیئین فی ان واحد**. اور گو یہ غرض ہر شے کے تصور سے حاصل ہو سکتی ہے مگر جو شی احب ہو گی وہ الصق بالقلب ہوگی اور جو شئی الصق بالقلب ہوگی وہ تخیل میں زیادہ یکسوئی پیدا کریگی اور ظاہر ہے کہ ایک معتقد و مرید کے نزدیک اس کا شیخ سب سے احب ہوتا ہے لہٰذا تصور شیخ سے وہ وساوس وخطرات جو ابتداء میں رونما ہوتے ہیں دفع ہو جاتے ہیں۔چشتیہ نے اس سنکھیا کو مدبر کر کے استعمال کیا ہے پھر جب تصور شیخ بضرورت دفع وساوس و خطرات ہے تو بقاعدہ مسلمہ **الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ** وساوس وخطرات کے مندفع ہو جانے کے بعد یہ تصور شیخ بھی ترک کر دینا چاہیے اور اس سے زیادہ تصور اگر چہ نافع نہیں مگر خوش عقیدہ کیلئے مضر بھی نہیں ہے لیکن عوام الناس وضعیف العقائد کیلئے سخت مضر ہے۔انہیں لوگوں کی وجہ سے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تصور شیخ کو **ما ھذہ التماثیل اللتی انتم لھا عاکفون** کے ماتحت بت پرستی میں داخل کیا ہے کیونکہ متعارف تصور شیخ میں شیخ کی جانب اس قدر توجہ تام ہوتی ہے کہ شاغل غیر کا تصور بھی نہیں آنے دیتا اور اس قدر انہماک واستغراق اور اتنی توجہ میرے نزدیک ذوق وجدان سے خاص حق تعالیٰ کا حق ہے۔پس غیر حق کی طرف ایسی توجہ شرک عملی کے مشابہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجو کہ مقصود لذاتہ ہیں اتنی توجہ نہیں کی گئی اور غیر حق کی جانب اس قدر توجہ کی گئی بعض غلاۃ تو شغل رابطہ میں حق تعالیٰ کی طرف بھی قصداً توجہ نہیں کرتے مجھ کو تو یہ امر ذوقاً توحید کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ایک حکایت یاد آئی حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

لئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تصور شیخ تجویز کیا۔ سید صاحب گومرید ومعتقد تھے لیکن اُنہوں نے ادب کے ساتھ نہایت صفائی سے تصور شیخ کرنے سے معذرت کی اور فرمایا یہ شرک ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید　　کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے عرض کیا کہ جو ارشاد ہے وہ بجا ودرست ہے۔ لیکن عارف شیرازی نے اس میں معصیت کا ذکر کیا ہے شرک کا نہیں کیونکہ معصیت محدود نافرمانی ہے کہ اگر توبہ کی توفیق نہ ہو تب بھی شقاوت دائمی کا موجب نہیں (حد چاہیے سزا میں عقوبت کیواسطے، آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں، قاله غالب الدهلوی ۱۲ جامع) اور وہ جبکہ ی کو حقیقی معنی میں لیا جائے بخلاف شرک کے کہ مشرک کے لئے ہمیشہ کے واسطے باب نجات مسدود ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناخوش نہیں ہوئے اور فرمایا معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت طریق ولایت کے مناسب نہیں اب ہم آپ کو راہ نبوت سے منازل سلوک طے کرائیں گے۔ **وقد فعل فلله درهما ممن يقال فيهما**

وزیرے چنیں شہر یارے چناں　　جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

(تم الاصل ههنا وتتلوه فائدتان) الحقنا فيما بعد.

فائدہ اولیٰ: ۱۹ رمضان ۴۹ ہجری بروز یکشنبہ وقت صبح ۷ بجے، ملفوظ بالا پر مولوی سعید احمد صاحب نے کچھ شبہات وسوالات لکھ کر پیش کئے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ پہلے میری ایک تقریر سن لیجئے اس کے بعد ایک ایک شبہ پیش کر کے جواب سنتے جایئے گا پہلے لطائف ستہ کے ذاکر ہونے کی اصل حقیقت جس کا اول اجمالاً ذکر ہوا تھا قدرے تفصیل سے سمجھ لیجئے۔ اس سے افعال لطائف کی حقیقت کا کلی انکشاف وکامل ظہور ہو جائیگا اور اس حقیقت سے مراد حقیقت معمول بہا ہے جس کی طریق تصوف میں مشق کرائی جاتی ہے۔ ذکر لطائف دو چیزوں سے مرکب ہے ایک

ذکر سے دوسرے شغل سے مجموعہ کو اہل فن اصطلاحاً ذکر کہتے ہیں۔(من قبیل تسمیة المجموع باسم الجزء) ذکر سے مراد تو وہی ذکر ہے جو شریعت میں مذکور و ماثور و منقول و مامور بہ و مقصود ہے اور شغل سے (جو کہ دوسرا جزو ہے) مراد ہیئت ذکر ہے (کانه علة صورية للذكر) یعنی یہ تصور کیا جائے کہ فلاں موقع جو فلاں لطیفہ کا محل ہے مشغول ذکر ہے جیسے جارحہ لسان ذاکر ہے اسی طرح یہ محل بھی ذاکر ہے مثلاً لطیفہ قلب میں لسانی ذکر کے ساتھ یہ تصور کیا جائے کہ قلب صنوبری بھی ذکر کر رہا ہے حاصل یہ ہے کہ ذکر لطائف میں اصطلاحاً شغل بھی ہوتا ہے۔یعنی محال لطائف کے متعلق یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ذکر الٰہی میں یہ محال بھی ہموائے لسان ہیں۔(اور تصوف میں تمام اشغال کی حقیقت تخیلات مخصوصہ ہیں) ہاں شغل کی تائید و تقویت اور اس کے کامیاب و موثر بنانے کیلئے بعضے اور افعال بھی کئے جاتے ہیں مثلاً کلمات ذکر کو سانس سے اوپر کو اُٹھایا جاتا ہے۔ پھر تخیل سے دماغ میں پہنچایا جاتا ہے اور وہاں پہنچا کر سانس روک لی جاتی ہے یعنی یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ام الدماغ میں سانس بند ہے کیونکہ تجربہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ حبس دم کو دفع خطرات اور مطلوب کی جانب توجہ قوی میں زیادہ دخل ہے (چنانچہ شکار میں ہدف کو سامنے رکھنے کے لیے حبس دم ضروری سمجھا جاتا ہے) اور اس حالت میں ذکر لسانی یا قلبی میں مشغولی کی جاتی ہے اور ذکر جیسے لسانی ہوتا ہے اسی طرح قلبی بھی ہوتا ہے کہ الفاظ متخیلہ سے قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے اس ذکر قلبی کی اصل اس حدیث شریف سے احتمالاً مستنبط ہو سکتی ہے كان النبی صلی الله علیه واٰله وسلم یذکر الله علی کل احیانه رواه مسلم كذا في باب مخالطة، الجنب من المشكوة) کیونکہ علی کل احیانه کو اگر استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے كما هو الظاهر المتبادر تو تخلی للبول والغائط والجماع کے اوقات کو بھی شامل ہوگا حالانکہ ایسے اوقات میں ذکر لسانی سوءادب ہے۔

نیز خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول کے خلاف ہے حتی کہ آپ بول سے فارغ ہوئے مگر سلام کا جواب بدون تیمم کے نہیں دیا حالانکہ ذکر خالص بھی نہیں من وجہ کلام بھی ہے اسی لئے مفسد صلوٰۃ بھی ہے پس لامحالہ کان یذکر سے مراد مطلق ذکر ہے خواہ لسانی ہو خواہ قلبی تا کہ علی الاطلاق منطوق حدیث کے موافق تمام اوقات کا احاطہ ہو سکے البتہ اگر حدیث شریف میں علی کل احیانہ کو استغراق عرفی واضافی پر محمول کیا جائے اور فی اکثر احیانہ مراد لیا جائے تو اس وقت صرف ذکر لسانی کا ارادہ بھی بے تکلف مستقیم ہو جائے گا اسی وجہ سے اس حدیث سے ذکر قلبی پر استدلال قطعی نہیں کیا جا سکتا البتہ احتمال سے کوئی شئی مانع نہیں (لان الاحتمال ناش عن دلیل قوی وھو الظھور والتبادر لان من احاط بمشاغلۃ الکثیرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علما یتقن ان الذکر اللسانی کان لا یتحقق علی اکثر الاحیان ایضاً و من ثم اورد ہ المحدثون فی ابواب لا یجتمع معھا الذکر اللسانی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم) بلکہ اگر ذرا غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاویگا کہ ذکر قلبی خود ذکر لسانی کی اصل ہے کیونکہ ذکر قلبی کلام نفسی ہے اور ذکر لسانی کلام لفظی اور مسلم ہے کہ:

ان الکلام لفی الفواد و انما جعل اللسان علی الفواد دلیلا

شریعت نے بہت سے مواقع پر ذکر قلبی کو معتبر مانا ہے۔ چنانچہ باتفاق امت اخرس کے ایمان کے لئے اقرار باللسان ضروری نہیں صرف توحید و رسالت کا تخیل جازم واعتقاد کامل وتصدیق تام کافی ہے اسی طرح جو شخص بالقصد والاختیار مضامین کفریہ کو الفاظ متخیلہ سے قلب میں جاگزیں و مستقر کرے وہ شریعت میں کافر ہوگا۔

الحاصل ذکر لطائف اصطلاحا دو چیزوں سے مرکب ہے: (۱) ذکر (۲) فکر (الذی عبر عنہ بالشغل سابقا واتی بلفظ "فکر" ھھنا مراعاۃ للقافیۃ).

پس ان دونوں کے مجموعہ سے یعنی مزاولت فکر و مواظبت فکر سے محال لطائف میں مختلف اور نئے آثار وکوائف محسوس ہوتے ہیں خواہ وہ آثار وکوائف ان محال میں پہلے سے موجود ہوں اور احساس وظہور اب ہوا ہو خواہ ان آثار وکوائف کا حدوث ہی اب بعد فکر ہوا ہو اور یہ آثار وکوائف کبھی حرکات کی شکل میں ظہور پذیر ہوتے ہیں جن کا عروق ضوارب میں تو احساس ہی ہوتا ہے کیونکہ حرکات عروق ضوارب میں پہلے سے موجود ہیں۔ اب مزاولۃ فکر و شغل سے ظہور ہوا ہے نہ کہ تحقق و حدوث (والایلزم تحصیل الحاصل) اور بعض کا تحقق وحدوث ہی اب ہوا ہے پہلے کچھ نہ تھا اور کبھی یہ آثار وکوائف اصوات کے رنگ میں رونما ہوتے ہیں اور یہ اصوات کبھی غیر الفاظ ہوتے ہیں اور کبھی خاص خاص الفاظ جو محال لطائف میں مسموع ہوتے ہیں اور یہ الفاظ بعض کے نزدیک صرف خیالی ہوتے ہیں محل لطائف میں تکلم مشروط تکلم آلات تکلم سب معدوم ومفقود ہوتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ خیالی نہیں ہیں بلکہ حقیقۃً محال لطائف میں پہلے سے موجود ومحفوظ ہیں کیونکہ قرآن شریف میں ہے وان من شیٔ الا یسبح بحمده تو چونکہ محال لطائف بھی اشیاء ہیں اس لئے وہ بھی آیت شریفہ کے منطوق کے موافق تسبیح خوانی میں مشغول ہونگے اور یہ تسبیحات ہی وہ الفاظ ہیں جو ذاکر کو اکب محال لطائف میں محسوس ومسموع ہو رہے ہیں۔ ھکذا قالوا ولکنہ فی بادی الرأی تکلف بارد مستغنی عنه و الظاھران المراد بھذا التسبیح دلالۃ المصنوعات علی صانعھا کما یشیرا لیه قوله تعالیٰ ولکن لا تفقھون تسبیحھم فانه وکان المراد بھذا التسبیح الالفاظ التی تسمع فی محال اللطائف لکان الظاھر ان یقال ولکن لا تسمعون تسبیحھم واذا لیس فلیس نعم لا یلزم من تفسیر ھذا التسبیح فی الآیة بالدلالۃ المذکورة نفی التسبیح القالی لثبوته بد

لائل اخرو لا یلزم من نفی اللسان نفی التکلم لان اللسان شرط عادی
له فی ذوات اللسان لا شرط عقلی (کما سیاتی بعد اسطر فی قوله
یہ امر بھی یادر کھنے کی چیز ہے)(بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ مجھ کو اس وقت ایک لطیفہ یاد
آیا ایک مرتبہ ایک ہندو نوجوان جو جھنجھانہ کا رئیس تھا اپنے گرو کے ساتھ یہاں آیا۔
قرآن مجید کے متعلق سوال کیا کہ اہل اسلام قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہتے ہیں
حالانکہ کلام کیلئے زبان کی حاجت ہے اور اللہ تعالیٰ زبان وغیرہ جمیع اعضاء سے منزہ
ہے۔ پس قرآن شریف کلام اللہ کیسے ہوا۔ میں نے کہا یہ تو بناء الفاسد علی الفاسد کی
قبیل سے ہے آپ کا یہ مقدمہ ممہدہ ہے کہ کلام کیلئے زبان کی حاجت ہوا کرتی ہے
غلط و نا قابل تسلیم کیونکہ اگر مطلقاً متکلم کیلئے زبان ہونا ضروری ہو تو اصل متکلم تو زبان
ہے بس چاہیے کہ زبان کے لئے بھی ایک دوسری زبان ہو اور دوسری زبان کے لئے
تیسری زبان ہونا چاہیے۔ وھلم جرا حالانکہ زبان متکلم بالذات ہے اس کو واسطہ کی
ضرورت نہیں ہاں انسان کو تکلم میں واسطہ زبان کی ضرورت ہے، تو جب ایک ضعیف
مخلوق (زبان) بالذات بلاواسطہ زبان تکلم کرسکتی ہے تو حق تعالیٰ خالق کل شیء
قادر علی الاطلاق کیونکر تکلم میں زبان کا محتاج ہوگا۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ میرا
جواب نہیں سمجھے گا مگر چونکہ وہ اپنے طریقہ کے مطابق دھیان گیان کیا کرتا تھا اس لئے
سمجھ گیا (اشغال واذکار سے عقل وفہم میں بھی ازدیاد ہو جاتا ہے کما ھو المجرب
المشاھد ومن ارتاب فلیجرب گو ایمان سے جو عقل وفہم پیدا ہوتا ہے وہ اور
نوع کا ہے) اور فوراً اپنے گرو سے بولا کہ دیکھا یہ ہے علم، سبحان اللہ کیسی معقول بات
فرمائی پھر اس نے مجھے اپنے باغ کے وہ ہدایا دیئے جو پہلے سے چھپائے ہوئے تھا۔
میں نے اس کے اخلاص کی وجہ سے بخوشی قبول کر لیا لیکن یہ امر بھی یادرکھنے کے قابل
ہے کہ جیسے جمیع اشیاء کی تسبیح اضطراری یعنی دلالت علی الصانع ثابت ہے اسی طرح ایک

اختیاری بھی ہے۔ اہل کشف وکرامات نے تو اپنے مشاہدہ وکشف کی بناء پر اشیاء کی تسبیح اختیاری کی حکایت کی ہے لیکن قرآن شریف سے بھی اسی مسئلہ ظنی کا اثبات کیا جا سکتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں **فقال لها وللارض ائتیا طوعاً او کرها قالتا اتینا طائعین.** اس سے معلوم ہوا کہ ان میں طوع واختیار ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ اور اشیاء کی تسبیح اختیاری ہماری تسبیح اختیاری جیسی نہ ہو کیونکہ ان میں ہمارے جیسے آلات نہیں ہیں بلکہ ان کی تسبیح اختیاری وہ ہے جو ان کے شایاں ہے بہرحال ان اصوات و الفاظ میں اہل فن کے دو قول ہیں اول یہ کہ مزاولت فکر وشغل ویکسوئی سے قوت خیالیہ سے محال لطائف میں اصوات والفاظ مسموع ہوتے ہیں۔ حقیقۃً نہ تکلم ہے نہ اصوات و الفاظ فقط خیال کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ ثانی یہ کہ یہ اصوات والفاظ محال لطائف میں پہلے سے ثابت وموجود ہیں اور ان کا تکلم حقیقی ہے لیکن وہی تکلم جو محال لطائف کے مناسب ہو اور ان اصوات والفاظ اور اس تکلم کا احساس اب ہوا ہے اور مجھ کو اسلم واحوط یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوں کہا جائے محال لطائف جو اصوات و الفاظ محسوس ومسموع ہوتے ہیں ان کے لئے واقعی موجود بالتحقیق ہونا کسی دلیل سے ضروری نہیں ہے احتمال ہے کہ صرف قوت متخیلہ کی ہنگامہ آرائی ہو (کیونکہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ محال لطائف میں تسبیح اختیاری پہلے سے موجود ہے اور اصوات والفاظ سے مرکب ہے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ذاکر کو مزاولت فکر سے یہی تسبیح مسموع ہورہی ہے اس لیے کہ احتمال اب بھی موجود ہے کہ ممکن ہے جو الفاظ مسموع ہورہے ہیں وہ صرف خیالی ہوں اور جو الفاظ حقیقی ہوں وہ مسموع نہ ہوں **فان التصدیق بوجود الفاظ فی محل لا یستلزم استماعها فیه**) اور کبھی یہ آثار وکوائف الوان مختلفہ کے رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں جس کی تفصیل تقریر سابق میں بقدر ضرورت آپ حضرات کو معلوم ہوچکی ہے **فلا حاجة الی الاعادة.** پس خلاصہ مقام یہ ہے کہ مزاولت ذکرو

مواظبت فکر پر بطریق منع الخلو یہ آثار وکوائف ثلثہ مرتب ہیں جو علامات ہیں سرایت ذکر کی (۱) حرکات محال لطائف (۲) استماع الفاظ فی محال اللطائف (۳) احساس الوان محال لطائف۔ یہ تینوں آثار وکوائف انتہائی مشق سے پیدا ہوتے ہیں اور سرایت ذکر کی علامات سمجھے جاتے ہیں کبھی یہ تینوں آثار مجتمعۃً مزاولۃ ذکر وفکر پر مرتب ہوتے ہیں کبھی ایک یا دو پائے جاتے ہیں یہ بات بھی فروگذاشت کرنے کے قابل نہیں کہ ان تینوں علائم کا تحقق دال علی الولایۃ نہیں ان آثار وکوائف کے وجود سے مقبولیت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مزاولۃ فکر وشغل سے جو آثار متحقق ہوتے ہیں وہ محبوب کی صورت کے مانند ہیں جو عاشق کے ذہن میں فرط عاشقی کی وجہ سے جم جاتی ہے جیسے صورت محبوب کے انتقاش فی الذہن سے ولایت ومقبولیت عند ذاک المحبوب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ان علائم ثلثہ کے ظہور سے بھی ولایت ومقبولیت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ نیز یہ آثار سرایت ذکر کی محض علامات ہیں۔ سرایت ذکر کی حقیقت میں داخل یا اس کی خصائص میں سے نہیں ہیں۔ مزاولت فکر وشغل سے اصل مقصود تو یہ ہے کہ ذہول وغفلت کم ہو اور اکثر اوقات تیقظ ومشاہدہ جمال وکمال میں بسر ہوں ان آثار سے صرف تقویت وتائید کا فائدہ ہوتا ہے اور حکمت اس مشق کی یہ ہے کہ بعض طبائع کو بعض اوقات میں وساوس وخطرات کا ہجوم ہوتا ہے اور وہ یکسوئی و دفع وساوس کے خواہاں ہوتے ہیں اس لئے شیخ کامل اس ذکر لطائف کی مشق کراتا ہے تاکہ سکون واطمینان حاصل ہو جائے اور طبیعت سے پراگندگی تخیل وانتشار وساوس دور ہو جائیں جیسے مسمریزم میں مشق کرائی جاتی ہے کہ کسی کاغذ پر سیاہ نقطہ لگا کر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں اہل طریق بھی کبھی کلمۃ اللہ کاغذ پر لکھ کر اُس پر نظر جماتے ہیں کبھی عمل استکتاب تجویز کرتے ہیں یعنی برابر برابر لفظ اللہ اللہ لکھتے چلے حتی کہ اسم اعظم قلب وذہن میں کما حقہ مستقر ومتمکن ہو جائے لیکن یہ دونوں باتیں مقصود

بالذات نہیں بلکہ صرف وسیلہ یکسوئی ہیں جو کہ ایک درجہ میں شرعاً بھی مطلوب ہے جس کے بعض افراد کی شرعی مطلوبیۃ کا درجہ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تقاضائے طعام کے وقت قبل نماز طعام سے فراغت حاصل کرنے کا حکم ہے تا کہ یکسوئی ہو جائے اور نماز اعتدال و اطمینان سے ادا کی جائے۔ تو طعام سے فراغت مقصود بالذات نہیں بلکہ یکسوئی کا وسیلہ ہے تا کہ نماز طمانیۃ القلب سے ادا ہو سکے۔ اسی طرح نقطہ سیاہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا اور عمل استکتاب مقصود بالذات نہیں بلکہ وسیلہ یکسوئی ہیں مگر مقدمۃ العبادۃ ہونے کی وجہ سے ان کا شمار حسنات ہی میں ہے اور موجب اجر و ثواب ہیں۔ جیسے فراغت از طعام بقصد اطمینان نماز باعث اجر و ثواب ہے اگر یہ کوائف مقدمۃ العبادۃ نہ بنائی جائیں تو پھر ان کا کچھ اجر نہیں نہ یہ مقاصد ہیں چنانچہ ان الوان وغیرہ کا انکشاف غیر مسلمین تک کو بھی یکسوئی سے حاصل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مجانین کو بھی۔ چنانچہ شرح اسباب میں بالتصریح مذکور ہے کہ جنون میں کشف ہو جاتا ہے کیونکہ بعض اوقات مجنون کے تخیلات بھی کسی ایک مرکز پر مجتمع ہو جاتے ہیں۔

نیز اگر کسی شخص کو کسی معصیت کے ارتکاب میں یکسوئی ہو جاوے تب بھی اُس کو کشف حقائق کونیہ ہو سکتا ہے بلکہ بعض لوگوں کو فطرۃ کشف سے مناسبت ہوتی ہے ان کو اکتساب یکسوئی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی چہ جائے اسلام کی۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اوپر جو مشق لطائف کے متعلق مشائخ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ بعضے اس کو معین فی الذکر قالاً قرار دیتے ہیں اور بعضے اس کو موجب تشتت حالاً قرار دیتے ہیں یہ اختلاف مشق و توجہ تفصیلی میں ہے باقی اجمالی مشق اور توجہ اس میں اختلاف نہیں ایسی مشقیں دوسرے سلسلہ کے لوگ بھی کراتے ہیں جو مشق لطائف کو موجب تشتت کہتے ہیں چنانچہ ایک شغل ایسا بھی ہے کہ ذاکر تمام اعضاء و جوارح کے متعلق عین ذکر کے وقت یہ تصور اجمالی کرتا ہے کہ یہ سب ذکر رہے ہیں ایسے ذکر و شغل کو اہل فن سلطان الاذکار

کہتے ہیں۔ سلطان الاذکار سے بھی ایسی ہی حرکات پیدا ہو جاتی ہیں یعنی عروق ضوارب کے تحرکات کا احساس ہوتا ہے کبھی چڑیوں کی سی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

وحمل علیه البعض ما قال العارف الشیرازی

کس ندانست کہ منزل گہ آں یار کجا است ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے مے آید

لکنہ تکلف محض کبھی رعد وصاعقہ کی خطرناک گرجیں مسموع ہوتی ہیں کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ذاکران آثار کے ہجوم سے خائف و پریشان ہو جاتا ہے۔ مکتوبات قدوسیہ میں اس کیفیت کا بہت ذکر ہے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں ان کوائف کو بار بار لکھا ہے۔ حضرت کی تسلیات وتشفیات موجود ہیں (ایسے موقع پر شیخ کے کلمات تسلی والفاظ تشفی سے ہی کشتی پار ہو جاتی ہے) بہت سے لوگوں کو سلطان الاذکار کے آثار وعلائم سے ایک غلطی ہوگئی ہے وہ ان آثار کو کائنات ملکوتیہ کا انکشاف سمجھے حالانکہ بالیقین یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کیونکہ یکسوئی سے۔ اکثر کائنات ناسوتیہ ہی کا انکشاف ہوتا ہے گو بقلت وندرت بعض اوقات کائنات ملکوتی بھی منکشف ہو جاتے ہیں اور سلطان الاذکار میں اعضاء وجوارح کی جانب اجمالی توجہ ہوتی ہے تفصیلی نہیں۔ اس میں حبس دم سے بھی کام لیا جاتا ہے کیونکہ حبس دم سے یکسوئی میں اعانت ہوتی ہے۔ البتہ حبس دم باندازہ ضبط وتحمل وبقدر طاقت ہونا چاہیے اور اکثر نے اس وقت اس کو ترک کر دیا ہے حضرات صوفیہ نے اشغال کی اصل اس حدیث سے نکالی ہے۔ اجعل بصرک حیث تسجد (یعنی حالت قیام صلوۃ میں اپنی نظر کو جائے سجدہ پر مقصور رکھو) کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم جمعیت خاطر اطمینان قلب یکسوئی کی تحصیل کیلئے دیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس حدیث سے ثبوت شغل پر استدلال یقینی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم مراعات ادب وتعظیم کیلئے ہو واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال البتہ احتمال ثبوت

ضرور ہے اور ایسے امور ظنیہ میں احتمال بھی کافی ہے جو اجتہاد کے انضمام سے راجح بھی ہو جاتا ہے کیونکہ اس احتمال سے اس امر کا تو یقین ہو جاتا ہے کہ صوفیہ کا تجویز فرمودہ شغل شریعت مطہرہ میں بے اصل نہیں جیسے حضرات مجتہدین فقہاء بدون نصوص صریحہ کے بعض احتمالات پر محض ذوق سے احکام ظنیہ ظاہرہ کا استنباط کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ حضرات بھی احکام ظنیہ باطنہ کا استخراج کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات بھی فن طریقت کے احکام باطنہ میں مجتہد ہیں (فرع) اور اس حدیث اجعل بصرک حیث تسجد سے ایک اور مسئلہ یاد آ گیا وہ بھی تکمیلاً للفائدہ بیان کئے دیتا ہوں۔ احناف میں اختلاف ہو رہا ہے کہ آیا مصلی کیلئے صرف طولاً یا عرضاً بشکل محراب خط کھینچ دینا سترہ ہو سکتا ہے یا نہیں امام محمد رحمہ اللہ سے احدالروایتین یہ ہے کہ خط کھینچنا مسنون نہیں اور خط سترہ نہیں بن سکتا ہے اکثر مشائخ کا اسی روایت پر عمل ہے واختارھا صاحب الھدایۃ لان الخط لا یفید المقصود لانہ لا یظھر للمارین من بعید امام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ سترہ کے لئے خط کھینچنا بھی کافی ہے کیونکہ ابو داؤد کی حدیث میں ہے فان لہ یکن معہ عصا فلیخط خطاً گو یہ حدیث ضعیف ہے (وبضعفہ تعلل الروایۃ الاولیٰ عن الامام محمد) لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معمول بہ ہو سکتی ہے۔ کما ثبت فی اصول الحدیث والفقہ و نقل القدوری کفایۃ الخط عن ابی یوسف ایضا وقال العلامۃ ابن الھمام صاحب فتح القدیر السنۃ (ولو کانت ضعیفۃ) اولا باتباع (وان لم یحصل مقصود ما) مع انہ یظھر فی الجملۃ اذ المقصود جمع الخاطر بربط الخیال بہ کیلا ینتشر کذا فی البحر و شرح المنیہ قال فی الحلیۃ وقد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان وغیرھما). اس اختلاف کے متعلق میرے ذہن میں عرصہ

سے ایک تطبیق ہے میں اُسے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ سترہ میں دو حکمتیں ہیں ایک مار کے اعتبار سے دوسرے مصلی (ممرور بہ) کے اعتبار سے، مار کے اعتبار سے تو یہ حکمت ہے کہ وہ مصلی کے سامنے سترہ کے اندر سے نہ جائیگا دور ہی سے اس کو ممانعت مرور معلوم ہو جائیگی اور مصلی کے اعتبار سے یہ حکمت ہے کہ خیال اس خط سے مربوط رہے خیال میں انتشار و پراگندگی نہ ہو اور خیال کے ربط سے جمعیت خاطر حاصل ہوتا کہ صلوٰۃ کما حقہا ادا ہو سکے (کما اشار الیه العلامة ابن الهمام) پس امام ابو حنیفہ نے جو خط کے سترہ ہونے سے انکار فرمایا ہے۔ (کما هو الروایة الاولی عن الامام محمد رحمة الله علیه) وہ غالباً نظراً الی حکمۃ المار...... ہے (لان المار لایمکنه النظر الی الخط لا نه لا یظهر له من بعید فلا یمنعه عن المرور بین یدی المصلی داخل السترة وکان هو المقصود واذ افات مقصود کون الخط سترت فات کون الخط سترة) اغلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مطلب ہوگا ورنہ حدیث ابوداؤد فان لم یکن معه عصا فلیخط خطاً کے ترک کی کوئی وجہ موجہ موجود نہیں ہے۔

(اگر حدیث کو ضعیف بھی مان لیا جائے تب بھی جواز تو ثابت ہو ہی جائے گا کما هو الروایة الثانية عن الامام محمد حالانکہ امام احمد و امام ابن حبان وغیرہ محدثین نے حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔ کما قاله فی الحلية) چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ بعینہا تو ہم تک پہنچے نہیں ہیں اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ امام صاحب نے اسی اعتبار سے انکار فرمایا ہوگا (اس گمان کی تائید امام محمد صاحب کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں خط کا سترہ کیلئے کافی ہونا منقول ہے۔ اس میں کفایت خط کا اقرار غالباً نظراً الی حکمۃ المصلی الممرور بہ ہے وهو محمل حدیث ابی داود فانه من الواجب علینا ان نسعی فی مطابقة اقوالنا بالاحادیث

و نجعلها تابعة لهاو لا نجتهد فی العکس لانه عکس المقصود فلا تعارض بین الحدیث و بین ملهب الاحناف(کما لاتعارض بین الروایتین عن الامام) و محصوله ان الخط کاف فی حق المصلی ولیس بکاف فی حق المار واللہ اعلم بحقیقة الحال.

اب میں پھر اصل مقصود کی جانب عود کرتا ہوں صوفیہ نے جو اس حدیث اجعل بصرک حیث تسجد سے اصل شغل کا اثبات کیا ہے گو احتمالاً ہی سہی تو غایت مافی الباب یہ اثبات بطور نکتہ کے ہوگا اور اس قسم کے کل مضامین نکات ہی کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی تدابیر جزئیہ بیان کرنے کیلئے مبعوث نہیں ہوتے بلکہ ان کی بعثت کی حکمت اظہار طرق نجات و بیان تدابیر فوز آخرت ہے، ان کی تعلیم تو کلی طریقہ سے یہ ہے، اذکرو االلہ حتی یقولوا انه لمجنون، الغرض ذکر لطائف وسلطان لاذکار وغیرہ سے مقصود اصلی یہ ہے کہ ذاکر کے دل و دماغ میں ایک مستحکم وراسخ ملکہ یادداشت پیدا ہو جائے جس کے سبب اکثر اوقات مقصود سے ذہول وغفلت نہ ہو بلکہ ذکر میں مشغول رہے اسی کثرت کو صوفیہ کے کلام میں دوام ذکر سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کو ہم نے اکثر اوقات میں ذہول نہ ہونے کے عنوان سے بیان کیا ہے کیونکہ ہر شئی کا دوام اُس کے مناسب ہوا کرتا ہے مثلاً زید کہتا ہے کہ میں ہمیشہ پانچوں نمازیں ادا کیا کرتا ہوں یعنی روزانہ عمرو کہتا ہے کہ میں ہمیشہ صلوٰۃ عیدالاضحیٰ پڑھا کرتا ہوں یعنی سالانہ پس اسی قاعدہ کی بناء پر ذکر کا دوام ذکر کے مناسب ہوگا اور وہ عدم ذہول فی اکثر الاوقات ہے کیونکہ ذکر سے جمیع اوقات کا احاطہ عادۃً ناممکن و مستحیل ہے کیونکہ نوم وغیرہ امور حیات انسان کے لئے عادۃً لابدی ہیں اور ان میں ذہول لازمی ہے اسی واسطے بعض حضرات صوفیہ نے لفظ دوام کو بدل دیا ہے اور فرمایا ہے کہ طریق میں مقصود کثرت ذکر و دوام طاعت ہے۔

و کانه الیه اشار العارف الشیرازی بقوله

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برو یعنی طمع مدار وصال دوام را

وترجمہ بقولی:

دو ایک جام پی کے چلو بزم عیش سے یعنی طمع نہ رکھو وصال دوام کی

مگر اس عبارت پر بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ جیسے ذکر سے جمیع اوقات کا احاطہ عادۃً نا ممکن و مستحیل ہے اسی طرح طاعت سے بھی جمیع اوقات کا احاطہ عادۃً ناممکن و مستحیل ہے جواب یہ ہے کہ طاعت کو ذکر پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ ذکر میں فعل و ایجاد کی ضرورت ہے، اور طاعت فعل و ایجاد سے بھی وجود پذیر ہو جاتی ہے اور ترک و کف النفس سے کیونکہ ترک معصیت بھی طاعت ہے ترک سے مراد وہی ترک ہے جس کی ابتداء بالقصد والنیۃ ہو، اسی ترک کو کف النفس کہا جاتا ہے بشرطیکہ مضاد کا قصد طاری نہ ہو جائے اس کف النفس کیلئے بقاء نیت و قصد کی ضرورت نہیں بلکہ ابتداء میں نیت امتداد سے حکماً امتداد نیت ثابت ہو جاتا ہے۔

یعنی اگر ابتداء میں یہ نیت ہو کہ تمام معاصی کے ارتکاب سے عمر بھر اجتناب کروں گا تو گو بعد میں اس نیت و قصد سے ذہول ہو جاوے لیکن حکماً اس نیت و قصد کو موجود مانا جائے گا اور ترک معاصی کو کف النفس عنہا قرار دیکر امید اجر و ثواب قائم کی جائے گی۔ دیکھئے صلوٰۃ میں باتفاق امت نیت شرط ہے لیکن ذھول عن النیۃ بھی باتفاق امت ھی مانع عن صحۃ الصلوٰۃ و ثوابھا نہیں ہے حتی یتحقق ماینا فی الصلوٰۃ ایک اور محسوس و بدیہی مثال ملاحظہ فرمائے۔ ماشی کسی خاص منزل تک چلنا چاہتا ہے اور مشی فعل اختیاری ہے فلا یتحقق الابعد تحقق الاختیار لیکن قصد و اختیار صرف ابتداء مشی میں ہوتا ہے عادۃً ہر ہر قدم پر نیت و قصد مشی مستحیل عادی ہے بلکہ ہر ہر قدم پر جو شخص قصد و اختیار کا استحضار کریگا۔

اس کا چلنا معلوم تو جیسے ماشی کے منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے نیت امتداد کافی ہے خود امتدادِ نیت کی حاجت نہیں ایسے ہی دوام طاعت کیلئے نیت امتداد کف النفس عن المعاصی کافی ہے امتداد نیت کی ضرورت نہیں بلکہ ابتدائی نیت امتداد ہی سے اجمالی دوام حاصل ہو جاتا ہے میں اس کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ کسی کا ایک عاشق ہے ہر وقت اس کی یاد میں بیتاب ومضطرب رہتا ہے لیکن بمقتضائے بشریت گاہے گاہے خفیف سے ذہول کے وقفات بھی اس کے عاشقانہ زندگی میں رونما ہوتے ہیں مگر اظہر من الشمس ہے کہ اس عاشق کا معشوق سے ذہول ایسا نہ ہوگا۔

جیسا اس کو اغیار واجانب سے ذہول ہے کیونکہ اغیار واجانب سے تو ذہول مطلق وذہول تام ہوتا ہے بخلاف معشوق کے کہ اس سے جو ذہول ہوتا ہے وہ مطلق و تام نہیں بلکہ ذہول قلیل وخفیف ہوتا ہے پس جیسے اس ذہول عاشق کو کالعدم قرار دے کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ یاد اجمالی میں مشغول رہتا ہے اور اس کو مداومت یاد سے تعبیر کیا جاتا ہے ایسے ہی نیت امتداد ترک معاصی سے طاعت کی مداومت اجمالی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک دوسری مثال سنئے پیاسے کو پیاس کا احساس ہوتا ہے بھوکے کو بھوک کا احساس ہوتا ہے مگر اس بھوک پیاس کے زمانہ میں کبھی کبھی خفیف سا ذہول بھی ہوتا ہے یا یوں کہئے کہ ذہول نہیں ہوتا بلکہ توجہ کم ہو جاتی ہے جو منافی احساس ذہول مطلق وتام ہے ایسے ہی مسلم کے ترک معاصی میں کبھی کبھی ترک معاصی سے خفیف سا ذہول ہو جاتا ہے جو منافی طاعت نہیں ذہول مطلق کبھی نہیں ہوتا لہٰذا لفظ دوام طاعت پر کوئی شبہ نہ کرنا چاہیے گو اہل ظاہر نے امکان دوام طاعت کا انکار کر دیا ہے کیونکہ ان کو اس کا مشاہدہ نہیں ہوا لیکن **انکار هم بعد وضوح حقيقة دوام الطاعة مما لا يلتفت اليه بل يقال لهم** ع تو مشو منکر کہ حق بس قادر ست۔

بہر حال جب تصریح قوم سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمام اذکار واشغال سے

مقصود اصلی یہ ہے کہ ذاکر کے دل و دماغ میں ایک مستحکم و راسخ ملکہ یادداشت پیدا ہو جائے جس میں اکثر اوقات ذہول و غفلت نہ ہو تو اب جاننا چاہیے کہ اسی ذکر میں قوت و ترقی ہو کر وہ درجات پیدا ہو جاتے ہیں جن کو تقریر سابق میں ذکر و حضور و مکاشفہ و شہود و معاینہ سے تعبیر کیا گیا ان درجات میں تو کسی کا اختلاف نہیں صرف کلام اس میں ہے کہ یہ درجات کسی ایک لطیفہ کے افعال ہیں یا مختلف لطائف کے بعضے صرف لطیفہ قلب کے افعال کہتے ہیں اور بعضے مختلف لطائف کے افعال بتلاتے ہیں اور میں تقریر سابق میں بیان کر چکا ہوں کہ ان دونوں جماعتوں کا یہ اختلاف بالکل اس اختلاف کے مانند ہے جو متکلمین و حکماء میں انکار حواس خمسہ باطنہ و اثبات حواس خمسہ باطنہ میں ہے حس مشترک کے فعل کا کسی فریق کو انکار نہیں فرق یہ ہے کہ متکلمین کہتے ہیں قلب مدرک بالذات ہے حس مشترک کوئی شے نہیں جس کی جانب یہ فعل منسوب کیا جائے حکما کہتے ہیں کہ حس مشترک ایک مستقل حاسہ باطنہ ہے اس کے فعل کو قلب کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں باقی اہل تصوف کی غرض پر نظر کرتے ہوئے اقرب الی التحقیق یہ ہے کہ یہ امور کما مر بالذات تو مقصود و مطلوب ہیں ہی نہیں یہ تو مقصود بالذات یعنی رضائے الٰہی کا وسیلہ ہیں تو پھر اس تفتیش کا کیا نتیجہ کہ یہ فعل کس لطیفہ کا ہے اور یہ فعل کس لطیفہ کا۔ احتیاج تو ان افعال کے وجود کی ہے نہ کہ اس تفصیل کی کہ ان کے محال کیا کیا ہیں اور ان کے منسوب الیہا کون کون، غور کیجئے کہ اگر کسی کے پاس آم آئیں تو اس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ آم خام ہیں یا پختہ، ترش یا شیریں، چھوٹے ہیں یا بڑے۔ اس سے کیا نتیجہ ہے کہ یہ آم کس درخت کا ہے اس آم کے درخت کا حجم کتنا ہے اس آم کا درخت باغ کی کس سمت میں ہے۔ **لان هذا التحقیق و التفتیش بمعزل عن اغراضه و محصوله ان الشاغلین باللطائف یقولون ان اللطائف متغائرة بالذات وغیرهم یقولون ان اللطیفة هو**

القلب و علیه یترتب ما یقولون بترتبه علی سائر اللطائف فلا اختلاف فی المحمولات بل الاختلاف الموضوع فعند الاولین الموضوع متعدد و عند الاخرین واحد واللہ اعلم (پھر مولوی صاحب موصوف کے مکرر استفسارات کے جواب میں مضامین ذیل ارشاد فرمائے چونکہ یہ مضامین مختلف وغیر مربوط ہیں اس لئے میں علیحدہ علیحدہ نمبروں میں منضبط کرتا ہوں)۔

(۱) سلطان الاذکار میں جس کا اوپر ذکر آیا ہے جمیع اعضاء و جوارح کی جانب اجمالی توجہ ہوتی ہے اور ذکر لطائف میں جو اس کی مشق کراتے ہیں توجہ تفصیلی ہوتی ہے۔

(۲) ذکر تین طریقوں پر متحقق ہوتا ہے۔

(۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی یعنی بالفاظ خیالیہ (۳) ذکر بالتوجه وحده بدون احضار الا لفاظ فی القلب ولکن هذا النوع الثالث من انواع الذکر عسیر الحصول فان القلب یتعسر علیه عادة ادراک المعانی وحدها بدون واسطة قوالب الالفاظ کما یشهد به الوجدان السلیم. یہ تینوں انواع ذکر کے طاعت و عبادت ہیں۔

(۳) ان اذکار بہیت خاصہ اور اشغال سے اصل مقصود یکسوئی ہے جس سے ملکہ یادداشت راسخ ہو جائے کیونکہ اور اشیاء کی جانب توجہ یاد الٰہی سے مانع ہوتی ہے وساوس وخطرات کا ہجوم ہوتا ہے ان وسائل سے توجہ کو اور اشیاء سے ہٹایا جاتا ہے وساوس و خطرات کو مندفع کیا جاتا ہے حتیٰ کہ یاد الٰہی قلب و دماغ میں راسخ و مستحکم ہو جائے۔

(۴) ان اذکار و اشغال سے اولاً حق تعالیٰ کی جانب اجمالی توجہ ہوتی ہے جس میں عدم ذہول کا اہتمام کیا جاتا ہے پھر اس کیفیت کے رسوخ و استحکام کا نام ملکہ یادداشت ہے، پھر ملکہ یادداشت کے ضعف و قوت کے لحاظ سے وہ افعال مرتب ہوتے ہیں جن کو تقریر سابق میں ایک محسوس مثال سے پانچ درجے مقرر کر کے واضح کر چکا ہوں۔

(۵) صوفیہ جو کہ یکسوئی کو مقصود لغیرہ مانتے ہیں کیونکہ مقصود اصلی اعمال صالحہ اور مقصود المقصود رضا الٰہی ہے اور اس یکسوئی حاصل کرنے کے لئے مراقبہ خلوت عزلت قلت اختلاط، شغل وغیرہ امور سالک کیلئے تجویز کرتے ہیں۔ متقشفین کا اس پر اعتراض ہے کہ یہ امور مقصود میں غیر محتاج الیہا ہیں (**والکبری مطویة وھی ما یشیر الیه قوله صلی الله علیه واٰله وسلم من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه**) لیکن ان کو یہ خبر نہیں کہ امراض ظاہرہ کے معالجہ میں اطباء بھی مسہل میں ایسی تعلیم دیتے ہیں کہ ذہن کو مشوش نہ کرنا کسی توجہ ہٹانے والے مشغلہ میں مشغول نہ ہونا، زیادہ بات نہ کرنا، اسہال کے تصور و تخیل میں رہنا وغیرہ وغیرہ، اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا بجز اس کے کیا فرق ہے اطباء کی تجویز کو ذریعہ صحت بدنیہ کا سمجھتے ہیں اور وہ مقصود ہوتا ہے اس لیے چوں چرا کی مجال نہیں بخلاف تجویز صوفیہ صافیہ کے اس کو صحت نفس کا ذریعہ اور مطلوب نہیں جانتے اس لئے لغویات و خرافات کا طومار بدتمیزی باندھتے ہیں (**نعوذ بالله من شرور انفسنا وسوء اعمالنا وفساد عقولنا**).

(۶) حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان اشغال و مراقبات وغیرہ تدابیر و حیل کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ سید الانبیاء والمرسلین باعث تکوین العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے انفاس طیبہ کی برکات اور مصاحبت مطہرہ کے فیوض سے اپنے قلوب واذہان میں ایسی قوی و کامل استعداد رکھتے تھے کہ ان اشیاء کو واسطہ مقصود بنانے کی اُن کو ضرورت نہ تھی۔ یہی اعمال مامور بہا ان اشغال کے ثمرات کیلئے اُن کو کافی تھے اور یہی راز ہے کہ یہ علوم مروجہ خیر القرون میں مدون نہیں ہوئے کیونکہ ان کو ہر قسم کے ظاہری و باطنی واقعات کے لئے خاص ذوات بابرکات ہی کافی و وافی تھیں جس قدر خیر القرون سے بعد ہوتا گیا حل مشکلات و فتح مغلقات کیلئے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا جس کو علماء امت نے **شکر الله مساعیهم الجمیله**

ازمنہ متقاربہ میں باحسن وجوہ انجام کو پہنچایا اور چونکہ ضرورتیں مختلف تھیں اس لئے نظرۂ تقسیم عمل کی حاجت ہوئی۔ بعض حضرات نے علم ظاہر کی جانب توجہ مبذول کی اوراس کے مختلف شعبوں میں سے کسی خاص شعبہ کومخصوص توجہات کا مرکز بنایا گواور شعبوں کی جانب بھی بقدر ضرورت ملتفت رہے اور بعض حضرات نے امانت باطن کو سنبھالا دونوں جماعتوں نے امت مرحومہ کو رھین منت فرمایا۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء. بہر حال چونکہ ہم ضعیف الاستعداد و ضعیف العقائد ہیں ہمارے قلب و دماغ میں دنیا اور مافیہا کا حسن و جمال مرکوز ہے، حقائق ہم سے مستور ہیں اس لئے ہم کو وصول الی اللہ کیلئے جو خلق الثقلین کی حکمۃ اصلیہ ہے (ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون) ان ذرائع و وسائل خاصہ کی حاجت ہے اور شدید حاجت ہے (کما تشھد بہ التجربۃ)

(۷) چونکہ فطری قاعدہ ہے کہ النفس لا تتوجہ الی الشیئین فی آن واحد اس لئے ضروری ہے کہ ایک تصور کے رسوخ واستحکام سے دوسرے تخیلات و تصورات منتشر و مضمحل بلکہ معدوم و مفقود ہو جائیں گے کما ھو المحسوس المشاھد والا یرتاب فیہ احد. اور میں ایسے قاعدہ کے ماتحت یہ تجویز کیا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص سوء اتفاق سے کسی حسین وجمیل آدمی کے عشق میں مبتلا ہو جائے اس کے خط وخال ونقش ونگار کی یاد سے مضطر ومضطرب رہتا ہو تو ایک بہت موٹے کثیف المزاج عظیم البطن بدصورت کریہ المنظر شخص کا تصور کیا کرے جسکی رال بہہ رہی ہو۔ آب بینی لبوں پر ہو دھوتی میلی کچیلی میں بھری ہو۔ اس شخص کا ہیئت کذائی سے تصور اس حسین وجمیل آدمی کے تخیل و تعشق کو نکال دیگا۔ اسی طرح اذکار واشغال سے خالص توجہ الی الحق ہو جاتی ہے اور غیر اللہ کے وساوس خطرات زائل ہو جاتے ہیں۔

(۸) مختلف اذکار واشغال میں سے شیخ کامل اپنی فطانت وفراست اور اپنے تجارب

کی بناء پر ہر سالک کے مزاج وخصوصیات کے موافق ذکر وشغل تجویز کرتا ہے جس سالک کو جس طریق سے مناسب سمجھتا ہے منزل مقصود کی جانب رہبری کرتا ہے۔ بالکل ایسی مثال ہے کہ طب ظاہری میں متعدد ادویہ ایک اثر ایک درجہ ایک کیفیت ایک مزاج کی ہوتی ہیں لیکن طبیب حاذق مختلف اصحاب کے لئے خفی مناسبات کی بناء پر علیحدہ علیحدہ دوا تجویز کرتا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتا کہ یہ ادویہ چونکہ متحدۃ الخواص ہیں اس لئے سب مریضوں کے لئے جو ایک ہی مرض میں مبتلا ہیں ایک ہی دوا تجویز کردوں۔

(۹) کثرت ذکر مشائخ سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے یکسوئی سے ملکہ یادداشت حاصل ہوتا ہے ملکہ یادداشت کی مزاولت سے قوت بڑھتی ہے اور درجات خمسہ مفصلہ مذکورہ ماسبق حاصل ہوتے ہیں۔ (۱۰) بعض سالکین کو یکسوئی بغیر شغل وغیرہ صرف ذکر سے بھی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ جو ذکر باللسان ہے، وہ بالقلب بھی ہوسکتا ہے صرف توجہ کی ضرورت ہے یہ قضیہ کہ **هذا الذكر اما ذكر باللسان و اما ذكر بالقلب** مانعۃ الخلو ہے مانعۃ الجمع نہیں **فلا مانع عن جمعها**.

(۱۱) میں مانتا ہوں کہ کتب تصوف موجود ہیں اور ان میں امراض باطنہ، اسباب امراض طرق تشخیص۔ ادویہ۔ معالجات بتمامہا وبکمالہا مضبوط ومبسوط ہیں لیکن پھر سالکین کو مراحل سلوک طے کرنے اور اصلاح نفس وتزکیۃ الاخلاق میں شیخ کامل کی سخت ضرورت ہے بغیر تعلیمات وتنبیہات شیخ کی ''وسوسہ اہرمن'' سے محفوظ رہنا اور صحیح وسالم منزل مقصود پر پہنچنا کارے دارد۔ (**واما المؤيد بالقوة القدسية من الله فهو بمعزل عن بحثنا**) دیکھئے کتب طب ظاہری میں بھی مباحث نہایت شرح وبسط سے موجود ہیں لیکن مرضیٰ کے لئے اپنے معالجات میں صرف ان کا مطالعہ کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ ضرور ماہر فن طبیب کی جستجو کی جاتی ہے خصوصاً پیچیدہ امراض میں حتیٰ کہ امراض شدیدہ میں تو خود اطباء بھی اپنے معالجات میں اکثر دوسرے اطباء سے

مشورہ لیتے ہیں تا بغیر طبیباں چہ رسد۔ پس جو نسبت مرض و کتب طبیہ و اطباء میں ہے وہی نسبت سالکین و کتب تصوف و مشائخ میں ہے البتہ یہ بات ضرور یاد رکھنے کی ہے کہ ضرورت تعلیم شیخ کی ہے نہ کہ بیعت کی۔ انقلاب زمانہ ہے کہ آج کل تمام دارو مدار بیعت پر سمجھا جاتا ہے اور تعلیم کی جانب توجہ نہیں کی جاتی حالانکہ اصل شے وہ ہے اگر ایک شخص بیعت نہیں ہے لیکن شیخ کامل تعلیم دیتا ہے اور وہ پورا پورا عمل کرتا ہے اس کے کامل و مکمل ہونے میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے اس کے برخلاف ایک شخص ہے جو کسی قطب الارشاد سے بیعت ہے مگر نہ وہ تعلیم دیتا ہے اور نہ یہ عمل کرتا ہے تو بیعت ہیچ ہے جو شیخ تعلیم اصلاح کیلئے بیعت کو شرط قرار دے وہ شیخ نہیں اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کامل کی جانب مراجعت کرنا چاہیے کیا کوئی طبیب ظاہر کبھی معالجہ امراض میں مریضوں سے یہ شرط کرتا ہے کہ تم میرے شاگرد ہو جاؤ **وان اشترط فهو ليس بطبيب يجب على المرضىٰ ان يرجعوا عنه الى غيره.**

حضرات صوفیہ کا مقصود بیعت سے صرف اتنا تھا کہ شیخ و مرید میں ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو جائے جس سے فی الجملہ تعلیم شیخ و تعلیم مریدین میں سہولت ہو یعنی تعلیم کیلئے بیعت **لو لاه لا متنع** کا درجہ نہیں رکھتی بلکہ صرف مصحح لدخول الفاء کے درجہ میں ہے مگر جاہلوں نے عکس کر دیا ہے بلکہ عکس سے بھی زائد کہ بیعت ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ تعلیم شیخ پر پابندی سے عمل کیا جاتا اس کو اپنے احوال و کوائف سے مطلع کیا جاتا کیونکہ اطلاع احوال و کوائف کو فطری طور پر شیخ کو مرید کی جانب متوجہ کرنے میں کافی دخل ہے اس لئے کہ اس کو اس سے مسرت ہوتی ہے کہ یہ میری تعلیم پر عمل کرتا ہے اور میری تجاویز کو نگاہ وقعت سے دیکھتا ہے جیسے طبیب جب اپنے مریض کو متوجہ و قدر دان پاتا ہے تو زائد متوجہ ہوتا ہے مگر اب بیعت ہی مطمح نظر ہے۔ ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ دیکھئے استاد شاگرد کا تعلق (گو بعض

حضرات کی رائے اس کے خلاف ہے) شیخ و مرید کے تعلق سے بدرجہا قوی ہوتا ہے مگر محتاج بیعت نہیں۔ دوکاندار پیروں نے عوام الناس کو ارادت کے دام میں پھنسانے کیلئے بیعت کی ضرورت کے گیت گائے ہیں۔ اصلح اللہ احوالھم

(۱۲) حقیقت میں نسبت مطلق تعلق مع اللہ کو کہتے ہیں اس اطلاق کی بنا پر ہر مومن ولو کان فاسقا فاجراً صاحب نسبت ہے کیونکہ نفس ایمان سے تعلق مع اللہ ثابت ہے وھو مناط صحۃ اطلاق النسبۃ وقد تحقق بالایمان اور اصطلاح صوفیہ میں نسبۃ اس تعلق مع اللہ کو کہتے ہیں جس کے لوازم میں سے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ اوّل کثرت الذکر ثانی دوام الطاعۃ، بغیر ایں دو چیز نسبت مصطلحہ صورت نہ بند داور یہ نسبۃ مصطلحہ بذاتہا اختیاری نہیں ہے لیکن موعودۃ الترتب علی الامور الاختیاریہ ہے۔ فکانہ اختیاریۃ ولا یخفی ان کثرۃ الذکر و المحافظۃ علی العبادۃ امران اختیار یان لان صدورھما عن الاختیار من البدیھات الاولیۃ. اس نسبۃ مصطلحہ میں سالک کو حق تعالیٰ سے ایسا قوی و راسخ تعلق ہو جاتا ہے کہ ذہول کما و کیفا نہایت ہی خفیف ہوتا ہے ویکون صاحب النسبۃ کالعاشق المولع فی عدم النسیان و عدم الذھول وفی الایتما ربالا وامر والانتھاء عن النواھی. خلاصہ یہ ہے کہ صاحب نسبت کو طبعاً دین و حق کی مخالفت ایسی گراں و مکروہ معلوم ہوتی ہے جیسے عوام مومنین کو عقلاً بہر حال تمام اذکار اشغال کی غایت مقصودہ غرض اصلی اکتساب نسبت مصطلحہ ہی ہے اور اس نسبت مصطلحہ کا اکتساب واجب ہے کیونکہ کثرۃ الذکر جو مضاد ہے اُس ذکر قلیل کی جس پر منافقین کی مذمت فرمائی ہے۔ لا یذکرون اللہ الا قلیلا اور دوام الطاعۃ واجب ہیں اور عادۃً یہ دونوں بدون اس نسبۃ کے حاصل نہیں ہوتے اس لئے اس کی تحصیل بھی واجب ہے اور اس نسبت مصطلحہ میں عباد کی جانب سے کثرۃ ذکر و دوام طاعۃ ہوتا

ہے اور خالق العباد کی جانب سے رضا و پسندیدگی ہوتی ہے رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا مصداق ہوتا ہے۔ اصل میں نسبت اس مجموعہ تعلقین کا نام ہے۔ اسی واسطے مرتکب معاصی کو نسبت مصطلحہ کا حصول نہیں ہوتا۔

حتی یتوب الی اللہ غافر الذنب قابل التوب لانھا لا تجتمع مع المعاصی لان دوام الطاعة من لوازمھا و المعاصی تنا فیہ وانتفاء اللازم یدل علی انتقاء الملزوم نعم النسبة العامة یمکن اجتماعھا مع الصغائر و الکبائر ما عدا الشرک لان دوام الطاعة لیس من لواز مھا فانتفائہ لا یقدح فیھا ھذا ما عندی واللہ اعلم بحقیقة الحال.

یہی نسبت وہ قرب ہے جو مامور بالتحصیل ہے اور اُس کا طریق صرف اعمال صالحہ ہیں جو اختیاری ہیں نہ کہ کیفیات و حالات غیر اختیاریہ جن کو قرب مذکور میں کچھ دخل نہیں مگر اکثر اصل طریق اختیاریات کو چھوڑ کر غیر اختیارات کے درپے ہو جاتے ہیں۔

(۱۳) طریق قرب کے اختیاری غیر اختیاری ہونے کی بحث سے ایک تحقیق یاد آ گئی چونکہ اس کے بھی نافع ہونے کی اُمید ہے اس لیے تتمیماً للنفع اس کو بھی بالاختصار بیان کیے دیتا ہوں مجھ کو کئی سال یہ اشکال رہا کہ جب قرب الی اللہ کے حصول کا طریق صرف افعال اختیاریہ ہیں۔ کما ذکر انفا تو لازم آتا ہے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت جو قرب ممکن کے انتہائی درجات ہیں بھی کسی فعل اختیاری ہی کا نتیجہ ہوں حالانکہ نبوت و رسالت محض موہوب ہیں کسی فعل اختیاری کا ثمرہ نہیں۔

ایک مرتبہ خود بخود قرآن شریف پڑھتے ہوئے دفعتہً اشکال حل ہو گیا کہ قرب کی دو قسمیں ہیں، قرب موہوب، قرب مکسوب، پس جو قرب افعال اختیاریہ پر مترتب ہوتا ہے وہ وہ قرب ہے جو مامور بالتحصیل ہے مطلق قرب نہیں اور اس قاعدہ کی بنا پر یہ بھی ممکن ہے۔ گو عادة اللہ کے خلاف ہے کہ کسی شخص کو وہبی طور پر نسبتہ مصطلحہ بغیر

مزاولۃ افعال اختیاریہ حاصل ہو جائے لکنہ خارج عن بحثنا کیونکہ یہ امر ہمارے انظار وعقول کی حدود وادراک سے بالاتر ہے۔

(۱۴) اعمال اختیاریہ شرط ہیں قرب مکسوب کے مگر علت نہیں ممکن ہے کہ اعمال میں کوئی ایسا نقص رہ جاوے جس سے اُن پر قرب مرتب نہ ہو اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ نظراً الی الظاہر کسی کو شیخ، زاہد، عارف، عاشق، سالک کہنا تو جائز ہے لیکن ولی اللہ کہنا ناجائز ہے کیونکہ ولایت یعنی قرب خاص ومقبولیت امر خفی ہے اس کا دعویٰ شہادۃ من غیر علم میں داخل ہے۔ اسی واسطے حدیث میں لکھا ہے لا یزکی علی اللہ احد او یقول واللہ حسیبہ او کما قال یعنی اگر کسی شخص کو ولی اللہ کہنا ہو تو یہ تعبیر ہونا چاہیے ھو ولی اللہ فی ظاھر الحال واللہ حسیبہ یعنی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص ولی ہے باقی حقیقۃ الحال سے علام الغیوب ہی واقف ہے کیونکہ ممکن ہے کہ جن افعال ظاہرہ کو ہم وسیلہ قرب الی اللہ سمجھ رہے ہیں ان کی کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو یا کوئی منافی مخفی متحقق ہو رہا ہو اس تحقیق سے ایک اور بات بھی سمجھ میں آ گئی۔ اشعریہ وماتریدیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا جائز ہے یا نہیں بعض اشاعرہ سے منقول ہے کہ انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا جائز ہے اور اس کی توجیہ اہل علم نے یہ فرمائی ہے کہ لان العبرۃ فی الایمان والکفر بالخاتمۃ حتی ان المومن من مات علی الایمان وان کان طول عمرہ علی الکفر و الکافر من مات علی غیر الاسلام وان کان مدۃ حیاتہ علیہ۔ ماتریدیہ فرماتے ہیں۔ اذا وجد من العبد التصدیق والا قرار صح لہ ان یقول انا مومن حقا ولا ینبغی ان یقول انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ لانہ ان کان للشک فی الحال فی تحقیق ما یحسبہ ایمانا (سواء کان العمل دا خلافی حقیقۃ الایمان اولا) فھو کفر لا محالۃ

وان کان المتادب واحالة الامور الی مشیة اللّٰہ تعالیٰ او للشک فی المستقبل مع التیقن فی الحال او للتبرک مذکر اللّٰہ او للتبری عن تزکیة نفسه (عملا بقوله، تعالیٰ فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی) وغیرھا من التوجیهات فالا ولی ترکه لما انه یوھم بالشک اور علمائے کلام نے تحریر اختلاف کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے والحق ان ھذا الاختلاف لفظی لانه ان ارید مجرد حصول معنی الایمان فھو حاصل فی الحال فلا معنی للتعلیق وان ارید ما یترتب علیه النجاة فھو فی مشیة اللّٰہ تعالیٰ فلا معنی للتحقیق فمن منع ان یقال انا مومن ان شاء اللّٰہ اراد الاول ومن اجازه اراد الثانی انتھت العبارة بمعنا ھاویقول ھذا العبد الضعیف (ای صاحب الملفوظ مدظله العالی انه یمکن بناء علی التحقیق السابق المار انفا ان یقال ان ھذا الاختلاف فی المعنی دون اللفظ وھو الظاھر المتبادر لان الاختلاف فی اللفظ مما یا باه شان العلماء المحققین لاسیما المتکلمین فیمکن حمل قول بعض الاشاعرة قول المومن انا مومن ان شاء اللّٰہ تعالیٰ علی تعلیق الایمان بمشیة اللّٰہ تعالیٰ فی الحال نظر الی نه یمکن ان یکون شرط من الشروط المعتبرة عنداللّٰہ غیر متحقق فی الایمان الذی نحن نحسبه ایمانا فی الظاھر وان کان عدم التحقیق ھذا غیر قادح فی النجاة لان التکلیف بقدر الوسع فبا لنظر الی ھذا الاحتمال الذی ھو بمکان عند الصوفیة قال بعض الاشاعرة انه یصح ان یقال انا مومن ان شاء اللّٰہ تعالیٰ والاخرون لما لم یتنبھو اعلی ھذه الدقیقة منعوه (ان ھذا التوجیه الوجیه بمکان من الحسن علی مذاق الصوفیة الصافیة) وظنی ان عقائد الاشاعره فی

الاکثر اقرب الی مذاق الصوفیۃ من عقائد الما تریدیۃ۔

(۱۵) اخیر میں ایک نہایت ضروری بات کہتا ہوں جو بیش بہا اور بہت زیادہ قابل توجہ ہے وہ یہ کہ ملفوظ سابق اور یہ تقریر دونوں علوم مکاشفہ کے متعلق ہیں اور علوم مکاشفہ بالکل نا قابل التفات ہیں جبکہ خود کشف و کرامات کو اہل فن حیض الرجال سے تعبیر کرتے ہیں پس مقصود فوائد ہیں نہ زوائد۔ گو میں نے ایک گھنٹہ چالیس منٹ اس تقریر اور سوال و جواب میں خرچ کئے لیکن میں ذرہ برابر بھی محظوظ نہیں ہوا میں اس خدمت کو اصلی کام اور باعث حظ سمجھتا ہوں کہ کسی طالب عامل کو کچھ بتا دوں اور وہ اس پر اہتمام سے عمل پیرا ہو۔ باقی اس قسم کی تحقیقات و تدقیقات تو حقیقت میں میبذی و صدرا کی تقاریر کے مترادف ہیں۔ واین انا منہا اگر سچ پوچھئے تو ثمرات و برکات کا حصول ان تحقیقات و تدقیقات کے نسیاً منسیا کر دینے پر موقوف ہے۔ یہ تحقیقات و تدقیقات حجاب و مانع ہیں (شام کے وقت تربیت کے متعلق دو ایک معمولی باتیں بیان فرما کر فرمایا تھا کہ ان معمولی کلمات کے بعد تو قلب میں نور محسوس ہوتا ہے لیکن صبح کی طویل تقریر کے بعد بھی کچھ نورانیت محسوس نہیں ہوئی تھی اسی قسم کا مضمون ملفوظ سابق کے بعد بھی بیان فرمایا تھا مگر اس جلسہ میں بہت زور دیا اسی واسطے اس کو ضبط کیا گیا) ایک واقعہ یاد آیا جس زمانہ میں میں کانپور کے مدرسہ جامع العلوم میں مدرس اول تھا ایک طالب علم نے درخواست کی کہ مجھ کو مثنوی مولانا رومی پڑھا دیجئے۔

میں نے دریافت کیا آپ تحصیل درسیات سے فارغ ہو چکے ہیں؟ کہا کہ درسیات قریب الختم ہیں کچھ باقی ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب مثنوی کے پڑھنے کیلئے ابھی دو درجے باقی ہیں۔ پہلے درسیات کا اکمال اور پھر اُن کا اہمال یعنی محو کرنا اور بھلانا وفی مثلہ قیل العلم ھو الحجاب الاکبر۔

چونکہ علوم مکاشفہ میرے نزدیک اب نا قابل التفات ہیں، اس لئے میں

ممانعت کرتا ہوں کہ کوئی صاحب اس کے متعلق مجھ سے تقریراً یا تحریراً مکالمہ نہ کریں گو مجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ ان علوم سے بہت شغف تھا شب و روز انہیں میں منہمک رہتا تھا مگر اب تو ان کو مخل مقصود سمجھتا ہوں۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم   کہ اصلے ندارد دم بے قدم
قال را بگذار مردحال شو   پیش مردے کا ملے پامال شو
کارکن کار بگزار از گفتار   کاندریں راہ کاربا ید کار

فائدہ ثانیہ: از قلم حقیقت رقم صاحب الملفوظ عم فیضہ ونفعہ۔ تحریر بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ لطائف خمسہ جوہر ہیں اور نفس عرض اور یہ ایک قول ہے اور اوپر یہی قول لیا گیا ہے اور اس قول پر لطائف کے عدد میں کہ پانچ ہیں یا چھ نزاع لفظی ہوگا جیسا اوپر مفصل گزرا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نفس بھی مثل دیگر بقیہ لطائف کے ایک لطیفہ مجردہ جوہر یہ ہے تو اس وقت عدد لطائف میں حقیقی اختلاف ہوگا!

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسرے بعض لطائف کے ساتھ نفس میں دو درجے نکالے ہیں ایک اصل مجرد دوسرا اس کا متعلق مادی **کذا فی کتاب عجائب القلب من کتاب المهلکات من الاحیاء** اور نصوص میں جو احکام نفس کے وارد ہیں۔ مثلاً **ان تقول نفس یا حسرتی** ، اور **علمت نفس ما قدمت و اخرت یایتها النفس المطمئنة.** ظاہراً ان سے جوہریت کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ البتہ اگر یہ کہا جاوے کہ ان نصوص میں بنابر ترادف لغوی کے روح کو نفس کہہ دیا تو پھر کچھ اشکال نہیں یا یہ کہا جاوے کہ نفس تو عرض ہی ہے اور جو احکام مذکورہ اس کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ احکام اُس جوہر مادی کے ہیں جس میں یہ عرض حال ہے یعنی جو محل ہے اس قوت داعی الی الشر کا یعنی جمیع بدن جس میں یہ قوت منطبع ہے اور یہ نسبت ایسی ہے جیسے بعض احکام نصوص

میں سمع و بصر کی طرف منسوب کر دیئے ہیں اور وہ احکام واقع میں ان کے محل کے ہیں۔

کما قال الخازن فی قوله تعالیٰ ان السمع و البصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤلا ، مانصه قیل یسأل السمع و البصر والفؤاد عما فعله المرء اه و کما فی قوله تعالیٰ وما کنتم تستترون ان یشهد علیکم سمعکم ولابصارکم الآیة.

التماس از جامع

نمبر۱: میں ۲۴ شعبان ۱۳۴۹ھ کو حکیم الامت مجدد الملت محی الطریقت حضرت مولانا مولوی حافظ قاری شاہ اشرف علی صاحب دامت برکاتہ کی خدمت سراپا مکرمت میں بقصد زیارت چالیس روز قیام کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا۔ تین چار روز کے بعد حضرت اقدس کی اجازت سے ملفوظات لکھنا شروع کر دیئے تھے انہیں ملفوظات میں سے ایک مکمل ملفوظ مع اپنے متعلقات کے یہ (القطائف من اللطائف) بھی ہے۔

نمبر۲: حضرت اقدس کی مجلس مبارک میں علی الدوام علوم ظاہری و فیوض باطنی کی بیش بہا دولت لٹتی رہتی ہے جس سے ہر شخص اپنی استعداد و قابلیت کے موافق بہرہ اندوز دارین ہوتا رہتا ہے اسی وجہ سے مضامین عالیہ تو میرے ضعیف قلم کے احاطہ ضبط سے بالاتر تھے لہٰذا میں نے ان مضامین میں سے جو میری فہم ناقص میں آ سکتے تھے کچھ مضبوط و محفوظ کر لئے تھے کیونکہ قلت وقت و فراوانی معارف و علوم کی وجہ سے ان تمام مضامین کا احاطہ بھی جو میری فہم میں آ سکتے تھے کم از کم میری طاقت سے تو ضرور خارج تھا میں اس عرصہ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

داماں نگہ تنگ و حسن تو بسیار　　گل چین بہار تو زداماں گلہ دار

بلکہ ایک مرتبہ مغرور کرم و لطف بے پایاں ہو کر میں نے خود حضرت اقدس کی مجلس میں بآواز بلند یہ شعر پڑھ دیا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ مخاطب کون ہے

میں نے دل میں کہا مخاطب، لیکن رعایۃً لجانب الادب زبان سے ظاہر نہیں کیا۔

نمبر۳: میرے علاوہ اسی زمانہ میں دیگر مختلف حضرات علماء بھی ان بے بہا جواہر سے دامان کا غذات کو کرتے تھے جن میں سے بعض ممتاز اسماء یہ ہیں جناب مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دار العلوم دیو بند مجاز حضرت اقدس جناب مولانا محمد حسن صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر مسجد خیر الدین مجاز حضرت اقدس جناب مولانا ولی احمد صاحب ساکن قصبہ برہان ضلع کیمل پور حال مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد، مجاز حضرت اقدس جناب مولانا عبد المجید صاحب ساکن بچھرایون ضلع مراد آباد مجاز حضرت اقدس، جناب مولانا جلیل احمد خان صاحب رئیس محلہ سرائے حکیم علی گڑھ، مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی وغیرہ وغیرہ۔ خود اس طویل مضمون کو بھی متعدد حضرات نے نہایت ذوق شوق سے منضبط فرمایا ہے۔ جزاهم الله تعالیٰ احسن الجزا.

نمبر۴: ذی علم و تجربہ کار حضرات پر مخفی نہیں کہ خود اپنی تقریر و تحریر میں کس قدر فرق ہوتا ہے بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ ہر زبان کا ہر متکلم مجبوراً تقریر میں اپنی تحریری زبان کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے۔ بہت سے عیوب تحریر تقریر میں عیوب نہیں رہتے اگر کسی قابل آدمی کی بیساختہ تقریر منضبط کی جائے تو غالباً بہت سے جملے غیر مرتبط ملیں گے اسی طرح تقریر کا جو اثر ہوتا ہے وہ قید تحریر میں آ کر اکثر گم ہو جاتا ہے مگر اس کلیہ سے حضرت اقدس ایک خاص حد تک مستثنیٰ ہیں چنانچہ یہ حقیقت ان حضرات پر بخوبی روشن ہے جو حضرت اقدس کی تحریر و تقریر سے نفع اندوز ہو چکے ہیں۔

نمبر۵: میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں کما حقہ حضرت اقدس کی تقریر کو منضبط نہیں کر سکا کیونکہ وہ تاثیر فیوض و برکات تو حضرت کے ساتھ مخصوص تھی ہی اکثر مقامات پر حضرت اقدس کے شاندار و پر مغز معنی خیز و مؤثر الفاظ بھی باقی نہیں رہے ہیں میں نے کوشش تو اس کی کی ہے کہ کم از کم معانی محفوظ ہو جائیں لیکن اپنی بے بضاعتی و کم مائیگی

پر نظر کرتے ہوئے مجھ کو اعتماد نہیں کہ میں اس کوشش میں پورا کامیاب ہوا ہوں۔

(۶) میں خیال کرتا ہوں کہ اب تک عربی فارسی اُردو کی کسی کتاب میں "لطائف ستہ" کے متعلق اسقدر مبسوط و پراز معلومات ذخیرہ یکجا موجود نہیں ہے امید ہے کہ "تصوف مذاق" حضرات حقیقی طور پر اسکی وقعت وتوقیر کریں گے۔

(۷) حضرت اقدس کے خطابات حکیم الامت مجدد الملت جو عامہ مسلمین نے باتفاق حضرت والا کیلئے پسند کئے ہیں زبان زد خواص وعوام ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں مراسم طریقت مٹ چکے ہیں دنیا ناواقف حقیقت ہے۔ اکثر مقامات پر زوائد کے ساتھ مقاصد کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اول تو حقیقی تعلیمات تصوف کسی درجہ میں کسی مقام پر بھی محفوظ ہی نہیں اور جہاں کہیں برائے نام ہیں تو افراط وتفریط نے انقلاب ماہیت کر دیا ہے دوکاندار مشائخ نے تو بالکل حشر ہی برپا کر رکھا ہے ایسے وقت میں حضرت اقدس کا وجود باجود نہایت مغتنم ہے کہ تصوف کی شریعت مردہ کو علوم ظاہری و باطنی و براہین قاطعہ ودلائل ساطعہ سے از سر نو زندہ کر دیا ہے۔ نیز ہر مسئلہ کا اصل محمل بتا دیا ہے میں تو حقیقی معنی میں حضرت اقدس کو "محی الطریقۃ" سمجھتا ہوں۔ حق تعالیٰ اس لقب کو بھی اس کے اخوین (حکیم الامۃ مجدد الملۃ) کی طرح مشہور ومعروف کر دیں۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں حضرت اقدس کے ایک دوسرے ملفوظ (السلسبیل لعابری السبیل) کے چند جملے نقل کر دوں وھی ھذا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ آج کل ان باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں نہ علماء کے یہاں نہ مشائخ کے یہاں، تصوف کی ایک مبہم صورت بنا رکھی ہے اسی وجہ سے مدت سے اس کی حقیقت مستور چلی آتی تھی مگر الحمد للہ اس وقت ایسا وضوح ہو گیا ہے کہ کوئی خفا اور التباس کسی قسم کا اس میں باقی نہیں رہا مجھے تو بحمد اللہ کسی مسئلہ تصوف میں مطلق شبہ وخلجان نہیں ہوتا (وتدل علی هذه الدعوی تصانيفه النافعة فی التصوف دلالة ظاهرة لا يصح لمعاند

ان یرتاب فیها فضلا عن معتقد متبع للحق ۱۲ جامع) نہ طالب کی کسی حالت کی حقیقت معلوم کرنے میں نہ اسکی اصلاح کی تدابیر تجویز کرنے میں خواہ کسی کی کیسی ہی الجھی ہوئی حالت ہو (ویشهد به تربیة السالک وتنجیة الهالک وهو کتاب له عم فیضه مفید فی تربیة السالکین مشتمل علی احوال مختلفة تعتری السالکین واصلاحها ۱۲ جامع) میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں (عملاً بقوله علیه السلام الدین النصیحة ۱۲ جامع) کہ اس وضوح کو اس زمانہ میں غنیمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیے اور اس سے منتفع ہونا چاہیے۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار　　کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت میں اس بیش بہا نعمت کی ناقدری پر باز پرس ہو ابھی وقت ہے کہ خوش نصیبان اسلام نعمت غیر مترقبہ سے مالا مال ہوں۔

تمتع من شمیم عرار نجد فما بعد العشیة من عرار ۱۲ جامع

نمبر (۸) حضرت اقدس نے اپنا بہت سا قیمتی وقت خرچ فرما کر اس تمام تحریر کو لفظاً لفظاً ملاحظہ فرمایا ہے اور بہت زائد مقامات پر اصلاح فرمائی ہے۔

نمبر (۹) میں بظن غالب کہتا ہوں کہ اہل دل حضرات کو اس تحریر سے جہاں تک میرے الفاظ کا دخل ہے ایک ظلمت محسوس ہوگی لیکن جس قدر حضرت اقدس کے معانی والفاظ کا تعلق ہے آثار نورانی کو جلوہ گر پائیں گے۔ میں نہایت ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ ناظرین صورت ثانی پر نظر فرما کر میری اصلاح نفس، تزکیہ، اخلاق، فلاح دارین کے لیے لوجہ اللہ دعا فرمائیں گے وما ذلک علیهم بعزیز ہر کہ خواند دعا طمع دارم، زانکہ من بندہ گنہگارم، ۳ شوال ۱۳۴۹ھ

محمد اسعد اللہ عفا عنہ

مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تحقیق حکم بعض مغلوبین

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ، راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منھا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

تحقیق حکم بعض مغلوبین

سوال: بذیل حکایات (۳) مندرجہ الامداد جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ الزام (۴) کے جواب میں اس شخص کے حکم فقہی سے تعرض نہ کرنے کی وجہ ذکر کر کے حضرات اہل علم کے فتاویٰ کا خلاصہ نقل کر کے وعدہ کیا گیا تھا، کہ کسی موقع پر ان کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم کی مرتب کر کے اگر کوئی صاحب شائع کرنے کے لئے مانگیں گے دے دیئے جاویں گے (اھ) صفحہ ۲۳، چنانچہ اب موقع اس کا آ گیا، اس فصل میں اس وعدہ کا ایفاء ہے، اور وہ مشتمل ہے چند اجزاء پر۔

جزو اوّل: سوال متعلق واقعہ، جزو دوم: جواب سہارن پور

جزو سوم: جواب دیوبند　　جزو چہارم: جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند

جزو پنجم: جواب دہلی معہ ضمیمہ　　جزو ششم: تحریر صاحب علم موصوف بالا

(نوٹ) اس مقام پر حکایت مذکورہ کے خاتمہ کی اس عبارت کو جس کا حاصل اپنی رائے کو ان فتاویٰ میں دخل ﴿البتہ کہیں کہیں ایک پہلو کے ساتھ دوسرے پہلو کا پتہ حاشیہ پر اس لئے دے دیا ہے کہ اہل علم کو دونوں پر نظر کر کے تنقیح میں سہولت ہو بدون اس کے کہ ایک پہلو کو دوسرے پہلو پر ترجیح دی جائے ۱۲﴾ نہ دینا اور ان فتاویٰ کو باعیانہا نقل کر کے سبکدوش ہو جانا ہے، الامداد سے مکرر نقل کرتا ہوں، وہی ہذہ۔

اب میں اس باب علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعضے میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بناء پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کی من کل الوجوہ مؤید ہیں) ظاہر کر کے سبکدوش ہوتا ہوں، اب علماء اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے اور اسی طرح صاحب واقعہ بھی ان فتوؤں ﴿اس مقام پر اُس حاشیہ کا ارادہ

ضروری ہے جو الامداد یہ جمادی الاخریٰ نے ۳۹ ھ کی سطر اخیر پر ہے، وہی ہذہٖ'' اور اصل مدعاء میں یہ سب فتویٰ متحد ہیں یعنی (نمبر ۱) عدم حکم بالارتداد (نمبر ۲) بقاء نکاح زوجہ یعنی عدم بینونۃ زوجہ (نمبر ۳) عدم جواز نکاح زوجہ از زوج ثانی، اور جو اُمور زائد اصل المدعیٰ ہیں مثلاً اَمر بہ تجدید ایمان ونکاح احتیاطاً، ان میں گونہ اختلاف یہ معتد بہ اختلاف نہیں پس ان فتووَں کے باہم متخالف ہونے کا شبہ نہ کیا جائے۔ (۱۲) کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمالیں، (اھ) شوال ۱۳۳۶ھ)

جز و اوّل سوال متعلق واقعہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہئے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے، لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام زید نکلتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکلتا ہے، دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو زید کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص اس کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری، اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا، لیکن حالتِ خواب و بیداری میں زید کا ہی خیال تھا، لیکن حالتِ بیداری میں کلمۂ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دُور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ اللّٰھم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا زید،

حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ رہا، تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا، انتہی۔

اس واقعہ کے متعلق چند اُمور دریافت طلب ہیں، ان کے متعلق جو حکم شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کا ہو صاف اور مدلّل ارشاد فرمایا جاوے۔

(نمبرا) صاحب واقعہ کے بیان سے بالکل واضح طور پر ظاہر ہے کہ وہ خواب میں قصد صحیح کلمہ پڑھنے کا کرتا تھا مگر اس کی زبان سے بلا قصد واختیار غلط کلمہ نکلتا تھا، نیز اس کے الفاظ ''اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں انتہی'' ظاہر کرر ہے ہیں کہ غلط کلمہ پڑھنے کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا، پھر باوجودیکہ یہ حالت خواب تھی اور وہ اس حالت میں اگر باختیار متخیل بھی غلطی کرتا جیسے کہ کوئی خواب میں اپنے اختیار متخیل سے زنا کرے تو وہ بحکم رفع القلم عن ثلثۃ الخ معذور تھا، لیکن وہ اپنے حُسنِ اعتقاد کی بناء پر بلا شعور اور بلا اختیار بھی اس غلطی کو اچھا نہیں سمجھتا، اور شعور واحساس غلطی کے بعد خواب ہی میں اس کا تدارک کرنا چاہتا ہے اور صحیح کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہے، مگر وہ اس کا خیالی شعور واختیار پھر فنا ہو جاتا ہے، اور بلا اختیار وشعور اس سے وہی غلطی سابق سرزد ہو جاتی ہے، اور جب کہ وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی خوش اعتقادی کی بناء پر اس کو بھی گوارا نہیں کرتا کہ خواب میں بھی اور بلا شعور و اختیار بھی میری زبان سے الفاظ خلافِ شریعت نکلیں، اور اس لئے پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا ہے، مگر وہ پھر مسلوب الاختیار ہو جاتا ہے اور بلا قصد اور بلا اختیار اس سے اسی غلطی کا صدور ہو جاتا ہے، غرض کہ وہ اپنی صحت اعتقاد کو صاف صاف لفظوں میں ظاہر کرتا ہے، اور اس کے کسی لفظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کے عقیدہ میں کوئی خلل ہے، بلکہ اس کے بیان سے اس کا کمال خوش عقیدہ ہونا اور اپنی غلطی غیر اختیاری پر بھی سخت متوحش اور نادم ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور جس غلطی کا وہ اقرار کرتا ہے اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بلا میرے کسی قصد اور بلا کسی اختیار کے صادر ہوئی،

ایسی حالت میں آیا اس کو دعویٰ بطلان شعور وقصد واختیار میں صادق سمجھا جائے گا یا کاذب، اگر کاذب سمجھا جائے تو کیوں، آیا اس لئے کہ عقلاً یا شرعاً ایسا ہونا ناممکن ہے یا کوئی اور وجہ ہے، جو صورت ہو اس کو موجہ بیان فرمایا جائے، اور اگر صادق سمجھا جاوے تو پھر اس کا سقوط قصد واختیار وسقوط ﴿سقوط شعور کا حکم اصالۃً حالتِ منام کے اعتبار سے ہے اور حالت یقظہ کے اعتبار سے دلالۃً اس طرح سے کہ صاحب واقعہ کہتا ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اور اس کے ان الفاظ سے کہ اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ اوّل مرتبہ غلطی کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا اور بعد کی غلطیوں کا منشاء بھی حالتِ اُولیٰ کے مماثل حالتیں تھیں، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ان میں بھی اُسے اس غلطی کا احساس نہ ہو، اور اس نفی شعور سے اس شعور کی مراد ہے جو معتد بہ ہو، ورنہ فی الجملہ شعور تو سکران اور مجانین اور معتوہین کو بھی ہوتا ہے جو کہ ناقابل اعتبار ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ سائل کے بیان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ حالت جو منشاء غلطی تھی مستمر نہ تھی بلکہ دورہ کے طور پر طاری ہوتی تھی، اس وقت اس کا اختیار وشعور باطل ہو جاتا تھا اور جب وہ حالت زائل ہو جاتی اس وقت شعور وغیرہ عود کر آتا تھا، لیکن چونکہ حالت طاریہ میں شعور بالکل باطل نہ ہوتا تھا، اس لئے بعد افاقہ اسے خیال ہوتا تھا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، جیسا کہ بیداری کے بعد آدمی کو خواب کے واقعات یاد آتے ہیں اور یاد آنے کے بعد وہ پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا تھا، مگر اس پر پھر دورہ پڑتا تھا اور وہ پھر مجبور ہو جاتا تھا، رہی یہ بات کہ اس دورہ کا سبب کیا تھا آیا جسمانی یا خارجی اس کی تعیین نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ﴾ عذر شرعی قرار دیا جاوے گا یا نہیں، اگر اس کو عذر شرعی نہ قرار دیا جاوے تو اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ اصول امام فخر الاسلام بزدوی ''ص ۲۷ا'' میں ہے ان السکران اذا تکلم بکلمة الکفر لم تبن منه امرأته استحسانا۔

اور صاحب کشف نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

وجه الاستحسان ان الردة تبتنى على القصد والاعتقاد ونحن نعلم ان السكران غير معتقد لما يقول بدليل انه لا يذكره بعد الصحو وما كان عن عقد القلب لا تنسى خصوصا المذاهب فانها تختار عن لكروروية وعمّا هو الاحق من الامور عنده و اذا كان كذلک كان هذا عمل اللسان دون القلب فلا يكون اللسان معبرا عما فى الضمير فجعل كانه لم ينطق به كمالوجرى على لسان الصاحى كلمة الكفر خطاء كيف ولا ينجو سكران من التكلم بكلمة الكفر عادة و هذا بخلاف ماذا تكلم بالكفر هاذلاً لا نه بنفسه استخفاف بالدين وهو كفر و قد صدر عن قصد صحيح فيعتبرو تمسک بعضهم بما روى ان واحد امن كبار الصحابة سكرحين كان الشرب حلالاً فقال لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هل انتم الا عبيدى و عبيد اٰبائى و لم يجعل ذلک منه كفراً و قرأ سكران سورة قل يَاَ ايُّهَا الْكٰفِرون فى صلٰوة المغرب وترک اللاءٰت فنزل قولهٗ تعالٰى يَاَ ايُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُواالصَّلٰوةَ وَلم يحكم النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بكفره ولا بالتفريق بينه و بين امرأته ولا بتجديد الايمان فدل ان بالتكلم بكلمة الكفر فى حال السكر لا يحكم بالردّة كما لا يحكم بها فى حالة الخطاء والجنون فلا تبين منه امرأته ولِقائل ان يقول هذا التمسک غير مستقيم هٰهنا لان كلامنا فى السكرالمحظورو كان ذٰلک السكر مباحا لان الشرب كان حلالاً فصيرو رته عذرًا فى عدم اعتبار الردّة لا يدل علٰى صيرورة المحظور عذرا فيه ، انتهٰى.

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ اگر کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکلے، مگر وہ نہ دل سے اس کا اعتقاد رکھتا ہو اور نہ اس نے بقصد واختیار صحیح وہ کلمہ کہا ہو تو ایسے شخص

پر ردّت کا حکم نہ کیا جاوے گا، خواہ منشاء اس کا سکر ہو یا خطاء یا جنون یا کچھ اور، کیونکہ مناط حکم عدم مواطات قلب باللسان وعدم قصد واختیار صحیح قرار دیا گیا ہے، نہ کہ خصوص سبب، لیکن بعض کے نزدیک صرف اتنی قید اور ملحوظ ہے کہ سبب مزیل اختیار محظور شرعی نہ ہو، اس تحقیق مناط کے بعد صاحب واقعہ کی معذوری ظاہر ہے کیونکہ وہ خود اس کا اختیاری نہ تھا پس ایسی حالت میں اس کو معذور نہ کہنے کی کیا وجہ ہے، اور جب کہ سکران کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اس نے اپنے اختیار کو ایک سبب اختیاری کے ذریعہ سے باطل کیا ہے، تو وہ شخص کیوں نہ معذور ہوگا جس کے اختیار کو زوال اختیار میں بھی دخل نہ تھا، یا جب کہ سکران کے عدم مواطاتِ قلب ثابتہ بدلالۃ الحال کا اعتبار کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کے عدم مواطات قلب کا کیسے انکار کیا جاوے گا جو بہزار زبان اس کلمۂ کفر سے بے زاری ظاہر کر رہا ہے اور جبکہ خاطی کو معذور قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر وہ فعل خطاء کا قصد نہیں کرتا تو اس سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتا، تو صاحب واقعہ کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائے گا، جب کہ وہ اس سے بچنے کا امکانی اہتمام بھی کر رہا ہے، نیز جبکہ مکرہ کو معذور قرار دیا گیا، اگرچہ اس نے کلمۂ کفر باختیار جاری کیا، مگر چونکہ وہ اس اختیار میں مقسور بحد معتبر عندالشرع تھا اس لئے اس کے اختیار کو کالعدم قرار دیا گیا، اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا، چنانچہ درمختار جلد خامس ص ۱۳۳ میں ہے:

ولا ردّة بلسانه وقلبه مطمئن بالايمان فلا تبين زوجته لانه لا يكفربه والقول له استحساناً وفى ردالمحتار تحت قوله لا يكفر به قال فى الهداية لان الردة تتعلق بالاعتقاد الا ترىٰ لو كان قلبه مطمئناً بالايمان لا يكفروا فى اعتقاده الكفر شك فلا يثبت البينونة بالشک انتهٰى وقال تحت قوله استحسانًا ووجه الا ستحسان ان هذه اللفظة غير موضوعة للفرقة وانما تقع الفرقة باعتبار تغير الاعتقاد والاكراه دليل علىٰ عدم تغيره فلا تقع الفرقة ولهذا لا يحكم

علیه بالکفر، زیلعی انتهی

توجو شخص بالکل مسلوب الاختیار ہو وہ اس اَمر خاص میں جس میں اختیار ناقص بہ نقصان معتبر عندالشرع کالعدم سمجھا جاتا ہے کیوں نہ معذور قرار دیا جاوے گا اور کیوں نہ اس کو مجنون یا مسحور یا معتوہ کی حد میں داخل کیا جائے گا، اور اگر اس کو عذر شرعی قرار دیا جائے تو اس پر زجر یا ملامت کرنا یا اس کو تجدید ایمان ونکاح کا حکم کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے اگر یہ کہا جاوے کہ احتیاطاً اس کو تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے تو پھر یہ سوال ہے کہ آیا یہ احتیاط واجب ہے یا مستحب، اگر واجب ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اس وقت اس کے معذور ہونے کے کیا معنے ہوں گے! نیز اگر اس صورت میں زوجہ قبولِ نکاحِ جدید پر راضی نہ ہو اور دوسرے سے نکاح کرلے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے، اور اگر مستحب ہے تو اس اَمر کی صاف طور پر تصریح ہونا چاہئے کہ نکاح اوّل بحالہ باقی ہے اور عورت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں، تاکہ وہ مجمل الفاظ سے مغالطہ میں پڑکر کسی اور سے نکاح کرنے پر جراٗت نہ کرسکے۔

(نمبر۲) اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے کہ صاحب واقعہ اگر واقعہ میں بے اختیار تھا تب تو معذور ہے اور اس صورت میں تجدید ایمان ونکاح صرف رفع تہمت عوام کے لئے محض مستحب ہے، اور اگر وہ واقع میں بے اختیار نہ تھا بلکہ درحقیقت تکلم بکلمۂ حقہ پر قادر تھا، مگر اُس نے اسے ترک کیا اور کلمہ کفر زبان پر لایا تو معذور نہیں ہے اور اس صورت میں تجدید ایمان ونکاح اُس پر واجب ہے، اور معیار! اس کے صدق وکذب کا اس کے تدین وصلاح کو قرار دیا جاوے تو آیا اس واقعہ کا یہ جواب بروئے قواعد شرعیہ صحیح ہے یا نہیں؟

جزودوم (۲) جواب سہارن پور

صورت مسئولہ میں خواب دیکھنے والے کے متعلق سائل نے سوال میں دو اَمروں کا ذکر کیا ہے، اوّل یہ کہ صاحب خواب، سے خواب میں کلمہ شریفہ ''لا اِلٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ غلطی سے بجائے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زید کا نام نکلتا ہے، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کلمہ غلط پڑھ رہا ہوں اور صحیح پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن مجبوراً بے ساختہ بجائے نام مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زید کا نام بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد بیداری بیداری کی حالت میں بھی کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اِرادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دُور کیا جاوے اور پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے **اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم** میں آپ کے نام مبارک کی جگہ زید کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارے میں بے اختیار ہوں مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، یہ اَمر تو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں جو کلمہ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ کلمہ کفر کا ہے، غیر نبی کو نبی یا رسول کہنا صریح کفر ہے لیکن اَمر اوّل ایک خواب کی حکایت ہے اور جو کفر کا کلمہ حکایۃً تکلم کیا جائے خواہ وہ حکایت کسی دوسرے کافر کے قول کی ہو یا اپنے ہی اس قول کی حکایت ہو جو ایسی حالت میں سرزد ہو جس میں شرعاً وہ معذور ہو تو وہ تکلم بکلمۃ الکفر پر دال نہ ہوگا اور نہ موجب ارتداد ہوگا نہ دیانۃً نہ قضاءً لہٰذا جو اس نے اپنے خواب کی حکایت کی ہے اور تکلم بکلمۃ الکفر حکایۃً کیا ہے، اس پر شرعی مواخذہ نہیں ہے، البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے **اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا و نبینا زید** جو اَمر دوم ہے، یہ کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہتا ہے جو حالت معذوری نہیں، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، بالجملہ اس کے تمام سوقِ کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اس کو بُرا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرنا چاہتا ہے، لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں سمجھتا اس لئے وہ اسی طرح درود شریف غلط پڑھتا ہے، لہٰذا اس کو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ کافر نہ قرار دیا جائے گا، لیکن باعتبار

ظاہر جب اس کے عذر میں بغور نظر کی جاتی ہے تو اس کا یہ عذر اُن اعذار شرعیہ میں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے عذر معتبر فرمایا ہے، درمختار میں ہے:

"و شرائط صحتها العقل والصحو والطّوع فلا تصح ردّة مجنون و معتوه و موسوس و صبی لا یعقل و سکران و مکره علیها"

یہ شخص عاقل اور صاحی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعویٰ کہ میں بے اختیار و مجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے، اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ ان اسباب عامہ کے ہو جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں، مثلاً جنون، سکر، اکراہ، عتہ، اور حالتِ موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیوں کہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبۂ محبت زید ہے، اور غلبۂ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبۂ محبت میں اطراء کا تحقق ہوسکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محظور و ممنوع فرمایا ہے: لا تطرونی کما اطرت الیهود والنصاری ولکن قولوا عبدالله و رسوله۔ اور اگر غلبۂ محبت اور اس کا شغف سالب اختیار ہوتا تو نہی عن الاطراء متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا، نہی عن الاطراء خود دال ہے کہ شغف محبت سالب اختیار نہیں ہے، اسی وجہ سے اطراء سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہی فرما رہے ہیں، لہٰذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا، علاوہ ازیں یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کرسکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا۔ لہٰذا ایسی حالت میں اس کے کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ ردالمحتار باب المرتد میں لکھا ہے:

وقولهٗ (لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محل حسن) ظاهره انه لا يفتى من حيث استحقاقه للقتل و لامن حيث الحكم ببينونة زوجته و قد يقال المراد الاوّل فقط لان تاويل كلامه للتباعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذٰلک التاويل و هذالاينا فى معاملته بظاهر كلامه فيما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة بدليل ماصرحوا به من انه اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرىٰ علٰى لسانه كلمة الكفر خطاء بلا قصد لا يصدقه القاضى و ان كان لا يكفر فيما بينه وبين ربه تعالٰى فتامل ذٰلک.

اورعلامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ باب المرتد ہی میں لکھتے ہیں:

و فى البحر عن الجامع الصغير اذااطلق الرجل كلمة الكفر عمدًا لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض اصحابنا لا يكفر لان الكفر يتعلق بالضمير على الكفر وقال بعضهم يكفرو هوالصحيح عندى لانه استخف بدينه اھ..............

بناءً علٰی ہذا باعتبار بعض احکام ظاہراً اس قائل کو دعویٰ بطلان قصد و اختیار میں ظاہراً صادق نہیں سمجھا جائے گا اور بطلان شعور و ادراک کا وہ خود ہی نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان کا قابو میں نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں کہ سائل نے بطلانِ شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے۔

تقریر بالا سے واضح ہوگیا کہ جو عبارت سائل نے اُصول امام فخر الاسلام بزدوی سے نقل کی ہے، اس کو مبحث مسئول عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، محل مسئول عنہ میں نہ سُکر ہے، نہ اس کو قیاساً سُکر میں داخل کیا جا سکتا ہے، نہ یہاں خطاء ہے اور خطاء میں بھی پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ خاطی کا عذر بھی قاضی نہیں قبول کر سکتا۔ لہٰذا عبارت بزدوی میں حقیقی ردۃ کا حکم ذکر کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے مگر وہ دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص پر ردّۃ حقیقیہ کا حکم نہ کیا جائے گا اور تمام احکام

مرتد کے اس پر جاری نہ کئے جاویں گے کیوں کہ جب تک مواطاۃ قلب باللسان نہ ہو اور صدور قصد واختیار صحیح سے نہ ہو اس وقت تک اس کو دیانۃً وقضاءً مرتد نہیں کہا جا سکتا، اور یہ اس کو منافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہراً اس کو احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح اور استغفار وتوبہ کا حکم کیا جاوے اور اسی طرح سوال میں جو عبارت درمختار جلد خامس کتاب الاکراہ سے نقل کی گئی ہے، ولا ردّة بلسانه و قلبه مطمئن بالایمان فلا تبین زوجته اس عبارت کا بھی وہی جواب ہے جو عبارتِ اُصول بزودی رحمہ اللہ کا جواب دیا گیا ہے، درمختار باب نکاح الکافر میں ہے:

"ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح و اولاده اولاد زناوما فیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح"

اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله و تجدید النکاح ای احتیاطًا و قوله احتیاطًا ای یامره المفتی بالتجدید لیکون وطؤه حلالاً بالاتفاق و ظاهره انه لا یحکم القاضی بالفرقة بینهما و تقدم ان المراد بالاختلاف ولو روایة ضعیفة ولو فی غیر المذاهب اھ

صورۃ موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعہ نے زبان سے نکالا ہے اس کا کلمۂ کفر ہونا باعتبار ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے، اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بالضرورۃ تجدید ایمان ونکاح کا حکم کیا جائے اور وجہ اس کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی، کہ تکلم بکلمۃ الکفر ہونا مختلف فیہ نہیں ہے، اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے، اور اگر بالفرض اس کو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس کا سبب حالتِ موجودہ میں بجز فرطِ محبت زید اور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سالب اختیار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شرعاً نوادر مناط حکم نہیں قرار دیئے گئے ہیں۔ کما مرّ۔

گزشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے، ایک جہت وہ ہے کہ جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو مؤمن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہراً اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے، جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے، ادھر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح کرتے ہیں، چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل.

یہی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے، اس صورت میں فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ نکاح اوّل بحالہ باقی ہے، لہٰذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے۔ فقط

(کتبہ احقر خلیل احمد وفقہ اللہ تعالیٰ للتزود لغد)

جزو سوم (۳) جواب دیوبند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

واقعہ مذکورہ میں یہ امر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا، اور اگر وہ باختیار خود بلا کسی جبر واکراہ کے ایسا کلمہ کہتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا، اور اجراء احکام کفر اس پر یقینی تھا، لیکن خواب میں بحالتِ نوم جو اس نے اپنے کو متکلم اس کلمہ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں ندامت اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اس پر کفر کا حکم نہ ہونا ظاہر ہے، کہ اس حالت میں وہ مکلّف نہیں ہے اور مرفوع القلم ہے، باقی بعد بیداری کے جو اس نے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا،

اور اس میں بھی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے زید کا نام نکلا، اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار وقصد اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس بیان کے اس پر حکم کفر و بینونۂ زوجہ کا نہ کیا جاوے گا، کیونکہ ارتداد کیلئے باختیار کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا شرط کیا گیا ہے۔ درمختار میں ہے:

و فی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد الخ قوله من هزل بلفظ کفر ای تکلم به باختیاره الخ شامی و شرائط صحتها العقل والصحو والطوع در مختار قوله والطوع ای الاختیار، شامی.

اور بلا اختیار وقصد اگر کسی کی زبان سے خطاءً کلمہ کفر نکل جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، **قال فی الشامی و من تکلم بها مخطئا او مکرهًا لا یکفر عند الکل الخ** جبکہ حسب تصریح فقہاء محتمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا اور تاویل ضعیف کے امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منفی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء یہ لکھتے ہیں ''**و من تکلم بها مخطئًا او مکرهًا لا یکفر عند الکل** "وہاں حکم کفر و بینونۂ زوجہ کیسے ہوسکتا ہے۔

اور جب کہ قائل دعویٰ خطاء کا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالارادہ اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ ارادہ اس کے خلاف کا کیا تو قول اس کا مصدق ہوگا، جیسا کہ خلاصہ وغیرہ سے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

. اذا کان فی مسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم، زاد فی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل.

پس جب کہ مفتی خود بلا بیان متکلم بکلمۃ الکفر اس کے کلام میں حتی الوسع تاویل کرنے کا اور تحسین الظن بالمسلم کا مامور ہے تو جب متکلم خود صدور کلمۃ الکفر عن الخطاء کا مقر ہے تو بالضرور اس کو اس بارہ میں صادق مانا جاوے گا جیسا کہ **الا اذا صرح بارادة**

موجب الکفر بھی اس کو مقتضی ہے، بلکہ وہ خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کر رہا ہے، لہٰذا اس کو معذور رکھنے اور حکم کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردّد نہیں ہے، اور جبکہ حکم کفر وارتداد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونہ زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا، استحبابا تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے، لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے، باقی علامہ شامی کا قول درمختار لا یفتی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا کہ وقد یقال المراد الاوّل فقط، اس کو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں، اور اس کی تصریح کہیں نہ دیکھنے کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ آخر میں کہافتامل ذلک و حرره نقلا فانی لم ار التصریح به اور اس کے بعد جونعم سیذکر الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں، کیونکہ واقعہ مذکورہ میں عدم کفر کا حکم اتفاقی ہے اور اس موقع پر جہاں درمختار میں یہ تفصیل مذکور ہے ما یکون کفرًا اتفاقًا الخ خود علامہ موصوف خود صاحب فصول عمادیہ سے ناقل ہیں:

"قوله و تجدید النکاح ای احتیاطًا کما فی الفصول العمادیة وزاد فیها قسمًا ثالثًا فقال وما کان خطاءً من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائله یقر علی حاله ولا یؤمر بتجدید النکاح ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذٰلک."

اس روایت فصول عمادیہ میں تصریح ہے کہ خطاءً جو الفاظ کفر صادر ہوں اور بوجہ صدور عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاوے گا اور اَمر بتجدید النکاح نہ کیا جاوے گا۔

پس احقر کے نزدیک سوال میں جس روایت اُصول بزدوی اور اس کی شرح سے استدلال کر کے صاحب واقعہ کو معذور قرار دیا گیا ہے، اور حکم کفر و بینونۃ زوجہ نہیں کیا گیا، اور تجدید نکاح کو واجب نہیں کہا گیا وہ حق ہے، اور جو جواب سوال مذکور کا ضمن سوال میں درج کیا گیا ہے بقولہ اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے الخ وہ جواب صحیح ہے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر، عزیز الرحمٰن عفی عنہ ۲۶، ج ۲، ۱۳۲۶ھ

الجواب صحیح

شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجوابُ صواب

حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمۂ کفر ہے لیکن چونکہ حسب بیان سائل بلا اختیار زبان سے نکلا، اور اس کی تکذیب کا مفتی کو کوئی حق نہیں، تو قائل بالاتفاق کافر نہیں، اور نہ اس پر کوئی حکم کفر کا جاری ہوگا، اور فرق ان دونوں صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہہ کر بعد میں دعویٰ عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمۂ کفر خطاءً بلا قصد صادر ہوا، اور صورت اُولیٰ میں قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گو دیانۃً مصدق ہو، اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں، صحیح فرق معلوم ہوتا ہے، اور ''ردالمحتار'' کی عبارت بذیل:

ماصرحوا به من انه اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرى على لسانه كلمة الكفر خطاءً بلا قصد لا يصدقه القاضى و ان كان له لا يكفر فيما بينه و بين ربه تعالىٰ (اھ)

اس کے معارض دوسری عبارت اُن کی موجود ہے:

وما فيه اختلاف يومن بالاستغفار والتوبة و تجديد النكاح (اھ)

درمختار **قوله و تجديد النكاح اى احتياطًا كما فى الفصول العمادية وقوله احتياطًا اى يامره المفتى بالتجديد ليكون وطؤه حلالا بالاتفاق و ظاهره انه لا يحكم القاضى بالفرقة بينهما** (اھ۔رد المحتار)

الحاصل عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا دیانۃً متفق علیہ ہے، البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو غایت یہ کہ زوج کو حلف دے۔ واللہ اعلم (محمد انور عفاء اللہ عنہ)

جزو چہارم

جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس صورت میں کیا ارقام فرماتے ہیں کہ زید نے بحالت خواب کلمۂ طیبہ میں بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مولوی صاحب کا نام لیا، اور بحالت بیداری اسی طرح درود شریف میں جس کے الفاظ میں "اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا و مولانا " تک شامل ہیں انہی کا نام پڑھا، اور پھر مولوی صاحب کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، اُن مولوی صاحب نے اس پر زید کو کوئی تنبیہ نہیں کی اور نہ اس خیال کے بدلنے کی کوئی صورت بتائی، بحالت موجودہ سوال یہ ہے کہ:

(۱) زید کا اس طرح کلمہ طیبہ اور درود شریف میں تغیر وتبدل کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۲) جن مولوی صاحب کے روبرو زید نے یہ واقعہ پیش کیا ان کا اس پر نا پسندی وناراضی ظاہر نہ کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۳) زید کا مذکورہ خواب اضغاث احلام (شیطانی وسوسے) میں شمار ہوگا یا رویائے صادقہ (سچے خواب) میں سے؟

(۴) زید اور وہ مولوی صاحب جب تک ان کلمات سے گریز نہ کریں ان کو مسلمان سمجھنا یا اُن کے پیچھے نماز پڑھنا یا اُن مولوی صاحب کو پیر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جزاکم اللہ خیر الجزاء خادم العلماء والطلباء، ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمۂ مذکورہ بلا اختیار اور بلا ارادہ زبان سے نکلا اور اس غلطی پر ندامت ہے اور اس کی تصحیح کا قصد اور تدارک کا ارادہ ہے، اور اسی خیال سے غلطی مذکور کا تدارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا، مگر بلا اختیار پھر زبان سے بجائے نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی دوسرا نام نکلا، اس حالت میں موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وروایات کتب معتبرہ اس شخص پر حکم کفر کا اتفاقاً نہیں ہے:

قال اللّٰه تعالٰی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَاO وقال عليه الصلوٰة والسلام رفع عن امتي الخطاء والنسيان، قال في الدرالمختار و في الفتح و من هزل بلفظ كفر ارتد الخ قوله و من هزل اى تكلم باختياره الخ شامي و في الدرالمختار باب المرتد ايضا و شرائط صحتها العقل والصحو والطوع الخ وقوله والطوع الاختيار شامي و فيه ايضًا و من تكلم بها مخطئًا او مكرها لا يكفر عند الكل، ص۲۸۵)

الحاصل زید پر بحالتِ مذکورہ جبکہ وہ کہتا ہے کہ بلا اختیار کلمۂ کفر زبان سے نکل گیا، حکم کفر باتفاق فقہاء نہیں ہے کما مر عن الشامي لا يفكر عند الكل اور جبکہ قائل خاطی پر حکم کفر کا نہیں ہے تو اگر اُن مولوی صاحب نے بوجہ اس کے مجبور اور معذور ہونے کے اس کو ملامت اور تنبیہ نہ کی تو موجب ملامت واعتراض نہیں ہے، پھر غیر کافر کو جس کو فقہاء نے کافر نہیں کہا، اور جو شخص عند اللہ کافر نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مرفوع القلم فرمایا، کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہوسکتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے:

و عن اَنس رضى اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اللّٰه اشد فرحًا بتوبة عبده حين يتوب عليه من احدكم كان راحلته بارض فلاة فانفلتت منه و عليها طعامه و شرابه فايس منها فاتى شجرة فاضطجع في ظلها و قد ايس من راحلته فبينهما هو

كذلک اذ هو قائمة عنده فاخذ بخطا مها ثم قال من شدة الفرح اللهم انت عبدی و انا ربک اخطأ من شدة الفرح (رَواه مسلم)

اس حدیث سے واضح ہے کہ اگر خطاءً بلا اختیار کلمۂ کفر نکل جاوے تو اس پر حکم کفر کا نہیں ہے اور اس پر کچھ طعن اور ملامت نہیں ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اس کلمۂ کفر پر سو اس کے کچھ نہیں فرمایا اخطأ من شدة الفرح، اور یہ پہلے معلوم ہوا کہ خطاء و نسیان اس اُمت سے مرفوع ہے، رفع عن امتی الخطاء والنسیان ـ فقط ـ واللہ تعالیٰ اعلم ـ

کتبہٗ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیو بند (۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ)

اور یہ خواب ﴿ملاحظہ ہو رسالہ ''الامداد'' جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹ ارقولہ دوسرا احتمال و ص ۲۰ قولہ یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہوا الیٰ قولہ نہ عاصی ہے ـ ۱۲﴾ اس کا بے شک شیطانی اثر اور خیال تھا، اور بیداری میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا، لیکن چونکہ بلا اختیار ہوا اس لئے اس پر مواخذہ نہیں، اور نہ اُن مولوی صاحب پر ترک ملامت معذور کی وجہ سے کچھ مواخذہ ہے ـ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ـ

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیو بند

جزو پنجم (۵) جواب دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال میں صاحب واقعہ کے دو حالتوں کے دو (۲) واقعے مذکور ہیں، ایک حالت خواب کا، دوسرا حالت بیداری کا ـ حالتِ خواب کے واقعہ کا تو اُصول شرعیہ کے موافق حکم صاف ہے کہ حسب ارشاد رفع القلم عن ثلاثة الخ نائم مرفوع القلم ہے اور حالت نوم کا کوئی فعل اور کلام شرعاً معتبر نہیں، بلکہ حالت نوم کا کلام کلام طیور کے مشابہ اور اسی کے حکم میں ہے ـ

و فی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والردّة والطلاق و لم

توصف بخبر ولا انشاء و صدق و کذب کالحان الطیور (اھ) و مثله فی التلویح و ھذا صریح فی ان کلام النائم لا یسمی کلامًا لغة ولا شرعًا بمنزلة المھمل الخ (رد المحتار)

پھر اس خواب کے واقعہ کی حکایت ایک ایسے واقعہ کی حکایت ہے کہ وہ کفر نہیں تھا، اگرچہ الفاظ کفریہ ہیں، لیکن الفاظ کفریہ کی محض نقل کافر نہیں بناتی، اگر کوئی کہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں، تو اس کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ الفاظِ کفریہ کی نقل تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے:

"قال اللّٰہ تعالٰی وقالت الیھود عزیر ابن اللّٰہ
وقالت النصاری المسیح ابن اللّٰہ"

یہ الفاظ کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یقیناً کفر کے کلمات ہیں اور مسلمان انہیں رات دن تلاوت قرآن مجید اور نماز میں پڑھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے یہ کلمات نقل کرتے ہیں، تو جب کہ ان کلمات کا نقل کرنا باوجودیکہ منقول عنہم نے ان کا تکلم بحالت اختیار کیا تھا، اور اُن پر انہیں کلمات کے تکلم کی وجہ سے کفر کا حکم کیا گیا، کما قال تعالٰی وقالوا اتخذالرحمٰن ولد القد جئتم شیئًا الآیة. ناقلین کے لئے موجب کفر نہ ہوا تو حالت خواب کے وہ کلمات کہ نہ ان کا قائل کافر ہوا، اور نہ نوم کی حالت میں اُن کلمات کو کلماتِ کفر کہا جا سکتا ہے، نقل کرنے سے کفر کا حکم بدرجہ اولیٰ نہیں دیا جا سکتا، رہا دوسرا واقعہ جو حالتِ بیداری کا ہے اس کے متعلق صاحبِ واقعہ کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنی حالتِ خواب کی غلطی سے نادم اور پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ درود شریف پڑھ کر اس کا تدارک کرے اور وہ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اس میں بھی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے زید کا نام اس کی زبان سے نکلتا ہے، اُسے اس کا احساس تھا، مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا۔ بے اختیار مجبور تھا۔

اس واقعہ کے متعلق دو باتیں تنقیح طلب ہیں، اوّل یہ کہ حالت بیداری میں

ایسی بے اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ رہے، بغیر اس کے کہ نشہ ہو، جنون ہو، اکراہ ہو، عتہ ہو ممکن اور متصور ہے یا نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں سے کسی کا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو ظاہر یہی ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا، دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں۔

اُمرِ اوّل کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف سُکر (جنون اور اکراہ وعتہ میں منحصر نہیں، کتب اُصولِ فقہ وفقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختصار کرنا تحدید وحصر پر مبنی نہیں، بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انہیں ذکر کیا گیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جاوے وہ مغلوبیت موجب رفع قلم ہو جاتی ہے: ''الا فی بعض المواقع حیث یکون الزجر مقصودًا ''فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

من اصابه برسام او اطعم شیئا فذهب عقله فهذی فارتد لم یکن ذلک ارتدادًا و کذا لو کان معتوهًا او موسوسا او مغلوبًا علیٰ عقله بوجه من الوجوه فهو علیٰ هذا کذا فی السراج الوهاج (هندیه مطبوعه مصر، ج ۲، ص ۲۸۳)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ من الوجوہ قابل غور ہے، لیکن واقعہ مسؤل عنہا میں نہ تو زوالِ شعور وزوالِ عقل کی تصریح ہے، اور نہ میں واقعاتِ مذکورہ کی بناء پر زوالِ شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی غلطی کا ادراک بیان کرتا ہے، اور عذر میں صرف بے اختیاری، مجبوری، زبان کا قابو میں نہ ہونا ذکر کرتا ہے، اس لئے میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور وادراک کے کلمۂ کفریہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے مجبوری ہے۔ اور عین تکلم کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلافِ عقیدہ سمجھتا ہے، اور بعد الفراغ من التکلم بھی اُس پر نادم ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے، روتا ہے، اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ کبر

سنی، مرض، مصیبت، غلبہ خوشی، غلبہ حزن، فرطِ محبت وغیرہ بھی زوالِ عقل یا زوالِ اختیار کے سبب بن سکتے ہیں، اور جہاں زوالِ عقل یا زوالِ اختیار ہو وہاں حکم ردّت ثابت نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے:

" وما ظهر منه كلمات كفرية يغتفر في حقه و يعامل معاملة موتى المسلمين حملًا علٰى انه في حال زوال عقله ، انتهى"

یعنی قریب موت ونزع روح اگر محتضر سے کچھ کلمات کفریہ ظاہر ہوں تو انہیں معاف سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اموات مسلمین کا سا معاملہ کیا جائے اور ظہور کلماتِ کفریہ کو زوالِ عقل واختیار پر محمول کیا جائے، اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز یعنی شدتِ مرض یا کلفتِ نزع روح کو زوالِ عقل کے لئے معتبر کیا گیا، اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا، اگرچہ نزع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوالِ عقل متصور ہے، لیکن تاہم یقینی نہیں، صرف تحسیناً للظن بالمسلم احتمالِ زوالِ عقل کو قائم مقام زوالِ عقل کے کرلیا گیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کی توبہ کرنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اُونٹ گم ہو جائے اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کرنا اُمید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر بیٹھ جائے اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ جائے، تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کا اُونٹ مع سامان اُس کے پاس کھڑا ہے۔

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت خوشی میں بے ساختہ یہ لفظ نکل جاتے ہیں اَنتَ عبدی و انا ربک یعنی وہ اللہ کی جناب میں یوں بول اُٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا اللہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اخطأ من شدة الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اس سے

خطاء یہ لفظ نکل گئے، اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ شدۃ فرح بھی زوالِ اختیار کا سبب ہو جاتا ہے، اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظِ کفریہ کا یہ تکلم جو خطاءً ہوا تھا، موجب کفر اور مزیل ایمان تھا، اس لئے آپ کے سکوت سے معلوم ہو گیا کہ اَلفاظِ کفر کا تلفظ جو خطا کے طور پر ہو مثبت ردّت نہیں۔

صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے، ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کرام کو حکم فرمایا کہ سر مُنڈا ڈالو اور قربانیاں ذبح کرو، تو صحابہ رضی اللہ عنہم بوجہ فرط حُزن وغم کے کہ اپنی تمنا اور آرزو و اُمید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جا سکے، ایسے بے خود ہوئے کہ باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکرر سہ کرر فرمانے کے کسی نے فرمانِ عالی کی تعمیل نہ کی، آپ غمگین ہو کر خیمہ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔

انہوں نے پریشانی کا سبب دریافت کر کے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لے جا کر اپنا سر منڈا دیں اور کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حالق کو بلا کر اپنا سر مُنڈا دیا، جب اصحابِ کرام نے دیکھا تو اُن کے ہوش وحواس بجا ہوئے اور ایک دَم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرطِ حُزن بھی موجب زوالِ اختیار ہو جاتا ہے، کیونکہ قصد واختیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اصحاب کرام کی جانب وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

امتحان تقریری کے وقت جن طلبہ کی طبیعت زیادہ مرعوب ہو جاتی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کی زبان سے باوجود ادراک وشعور کے بے قصد غلط اَلفاظ نکل جاتے ہیں، حالانکہ صحیح جواب اُن کے ذہن میں ہوتا ہے، مگر فرطِ رُعب کی وجہ سے زبان قابو میں نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَزواجِ مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کر کے فرماتے، اللھم ھذہ قسمتی فیما املک فلا تاخذنی فیما تملک ولا

املک یعنی اے اللہ میں نے اختیاری اُمور میں برابر کی تقسیم کردی، اب اگر فرطِ محبت عائشہ کی وجہ سے میلانِ قلب بے اختیاری طور پر عائشہ کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہ فرمانا، کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی اَمر صادر ہو جائے وہ قابل مواخذہ نہیں۔ رہا اطراء ممنوع جو فرطِ محبت سے پیدا ہوتا ہے وہ اختیاری حد تک ممنوع ہے اگر وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہنچ جائے تو یقیناً مرفوع القلم ہوگا، نیز حدیث لا تطرؤ نی الخ میں اطراء کی نہی ضرور ہے، لیکن یہ ضرور نہیں کہ اطراء کا سبب فرطِ محبت ہی ہو، بلکہ جہالت تعصب غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجب اطراء ہو سکتے ہیں، پس نہی عن الاطراء مستلزم نہی عن غلبۃ المحبت کو نہیں ہو سکتی، اسی طرح غلبۂ محبت منحصر فی الاطراء الاضطراری نہیں۔ اس لئے نہی عن الاطراء کو مستلزم نہی عن غلبۃ المحبت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حدیث مذکور اس اَمر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبۂ محبت بسا اوقات غیر اختیاری طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے اور یہ میلان قابل مواخذہ نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ غیر اختیاری ہے، اور اس کو غیر اختیاری کس نے بنایا، غلبۂ محبت نے۔

بخاری شریف کی وہ حدیث دیکھئے جس میں اُمم سابقہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیز ہوا میں اُڑا دینا: " فواللّٰہ لئن قدر اللّٰہ علیّ الخ ان الفاظ کے (اس تقدیر پر کہ قَدَرَ قُدْرَتٌ سے مشتق مانا جائے) الفاظ کفریہ ہونے میں شبہ نہیں لیکن اس کا جواب ربّ خشیتک اسے کفر سے بچا کر مغفرت خداوندی کا مستحق ٹھہرا دیتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوفِ خداوندی نے اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دیئے اور بے اختیاری کی وجہ سے وہ مواخذہ سے بچ گیا، بہر حال وجوہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے شعور وادراک یا ارادہ واختیار زائل ہو جاتا ہے،

پس اگرچہ واقعۂ مسئول عنہا میں سکر، جنون، اکراہ، عتہ نہیں ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب اربعہ کے عدم کی وجہ سے لازم کردیا جائے کہ اس نے الفاظِ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا اَمر تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں اس کے متعلق گذارش ہے کہ اس سے پہلے کہ اس کی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کی جائے اوّل یہ بتادینا ضروری ہے کہ صاحب واقعہ اپنی بے اختیاری کس قسم کی ظاہر کرتا ہے اور اس کا سبب کیا ہوسکتا ہے، سو واضح ہو کہ صاحبِ واقعہ کا قول یہ ہے (لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دِل سے دُور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجائے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صلی علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا زید، حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں) اس کلام سے صاف واضح ہے کہ اُسے اپنے خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا افسوس اور پریشانی بیداری میں لاحق تھی اور اسی غلطی کا تدارک کرنے کے لئے اس نے درود شریف پڑھنا چاہا، اس کا قصد یہ تھا کہ عام طور پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر اپنی منامی غلطی کا تدارک کرے، لیکن اب بھی اس سے بے اختیاری طور پر وہی غلطی سرزد ہوتی ہے اور اس کی زبان اس کے ارادے اور اعتقاد کے ساتھ موافقت نہیں کرتی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ غلطی اس سے خطاءً سرزد ہوئی، یعنی وہ اپنی اس غلطی کو خطاءً سرزد ہونا بیان کرتا ہے، کیونکہ خطاء کے معنی یہی ہیں کہ انسان کا قصد اور کچھ ہو اور جوارح سے فعل اس کے قصد کے خلاف صادر ہوجائے، مثلاً کوئی ارادہ کرے کہ اللہ واحد کہوں اس ارادے سے زبان کو حرکت دے لیکن زبان سے بے اختیار اللہ

عابد نکل جائے، خطا کے یہ معنی عبارات ذیل سے صراحۃً ثابت ہوتے ہیں:

الخاطئ من يجرى على لسانه من غير قصد كلمة مكان كلمة (فتاوىٰ قاضى خان) الخاطئ اذا جرىٰ على لسانه كلمة الكفر خطاءً بان كان يريد ان يتكلم بما ليس بكفر فجرى علٰے لسانه كلمة الكفر خطاءً (قاضى خان) اما اذا ارادان يتكلم بكلمة مباحة فجرى علٰے لسانه كلمة خطاء بلا قصد (بزازية)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ بلا قصد شعور و ادراک کی حالت میں جو کلمہ زبان سے نکل جائے وہ خطا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کا ان الفاظ کفریہ کے ساتھ تکلم کرنا خطاءً ہے، کیونکہ اس کا قصد اس کے خلاف الفاظ مباحہ کہنے کا تھا، اور بلا قصد اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

اور جب ان الفاظ کا خطاء صادر ہونا ثابت ہوگیا تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر الفاظ کفر خطاءً کسی کی زبان سے نکل جائیں تو ان کا حکم کیا ہے، اس کیلئے کتب فقہ میں مختلف عبارتیں ملتی ہیں۔ اوّل یہ کہ الفاظ کفریہ کا خطاءً زبان سے نکل جانا موجب کفر نہیں۔

رجل قال عبدالعزيز عبدالخالق عبدالغفار عبدالرحمٰن بالحاق الكاف فى اٰخر الا سم قالوا ان قصد ذٰلک يكفروان جرىٰ علٰى لسانه من غير قصد او كان جاهلًا لا يكفرو علٰى من سمع ذٰلک منه ان يعلمه الصواب (قاضى خان) الخاطئ اذا جرى على لسانه كلمة الكفر خطاءً بان كان يريد ان يتكلم بما ليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطاءً لم يكن ذٰلک كفرًا عند الكل (كذا فى العالمگيرية نقلاً عن الخانية)

دوسرے یہ کہ الفاظ کفریہ کا خطاءً تکلم اگر چہ دیانۃً بالاتفاق موجب کفر نہیں مگر قضاءً تصدیق نہ کی جائے گی۔

اما اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرى علٰى لسانه كلمة

الکفر خطاءً والعیاذ باللّٰہ لا یکفر لکن القاضی لا یصدقہ علیٰ ذٰلک (بزازیة) بدلیل ما صرحوا بہ من انہ اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجریٰ علیٰ لسانہ کلمة الکفر خطاءً بلا قصد لا یصدقہ القاضی و ان کان لا یکفر فیما بینہ و بین اللّٰہ تعالیٰ فتامل ذٰلک اھ (رد المحتار)

اگر کہا جائے ممکن ہے کہ قاضی خاں کی دونوں عبارتیں صرف حکمِ دیانت بتاتی ہوں، کیونکہ بزازیہ اور ردالمحتار کی عبارتوں میں بھی حکم دیانت ہی بتایا گیا ہے، کہ کافر نہیں ہوگا، لیکن اس کے بعد حکم قضا یہ بتایا کہ قاضی تصدیق نہ کرے، اور حکم قضا کی قاضی خاں کی عبارتوں میں نفی نہیں، بلکہ وہ حکم قضا سے ساکت ہیں۔ اس کے متعلق گذارش ہے کہ ہاں بے شک! یہ احتمال ہے، لیکن اوّل تو مفتی کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ حکم دیانت بتائے، اس لئے صورت مسئولہ میں مفتی کو یہی فتویٰ دینا لازم ہے کہ قائل مرتد نہیں ہوا۔

دوم یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبکہ شرائط صحت ردّۃ میں طوع و اختیار بھی داخل ہے، اور بے اختیاری ردّۃ معتبر نہیں ہوتی، تو یہ عدم اعتبار صرف مفتی کے اعتبار سے ہوتا ہے، یا قاضی بھی غیر اختیاری ردّت کو معتبر نہیں سمجھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے اسباب اگر ظاہر ہوں تو اس میں مفتی اور قاضی دونوں بے اختیاری کو تسلیم کرتے اور ردّت کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جیسا کہ جنون معروف یا سکر ثابت عند القاضی یا طفولیت مشاہدہ وغیرہ۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس کی حالت بے خودی و بے اختیاری کو اور لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو جب تو ظاہر ہے کہ قاضی کو بھی اس کا اعتبار کرنا پڑے گا، ورنہ زیادہ سے زیادہ قاضی کو صاحب واقعہ سے اس کی اس حالت بے خودی و بے اختیاری کے متعلق قسم لینے کا حق ہوگا۔

سوم یہ کہ اگر قاضی کے سامنے یہ واقعہ اس طرح جاتا کہ اس شخص نے فلاں الفاظ کفریہ کا تکلم کیا ہے اور پھر یہ شخص قاضی کے سامنے عذر بے اختیاری پیش کرتا تو ضرور تھا کہ قاضی اس سے بے اختیاری کا ثبوت مانگتا، اور صرف اس کے کہنے سے حکم

ردّت کو اس پر سے مرتفع نہ کرتا، لیکن یہاں یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ قاضی کے سامنے اگر اس قائل کا بیان جائے گا تو اس طرح جائے گا کہ میں بحالت بے خودی و بے اختیاری کہ زبان قابو میں نہ تھا، یہ الفاظ کہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ الفاظ بایں حیثیت کہ بے خودی اور بے اختیاری سے سرزد ہوتے ہوں موجب کفر نہیں ہیں۔

چہارم یہ کہ ردّت حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور اگرچہ بعد ثبوت ردّت بعض عباد کے حقوق متعلق ہو جاتے ہیں لیکن اُن کو نفس ثبوت و اثبات ردّت میں دخل نہیں بلکہ وہ بعد ثبوتِ ردّت مترتب ہوتے ہیں، جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تصریح ہے۔

پس کسی متکلم کے دعویٰ خطا کرنے سے کوئی حقِ عبد زائل نہیں ہوتا، اور اس لئے قاضی کو اس کی تصدیق کر لینا ہی راجح ہے، جیسا کہ حدیث اخطأ من شدة الفرح اور حدیث واللہ لئن قدر اللہ علیّ اور مختصر کے کلمات کفریہ کے اعتبار نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ بات باقی رہی کہ آیا صاحب واقعہ کے اس قول میں کہ ان الفاظ کا صدور بے اختیاری سے ہوا تصدیق کی جائے گی یا نہیں۔ اس کا جواب ضمناً تو آچکا، لیکن زیادت وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے: ”اگر کسی کلام میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی اسی وجہ کو اختیار کرے جس سے حکم کفر عائد نہ ہو، کیونکہ جہتِ اسلام راجح ہے اور مسلمان کے ساتھ حُسنِ ظن لازم ہے“۔

یہ دوسری بات ہے کہ مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ قائل کو حقیقی کفر سے نہیں بچا سکے گا تو اس صورت مسئولہ میں جب کہ قائل خود اپنا کلمۂ کفر سے ڈرنا، پریشان ہونا اور پھر تدارک سے خیال کے درود شریف پڑھنا اور اس میں بے اختیاری سے غلطی کرنا اور پھر اس پر افسوس کرنا اور رونا بیان کرتا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کفریہ اپنے ارادے اور اختیار سے کہے ہیں، یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا کہ میری زبان قابو میں نہیں، تو سکوت کرنا چاہئے تھا، لیکن اس نے سکوت نہ کیا اور کلمۂ کفر زبان سے نکالا، تو گویا قصداً کلمہ کفر کے ساتھ تکلم کیا، صحیح نہیں،

کیونکہ اس نے قصد تو درود شریف صحیح پڑھنے کا کیا تھا مگر تلفظ کے وقت زبان سے دوسرے لفظ نکلے، پھر قصد کیا کہ صحیح پڑھوں، پھر لفظ غلط نکلے، تو گویا ہر مرتبہ بقصد اصلاح تکلم کیا نہ بقصد الفاظ کفریہ، اور سکوت محض تکلم بقصد الاصلاح واللہ ارک سے افضل نہیں ہوسکتا، پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس کے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی جس کی وجہ سے اس کے جوارح کے افعال مختل ہوگئے خود اس کے بیان میں موجود ہے، کہ بیداری کے بعد بھی بدن میں بدستور بے حسی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا، اس لئے مفتی کے ذمہ صورت واقعہ میں لازم ہے کہ اس طرح فتویٰ دے کہ جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں، تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا، اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے صدور خطاءً ہوا ہے، اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا جیسا قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہو چکا، اس لئے اس کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا، احتیاطاً تجدید کر لینا مبحث سے خارج ہے، اس کی منکوحہ قطعاً اس کے نکاح میں ہے اور اُسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں، ہاں اگر اس کی یہ حالتِ بےخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکمِ قضا و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں، اور اگر یہ حالت معروف نہ ہوتا ہم بوجوہ مذکورۂ بالا قضاءً بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔

کتبہ: محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

(مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، ۳۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ)

ضمیمۂ فتویٰ دہلی

(جو ایک خط کے ساتھ بعد میں آیا)

خط

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مسئلہ معلومہ کے متعلق مضامین ذہن میں تھے جنہیں اس وقت عجلت کی وجہ سے ضبط تحریر میں نہ لا سکا اور بعد میں اس سوال کی عبارت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میں نے ایک دوسرے طرز پر سوال قائم کیا اور اس کا جواب لکھا، میرے خیال میں اس واقعہ کا خطاء پر محمول ہونا ہی متعین ہے۔ اس لئے صرف خطا کے متعلق جو مضمون ذہن میں تھا اُسے قلمبند کر کے بذریعہ اس عریضہ کے پیش کرتا ہوں۔

محمد کفایت اللہ عفی عنہ

مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (۱۷؍رجب ۳۶ھ)

سوال: زَید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، پھر اُس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی، کہ بجائے عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ کے میم پر زبر اور رَبَّهٗ کی باء پر پیش پڑھ گیا۔ اس کی زوجہ نے یہ غلطی سُن لی تھی، زوجہ نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ میرے خاوند نے میری طلاق کو مغرب کی نماز ادا نہ کرنے پر معلق کیا تھا، اور اُس نے نماز ادا نہیں کی، کیونکہ مذکورہ بالا غلطی اُس نے کی ہے، جس سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس لئے وجود شرط کی وجہ سے میں مطلقہ ہوگئی ہوں قاضی نے زید سے دریافت کیا، اس نے غلطی کا اقرار کیا، مگر کہا کہ چونکہ یہ غلطی مجھ سے خطاءً ہوئی ہے، قصداً میں نے غلط نہیں پڑھا، اس لئے میری نماز صحیح ہوئی اور وجود شرط نہیں ہوا۔

قاضی نے زوج کے اقرار بالخطاء کو تسلیم کر کے اس کی صحت نماز کا حکم کر دیا اور زوجہ کا دعویٰ طلاق بوجہ اس کے کہ شرط طلاق نہیں پائی گئی، خارج کر دیا، اس کے بعد

عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ کلمۂ مذکورہ ایک کلمۂ کفریہ ہوگیا تھا اور زید نے کلمۂ کفریہ کا تکلم کیا ہے اس لئے وہ مرتد ہوگیا اور ارتداد کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کا مجھے حق حاصل ہوگیا ہے، میرا نکاح فسخ کر دیا جائے، یعنی فسخ نکاح کا حکم کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ قاضی کا پہلا حکم در بارۂ صحت نماز صحیح واقعہ ہوا یا نہیں، اور کیا اب قاضی زید پر ارتداد کا حکم کر کے فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب: زید کا دعویٰ در بارۂ صدور غلطی عن الخطاء وعدم قصد واختیار مقبول ہے، کیونکہ نماز اور اُس کے ارکان وشرائط حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا دیانۃً وقضاءً مقبول ہے۔

والخطاء و هو عذر صالح لسقوط حق اللّٰه تعالٰی و یصیر شبهة فی دفع العقوبة حتی لا یاثم الخاطئ ولا یؤاخذ بحد او قصاص (کذا فی نور الانوار) فان زفت الیه غیر امرأته فظنها انها امرأته فوطئها لا یحد ولا یصیر اثمًا (نور الانوار)

جیسے خطاءً غیر عورت سے وطی کر لی، یا شکار سمجھ کر کسی انسان کو مار ڈالا، تو ان صورتوں میں دعویٰ خطا قضاءً بھی مقبول ہے اور حدِ قصاص واجب نہیں ہوتا، کیونکہ حدود حقوق اللہ خالصہ میں سے ہیں، اور ان میں دعویٰ خطاءً مقبول ہے، پس جب کہ دعویٰ خطاءً مقبول ہوا تو اب دیکھنا یہ ہے کہ قرأت میں خطاءً اعراب غلط پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تو متقدمین اگرچہ ایسی غلطی میں جس سے معنی میں تغیر فاحش ہو جائے، فسادِ صلوٰۃ کے قائل ہیں لیکن متاخرین میں سے بہت سے جلیل القدر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی۔ اور یہی قول مفتی بہ ہے:

" واما المتاخرون کابن مقاتل وابن سلام و اسماعیل الزاهد و ابی بکر البلعی والهندوانی و ابن الفضل والحلوانی فاتفقوا علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقًا و لو اعتقاده کفرا د ر المختار) و

کذا و عصٰی اٰدمَ ربُّه بنصب الاوّل ورفع الثانی یفسد عند العامة و کذا لسماء مطر المنذرین بکسر الذال و ایاک نعبد بکسر الکاف والمصور بفتح الواوٗ وفی النوازل لَا تفسد فی الکل و به یفتی بزازیة و خلاصة (ردالمحتار) و هو الاشبه کذا فی المحیط و به یفتی کذا فی العنایةو هکذا فی الظهیریة. (عالمگیری)

پس اس قول مفتٰی بہ کے موافق قضاءِ اوّل یعنی صحت نماز کا حکم صحیح ہوگیا، اور جب نماز صحیح ہوگئی تو وجودِ شرط نہ ہوا، اور طلاق معلق واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد عورت کی ارتدادِ زوج کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کرنا غیر مسموع ہے، کیونکہ قاضی اس صورت میں ارتدادِ زید کا حکم نہیں کرسکتا، جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اب اگر حکم بالارتداد کیا جائے تو دو (۲) حال سے خالی نہیں۔

اوّل (۱) یہ کہ قضاءِ اوّل بحالہ باقی ہے اور قضاء بالارتداد بھی کردی جائے تو اس میں صریح طور پر اجتماعِ ضدّین بلکہ نقیضین ہے، کیونکہ قضاءِ اوّل کا مقتضٰی صحتِ نماز ہے اور قضاءِ ثانی کا بطلانِ نماز، قضاءِ اوّل کا مقتضٰی بقاءِ نکاح ہے اور قضاءِ ثانی کا بطلان نکاح۔ قضاءِ اوّل کا مقتضٰی اسلام زید ہے (کیونکہ صحتِ صلٰوۃ کے حکم کے لئے اسلامِ مصلّی شرط ہے) اور قضاءِ ثانی کا مقتضے کفر زید، اور مبنیٰ ان دونوں متناقض حکموں کا وہی کلامِ واحد ہے۔

دوم (۲): یہ کہ قضاءِ اوّل کو باطل کردیا جاوے اور قضاءِ ثانی کو واجب النفاذ سمجھا جائے، مگر یہ دونوں صورتیں باطل ہیں، پہلی تو بوجہ لزوم اجتماع نقیضین کے، اور دوسری اس وجہ سے کہ قضاءِ اوّل جبکہ مسئلہ مجتہد فیہ میں واقع ہوجائے تو پھر وہ واجب العمل والتنفیذ ہو جاتی ہے اور خود اس قاضی کو یا کسی دوسرے قاضی کو اس کے ابطال کا اختیار نہیں رہتا۔

و اذا رفع الیه حکم قاضٍ اٰخر قید اتفاقی اذحکم نفسه مثل ذٰلک (ای الرفع) کذٰلک نفذه ای الزم الحکم بمقتضاه لو مجتهد افیه (در مختار) قوله نفذه ای یجب علیه تنفیذه (رد المحتار) اعلم انهم قسموا الحکم

ثلثة اقسام قسم یُرَدّ بکُلِّ حال و هو ما خالف النص اوالا جماع و قسم یمضی بکل حال و هو الحکم فی محل الاجتهاد الخ (رد المحتار)

(۲) حکم بالردّت حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے، اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطاء قضاءً مقبول ہے، ورنہ وطی بالشبہ میں دعویٰ خطاء مقبول نہ ہوتا اور حدِ زنا لازم آتی، رمی الانسان بالخطاء میں دعویٰ خطاء مقبول نہ ہوتا اور قصاص لازم آجاتا، حالانکہ لازم باطل ہے، یعنی قضاءً وجوب حد یا قصاص کا حکم نہیں کیا جاتا کیونکہ حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور قصاص میں اگرچہ حق عبد بھی ہے لیکن اس کا بدل دیت کی صورت میں ادا کر دیا گیا، اور اس کی شکستگی خاطر کا جبر ہوگا اور انہا عالم محسن افساد جب موجب قصاص تھا بوجہ دعویٰ خطاء اس کا حکم مرتفع ہوگیا، یہ بات کہ حکم بالردت حقوق اللہ میں سے ہے، اس عبارت سے ثابت ہے:

بخلاف الارتداد لانه معنی یتفرد به المرتد لاحق فیه لعبره من الأدمیّین (بزازیه)

پس جبکہ صورت مسئولہ میں زید تکلم بالخطاء کا مدعی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا قول قضاءً مقبول نہ ہو۔

(۳) ردّۃ کی حقیقت فقہاء نے اس طرح بیان کی ہے اجراء کلمة الکفر علیٰ اللسان یعنی کلمۂ کفر قصداً زبان پر جاری کرنا، قصداً کی قید لفظ اجراء سے مفہوم ہوتی ہے ورنہ جریان کلمۃ الکفر کہا جاتا، پھر جہاں شرائط صحت ردّۃ بیان کیلئے ہیں وہاں طوع یعنی اختیار کو شرائط صحت میں بھی ذکر کیا ہے پس جب تک کہ قصد اور اختیار نہ متحقق ہو ردّۃ کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا، اور کسی چیز کے تحقق سے قبل اس کا حکم کر دینا بداہتہً باطل ہے، مثلاً وضو شرائطِ نماز میں سے ہے تو جو نماز بے وضو پڑھی جائے وہ صحیح نماز نہ ہوگی، تو قبل تحقق وضو کے صحت نماز کا حکم کر دینا یقیناً غلط اور باطل ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار اُمور قلبیہ میں سے ہیں اس پر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہوسکتی، جب تک صاحب معاملہ خود

اقرار نہ کرے، پس تحقق شرطِ ردّۃ کے لئے صاحب معاملہ کا یہ اقرار کہ اس نے قصداً الفاظ کفریہ کا تلفظ کیا ہے ضروری ہے اور چونکہ اس کے اقرار کے سوا اور کوئی سبیل اس کے علم کی نہیں، اس لئے اس کے اقرار وانکار کی تصدیق ضروری ہوگی۔

ہاں کبھی اس کے عدم انکار قصد کو قائم مقام اقرار قصد کے حکم قضا میں کرلیا جائے تو ممکن ہے لیکن اس کے انکار صریح کی کہ تعمد سے صراحۃً منکر ہو تصدیق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ نیز اقرار صرف تلفظ بالاختیار کا ثبوت ردّۃ کے لئے کافی ہے، اس کے معنیٰ کا قصد کرنا اور مراد لینا شرط نہیں کیونکہ ہازل ولاعب کے ارتداد کا حکم فتح القدیر و بحر غیرہما کتب معتبرہ میں مصرح ہے اور ان دونوں کے کفر کی وجہ ان کا یہ کلمۂ کفریہ غیر مقصود المعنے نہیں بلکہ استخفاف فی الدین ہے، پس یہ قول کہ ادعاء خطاء کی صورت میں ارتداد کا حکم نہ کرنا چاہئے یقیناً راجح بلکہ صواب ہے۔

قال فی البحر الحاصل ان من تکلم بکلمة الکفرها زلا ولا عبا کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقاد کما صرح به فی الخانیة و من تکلم بها مخطئا او مکرها لا یکفر عند الکل الخ (رد المحتار)

اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ خطا اور اکراہ کی صورت میں دیانۃً و قضاءً بالاتفاق کافر نہ ہوگا، کیونکہ خطا اور اکراہ کو ایک مد میں شامل کیا ہے اور اکراہ میں قضاءً کافر نہ ہونا مسلم ہے فکذا فی الخطاء۔

اگر شبہ کیا جائے کہ ردّۃ زوج کے ساتھ زوجہ کا حق فسخ وخروج عن الملک متعلق ہے تو ممکن ہے کہ خطا کے ادعاء سے اس پر فیما بینہ وبین اللہ کفر کا حکم عائد نہ ہو، لیکن اگر قاضی ادعاء خطا کی تصدیق کرے تو زوجہ کا حق باطل ہے اور اسی وجہ سے بزازیہ اور شامی میں لکھا ہے کہ خطا میں اگر دیانۃً کافر نہیں ہوتا مگر قاضی تصدیق نہ کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم خود بزازیہ سے نمبر ۲ میں نقل کرچکے ہیں کہ ردّۃ کا حکم کرنے میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں، پس اس کی یہ عبارت خود اس حکم عدم تصدیق قاضی کے منافی

ہے، شامی نے اس قول کو صرف بلفظ بدلیل ما صرحوا بیان کیا ہے اور تصریح کرنے والوں کا نام نہیں بتایا، اس لئے یہ نقل چنداں قابل اعتماد نہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کا حق نفس تکلم کلمۃ الکفر کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ردّۃ کے آثار مترتب علیہ میں سے ہے اور ترتب آثار بعد وجود حقیقت ہوتا ہے اور جب تک کہ طوع واختیار ثابت نہ ہوجائے حقیقت ردّۃ تو متحقق ہوئی نہیں، اس پر آثار کا ترتب کیسا۔

پھر خود شامی نے جامع الفصولین ونور العین وخیریہ وبحریہ سے نقل کیا کہ ایسے الفاظ کفریہ جن میں کوئی بعید تاویل بھی ہوسکتی ہے بولنے پر بھی حکم بکفر نہ کیا جائے۔

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ومفهومه انه لا يحكم بفسخ النكاح یعنی جامع الفصولین ونور العین کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نہ کیا جائے، پس جامع الفصولین ونور العین وخیریہ کی نقول شامی کی بحث سے بدرجہا اولیٰ بالعمل والقبول ہیں۔

اور پھر یہ اس صورت کا حکم ہے کہ قائل نے کلمہ کفریہ کا یقیناً تکلم کیا اور خود کوئی صورت بچاؤ کی پیش نہیں کی حالانکہ صورت مسئولہ میں قائل خود ہی اپنی معذوری اور بے اختیاری بیان کرتا ہے، پس یہاں بدرجۂ اولیٰ حکم ردّت نہیں ہوسکتا۔

(۴) تعلیقات طلاق کا (ان د خلتِ الدار فانت طالق) جس میں عورت کا حق متعلق بالذات ہوتا ہے حکم یہ ہے کہ اگر زوج تعلیق باوجود شرط کا انکار کردے اور زوجہ تعلیق یا وجودِ شرط کی مدعی ہو تو بینہ زوجہ کے ذمہ ہے، ورنہ قول زوج کا معتبر ہوتا ہے۔

و ان اختلفا فی وجود الشرط فالقدل له الا اذابرهنت وما لا يعلم الا منها فالقول لها فی حقها (عالمگیری) فان اختلفا فی وجود الشرط فالقول له مع اليمين لانكار الطلاق (در مختار) قوله فی وجود الشرط ای اصلا او تحققا كما فی شرح المجمع اختلفا فی وجود اصل التعليق بالشرط او فی الشرط بعد التعليق و فی البزازية

ادعی لاستثناء اوالشرط والقول له الخ (در المختار)

پس دعویٰ فسخ نکاح میں گویا زوجہ وجود شرط کی مدعی ہے اور وہ تکلم بکلمۃ الکفر طوعاً واختیاراً ہے زوج اس کا منکر ہے، لہٰذا حسب قاعدہ مذکورہ قول زوج قضاءً بھی معتبر ہونا چاہئے۔ بلکہ یہاں بدرجۂ اولیٰ قول زوج کا اعتبار ہوگا، کیونکہ عورت کا حق بالذات ثبوت ردّت کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ احکام ردّت میں سے ہے و حکم الشی ثمرته واثره المرتب علیه (رد المحتار)

الحاصل

جس شخص کی زبان سے کوئی کلمہ کفریہ نکل جاوے اور وہ خطاءً نکلنے کا مدعی ہو جیسا کہ اکثر نماز میں خطاءً ایسے الفاظ جن کا تعمد کفر ہے نکل جاتے ہیں، دیانۃً حکم ارتداد کا عائد نہ ہونا تو متفق علیہ ہے، قضاءً بھی اس کے قول کی مع یمین تصدیق کی جائے گی، اور قاضی کو کوئی حق نہیں کہ اس پر ارتداد کا حکم لگائے اور اس کی قسم کا اعتبار نہ کرے، یا اس کی زوجہ کا نکاح فسخ کردے، نیز خطاءً کسی کلمہ کے زبان سے نکلنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ متکلم بے ہوش ہو یا مجنون ہو بلکہ ہوش وحواس صحیح ہونے اور ادراک وشعور قائم ہونے کی حالت میں بھی بلاقصد الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں، اَنْتِ طَالِقٌ کہنے کے بعد قضاءً یہ تاویل کہ میری مراد طالق عن وثاقٍ تھی اس لئے معتبر نہیں کہ الفاظ طلاق خود موجب حکم ہیں اور ان کے صدور کے ساتھ بالذات حق عورت متعلق ہو جاتا ہے بخلاف کلمۂ کفر کے کہ یہ بالذات موجب ردّت نہیں بلکہ طوع واختیار شرائط صحت ردّت سے ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان کا حق بالذات متعلق نہیں، پس انکار اختیار درحقیقت انکار سبب ہے نہ انکار حکم مع الاقرار بالسبب، ہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

مدرس مدرسہ امینیہ دلی (۷؍رجب المرجب ۱۳۳۶ھ)

اَلْقَوْلُ الْمَحْبُوْبُ فِیْ حُکْمِ الْمَغْلُوْبِ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

اگر کسی شخص سے غیر اختیاری طور پر کلمہ کفر صادر ہو جائے اور بعد میں وہ شخص یہ کہے کہ میں بالکل بے بس اور مجبور تھا اپنے اختیار سے وہ کلمات ادا نہیں کیے تو کیا ایسی صورت میں اس شخص کیلئے تجدید ایمان وتجدید نکاح کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ چونکہ اس سوال کا جواب کئی مقامات سے دیا گیا تھا اور اس میں دو گروہ ہو گئے تھے اس لیے حضرت رحمہ اللہ نے بھی اس کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا۔

القول المحبُوب فی حکمِ المغلُوب

جزوِ ششم تحریر صاحب علم موصوف بالا در تمہید ملقب بہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ حَامِدًا ومُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا

امابعد! گزارش ہے کہ جس وقت سے واقعۂ خواب ''الامداد'' میں شائع ہوا ہے اُس وقت سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہوگئی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر ایک تفصیلی بحث لکھ دی جاوے، پس ہم اس پر ایک تفصیلی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ پر انکار کرنے والے دوقسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے اختلاف کو نفس واقعہ تک محدود کرتے ہیں اور حضرت مولانا مدظلہم العالی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مولانا نے اس واقعہ میں مداہنت سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ صاحب واقعہ کو معذور سمجھتے تھے، اوراسی بناء پر انہوں نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہٰذا وہ معذور ہیں اور اُن پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مولانا کو بھی لپیٹتے ہیں، ایسے لوگ بھی دوقسم کے ہیں، ایک وہ جن کے اعتراض کا منشاء خلوص اور محبت ہے اور وہ خیرخواہانہ نکتہ چینی کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے اعتراض کا منشاء حسد اور عداوت ہے اور جو کہ طرح طرح سے حضرت مولانا کی دل آزاری پر کمر بستہ ہیں اور انہوں نے یہاں تک ایمان اور انصاف سے آنکھ بند کرلی ہے کہ واقعہ کی صورت بدل کر اور اس میں تحریف کرکے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور جھوٹ اور بہتان سے بھی نہیں بچتے، پس معاندین اور حاسدین سے خطاب کرنا بے کار ہے، اوران کی نسبت تو ہم صرف اس قدر عرض کرتے ہیں۔

آنکہ او باشد حسودِ آفتاب — کور میگرد د زبود آفتاب
اینت درد بے دوا کورست آہ — اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ
نفی خورشیدِ ازل بایست او — کے بزآید ایں مرادِ او بگو
تو بخشا برکسے کاندر جہاں — شد حسودِ آفتابِ کامراں
تاندش پوشید ہیچ از دید ہا — وازطراوت دادن بوسیدہا
یازنورِ بیحدش تانند کاست — یا بدفعِ جاہ او تانندخاست
تابر آر اید ہنر را تارو پود — چشم در خورشید نتواند کشود
تو حسودی کز فلاں من کمترم — می فزاید کمتری دراخترم
خودحسد نقصان وعیب دیگرست — بلکہ از جملہ کمیہا بدتراست
آں بلیس از ننگ عارِ کمتری — خویشتن افگند در صد ابتری
از حسد می خواست تابالابود — خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت — وزحسد خودرابپا لامی فراست
بو الحکم نامش بدو بو جہل شد — اے بسا اہل ازحسد نااہل شد
در گذر از فضل در چستی فن — کارِ خدمت دارد و خلقِ حسن
صد ازینہا گربگویم تو کری — بشنوی و ناشنودہ آوری

رہے وہ لوگ جو کہ بلاعناد وحسد محض خلوص ومحبت سے نفس واقعہ یا حضرت مولانا کے فعل پر نکتہ چینی کرتے ہیں اُن کے سامنے ضرور جی چاہتا ہے کہ واقعہ کی پوری تفصیل پیش کردی جاوے، اور چونکہ اُنہوں نے ہمدردی اوردل سوزی کوکام فرما کرحضرت مولانا کوان کی ایک ایسی لغزش پرمتنبہ کیا ہے جس کووہ اپنی دانست میں لغزش سمجھتے تھے، تو ہماری دل سوزی کا مقتضا یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے ان تمام پہلوؤں پر بحث کر کے جو کہ ہماری نظر میں منشاء انکار ہو سکتے ہیں (خواہ وہ خود ہمارے غوروخوض کا نتیجہ ہوں یا دیگر حضرات کے افکار کا) اصل حقیقت کوان کے

سامنے خیر خواہانہ پیش کردیں۔ واللہ المستعان و ھو الموفق للصواب۔

اس گذارش کے بعد معروض ہے کہ اس واقعہ کے متعلق لوگوں کے جس قدر اعتراضات ہیں ان سب کا حاصل کُل تین اعتراض ہیں:

(ا) واقعہ قابل اعتراض تھا (۲) مولانا نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔

(۳) اسے شائع کردیا جو کہ فتنۂ عوام کا باعث ہوا۔

پس مولانا کا عذر تو یہ ہے کہ نہ واقعہ کے دیکھنے سے ہمارے ذہن میں کوئی اعتراض آیا، اور نہ ہم کو اس کی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال ہوا، بلکہ ہم کو اس کی اشاعت میں دینی فائدہ یہ نظر آیا کہ اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آوے تو وہ اس واقعہ سے نہ پریشان ہوں اور نہ اپنے عقیدہ کو بگڑنے دے، اس لئے ہم نے اسے شائع کردیا۔ پس مولانا کی معذوری تو ظاہر ہے، رہا یہ اَمر کہ خود واقعہ قابل اعتراض تھا یا نہیں، اس کا فیصلہ ایک بحث طویل کے بعد ہوسکتا ہے، اس لئے ہم اس پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعہ کو قابل اعتراض کہتے ہیں اُن کا مقصود یہ ہے کہ صاحبِ واقعہ کو تجدید ایمان کرنی چاہئے، پس اب ہم کو اس واقعہ کا شرعی حکم معلوم کرنا چاہئے، سو اس کی تحقیق حسب ذیل ہے۔

تحقیق حکم واقعہ زیر بحث

تجدید ایمان و نکاح موقوف ہے تحققِ ارتداد پر، اور حقیقتِ ردّت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا عقیدہ بدل دے، اور خلافِ اسلام عقیدہ رکھے، یا وہ بقصدِ صحیح کوئی ایسا فعل کرے جو موجب کفر ہو، کما قال الامام فخر الاسلام فی اُصوله (الردّة تبنى على القصد والاعتقاد) پس جبکہ یہ حقیقت واقع میں بھی متحقق ہوگی اور قاضی کو بھی اس کے تحقق کا علم معتبر عند الشرع ہوگا، تو وہ شخص جس سے اس حقیقت کا تحقق ہوا ہے دیانۃً بھی مرتد ہوگا اور قضاءً بھی اور اگر واقع میں اس کا تحقق ہوا اور قاضی کو اس کا علم نہ ہوسکا، تو وہ دیانۃً مرتد ہوگا مگر قضاءً مرتد نہ ہوگا، اور اگر واقع میں اس کا تحقق نہیں ہوا ہے۔ لیکن قاضی کے نزدیک اس حقیقت کے تحقق کا بطریق معتبر

عندالشرع ثبوت ہو چکا ہے تو وہ شخص دیانۃً مرتد نہ ہوگا مگر قضاءً مرتد ہوگا۔

جب یہ اَمر معلوم ہو گیا تو اَب واقعہ زیر بحث میں دو(۲) اُمور تنقیح طلب ہیں:

(۱) اَوّل یہ کہ واقعہ میں حقیقت ردّت متحقق ہوئی یا نہیں۔

(۲) دوم یہ کہ صورت موجودہ میں قاضی کو تحقق حقیقت ردّت کا علم معتبر عند الشرع ہوسکتا ہے یا نہیں، اور وہ اس پر ارتداد اور بینونتِ زوجہ کا حکم لگا سکتا ہے یا نہیں۔

سو اَمرِ اوّل کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا صاحب معاملہ کو، کہ آیا وہ الفاظ درحقیقت بالاضطرار اس کی زبان سے نکلے، یا اُس نے قصداً کہے، ہم کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں، لہٰذا دیانت کے متعلق تو اس کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

رہا اَمر دوم سو وہ منقح ہوسکتا ہے پس ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتا ہے کہ میری زبان سے بالاضطرار کلماتِ معلومہ نکلے اس میں دو(۲) جُز ہیں۔ ایک یہ کہ میری زبان سے کلماتِ کفر نکلے۔ دوم یہ کہ میں اس وقت مجبور اور بے اختیار تھا، اور میں نے بقصد یہ الفاظ نہیں کہے: جزو ثانی توضیح ہے جُزو اَوّل کی، جو کہ اس کے متصل ہی ہے، اور اس کے ردّ و قبول کا حق اصالۃً دو شخصوں کو ہوسکتا ہے، اَوّل قاضی کو جو کہ خلیفۃ اللہ ہے، دوسرے زوجہ کو، کیونکہ ردّت کا تعلق فی الجملہ بینونت سے بھی ہے، اور المرأۃ کالقاضی مصرّح ہے، سو قاضی کے متعلق تو یہ تفصیل ہے کہ فقہاء میں دو جماعتیں ہیں، ایک وہ لوگ جو نفس معاملہ ارتداد و تکفیر کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ قتلِ مسلم کو اہمیت دیتے ہیں، اس لئے وہ شبہ کی حالت میں حقِ قتل میں ارتداد کا حکم نہیں کرتے، ہاں حق بینونت زوجہ میں ارتداد کا حکم کرتے ہیں اور اس پر بینونت مرتب کرتے ہیں، دوسری جماعت فقہائے محتاطین کی ہے جو نفس حکم ارتداد کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو حدود و قصاص سے کم نہیں قرار دیتے۔

ایسے لوگ ادنیٰ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ردّت کا حکم نہیں کرتے اور جہاں ذرا

سا بھی شبہ ہوتا ہے وہاں نہ قتل کا حکم کرتے ہیں اور نہ بینونۃ کا، چنانچہ درمختار میں ہے:

الکفر لغة الستر وشرعًا تکذیبه صلی اللّٰه علیه وسلم فی شیٔ مما جاء به من الدین ضرورة والفاظه تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیٔ منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیٔ قال فی البحر و قد الزمت نفسی ان لافتے بشیٔ منهاانتهٰی

اور ردالمختار میں ہے:

سبب ذٰلک ما ذکره قبله بقوله و فی جامع الفصولین روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج الرجل من الایمان الاحجود ما ادخله فیه ثم ما تیقن انه ردّة یحکم بها وما یشک انه ردّة لا یحکم بها اذا الاسلام الثابت لا یزول بالشک مع ان الاسلام یعلوا و ینبغی للعالم اذ رفع الیه هٰذا ان لا یبادر بتکفیر اهل الاسلام مع انهٗ یقضی بصحة اسلام المکره اقول قد قدمت هذا لیصیر میزانًا فیما نقلته فی هذا الفصل من المسائل فانه قد ذکرفی بعضها انه کفر مع انه لا یکفر علٰے قیاس هذه المقدمة فلیتامل انتهٰی ما فی جامع الفصولین وفی الفتاوی الصغریٰ الکفر شیٔ عظیم فلا اجعل المؤمن کافرًا متی وجدت انه لا یکفر انتهٰی، و فی الخلاصة و غیرها اذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلے المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینًا للظن بالمسلم زاد فی البزازیة الاذا صرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل حینئذ و فی التتارخانیة لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة و مع الاحتمال لانها یة انتهٰی ، و الذی تحرر لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او

كان في كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة فعلىٰ هٰذا اكثر الفاظ التكفير المذكورة لا يفتي بالتكفير فيها و قد الزمت نفسي ان لا افتي بشئ منها انتهٰى كلام البحر باختصار انتهى كلام ردالمحتار۔

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ فقہاء نفس تکفیر ہی کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں اور ان کی احتیاط کا منشاء صرف تباعد عن قتل المسلم نہیں ہے بلکہ اس کا منشاء خود اہمیت تکفیر ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من حیث استحقاق القتل کی جائے گی اور نہ من حیث بطلان النکاح، کیونکہ اگر تکفیر من حیث البینونت کا حکم کیا گیا تو اس میں صرف قتل سے اجتناب ہوگا، نفس تکفیر سے نہ ہوگا، حالانکہ فقہاء نفس تکفیر سے احتیاط کرتے ہیں، نیز اس وقت فقہا محتاطین فی التکفیر ومشدّ دین کے مسلک میں کچھ فرق نہ ہوگا، کیونکہ قتلِ مسلم میں تو مشدّ دین بھی لامحالہ احتیاط کریں گے، اور محل شبہ میں قتل کا حکم نہ دیں گے، تو پھر دونوں مسلکوں میں فرق کیا ہوا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے محتاطین فی التکفیر کا مطلب یہی ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من حیث القتل کی جائے گی، اور نہ من حیث بطلانِ النکاح، شاید کسی کو اس کے ماننے میں اس لئے تأمل ہو کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں تردّد ہے، اس لئے ہم اس مضمون پر مزید بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صاحب درمختار نے لکھا تھا، لا يفتي بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن الخ، اور یہ بیان تھا فقہاء محتاطین کے مسلک کا، اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل گفتگو کی:

قوله لا يفتي بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن الخ ظاهره انه لا يفتي به من حيث استحقاقه للقتل ولا من حيث الحكم بينونة زوجته، وقد يقال المراد الاوّل، فقط لان تاويل كلامه للتباعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذلك التاويل و هذالاينا في معاملته بظاهر كلامه فيما هو حق العبد وهو طلاق الزوجة و ملكها لنفسها

بدليل ما صرحوا به من انه اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرىٰ على لسانه كلمة الكفر خطاءً بلا قصد لا يصدقه القاضى و ان كان لا يكفر فيما بينه و بين ربه تعالىٰ فتامل ذلک و حرره نقلا فانى لم ار التصريح به نعم سيذكر الشارح ان ما يكون كفرًا اتفاقًا يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبة و تجديد النكاح اھ و ظاهره انه امر احتياطًا الىٰ اٰخر ما قال رحمه اللّٰه۔

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ قوله لا يفتي بكفر مسلم الخ کا ظاہر مطلب تو یہی ہے کہ نہ ایسے موقع پر من حیث استحقاق القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث البینونۃ، لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کی ممانعت ہے، اور تکفیر من حیث البینونۃ کی ممانعت مقصود نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قائل کے کلام کی تاویل کا منشاء اس کے قتل سے احتراز کرنا ہے، اور یہ حکم بالبینونۃ کے منافی نہیں ہے، اس لئے بینونۃ کے بارے میں اس کی تاویل نہ کی جاوے گی۔

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کلمۂ مباحہ بولنا چاہے اور بلا قصد اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکل جاوے تو فیما بینہ وبین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن اگر قاضی کے یہاں وہ یہ عذر کرے کہ یہ کلمہ بلا قصد اور خطاءً میری زبان سے نکل گیا تھا، تو قاضی اس کو نہ مانے گا، اور بینونۃ کا حکم کردے گا، اس کے بعد علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتامل الخ میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فقہا محتاطین کے اس کلام مذکور فی المتن کے یہ دو محمل ہو سکتے ہیں، تم اس میں غور کرلو، مجھے ان کے کلام میں کوئی محمل مصرح نہیں ملا ہے، ہاں ان کی بعض دوسری تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مراد یہی ہے کہ ایسے موقع پر نہ من حیث القتل کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، اور نہ من حیث البینونۃ، چنانچہ شارح کہے گا کہ جو کفر اتفاقی ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے، اور جس میں اختلاف ہو اس میں توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا۔ (اھ)

اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر اختلافی میں بطلانِ نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً تجدیدِ نکاح وتوبہ واستغفار کا حکم کیا جاوے گا، الیٰ آخر ما قال، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شامی کو شرح صدر نہیں ہوا، اور وہ کوئی محمل متعین نہیں کر سکے۔ اب ہم وجہ تردّد کو رفع کرتے ہیں تاکہ محمل اوّل جس کو علامہ موصوف ان کے کلام کا محمل ظاہر اور تصریحات سے مؤید فرماتے ہیں متعین ہو جاوے اور اس میں کچھ تامل نہ رہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ فقہا محتاطین کی احتیاط کا منشاء صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل سے بچایا جاوے، بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہے کہ اس کو اصل کفر سے بچایا جاوے، کیونکہ کفر ایک ایسا جرم ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔

کما فی التارخانیة الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة الی غیر ذلک پس جس وقت تک واقعہ میں بچاؤ کا پہلو ہو اس وقت تک کسی مسلمان کو اتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار دینا جائز نہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ مکفِّر مسلم کے لئے حدیث میں اس قدر سخت وعید آئی ہو کہ اگر اس میں تاویل نہ کی جاوے تو خود مکفِّر کافر ہو جائے، اور اس بناء پر انہوں نے تکفیر میں احتیاط فرمائی ہے۔

منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل نفس تکفیر قطع نظر عن استحقاق القتل کے واجب الاحتیار ہونے کی یہ بھی ہے کہ اگر تکفیر میں احتیاط صرف تباعد عن القتل کی وجہ سے ہوتی تو آج کل کسی خاص واقعہ میں احتیاط فی التکفیر لازم نہ ہوتی، کیونکہ اس زمانہ میں قتل کا اندیشہ نہیں ہے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ نفس تکفیر خود قابل احتیاط ہے اور جب کہ نفس تکفیر سے احتیاط کی گئی تو حکم بالبینونة سے اجتناب لازم ہوگا کیونکہ بینونة متکلم فیہا اثر ہے کفر کا، جب کفر ثابت ہو تب بینونة ثابت ہو۔ پس بینونة کو ثابت کرنا نفس کفر کو ثابت کرنا ہوگا، اور یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ ہم اُسے کافر نہیں کہتے یا کافر نہیں سمجھتے پس حکم بالبینونة احتیاط فی التکفیر کے ساتھ جمع نہ ہو سکے گا، لہٰذا فقہاء کے کلام میں وہ محمل نہ ہو سکے گا جو عبارتِ مذکورہ میں معترض نے قرار دیا

ہے، رہا معترض کا هذا لا ينا في معاملته بظاهر كلامهٔ کہنا، سو اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے کلام سے کفر ثابت نہ کریں گے اور بینونۃ ثابت کر دیں گے، تو اس کا بے معنی ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس کلام کا اثر بالذات بینونۃ نہیں ہے بلکہ کفر ہے اور اس سے اوّلاً کفر ثابت ہوتا ہے پھر کفر سے لزوماً بینونۃ ثابت ہوتی ہے، پس اس سے کفر ثابت نہ کرنا اور بینونۃ ثابت کرنا کیا معنے۔

اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس سے ابتداءً کفر ثابت کریں گے اور پھر اس سے بینونۃ ثابت کریں گے تو پھر احتیاط کہاں رہی؟

پس خلاصہ یہ ہے کہ بینونۃ اثر ہے ارتداد کا، اگر بینونۃ ثابت کی جائے تو ارتداد کا ثابت کرنا لازم ہوگا، اور احتیاط فوت ہوگی، اور اگر احتیاط کو کام میں لایا جائے گا تو بینونۃ کا حکم نہیں کیا جا سکتا اور فقہاء احتیاط سے کام لیتے ہیں، تو عدم حکم بینونۃ لازم ہے، رہا عبارت مذکورہ میں معترض کا استدلال بروایت لا یصدقه القاضی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو مسلّمات سے ہے کہ قول مثلاً الفاظ خاصہ اور فعل مثلاً تکلم بالعمد یا بالخطاء دونوں کا حکم یکساں ہے، پس اگر قول محتمل الوجوہ قابل تاویل ہوگا تو فعل محتمل الوجوہ بھی قابل تاویل ہوگا، حالانکہ خاطی اپنے فعل کی تاویل محتمل بیان کرتا ہے، مگر فقہاء کہتے ہیں کہ بینونۃ زوجہ کے بارے میں قاضی اس کو نہ مانے گا، اور جب کہ تاویل فعل کو نہ مانے گا تو لازم ہے کہ تاویل قول کو بھی نہ مانے، کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہے، پس ثابت ہوا کہ قول فقہاء کا مطلب یہی ہے کہ صرف دربارۂ استحقاق قتل قول و فعل مسلم کو محملِ حسن پر محمول کیا جائے گا اور دربارۂ بینونۃ تاویل نہ کی جائے گی: انتہی حاصل استدلال۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ انہی فقہاء کا قول ہے جو تکفیر میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ لا یکفر بالمحتمل کہتے ہیں، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس سے استدلال صحیح نہیں اور ہم کو دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزئیہ مصرحہ فقہا محتاطین نہیں ہے بلکہ ان کا

مصرّح ہے جو تکفیر میں تشدد کرتے ہیں، پس اُن کے قول سے فقہاء محتاطین کے قول کے معنی متعین نہیں کئے جا سکتے، اور ایک قرینہ اس کا یہ بھی ہے کہ فقہائے محتاطین کے بعض جزئیات جن کو ہم شامی سے نقل کر چکے ہیں اس کے خلاف ہیں۔

الحاصل بیان بالا سے معلوم ہوا کہ فقہاء محتاطین کا مسلک یہی ہے کہ جس مسلمان کے قول یا فعل میں کوئی ایسا پہلو ہو جو اس کو کفر سے بچا سکتا ہو تو اس کو نہ من حیث استحقاق القتل کافر کہا جائے گا اور نہ من حیث بطلان النکاح، اور جب کہ وہ شخص اپنے قول یا فعل کا کوئی محتمل بیان کرے تو اُسے قبول کیا جائے گا۔

خواہ وہ خلاف ظاہر ہی کیوں نہ ہو پس اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ اس کو صاحب واقعہ کے عذر معقول اور محتمل کو رد کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے جو معاملۂ ردّت کو اہمیت نہیں دیتے تو صرف اس شق پر یہ بات قابل تحقیق رہ گئی کہ آیا وہ اس عذر کو رد کر دے گا یا قبول، اور اس کو کیا کرنا چاہئے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قاضی خاں ص ۲۴۳، ج ۲ میں ہے:

قال فی السیر الکبیر اذا اختلف الزوجان فقال الرجل قلت المسیح ابن الله فی قول النصاریٰ وقالت المرأة لم تقل قول النصاریٰ کان القول قول الزوج مع یمینه فان جاء ت المرأة بشهود فقالوا سمعنا یقول المسیح ابن الله و لم یقل شیئًا اٰخر وقال الزوج قلت قول النصاریٰ الا انهم لم یسمعوا فان القاضی یجیز شهادتهم و یفرق بینه و بین المرأة و ان قال الشهود لا تدری قال ذٰلک ام لا، الا انالم نسمع منه شیئًا غیر قوله المسیح ابن اللّٰه لا یقبل القاضی شهادتهم حتے یشهدوا انه لم یقل معها غیرها وجعلوا دعوی الا استثناء فی الطلاق کذالک (اھ)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب خاوند اور بیوی میں تحقق ردّت میں نزاع ہو اور زوج کلمۂ کفر کے صدور کو تسلیم کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کلمہ کے بموجب کفر ہونے کا انکار کرے تو بارِ ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور اگر زوجہ اس کلمہ کے صدور کو شہادت سے بھی ثابت کردے، لیکن شہود زوج کے عذر کے انتفاء پر شہادت نہ دیں تب بھی قاضی زوجہ کے دعوے کو خارج کردے گا، اور زوج کے عذر کو تسلیم کرے گا۔

پس واقعہ زیرِ بحث میں جب کہ بظاہر زوجہ منازع بھی نہیں ہے اور اگر منازع بھی ہو تو اس نے صدور کلماتِ کفریہ کو شہادت سے ثابت نہیں کیا بلکہ ان کا صدور صرف زوج کے اقرار سے ثابت ہے اور اگر وہ شہادت سے بھی ثابت کردے تو زوج ایک ایسا عذر یعنی عدم قصد واختیار بیان کررہا ہے جس کے ساتھ کلماتِ معلومہ موجب کفر نہیں رہتے اور زوجہ اس کے انتفاء کو شہادت سے ثابت بھی نہیں کرسکتی تو پھر قاضی اس کے عذر کو کس دلیل سے رَد کرے گا اور جب کہ قاضی اس روایت قاضی خاں میں زوج سے بینہ نہیں طلب کرتا، حالانکہ اس کا عذر بوجہ قابل سماع ہونے کے ایک ایسا اَمر ہے جس پر شہادت قائم ہوسکتی ہے تو پھر وہ صاحبِ واقعہ کے ایسے عذر کو جس پر شہادت بھی نہیں مانگی جاسکتی کیونکر رد کرے گا پس ثابت ہوا کہ جو قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہو جو کہ معاملہ ردّت کو اہمیت نہیں دیتے اس کو بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ اس کے ارتداد کے لئے بجز اس کے بیان کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور وہ اپنے ارتداد کا نہ صراحۃً اقرار کرتا ہے اور نہ دلالۃً اس لئے کہ وہ صدور بالاضطرار کا اقرار کرتا ہے اور یہ اقرار نہ صراحۃً اقرار کفر ہے اور نہ دلالۃً لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ روایت لایصدقہ القاضی سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب واقعہ کے عذر کو قبول نہ کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قاضی خاطی کی اس وقت تصدیق نہ کرے گا جب کہ وہ اس کو متہم سمجھے اور واقعہ ہذا میں صاحبِ واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لہٰذا قاضی اس کے عذر کو رد نہیں کرسکتا۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ روایت **لا یصدقه القاضی** مطلق نہیں ہے، بلکہ مقید بشرطِ اتہام ہے لہٰذا واقعہ ردّت بھی مقید بشرطِ اتہام ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ قاضی خاں میں ہے: **لو قال الزوج طلقتک امس وقلت ان شاء اللّٰہ فی ظاھر الروایۃ یکون القول قول الزوج وذکر فی النوادر خلافاً بین ابی یوسف رحمہ اللّٰہ و محمد رحمہ اللّٰہ فقال علیٰ قول ابی یوسف یقبل قول الزوج ولا یقع الطلاق و علی قول محمد یقع الطلاق ولا یقبل قولہ و علیہ الاعتماد والفتویٰ احتیاطًا لامر الفرج فی زمان غلب فساد الناس،** (انتھٰی جلد ثانی، ص ۴۳ ۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوج طلاق کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا، تو اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس صورت میں زوج کا قول مقبول ہوگا لیکن نوادر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ زوج کا قول بدون شہادت کے مقبول نہ ہوگا، پس چونکہ روایت نوادر کی ہے اس لئے اس کو ظاہر روایت کے مقابلہ میں متروک ہونا چاہئے تھا، مگر جب فقہاء نے زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا اور سمجھا کہ بد دینی بہت پھیل گئی ہے اس اَمرِ فرج میں احتیاط کی ضرورت ہے تو انہوں نے اس روایتِ نوادر پر اعتماد کیا اور اس پر فتویٰ دیا، یہ تو طلاق کا واقعہ تھا، اس پر غالبًا بعض فقہاء نے ردّت کے واقعہ کو قیاس کیا ہے، اور انہوں نے اس میں بھی **لا یصدقه القاضی** کہہ دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو فقہاء روایتِ نوادر پر فتویٰ دے رہے ہیں اُن کا کیا مطلب ہے؟ سو اُن کا مطلب یہی ہے کہ جب ظاہر حال پر نظر کرنے سے زوج اپنے بیان میں متہم معلوم ہو، اس وقت اس کے قول کو بدون بینہ کے قبول نہ کیا جائے گا، اور اگر بنا بر ظاہر حال متہم نہ معلوم ہو اس وقت اس کے قول کو اصلی مذہب کی بناء پر قبول کیا جائے گا کیونکہ وہ لوگ ردِ قولِ زوج کا مبنیٰ خلاف ظاہر حال اور فسادِ زمان بتلاتے ہیں،

پس اگر ظاہر حال مخالف نہ ہوگا تو اُس وقت اصل مذہب کو نہ چھوڑا جائے گا کیونکہ عدول عن اصل المذہب بنا بر ضرورت تھا، والضروریات تتقدر بقدر الضروراۃ، پس جبکہ مقیس علیہ حقیقت میں مقید ہے تو مقیس لامحالہ مقید ہوگا، اور معنی یہ ہوں گے لا یصدقه اذا تهمه، لیکن چونکہ واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ متہم نہیں ہے کیونکہ اتہام کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اس لئے اس جزئیہ کو اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وہ روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں پیش نہ ہو سکے گا، یہ گفتگو اس وقت ہے جب کہ یہ مان لیا جاوے کہ ردّت کا واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ ردّت کا طلاق پر قیاس ہی صحیح نہیں ہے اور جب کہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے جو کہ مبنیٰ تھا اس جزئیہ کا تو خود یہ جزئیہ بھی صحیح نہ ہوگا اور جب جزئیہ صحیح نہ ہوگا تو اس سے معارضہ بھی نہیں ہوسکتا۔

اب عدم صحت قیاس کی وجہ سنو! اس کی وجہ کئی ہیں اوّل یہ کہ الفاظ طلاق موضوع ہیں بینونت کے لئے برخلاف الفاظ کفر کے:

قال در المختار ولا ردّة بلسانه و قلبه مطمئن بالايمان فلا تبين زوجته لانه لا يكفر به والقول له استحساناً و فى ردالمحتار والقياس ان يكون القول قولها حتىٰ يفرق بينهمالان الكلمة الكفر سبب لحصول الفرقة فيستوى فيه الطائع والمكره كلفظة الطلاق ووجه الاستحسان ان هذا اللفظة غير موضوعة للفرقة و انما تقع الفرقة باعتبار تغير الاعتقاد والاكراه دليل علىٰ عدم تغيره فلا تقع الفرقة ولهذا لا يحكم عليه الكفر (اھ)

اس سے ثابت ہوا کہ طلاق کا تعلق نفس الفاظ سے ہے نہ کہ قصد و اعتقاد سے اور کفر کا تعلق قصد و اعتقاد سے ہے نہ کہ نفس الفاظ سے۔ پس جبکہ زوج الفاظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا، تو وہ اس وقت بظاہر مدعی ہے اور فی الحقیقت منکر، بظاہر مدعی اس لئے ہے کہ اس کا

تکلم بطلقت کا اقرار کرنا اقرار ہے ایقاع طلاق اور زوال ملکِ نکاح کا، پس جب وہ کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہا تھا، تو اَب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملکِ کا دعویٰ کرتا ہے۔

پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو وہ اس حق کا انکار کرتی ہے جس کا وہ بعد اقرار زوال کے دعویٰ کرتا ہے، پس زوج پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو بینہ سے ثابت کرے اور عورت کے لئے انکار کافی ہے، اور در حقیقت منکر اس لئے ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے طلقتُ کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا تھا، تو اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس طلقتُ کا تکلم کیا ہے جو مقید بہ ان شاء اللہ تھا، جس سے میری مِلک زائل نہیں ہوتی پس اس کے مقابلہ میں زوجہ کا یہ کہنا کہ تو نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا، اس کا یہ مطلب ہوگا کہ تو نے اس طلقت کا تکلم کیا تھا جو مزیل مِلک تھا، لہٰذا تیری مِلک زائل ہوگئی، پس اس وقت زوجہ مدعیہ زوالِ ملک ہے اور زوج منکر، لہٰذا بارِ ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے لئے انکار کافی ہوگا۔

ظاہر روایت میں حقیقت پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب زوج استثناء کا دعویٰ کرے اور عورت اس کو تسلیم نہ کرے تو بارِ ثبوت عورت کے ذمہ ہے اور روایت نوادر میں بضرورت احتیاط فرج وفساد زمان ظاہر پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بیّنہ زوج کے ذمہ ہے اور جب کہ زوج تکلم بکلمۂ کفر کا اقرار کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک ایسے اَمر کا بھی دعویٰ کرتا ہے جو مانع کفر ہے، تو اس وقت وہ صرف منکر ہے اور کسی حیثیت سے بھی مدّعی نہیں ہے، کیونکہ جس اَمر کا اس نے اقرار کیا ہے یعنی نفس تکلم وہ بنفسہ موجب کفر نہیں ہے، بلکہ موجب کفر وہ قصد ہے جو کلمہ کفر سے متعلق ہو اور قصد کا نہ وہ حقیقۃً اقرار کرتا ہے اور نہ ظاہراً پس وہ کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے، اس حالت میں زوجہ کا اس کے عذر کو قبول نہ کرنا اور ارتداد و زوالِ مِلک کا دعویٰ کرنا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جس کو زوج نہ صراحۃً تسلیم کرتا ہے نہ دلالۃً، لہٰذا بارِ ثبوت سراسر

زوجہ کے ذمّہ ہوگا اور شوہر کے لئے انکار کافی ہوگا، فافترقا، پس ردّت کو طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر بعض احکام میں طلاق کو ردّت پر قیاس کیا جاوے۔

جیسا کہ فقہاء نے تنازع زوجین فی انہ قال فی قول النصاریٰ ام لا پر دعویٰ استثناء کو قیاس کیا ہے، کما یظہر من روایۃ قاضی خاں السابقۃ تو یہ قیاس قیاس اولویت ہے اور مقبول ہوگا، کیونکہ جب طلاق میں زوج ایک جہت سے مقر بالبینونۃ ہے کما مر، اور باایں ہمہ اس کا قول بلا بیّنہ کے مقبول ہوسکتا ہے تو ردّت میں جہاں وہ کسی جہت سے بھی بینونت کا اقرار نہیں کرتا اس کا قول بالاولیٰ مقبول ہوگا۔

ہمارے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ طلاق میں تو اختلاف فرمایا اور زوج پر بیّنہ لازم کئے، مگر واقعہ ردّت میں زوج پر بیّنہ لازم نہیں کئے بلکہ صرف زوجہ سے شہادت طلب کی اور کہا کہ اگر عورت شہادت نہ قائم کرسکے تو دعویٰ خارج کردیا جائے گا، بادی النظر میں شاید کسی کو بیان مذکورہ بالا پر یہ شبہ ہو کہ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر زوجہ شہادت سے ثابت کردے کہ زوج نے فی قول النصاریٰ نہیں کہا تو تفریق کردی جائے گی، حالانکہ اس شہادت سے صرف تکلم بکلمۂ کفر ثابت ہوگا، اور صرف تکلم کا ثابت ہوجانا کفر کا ثابت ہونا نہیں ہوتا، جیسا تم نے اُوپر کہا ہے پس شہادت سے کفر ثابت نہ ہوا، تو اس شہادت کی بناء پر تفریق کیوں کی جاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں شہادت سے کفر ثابت نہیں کیا گیا، اور اس کی بناء پر تفریق نہیں کی گئی، بلکہ کفر جس چیز سے ثابت ہوا کرتا ہے یعنی قصد، زوج اس کا اقرار خود کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ایک واقعہ کا بھی دعویٰ کرتا ہے یعنی حکایت عن النصاریٰ، اور یہ اَمر متعلق شہادت کا ہوسکتا ہے، اور جب زوجہ نے اس واقعہ کا انتفاء شہادت سے ثابت کردیا اور تکلم بکلمۂ کفر قصداً خود زوج کے اقرار سے ثابت تھا، اس طرح کفر ثابت ہوگیا، لہٰذا قاضی کے لئے تفریق کا حکم لازم ہوگیا۔

دوسری وجہ عدم صحت قیاس کی یہ ہے کہ واقعۂ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف امام محمد

رحمہ اللہ کی روایت موجود تھی، فقہاء نے بضرورت اس کو اختیار کر لیا، اور واقعۂ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف ہمارے علم میں اصحاب مذہب کی کوئی روایت نہیں ہے جس پر مصرحین لا یصدقہ القاضی اعتماد کر سکیں۔ پس اُن کا واقعہ ردّت کو واقعۂ طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسری وجہ اس عدم صحت کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں امر فرج اہم تھا، اور اس کا کوئی معارض موجود نہ تھا، لہٰذا انہوں نے ابتدائی روایت نوادر پر اعتماد کر لیا اور ظاہر روایت کو چھوڑ دیا، لیکن واقعہ ردّت میں اَمر ایمان امر فرج سے زیادہ اہم ہے اس لئے اس کو معاملہ فرج پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اگر وہاں فرج قابل حفاظت ہے تو واقعہ ردّت میں ایمان اس سے زیادہ قابل حفاظت ہے، اور وہاں اگر حفاظتِ فرج میں احتیاط ہے تو یہاں حفاظتِ ایمان میں احتیاط ہے۔

اس لئے بھی واقعہ ردّت کو واقعہ طلاق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، یہ گفتگو تو اس وقت ہے جب کہ روایت **لا یصدقہ القاضی** کا مبنٰی قیاس بر طلاق ہو، جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر اس کا مبنٰی کچھ اور ہو تو اُس وقت گفتگو یہ ہے کہ اس وقت وہ یا مطلق ہے یا مقید بشرط اتہام، پس اگر وہ مقید ہے تو واقعہ سے غیر متعلق ہے، اور اگر مطلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت سیر کبیر کا معارضہ و مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ روایت سیر کبیر ظاہر الروایت اور اصل مذہب ہے اور اس کا مبنٰی معلوم نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس روایت **لا یصدقہ القاضی** کا مبنی بناء بر ظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہٰذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہو سکتا، اور اس بناء پر اصل مذہب یعنی روایت سیر کبیر کو نہیں چھوڑا جا سکتا اور اگر روایت مذکورہ کو چھوڑا بھی جائے اور اس جزئیہ پر اعتماد بھی کیا جائے تب بھی واقعہ زیر بحث میں اس سے ہمارے مقصود کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا، کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت قاضی خاطی کو متہم سمجھے جیسا کہ بقولنا اب دیکھنا یہ ہے الخ بیان کیا گیا، اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے۔ اور واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی معقول وجہ

نہیں ہے اور محض احتمالات ناشی عن غیر دلیل وجہ اتہام نہیں ہو سکتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت **لا یصدقه القاضی** سیر کبیر کے معارضہ میں اس وقت پیش ہو سکتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا مبنی قیاس بر طلاق نہیں ہے بلکہ روایت سیر کبیر کے خلاف اصحاب مذہب میں سے کسی کی روایت ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ اس روایت مخالفہ پر اعتماد ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ وہ مقید بشرط اتہام نہیں ہے بلکہ مطلق ہے، اور جب تک یہ اُمور طے نہ ہوں اس وقت تک یہ روایت روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں نہیں پیش ہو سکتی اور یہ امور ہنوز طے نہیں ہوئے، لہٰذا اس روایت سے معارضہ نہیں ہو سکتا۔

عدم قبولِ قاضی عذر صاحب واقعہ کی بحث تو ختم ہوئی اور ثابت ہو گیا کہ نہ قاضی محتاط کو اس کے عذر کے رَد کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قاضی مشدد کو۔

اب ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے، کیونکہ زوجہ کے پاس اس کے انتفاء کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یعنی نہ اُس کے پاس اُس کے انتفاء کی شہادت ہے اور نہ ذاتی طور پر اس کو اس کا انتفاء معلوم ہے اور نہ زوج کسی درجہ میں اس کے انتفاء کا اقرار کرتا ہے پس وہ زبردستی اس پر ردّت کا الزام کیسے لگا سکتی ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں عذر عدم اختیار عند القاضی بھی مقبول ہے اور عند الزوجہ بھی، پس کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ اُس پر ردّت کا الزام قائم کرے اور اس کی زوجہ کو بائن کہے، اس تحقیق کے بعد ہم اُن شبہات کو تفصیل وار نقل کر کے اُن کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جو کہ واقعہ زیر بحث پر ہو سکتے ہیں۔

شبہ اوّل

ہم نہیں مانتے کہ وہ غیر مختار تھا، کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو سکوت پر تو اختیار تھا، انتہی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اس کا قصد تکلم بکلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا، جو کہ رکن ردّت ہے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا، پس اگر کوئی احتیاط سے کام نہ لے اور اس کی بے احتیاطی کے سبب بلا قصد

اس سے کلمۂ کفر صادر ہو جائے تو اس کو یہ نہ کہا جائے گا، کہ اُس نے بقصد و اختیار کلمۂ کفر کا تکلم کیا، مثلاً سکران قبل از سُکر جانتا تھا کہ سُکر کے بعد میری زبان میرے قابو میں نہ رہے گی، اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں میری زبان سے کلمۂ کفر نکل جاوے، تو اگر بحالت سُکر اس کے مُنہ سے کلمۂ کفر نکل گیا، تو اس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے قصداً کلمہ کفر کو زبان سے نکالا، کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو ترک سُکر پر تو قابو تھا، پھر اس نے اس کو ترک کیوں نہ کیا، اور جب کہ سُکران کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا، اگر چہ اس نے سُکر کا ارتکاب کیا ہو، جس کی شریعت نے اُس کو ممانعت بھی کی تھی، تو صاحب واقعہ کی نسبت کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ترک تکلم کیوں نہ کیا، حالانکہ صاحبِ واقعہ کئی وجہ سے سُکران سے زیادہ معذور ہے،

(۱) اوّل اس لئے کہ سُکران بالقصد سبب مزیل اختیار کا ارتکاب کرتا ہے اور صاحب واقعہ کے قصد و اختیار کو سبب مزیل اختیار میں کچھ دخل نہ تھا۔

(۲) دوم اس لئے کہ سُکران جس اَمر کا قصد کرتا ہے اس کے لئے زوال اختیار لازم ہے، یعنی شرب سُکر اور صاحب واقعہ جس کا قصد کرتا ہے اُس کے لئے زوال اختیار لازم نہیں، یعنی تکلم بکلمۂ صحیحہ (و بین الوجهین فرق فليتنبه)

(۳) سوم اس لئے کہ سکران شرب سکر کے وقت اس کا خیال نہیں کرتا کہ اس کے مُنہ سے کیا نکلے گا، اور صاحب واقعہ تکلم کے وقت حتی الوسع اس کا اہتمام کرتا تھا کہ میرے منہ سے صحیح کلمہ نکلے اور غلط نہ نکلے، پس جب کہ باوجود ان وجوہ فرق کے سکران کو مسکر کی بناء پر مختار نہیں کہا جا سکتا ہے، تو صاحبِ واقعہ کو ترکِ سکوت کی بناء پر کیسے مختار کہا جا سکتا ہے، رہا یہ اَمر کہ اس نے سکوت نہ کیا، سو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جس وقت تکلم کا قصد کرتا تھا اُس وقت سمجھتا تھا کہ میں صحیح تکلم کر سکوں گا، لیکن صدور کلمات کے وقت اس پر سبب مزیل اختیار طاری ہو جاتا تھا، اور اس سے غلطی ہو جاتی تھی، رہی یہ بات کہ جب وہ ایک دو دفعہ آزما چکا تھا تو پھر اس کو یہ شُبہ کیوں نہ ہوا کہ شاید مجھ سے

پھر غلطی ہو جاوے تو اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ وہ بے چارہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے، کیونکہ یہ کھٹکا تو اس کو اپنے ہر تکلم کے وقت ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض احتمالاتِ عقلیہ ہیں، اور اثباتِ ردّت کے لئے احتمالات عقلیہ کافی نہیں ہو سکتے اور جو حالت اس پر طاری تھی اس کا اندازہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا، اور وہ نہیں جان سکتا کہ داعی الی التکلم کیا چیز تھی، بلکہ اس کو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

شبہ دوم

ہم نہیں مانتے کہ اُسے اختیار نہ تھا، کیونکہ وہاں کوئی سبب مزیل اختیار نہ تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ آخر اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اس پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لکھتا حالانکہ اس نے کوئی سبب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نہ لکھنا تو درکنار خود اس کا نہ جاننا بھی اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ بہت سے آثار آدمی کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے اسباب کا اس کو علم نہیں ہوتا۔

شبہ سوم

اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبتِ زید ہوگی اور محبت آدمی کو درجہ اضطرار وسقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، کیونکہ اگر محبت درجۂ اضطرار تک پہنچا دیتی، تو حدیث میں اطراء سے ممانعت نہ ہوتی، اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ احتمال بسببِ محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے اور صاحب واقعہ کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ اَمر مفہوم ہو، بلکہ یہ احتمال دو وجہ سے خلاف واقعہ ہے اوّل اس لئے کہ صاحبِ واقعہ واقعاتِ مذکورہ فی مکتوبہ کو اپنی محبت کا مبنٰی بتا رہا ہے، اور محبت کو واقعات مذکورہ کا سبب نہیں کہتا، دوسرے اس لئے کہ محبت اوّلاً بالذات دل پر اثر کرتی ہے نہ زبان پر۔

پس اگر محبت اس کا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اس کا اثر پڑنا چاہئے تھا، محبت سے زبان کا بے قابو ہو جانا اور دل پر کچھ اثر نہ ہونا یعنی عقائد کا تغیر سے محفوظ رہنا محض بے معنی ہے، ثانیاً یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، ایک ایسا دعویٰ

ہے جس کو نہ عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ اطباء، عشاق تو یہ کہتے ہیں۔

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم سر برآرد چوں علم کا ینک منم
رغم انفم گیردم ثاکہ دوگوش کائے مدمّغ چوں ہمی پوشی بپوش

ایضاً کہتے ہیں۔

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد صبح آمد شمعِ او بیچارہ شد
عقل چوں شحنہ است چوں سلطان رسید شحنۂ بے چارہ در کنجے خزید

اور اطباء عشق کو جنون کی قسم قرار دیتے ہیں، ثانیاً دعویٰ مذکور پر نہی اطراء سے استدلال صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، بعض درجات مزیل اختیار ہیں، اور بعض غیر مزیل ہیں، پس اس کے مخاطب ارباب ہوش واختیار ہیں، نہ کہ عشاق مسلوب العقل اور مجانین غیر مکلف۔

شبہ چہارم

اگر بالفرض محبت آدمی کو حدِ اضطرار وسلب اختیار تک پہنچا دیتی ہے تو وہ نادر ہے اور اُن اسباب عامہ سے نہیں ہے جن کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے، اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبتِ زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے، اور نہ ہمارے ذمہ اس کی تعیین لازم ہے، ہمارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اس کا سبب ہو تو اس کو نادر کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اس کو اسباب عامہ معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کہنا عجیب ہے، کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء میں جنون بھی داخل ہے اور عشق جنون کی ایک قسم ہے، کما صرح بہ الاطباء و یعرفہ من جربہ اور عرف احوال العشاق۔

شبہ پنجم

اگر محبت اس کا سبب نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے

جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا، اس لئے اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اس کو کالعدم سمجھا جائے گا، پس گو صاحب واقعہ حقیقۃً مختار نہ ہو مگر اس کو حکماً مختار کہا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں حکم عدم ردّت کا منشاء یہ نہیں ہے کہ رکن ردّت پایا جاتا ہے، لیکن مانع خارجی کی وجہ سے اس کا حکم ثابت نہیں ہوسکتا، تاکہ اس پر یہ سوال ہو سکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں نہ قصد فعل موجب کفر متحقق ہے اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردّت ہیں، پس یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردّت ہی متحقق نہیں ہے، اس لئے صاحب واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جا سکتا، مثلاً روایت سیر کبیر منقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کلمۂ کفر المسیح ابن اللہ کہا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول نصاریٰ بھی کہا تھا، اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسباب عامہ مثل جنوں یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقتِ ردّت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، یا مثلاً کسی نے سکر محرم کا ارتکاب کیا، اور اس حالت میں اس نے کلمۂ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ وہ مرتد ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا، حالانکہ سکر محرم عذر شرعی نہیں ہے، لیکن وہ چونکہ وہاں تبدّل اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، اس لئے اس کو مرتد نہیں کہا جا سکتا، چنانچہ کشف الاسرار شرح اُصول بزدوی میں ہے:

قوله لا ن السكر جعل عذرا اشارةً الى الجواب عما يقال قد جعل السكر المحظور عذرًا فی الردّة حتى منع صحتها فيجوزان يجعل عذرًا فی غيرها ايضًا فقال عدم صحة الردة لفوات ركنها و هو تبدل الاعتقاد لا لان السكر جعل عذرا فيها بخلاف ما يبتنى علے العبارة من الاحكام مثل الطلاق والعتاق والعقود لان ركن التصرف قد تحقق فيها من الاهل مضافًا الى المحل فوجب القول بصحتها.

پس اس وقت یہ پوچھنا صحیح نہ ہوگا کہ بتلاؤ عذر صاحب واقعہ اعذار معتبرہ عند الفقہاء میں سے کس میں داخل ہے۔ یہ جوابات تو ان اعتراضات کے تفصیل وار تھے، اب ہم سب کا ایک جواب اجمالی دیتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ تھا، بلکہ مختار تھا، اور اس کا نتیجہ ہونا چاہئے کہ وہ دیانۃً بھی مرتد ہو اور قضاءً بھی اور اس پر مرتد کے تمام احکام جاری کیے جائیں، کیونکہ اُس نے بحالت صحتِ عقل و درستی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ بلکہ محض اپنی خوشی سے ایک ایسا فعل کیا جو موجب کفر تھا، اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں، پس اس پر احکام مرتد حقیقی کیوں جاری نہ کیے جائیں، حالانکہ واقعہ کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا، پس لازم ہے کہ یہ تمام خدشات مخدوش ہوں۔

شبہ ششم

اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا، لیکن قاضی اس کو نہیں مان سکتا، کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اُس کا بیان خلاف ظاہر ہونے کے سبب نا مسموع ہوگا، اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ واقعہ صدور کلمات قاضی کے نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہو یا اوّلاً وہ اقرار صدور کلمات کرے اور دوسرے وقت وہ عذر کرے، لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے، اور نہ صاحب واقعہ ایک وقت اقرار کر کے دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے، بلکہ وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے، اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا عذر نا مقبول ہے۔

ثانیاً اس کو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا سبب ظاہر نہیں، بلکہ اس کے لئے اور اُمور کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا، مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا ثبوت اُس کے بیان سے ہوا، یا کسی اور دلیل سے، اور اگر اس کے بیان سے ہوا تو اُس نے کیوں اقرار کیا، اور کن الفاظ سے اقرار کیا، اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے، اقرار سے کچھ دیر کے بعد کرتا ہے یا اقرار کے ساتھ ہی یا خود اس اقرار ہی میں عذر موجود

ہے، اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے، آیا دین دار ہے یا بد دین، چالاک ہے یا بھولا وغیرہ۔ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کر لی جاوے، اور اس کے بعد بھی وہ متہم معلوم ہو، اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تاویل خلاف ظاہر ہے۔

ثالثاً یہ کنجکاؤ کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق وخلع وغیرہ حقوق العباد میں کی جاتی ہے، اور ردّت میں یہ کاوش نہیں کی جا سکتی، دیکھئے واقعہ سیر کبیر میں باوجودیکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہم نے زوج کو المسیح ابن اللہ کہتے سُنا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے فی قول النصاریٰ نہیں سنا، حالانکہ فی قول النصاریٰ ایک ایسا فقرہ ہے جو مسموع ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے، اس لئے صرف اس کے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے، اور ردّت یا بینونت کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ (زوج کا بیان خلافِ ظاہر ہے، کیونکہ جن لوگوں نے مسیح ابن اللہ سُنا، انہوں نے فی قول النصاریٰ کیوں نہ سُنا، پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اُس نے یہ لفظ نہیں کہے، اور اس وقت جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بینونت وردّت سے گریز کرتا ہے، پس ضرور عورت کے دعوے کو قبول کرنا چاہئے) پس جبکہ قاضی اس قائل سے یہ نہیں کہتا تو وہ بے چارہ صاحب واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے۔

شبہ ہفتم

فقہاء کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص ایک کلمہ مباحہ بولنا چاہے، اور اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکل جاوے تو وہ فیما بینہ وبین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، اس تصریح کی بناء پر صاحب واقعہ کی تصدیق نہ ہونی چاہئے۔

(۱) اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ روایت فقہا محتاطین کے مسلک کے خلاف ہے، کما مَرّ۔ (۲) ثانیاً: روایت سیر کبیر اس کے مخالف ہے، اور یہ روایت سیر کبیر کی روایت کا معارضہ بھی نہیں کر سکتی، اس کے مقابلہ میں راجح ہونا تو درکنار۔

(۳) ثالثاً: اُوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس جزئیہ کا مبنٰی بظن غالب ایک قیاس

غیر صحیح ہے، یا کم از کم اس کا مبنیٰ معلوم نہیں۔

(۴) رابعاً: فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی مل جاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالبینونۃ نہ کرنا چاہئے۔ کما سبق، لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور بینونۃ کے لئے کوئی روایت ضعیف بھی مل جاوے جس کا مبنیٰ معلوم نہ ہو، یا اس کا مبنیٰ ایک قیاس غیر صحیح ہو، تب بھی اس کی تکفیر کر دینی چاہئے اور بینونۃ کا حکم کر دینا چاہئے، پس ان وجوہ سے یہ جزئیہ نا قابل التفات ہوگا، اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قاضی خاطی کو متہم سمجھے اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے، اور واقعہ زیر بحث میں اتہام صاحب واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اسے متہم نہیں کر سکتے، پس یہ جزئیہ نا قابل التفات ہے، یا واقعہ زیر بحث سے غیر متعلق، اس لئے اس کو اس واقعہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

شبہ ہشتم

اچھا اگر ضابطہ سے اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم نہیں ہے تو بنا بر احتیاط تو اس کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا فتویٰ نہ دیا جاوے، کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے کہ گو تم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر کہتے ہیں، لہٰذا تم تجدید ایمان و نکاح کرو، وھو کما تریٰ، پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط کا دعویٰ نہیں کر سکتے، جو کہ سیر کبیر میں معاملۂ ردّت کا فیصلہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ نہ کہیں کہ زوج نے فی قول النصاریٰ نہیں کہا تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جاوے گا، اور بینونت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں دیتے۔

شبہ نہم

فقہاء کہتے ہیں ما یکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح وما فیه خلاف یومر بالتوبة والاستغفار و تجدید النکاح اور صاحب واقعہ نے جو کلمات

کہے وہ بالاتفاق کلمات کفر ہیں، تو پھر تجدید ایمان ونکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالاتفاق کلمۂ کفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاوے گا، خواہ اس نے وہ کلمہ بالقصد کہا ہو یا بلا قصد، اور اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جس کا کلمہ کفر ہونا مختلف فیہ ہو، تب احتیاطاً اس کو توبہ واستغفار وتجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا (اھ)۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصداً کوئی ایسا فعل صادر ہو جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلانِ نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً اس سے کہا جاوے گا کہ تو توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کر لے تاکہ تیری زوجہ بالاتفاق حلال ہو جاوے، قصداً کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ بدون قصد کے ردّت متحقق ہی نہیں ہو سکتی۔ نہ بالاتفاق نہ بالاختلاف، کیونکہ قصد رکن ردّت ہے۔

شبہ دہم

عالمگیری میں ہے: رجل اقرانه کان اقرو هو صبی لفلان بالف درهم وقال الطالب بل اقررت بها لی بعد البلوغ فالقول قول المقر مع یمینه وکذلک لوقال اقررت له بها فی حالة نومی و کذلک لوقال اقررت بها قبل ان اخلق و لو قال اقررت له وانا ذاهب العقل من برسام اولمم فان کان عرف انه کان اصابه لم یلزمه شیٔ و ان کان لا یعرف ان ذلک اصابه کان ضامناً للمال ، کذا فی المبسوط .

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم ہو تو وہ عذر مقبول ہوگا، اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم نہ ہو تو وہ مقبول نہ ہوگا، گو اِقرار کے ساتھ موصول ہی ہو پس چونکہ صاحب واقعہ کا عذر بھی ایسا ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہے، اس لئے اس کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہی ردّت کا اقرار پر، اور جس طرح ردّت کا

طلاق پر قیاس صحیح نہیں کمامرّ یونہی اس کا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ جس طرح الفاظ طلاق بینونت کے لئے موضوع ہیں یوں ہی اقرار ثبوت حق غیر کے لئے موضوع ہے، پس جب کہ وہ اقرار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ ثبوت حق غیر کا اقرار کرتا ہے، پس جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا تو اب گویا کہ وہ حق ثابت کو دفع کرتا ہے اس لئے اس کا بیان بدون دلیل کے مقبول نہ ہوگا، برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ صدور الفاظ کا اقرار کرتا ہے، اور نفس صدور الفاظ نہ موجب ردّت ہے، اور نہ اُن کا تعلق بالذات حق غیر یعنی بینونتِ زوجہ سے ہے، کیونکہ ردّت کا تعلق تو قصد وارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے، اور بینونت کا تعلق بطور لزوم کے ردّت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے، کیونکہ وہ بینونت کے لئے موضوع نہیں، پس صاحب واقعہ کا الفاظ معلومہ کا اقرار کرنا، نہ اقرار ردّت ہوگا، نہ اقرار بینونت، پس اس کا عذر بیان کرنا موجب اقرار کا ابطال نہ ہوگا، فافترقا۔

جب یہ معلوم ہوگیا تو اَب سمجھو کہ کفر صاحب واقعہ نہ اتفاقی ہے اور نہ اختلافی، لعدم تحقق حقیقۃ الردّۃ کما سبق تفصیلہٗ پس اس کو وجوباً یا استحباباً تجدید نکاح کا فتویٰ تو نہیں دیا جاسکتا، لیکن اگر کوئی تنزہاً تجدید نکاح کرلے تو اس کو اختیار ہے۔

حاصل تحقیق وتنقید مذکورہ بالا یہ ہے کہ رُودادِ واقعہ کو پیش نظر رکھ کر نہ صاحب واقعہ پر دیانۃً کفر وارتداد و بطلانِ نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ قضاءً اور نہ بنا بر احتیاط تجدید ایمان ونکاح کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ صاحب واقعہ نے یہ الفاظ بحالت صحت وعقل و درستی ہوش وحواس اختیاراً اور بالقصد کہے ہیں تب تو اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے، اور اگر درحقیقت وہ معذور اور مجبور تھا، اور یہ الفاظ اس سے بلا قصد واختیار صادر ہوئے تو وہ معذور ہے، اور نہ اُسے تجدید ایمان کی ضرورت ہے، اور نہ تجدید نکاح کی، اب وہ خود فیصلہ کرلے کہ کیا صورت تھی، ھذا ما عندنا واللّٰہ اعلم بالصواب۔

دو ضروری باتوں پر عامہ مسلمین کو تنبیہ

یہ تو واقعہ کی تحقیق فقہی تھی، اب ہم عام مسلمانوں کو دو ضروری اور قابل تنبیہ اُمور پر متنبہ کرتے ہیں: اوّل یہ کہ فقہاء جو تکفیر مسلم میں احتیاط بلیغ سے کام لیتے ہیں جس کا تحقیق مذکورہ بالا میں تفصیلی بیان ہو چکا ہے، اس سے مسلمانوں کو جرأت نہ ہونی چاہئے، کیونکہ جب محتاط فقہاء مسلمان کی طرف کفر کی نسبت کرنے کو اتنا بُرا سمجھتے ہیں کہ جب تک اُن کو گنجائش ملتی ہے اس وقت تک وہ کسی مسلمان کی طرف اس کو منسوب نہیں کرتے، تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب کس قدر بُرا ہوگا، پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال بعید اور وہم بھی ہو اس سے بھی نہایت درجہ احتراز کریں، کیونکہ کفر سے بڑھ کر حق سبحانہٗ کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے، چنانچہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حق سبحانہٗ تمام جرموں کو معاف کر دیں گے مگر کفر کو معاف نہ کریں گے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر شدید جُرم ہے اور اس سے بچنا کس قدر ضروری ہے۔

دوم یہ کہ اہل اللہ سے (خواہ وہ کوئی ہوں) عداوت اور کینہ نہ رکھیں، اور خواہ مخواہ ان پر بدگمانی اور طعن و تشنیع نہ کریں، کیونکہ حدیث شریف میں اُن سے دشمنی رکھنے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے، اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اُسے اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔

تذبیب متضمن توضیح بعض اجزائے اصل واقعہ از صاحب واقعہ

احقر سلخ شوال ۱۳۳۶ھ کو کان پور گیا ہوا تھا، ۳ ذیقعدہ کو جو وطن واپس آیا تو ایک نووارد صاحب نے جو مشاہدہ و مکالمت سے صالح الدین و صالح العقل معلوم ہوئے، مجھ کو ذیل کا رُقعہ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جس کے متعلق رسالہ ہذا میں فتاویٰ مذکور ہیں، انہی صاحب کا ہے، چونکہ اس رقعہ سے ان کی معذوری کی مزید توضیح ہوتی ہے اور خصوص اس شبہ کا کہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا۔

ایک دوسرا جواب علاوہ تقریر مذکور قولہ یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا الخ وقولہ شبہ اوّل الخ کے نکلتا ہے، فی قولہ ہذہ الواقعہ جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت سے خارج ہے، الیٰ قولہ سکوت لازمی تھا، جو کہ اس وقت یہی اختیاری اَمر تھا، فقط، اس لئے اس رقعہ رسالہ ہذا سے الحاق مناسب معلوم ہوا۔ وھی ہذہ۔

(بعد القاب وآداب)

احقر غالباً ۲ ذیقعدہ کو خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوا، حضور کانپور تشریف لے گئے تھے، میری خوش قسمتی سے دوسرے ہی روز حضور تشریف لے آئے، جس روز تشریف لائے تھے، اُس روز تو عرض حال بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اور دوسرے روز موقع تو ملا لیکن چند عوارض درپیش آنے سے سکوت ہی اختیار کیا گیا آخر تا کجے، بغیر عرض کئے نہ میرا مطلب ہی حل ہوتا ہے اور نہ حضور کو میرے حال سے واقفیت ہوسکتی ہے یہ مسکین اس لائق تو ہے نہیں کہ زبانی عرض کر سکے، اور نہ تحریری، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ناچیز کی وجہ سے شورش پسندوں نے حضور پر ناجائز حملے کئے جو کہ محض بے بنیاد اور نفس پرستی سے ملوث تھے، کاش ایسا خواب اس پُر معاصی کو نہ آتا، تو حضور پر ظالموں کو زبان درازی کا موقع ہی نہ ملتا، اس لئے حضور کو مُنہ نہیں دکھا سکتا، کہ حضور پر جو کلفتیں اہل دنیا کی طرف سے زبان درازی کی پڑی ہیں، اُن کا سبب یہ عاجز ہے، لیکن کیا کروں، خواب کو آتے ہوئے کو روکنا میرے اختیار میں نہ تھا، اس لئے معذور ہوں، لیکن ایسے خواب کا صدور اس نالائق سے ہونا موجب ندامت ہے، دراں حالیکہ اس مسکین نے حالتِ بیداری میں اپنی ایسی حالت پر ندامت بھی کی، اور دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بڑی گستاخی ہوئی ہے اس واسطے اس غلطی کے تدارک میں ارادۂ رسول علیہ السلام پر درود شریف پڑھا، لیکن وہاں بھی وہی غلطی ہوئی۔ گویا کہ جس معصیت سے توبہ کرتا ہوں اور ارادۂ دُور بھاگتا ہوں، وہی صورت مجبوراً درپیش ہوتی ہے، جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت سے

خارج ہے تو محض سکوت اختیار کیا گیا، دراں حالیکہ صدور معصیت پر توبہ سے ارادۂ توقف خود معصیت ہے لیکن جب کہ توبہ ہی معصیت ہوگئی تو معصیت اور توبہ (معصیت پر معصیت) دونوں سے سکوت لازمی تھا اس لئے سکوت اختیار کیا گیا جو کہ اس وقت یہی اختیاری اَمر تھا، اس واقعہ پر شورش پسندوں نے غل مچادیا، ان ظالموں کے فہم وادراک پر سخت افسوس ہے کہ جو کچھ اُن کے مُنہ میں آیا، دل کھول کر کہا، حالانکہ میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل ندامت تصور کررہا ہوں، افسوس کہ نہ تو میں ایسے خواب کا ارادۂ خواہش مند تھا اور نہ خواب آنے پر ہی خوش ہوا، اور نہ بطور آزمائش ایسے الفاظ کا تکرار ہی کیا، کہ اب دیکھیں وہی زبان سے نکلتا ہے، یا کچھ اور نہ شوقیہ ہی اس کی طرف رغبت تھی۔ صرف غلطی تو یہ ہوئی کہ میں نے اس خواب کو حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا، سو یہ حرکت اس لئے ہوئی کہ نہ تو میری نیت میں کوئی فساد تھا، اور نہ ہی علم غیب تھا، کہ اس کو اُلٹا سمجھنے والے بھی موجود ہیں، اپنے مکان پر آج تک ایسے بے بنیاد شورش کا علم ہی نہیں ہوا، صرف ایک دوست سے معمولی سی بات سُنی تھی کہ کسی پرچہ میں اس خواب پر مولانا صاحب کے برخلاف مضمون شائع ہوا ہے، پھر اُسی دوست نے لُدھیانہ سے مجھ کو کارڈ کے ذریعہ سے تحریر کیا کہ مولانا صاحب کے برخلاف بڑی شورش ہوئی، اور اس کا سبب تم ہو، اس لئے مناسب ہے کہ تم کسی پرچہ میں اس شک کو رفع کرو، جو مولانا صاحب کی نسبت لوگوں میں پیدا ہوگیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں بحوالہ آیت جعلنا لکل نبی عدوّا یہ لکھا کہ جب ہر نبی کے دشمن ہوئے تو مولانا صاحب وارث الانبیاء ہیں، اس واسطے اگر مولانا صاحب کے ناحق درپے ہو جاویں تو کیا تعجب ہے بلکہ لوگوں کا ناحق درپے آزار ہونا مولانا صاحب کے لئے موجب ترقی درجات ہے۔ یہی تصور کرکے کسی پرچہ میں مخالفین کے برخلاف مضمون شائع کرنے سے باز رہا، اور نہ مجھ کو اتنی لیاقت ہی ہے کہ پرچہ میں میرے مضامین شائع ہونے کے قابل ہوں، اب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گاڑی پر سوار ہوا

تو لُدھیانہ میں چونکہ والدین ہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اس لئے لُدھیانہ چند روز ٹھہرا، تو معلوم ہوا کہ شورش پسندوں نے اس واقعہ کو بہت دُور تک پہنچایا ہے، آخر تھانہ بھون میں حاضر ہوا تو اتفاقیہ ''الامداد'' زیرِ طبع میں وہی مضامین تھے، مسجد میں ایک ذاکر صاحب کے پاس رسالہ ''الامداد'' بابت ماہ جمادی الثانی ۲۶ھ مطالعہ سے گزرا، اس میں وہی مضامین تھے، ایک ذاکر صاحب سے ملاقات ہوئی جو رام پور ریاست کے باشندے ہیں، اور انہی کی مسجد میں یہ واقعہ مجھ پر گذرا تھا، کچھ انہوں نے بھی واقعہ تازہ کردیا، اس لئے طبیعت پر رنج پر رنج تھا، اور حضور سے زبانی عرض معروض کرتے ہوئے شرم آتی تھی، اور نیز حالت بھی میری درست نہیں تھی، اس لئے دست بستہ عرض ہے کہ حضور میری بدلیاقتی سے درگذر فرما کر معافی عطا فرماویں، واقعی مجھ سے حضور کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔ باقی کچھ حالات پھر بذریعہ پرچہ عرض کروں گا' اور کچھ زبانی، یہ صرف بطور معذرت نامہ کے عرض کردیا گیا، زیادہ حدِادب۔

جواب: جواُن کو زبانی دیا گیا اس کا حاصل یہ ہے ''آپ رنجیدہ وشرمندہ نہ ہوں، لا تزرو ازرة وزر اُخریٰ آپ کا اس میں کیا جُرم ہے، اور اگر میرے رنج سے رَنج ہے، تو خود مجھ ہی کو اس لئے زیادہ رنج نہیں ہوا کہ میرا اس سے کوئی ضرر نہیں ہوا، آپ مطمئن رہئے اور جو حالات آپ کو اپنے کہنا ہوں بے تکلف کہئے، جو خدمت میرے لائق ہوگی اس میں دریغ نہ ہوگا۔

جس سے اُن کی تسلی ہوگئی، چنانچہ اس کے جواب میں اُن کے کلام سے ظاہر ہوئی جیسا کہ بالکل ان کے ابتدائی خط کے جواب میں بھی پریشانی میں اُن کی تسلی کی گئی تھی۔

اب میں خاتمہ پر اپنے اور اُن دینی بھائیوں کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے دُعا کرتا ہوں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (ترجیح خامس، ص۲۶)

❁❁❁

مثنوی زیر و بم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہاد الجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ فارسی نظم حسن و عشق کی داستان اور تصوف کی روح رواں اور سوز و گداز کے مضامین سے لبریز ہے۔ یہ نظم مثنوی شریف کی بحر میں حضرت رحمہ اللہ نے اس وقت لکھی جب آپ کی عمر صرف 18 برس تھی اور آپ کا زمانہ طالب علمی کا دور تھا۔

مصداق ایں کلام برکت نظام ایں منظوم کہ
نامش از شعر مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ

سرِّ پنہان ست اندر

زیروبم

فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

از نتائج فکر سنی حکیم الامت زبدۃ العارفین
حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
مع ترجمۂ منظوم

ترانۂ غم

از نتائج فکر وقاد
جناب قاضی عبدالصمد صاحب کان پوری رحمہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعتذار ازیں بندۂ خاکسار

بعد الحمد والتحیة لحقیقهما والصلوٰة والسلام علیٰ لئیقهما همی گوید گرفتار درد و ناله نادان هشده ❶ ساله خاک پائے درویشان و گردراه عشق کیشان در زاویه خمول افتاده و سربزانوئے گمنامی نهاده الفقیر الی الله ❷ الغنی العاجز اشرف علی غفر الغفار ذنوبه و ستر الستار عیوبه که ایں نالهائے چند بر انگیختم از سوز نهانی و ایں سوز ها بیروں افگندم از درد پنهانی هرچه درد لم ریختند ریختم و بیختند بیختم نه از قافیه آگاهم نه از ردیف اطلاعم نه ازروئے خبرے نه ازوزن بنائے نه عروض دانم نه تقطیع خوانم نه اعتراضے برمن رود نه سوالے برمن شودکه مدعی نیم اعتراف بقصورمی کنم نه مایه دارم نه بضاعتے نه سودے نه تجارتے از بے زر آید چه ساز و از بے پرچه پرواز پروبال شکسته ام وازبند اعتراض و جواب رسته ام.

والسلام فقط محررہ ۱۲۹۸ھ

اشرف علی عفی عنہ

---

❶ زیرکہ ہنگام تصنیف ایں مثنوی جناب.....دریں زمان بہ قصبہ دیو بند ضلع سہارنپور بہ تحصیل علوم عربیہ مشغول بودند محمد یعقوب الہ آبادی

❷ قال تعالیٰ واللہ الغنی و انتم الفقراء۔ محمد یعقوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے ① مرادِ عاشقان و طالباں — وے مرامِ جاں فدا سازندگاں

عاشقوں اور خواستگاروں کے مراد — جاں فدا اور جاں نثاروں کے مراد

اے ہمہ عشاق را مطلب توئی — طالباں را ملت و مذہب توئی

جملگی عشاق کا مطلب ہے تو — طالبوں کا دین اور مذہب ہے تو

اے توئی عشاق را مطلوبِ اصل — خویش را کشتہ بتوجویند وصل

تو ہی ہے عشاق کا مطلوب اصل — میٹ کر اپنے کو تیرا ڈھونڈھیں وصل

در رہِ جاناں نثارِ جاں کنند — خان و مانِ خویش را قرباں کنند

راہ میں دلبر کے جاں قرباں کریں — اور فدا اپنا وہ خان و ماں کریں

نے خبر دارند از فرزند و زن — نے خبر از غیرو نے از خویشتن

بیوی بچوں سے نہیں اصلا خبر — اپنوں غیروں سے نہیں ہیں باخبر

اے توئی مقصود و جملہ قاصداں — وے توئی معبود و جملہ عابداں

تو ہی ہے مقصود وسب ہیں قاصدین — تو ہی ہے معبود وسب ہیں عابدین

اے ② بہ پیشِ تو ہمہ سجدہ نما — ہم زمین و ہم جبال وہم سما

سامنے تیرے ہیں سب سجدہ کناں — کیا پہاڑ اور کیا زمین و آسماں

کردۂ موجود ہر معدوم را — دادۂ مطلوب ہر محروم را

---

① مثنوی هذا در بحر رمل مسدس محذوف است که فاعلاتن فاعلاتن فاعلن باشدو گاہے مقصور آید یعنی بجائے فاعلن فاعلات می شود ۱۲. ② قال الله تعالیٰ . الم تران الله یسجد لهٗ من فی السمٰوٰت و من فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب و کثیر من الناس . ۱۲ منه مدظلهٗ

کر دیا موجود ہر معدوم کو دے دیا مطلوب ہر محروم کو

میرسانی تا بخود عشاق را می نمائی نور خود مشتاق را

اپنے تک پہنچاتا ہے عُشاق کو ہے دکھاتا راہ تو مشتاق کو

عابد اں را لائقِ طاعت توئی عاصیاں را واسع الرحمت توئی

عابدوں کو لائقِ طاعت ہے تو عاصیوں کو واسع الرحمت ہے تو

ہر کہ قدر ❶ شبر آید سوئے تو یک ذراع آئی زرحمت سوئے او

جو بڑھے بالشت بھر تیری طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہے تو اُس کی طرف

یک ذراع آید کسے گر جانبت قدر باعے میر وی از رحمت

تیری جانب گر چلے وہ اک ذراع اپنی رحمت سے چلے تو ایک باع ❷

وانکہ آید مشی کردہ سوئے تو سعی بنمائی زرحمت سوئے او

آوے چل کر گر کوئی تیری طرف دوڑ کر آتا ہے تو اُس کی طرف

ایں چہ احسان ست از تو اے خدا بر چنیں الطاف تو گردم فدا

کیا ہی ہے احسان تیرا اے خدا ایسے لطفوں پر تیرے ہوں میں فدا

دادۂ مارا زمنت عشقِ خویش ہادی ایں رہ فرستادی بہ پیش

فضل سے ہے ہم کو عشق اپنا دیا بھیجا ہے اس راہ کا اِک رہنما

نام آں ہادی محمدؐ احمدؐ ست اکرم و طٰہٰ و یٰسین امجد ست

ہیں محمدؐ اور احمدؐ اُن کے نام طٰہٰ۔یٰسین۔اکرم امجد اُن کے نام

ہادی و مہدی و نور ست و کریم بُرد مارا سوئے محبوب قدیم

مہدی و ہادی و نور ہیں اور کریم لے چلے ہم کو سوئے ربِّ قدیم

گمراہان و غاویاں را رہنما ست دستگیر بیکساں بینوا ست

---

❶ (وآں حدیث قدسی ایں ست من تقرب منی شبر اتقربت منه ذراعاً و من تقرب منی ذراعًا تقربت منه باعا و من اتانی یمشی اتیته هرولةً الحدیث.)

❷ (باع: دونوں ہاتھوں کا پھیلاؤ۔۱۲۔مترجم)

بھولے بھٹکوں کے لئے ہیں رہنما　　دستگیر بیکساں و بے نوا

ہر کہ دستِ خویش دردستش نہاد　　فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ❶ يَدُ رَبِّ الْعِبَاد

ہاتھ میں اُن کے دیا ہے جس نے ہاتھ　　ہاتھ پر اللہ کا ہے اُس کے ہاتھ

قَدْ غَفَرَ❷ ما قَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه　　قَدْ عَفا ما اَخَّرَ مِنْ زِلِّهٖ

بھول چوک اُن کی خدا نے بخش دی　　خواہ اگلی خواہ پچھلی ہوں سبھی

باہمہ❸ ایں وعدہائے صادقہ　　بارہا می کرد توبہ از گنہ

باوجود ان سچے وعدوں کے مُدام　　توبہ کرتے رہتے وہ خیرُ الانام

درخبر گفتہ عَلٰے قَلْبِیْ یَغان ❹　　ایں چنیں قول و مراتب آنچناں

ہے یہ فرماں دل پہ آتا ہے حجاب　　قول ہے یہ اور مراتب بے حساب

ذوقِ عشق ایں نیست گر پس گو کہ چیست　　نیست عاشق گر نبی پس گو کہ کیست

کیفِ عشق ہے یہ نہیں پس کیا ہے جی　　گر نہیں عاشق کہو کیا ہیں نبی

منبع عشقِ الٰہی احمد ست　　مخزن حُب خدائی احمد ست

عشق مولیٰ کے ہیں سرچشمہ نبی　　حُبِّ مولیٰ کے خزانہ ہیں وہی

عشق فوارہ صفت جوشاں ازو　　عاشقاں تشنہ نمط نوشاں ازو

عشق فوارہ سا اُن سے جوش میں　　اُن سے عاشق پیاسے ہیں نوش میں

ہر کہ زاں سرچشمہ جامے نوش کرد　　محو عقل و صبر و سہو ہوش کرد

جس نے اُس چشمہ سے ایک پیالہ پیا　　عقل و صبر و ہوش سب کو تج دیا

وانکہ ماندہ دور زاں عین الحیات　　ایں حیاتِ اوست بدتر از ممات

---

❶ (یعنی بردست اوشاں دست پروردگار بندگانست اشارہ است بآیۂ کریمہ ید اللہ فوق ایدیھم ۱۲ منہ مدظلہ۔)

❷ (یعنی ہر آئینہ معاف کرد گناہ پیشینہ او وزائل نمود گناہ پسین او وگناہ مجازا گفتہ دریں بیت .... بآیۃ کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر ۔۱۲۔ منہ مدظلہ)

❸ (اشارہ است بحدیث انی (اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ ۱۲ منہ)

❹ (اے پردہ انداختہ میشود بر دل من اشارہ است بحدیث انہ لیغان علی قلبی پس ایں از عشق بود کہ اگر چیزے ماسوائے حجاب شدے استغفار فرمودے وحسرت بردے ۔۱۲ منہ مدظلہ)

جو کہ اُس سرچشمہ سے محروم ہے — گو ہے زندہ گویا وہ معدوم ہے
قلب کس از عشق و حب خالی مباد — آنکہ خالی ہست از وے نیست باد
عشق و حب سے دل کو تو خالی نہ کر — اس سے جو خالی ہو اُس کو نیست کر
عشق نورے ہست زانوار خدا — عشق سرّے ہست زا سرارِ خدا
عشق ہے اِک نور احد انوار سے — عشق ہے اِک سرّ صد اسرار سے
عشق رمزے از رموزے کُن یکُوْن [1] — اولیاء اللہ حقا عاشقون
کنزِ مخفی کے اشارے عشق میں — سچے عاشق اولیاء اللہ ہیں
عشق فانی ما سوی اللہ را کند — رمز کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا واکند
ماسوا کو عشق نے فانی کیا — مَنْ عَلَیْھا فان اشارہ کر گیا
عشق بربادی خان و ماں ہمہ — عشق سوز خانہ و دکاں ہمہ
عشق سے بربادی خان و ماں کی ہے — عشق سے سوزش مکان دکان کی ہے
عشق گر داند ازیں و آں غنی — روح و قالب را بہ بخشد روشنی
عشق کردے اِس سے اور اُس سے غنی — رُوح اور قالب کو بخشے روشنی
عشق می سازد زمال و جاں جدا — عاشقاں را نیست مطلب جز خدا
عشق جان و مال سے کردے جدا — عاشقوں کا اصل مقصد ہے خدا
عشق عاشق را بر دبالائے عرش — کم نماید از زمین قالین و فرش
عشق سے عاشق تلے ہے بامِ عرش — کم زمیں سے ہے اُنہیں قالین و فرش
عشق عاشق را کند زار و نزار — عشق عاشق را کند رُسوا و خوار
عشق عاشق کو کرے زار و نزار — عشق عاشق کو کرے رُسواء و خوار
عشق طالب را کند باحق قریب — عاشقاں را می رساندتا حبیب
عشق عاشق کو کرے رب سے قریب — عشق سے عاشق کو مل جائے حبیب

---

[1] (یعنی ایجاد و اشارہ بقول کنت کنزا، مخفیا فاحببت ان اعرف الخ۔ ۱۲ منہ)

عشق تمیز و خرد را گم کند　　عقل و ہوش و صبر رابرہم زند
عشق تمیز و خرد کو گم کرے　　عقل و ہوش و صبر کو برہم کرے
عشق چوں در قلب عاشق جا کند　　ہر چہ جز یا رست بیروں افگند
عشق جب عاشق کے دل میں جابسے　　ماسوائے یار کو باہر کرے
عشق گم سازد ہمہ جزوی حواس　　میفزاید حسِ کُلّی بے قیاس
عشق گم کرتا ہے سب جزئی حواس　　حِسِ کُلّی کو بڑھادے بے قیاس
عشق آب ست و تیمّم غیر او　　آب چوں آمد تیمّم خاست زو
عشق پانی اور تیمّم ماورا　　پانی جب آیا تیمّم چل دیا
عشق مستغنی کند از دو جہاں　　عشق عاشق را برو تالا مکاں
عشق سے عاشق نہ لے کون ومکاں　　عشق عاشق کو دکھائے لامکان
عشق ساز د زرد روئے عاشقاں　　ہم کندژ ولیدہ موئے عاشقاں
عشق کردے عاشقوں کے زرد گال　　اور سدا عاشق کے رکھے بکھرے بال
عشق معشوق ست مر عشّاق را　　من لہوب ① العشق ہم قالو بلیٰ
عشق ہی معشوق ہے عشّاق کا　　عشق کی سوزش سے چیخ اُٹھے بلیٰ
من لہوب العشق شوق الشائقین　　من لہوب العشق ذوق الذائقین
عشق کی سوزش ہے شوق شائقین　　عشق کی سوزش ہے ذوقِ ذائقین
من لہوب العشق سیر الواصلین　　من لہوب العشق طیرالکاملین
عشق کی سوزش سے پہنچیں واصلین　　عشق کی سوزش سے جائیں کاملین
عشق صادق راولے کردم بیاں　　آنکہ باشد پاک بازاں رانشاں
عشق صادق کا کیا میں نے بیاں　　جو کہ ہے بس پاک لوگوں کا نشاں

① (اشارہ است بآیۂ کریمہ الست بربکم قالوا بلیٰ یعنی جواب اوشان درروز ازل بہ بلیٰ از سوزش عشق بود و ترجمہ مصاریع عربیہ ایں کہ از سوزشہائے عشق اوشاں بلیٰ گفتند و از سوزشہائے عشق شوق شائقین است و از سوزشہائے عشق ذوق ذائقین ست و از سوزشہائے عشق سیر اہلِ وصال ست و از سوزشہائے عشق طیر اہلِ کمال است۔۱۲ منہ۔ مدظلہ)

وانچہ کاذب ہست آں فسق ست وضیق　　نسبتش فرمودہ اند اہلِ طریق
جو کہ کاذب ہے وہ فسق ہے اور ضیق　　اس کی نسبت کہہ گئے اہلِ طریق
ایں نہ عشق ست آنکہ در مردم بود　　ایں فساد خوردنِ گندم بود
یہ نہیں ہے عشق جو لوگوں میں ہے　　یہ تباہی کھانوں اور غلوں میں ہے
چونکہ صادق ہست گر باشد مجاز　　ہم حقیقت را کند دروازہ باز
ہووے گر صادق اگرچہ ہو مجاز　　وہ حقیقت کا ہے بس ایک سرّ و راز
چوں حقیقی گشت حاصل مرتُرا　　پس چہ گویم لذتِ اوبادری
جب حقیقی ہو گیا حاصل تجھے　　لطف اُس کا کیا کہوں مخلوق سے
گر نمایم لذتش را آشکار　　ایں سماء و ارض گردد بے قرار
اُس کی لذت گر کروں میں آشکار　　یہ زمین و آسمان ہوں بے قرار
گر کنم سرِّ الٰہی آشکار　　برکشند ایناں چو منصورم بدار
گر کروں سرِّ الٰہی آشکار　　مجھ کو بھی منصور سے مل جائے دار
گر کنم اظہار شوقِ عشق را　　خوف دارم لرزد ایں ارض و سما
عشق کی حالت کروں گر میں بیاں　　ڈر سے تھرائیں زمین و آسماں
گر کنم ابراز ذوقِ عشق را　　ترس دارم کایں جبال افتد زپا
عشق کی لذت کو گر ظاہر کریں　　خوف ہے مجھ کو پہاڑ آ کر پڑیں
گر کنم اعلان رمزِ عشق را　　در ہمیں ساعت شود محشر بپا
گر کروں اظہار رمزِ عشق کا　　ہو اسی ساعت ابھی محشر بپا
گر کنم رازِ نہانی را بیاں　　سوختہ گردد ہمہ کام و زباں
جو کروں رازِ نہانی کا بیان　　تو بھسم ہو جائے سب مُنہ اور زباں
زانکہ کردن فاش راز یار را　　ایں خیانت در امانت برملا
فاش کرنا یار کے اسرار کا　　ہے امانت میں خیانت برملا

ہر کہ ظاہر کرد رازِ یار را گردنِ او از تنش گشتہ جُدا
جس نے ظاہر راز اُس کا کر دیا تن سے گردن ہوگئی اُس کے جدا

ہر کہ رازِ یار را کرد آشکار ماند محروم از مراد اے کامگار
راز اس کا جس نے افشاء کر دیا اُس کو مقصد سے رہا حرماں سدا

زیں سبب فرمود آں خیر الانام اِسْتَعِیْنُوْا فِی الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ ❶
اس سبب سے کہتے ہیں خیر البشر تم چھپا کر حاجتیں ڈھونڈھو مگر

ہر کہ ظاہر کرد اسرارِ خفی پارہ پارہ شد زبانِ آن شقی
جس نے ظاہر کر دیئے رازِ نہاں اُس شقی کی ہوگئی ٹکڑے زباں

مولوی شیخ محمد تھانوی بیں چہ فرمودست اندر مثنوی
تھانہ کے شیخ محمد مولوی کہتے ہیں کیا، دیکھ اُن کی مثنوی

کلک نے چوں زیر و بم را فاش کرد غیرتِ عشقش زباں و وقاش کرد
کلک نے زیر و بم جب فاش کی عشق غیرت نے زباں بس قاش کی

ورکنم ❷ خاموشی و دم درکشم مغز اندر استخوا نہا سوز دم
صبر و خاموشی سے گر میں کام لوں ہڈیوں کے مغز کو بھی بھون دوں

گر کنی محبوس جانے نار را کنگرہ ہم سقف میسوزد ورا
گر کرے تو آگ کے موقع کو بند چھت جلے اور کنگرہ گو ہو بلند

بند گشتم چوں دریں ہر دو بلا کار بستم قول غوثِ رُوم را
جب میں ان دونوں شقوں میں آ پھنسا قولِ غوثِ روم میں نے لے لیا

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں
ہے یہی بہتر کہ رازِ دلبراں دوسروں پر ڈھال کر کر تو بیاں

❶ (ای یاری خواہید در نیاز ہا بہ پوشیدگی اشارہ است بہ حدیث استعینوا فی الحوائج بالکتمان ۱۲ منہ مد ظلہٗ۔)
❷ (ایں حکایت اہلِ حال ست کہ بادعاء شاعرانہ بخویش نسبت کردہ ۱۲ منہ مد ظلہ۔)

زیں سبب افسانۂ سازم بیاں — نیست افساں گنج اسرار است آں
کرتا ہوں اس سے میں اک قصہ بیاں — قصہ مت کہہ راز کا گنجینہ جاں
گرچہ در ظاہر نما یدداستاں — لیک ہست انفع برائے راستاں
گو کہ ظاہر میں ہے یہ اِک داستاں — سچے لوگوں کو ہے نافع بیگماں
نزدِ غافل نیست اِلّا قصۂ — نزدِ عاقل ہست کامل حصۂ
گو کہ غافل کی نظر میں قصہ ہے — پر یہ عاقل کو ہی اعلیٰ حصہ ہے
گفت کفار ایں رسول اللہ نیست — ہر چہ میخواند مقول اللہ نیست
بولے کافر یہ رسول اللہ نہیں — جو یہ کہتے ہیں مقول اللہ نہیں
ذکرِ ابراہیم و اسماعیل ہست — ذکرِ یوسف ذکرِ اسرائیل ہست
ذکر ابراہیم واسمٰعیل ہے — ذکر یوسف اور اسرائیل ہے
ذکرِ موسیٰ ذکرِ فرعون آشکار — در کلام اللہ فسانہ راچہ کار
آیا فرعون اور موسیٰ کا ہی نام — کیا کلام اللہ میں قصوں سے کام
ذکرِ مورو پشۂ و ذکرِ مگس — جز بافسانہ نبا شد ہیچ بس
چیونٹی مکھی اور مچھر کا ہے ذکر — ہے فقط قصہ کہانی ہی سے فکر
ایں نہ فہمیدند از کوریِ خویش — کیں پئے تفہیم ما آور دپیش
وہ نہ اندھے پن سے یہ سمجھے مگر — بس اُنہیں سمجھانا ہے مقصود تر
حق بفرمود ایں چنیں ہا رازبوں — ① صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ ھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ
حق نے فرمایا ہے ایسوں کو بُرا — بہرے گونگے اندھے ہیں اور ناسزا
اشرفا بودی کجا رفتی کجا — زود باز آو بیاں کن قصہ را
تھے تم اشرف کس جگہ پہنچے کہاں — جلد واپس ہو کر و قصہ بیاں

① (یعنی خدائے عزوجل اوشاں را بالفاظ صم بکم عمی و نیز بلفظ لا یعقلون یاد نمودہ است در آیت کریمہ صم بکم عمی آواے کر۔ گنگ کور ہستند پس ایشاں نمی فہمند۔۱۲۔منہ مدظلہ)

بادشاہے بود در ہندوستاں ملک گیر و مقبل و کشور ستاں
ہند میں ایک شاہ با اقبال تھا فاتح و منصور و با اجلال تھا
داشت جاہ و مال و افواج و حشم بود خُلقش عدل و انصاف و کرم
رکھتا جاہ و مال اور فوج و حشم عادت اُس کی عدل و انصاف و کرم
یک پسر بودش حسین و بس جمیل صاحبِ اخلاق و عاداتِ جلیل
ایک لڑکا اُس کے تھا کیا ہی حسین خُلق و عادت میں کوئی ہمسر نہیں
خلق نیکو از خصالِ انبیاء ست عادتِ نیک از صفاتِ اولیاء ست
نیک خلقی انبیاء کا شیوہ ہے نیک خوئی اولیاء کا شیوہ ہے
بُرد سبقت بر تمامی انبیاء با خصالِ نیک احمدؐ مجتبےٰ
ہو گئے سالارِ جملہ انبیاء نیک خلقی ہے محمد مصطفےٰ
شد بدو ممدوح رحمان و رحیم گفت حق ① اِنَّکَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیم
ہے خدا سے اُن کے حق میں خود مقول آپ ہیں اعلیٰ صفت پراے رسول
گفت احمد مصطفےٰ شافی زعی اَحْسَنُ ② الْاَخْلَاقِ اَرْضَاکُمْ اِلَی
جہل سے شافی محمد کہتے ہیں بھاتے مجھ کو خو جو اچھی رکھتے ہیں
الغرض آں شاہزادہ خوش خصال زندگی کردے باطمینان بال
الغرض وہ شاہزادہ خوش خصال زندگی کرتا باطمینان حال
غم نہ گشتے گرد قلب خرمش باندیما می نمودے عیش خوش
اُس کے خوش دل پاس تھا غم کا نہ نام عیش خوش کرتا جلیسوں سے مدام
عیش ③ دنیا نافدست و فانی ست انچہ عند اللہ باشد باقی ست
عیش دنیا نیست ہے فانی ہے وہ اور جو عند اللہ ہے باقی ہے وہ

① (اشارہ است بآیت کریمہ و انک لعلی خلق عظیم اے ہر آئینہ بر خو بتر خوئے بزرگ ہستی ۱۲۔ منہ مدظلہ)
② (اے خوب تریں خوہائے پسندیدہ تریں شماست نزد من اشارہ ست بحدیث ان من احبکم الی احسنکم اخلاقاً ۱۲ منہ)...... ③ (اشارہ ست بآیت کریمہ ما عندکم ینفدو ما عنداللّٰہ باق۔ ۱۲۔ منہ مدظلہٗ)

روبسوئے باقی و فانی گذار چونکہ باقی ہست بافانی چہ کار
چل طرف باقی کے اور فانی کو چھوڑ کیا ہے اُس باقی کو اس فانی سے جوڑ
رفتن از باقی بہ فانی احمقی ست ایں زآثار و علامات شقی ست
باقی سے فانی کا میل ہے احمقی جان آثار و علاماتِ شقی
ترک کن دنیا سوئے عقبٰی شتاب جِیفۃٌ ① دنیا و طَالِبُهَا کِلَابٌ
چھوڑ دنیا عاقبت لے کہتے ہیں دنیا مردار اُس کے طالب کتے ہیں
نے غمِ دشمن نہ خوفے از غنیم بود عیش و خورمی باوے ندیم
فکر دشمن کی نہ تھا خوفِ غنیم خرمی و عیش تھے اُس کے ندیم
ہم چنیں بگذشت بروے مدتے خواست تقدیر آنکہ بیند شدتے
اک زمانہ اس طرح اُس پر گیا خواہش تقدیر نے پلٹا گیا
قدر ② غالب ہست بر جملہ اُمور ہست از قدر ایں ہمہ رنج و سرور
قدر سے مغلوب ہیں جملہ اُمور قدر ہی سے ہیں یہ سب رنج و سرور
کارناید حیلہ ہا پیشِ قدر کہ اِذَا جَاءَ الْقَدْرُ عَمِیَ الْبَصَر
حیلے چل سکتے نہیں پیش قدر جب قدر آجاوے ہوا اندھی بصر
ہر کہ ایمانش نبا شد برقضا نار جائش ہست مردودِ خدا
جس کسی کو ہو نہ ایمانِ قضاء جائے دوزخ میں ہے مردود خدا
حاجّ ③ آدم و موسیٰ عِنْدَ رَبٌ گفت موسیٰ یَا اَبُوالنَّاس از غضب

① (دنیا مردار ست و جوئندہ آں سگ۔ دنیا مبتدا مؤخر بحذف الف، لام جہت ضرورت دراصل الدنیا جیفۃ است مولانا روم علیہ الرحمۃ گوید۔ گفت پیغمبر بہ تمیز کسان مر مخفٰی لدی طی اللسان دراصل المرء است ۱۲۔ منہ مدظلہ)
② (درحدیث است کل شئ بالقدر حتی الفجر، والکیس اے نادانی ودانائی ۔۱۲۔ منہ مدظلہ)
③ (درحدیث است احتج آدم و موسیٰ عند ربھما فحج، آدم موسیٰ قال موسیٰ انت آدم الذی خلقک اللہ بیدہ و نفخ فیک من روحہ واسجد ملائکتہ واسکنک فی جنتہ ثم اھبطت الناس بخطیئتک الی الارض قال آدم انت موسیٰ الذی اصطفاک اللہ برسالتہ و بکلامہ واعطاک الالواح فیھا تبیان کل شئ و قربک نجیالیکم وجدت اللہ کتب التوراۃ قبل ان اخلق قال موسیٰ باربعین عاما قال فھل وجدت فیھا و عصی آدم ربہ فغوی قال نعم افتلومنی علی ان عملت عملا کتبہ اللہ ان اعملہ قبل ان یخلقنی باربعین سنۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحج آدم موسیٰ ۔۱۲۔ منہ۔)

موسیٰ آدم تھے مباحث پیش رب	بولے موسیٰ اے ابوالناس ہے عجب
آفریدہ حق ترا از دستِ خویش	ہم ملائک سجدہ کردندت بہ پیش
حق نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا	اور فرشتوں نے تمہیں سجدہ کیا
گشت جنت ماویٰ و مواےَ تو	قرب حق شد منزل تو جاےَ تو
رہنے کو جنت ملاتم کو مقام	قرب مولیٰ میں ہوا بہتر قیام
دانۂ گندم چرا بر خوردہٗ	جملہ را با خود فرود آوردہٗ
گیہوں کا دانہ تھا کھایا کس لئے	سب کو اپنے ساتھ لے کر آگئے
قال آدم اَنْتَ مُوسیٰ الَّذِیْ	اِصْطَفَاکَ اللّٰہ بِتَکْلِیْما بِہٖ
بولے آدم تم ہو موسیٰ جن کو رب	کرتا اپنی باتوں میں ہے منتخب
ہیچ میدانی کہ رب ذوالمنن	چند مدت پیش از ہستیِ من
کچھ خبر تم کو ہے وہ قادر قوی	کتنی مدت قبل ہستی سے مری
کردہ است ارقام توراۃ عظیم	اربعین ① سنۃ قال الکلیم
کرچکا تحریر توراۃ عظیم	بولے چالیس سال وہ حق کے کلیم
قال ھَلْ طَالَعْتَ فِیْھَا یَافَتٰے	وَعَصٰے آدمُ ربّہ فَغَوٰی
بولے آدم دیکھا اُس میں اے نبی	بھٹکے آدم حکم عدولی سے میری
قَالَ مُوسٰی قَدْ وَجَدْتُ یا اَبِیْ	قَالَ تِلْکَ مَا اَرَادَ اللّٰہُ لِیْ
بولے موسیٰ پایا میں نے اے نبی	بولے آدم مرضی تھی اللہ کی
پس ہر انچہ خواست تقدیر خدا	نیست شایانِ ملا اِمت موسیا
جو کہ تھا حکم الٰہی وہی ہوا	اعتراض ہے نامناسب موسیا
ہم بدیں ایماست در قولِ نبی	حَجَّ آدَمَ حِیْنَئِذٍ مُوْسَے النَّبِیْ
ہے اشارہ کرتا فرمانِ نبی	موسیٰ پر غالب ہوئے آدم صفی

① (علی الاصل علی القولین بضرورۃ الشعر ۱۲ منہ)

بیں کہ تقدیر خدا سازد چہ کار　　از برائے صید روزے شد سوار
دیکھ مرضی خدا کرتی ہے کیا　　کھیلنے لڑکا شکار اِک دن گیا
در پئے صیدے چو اسپ خویش راند　　گشت از لشکر جُدا تنہا بماند
گھوڑے کو اک صید کے پیچھے کیا　　اپنے لشکر سے بچھڑا تنہا ہوا
مثل ماہیٰ از تموز اوے تپید　　ناگہاں از دور باغے خوش بدید
تلملاتا مچھلی سا گرمی سے تھا　　دور سے اِک باغ دیکھا خوش نما
جانب آں باغ رانده اسپ را　　یافت باغے دل کشا و جانفزا
گھوڑے کو اُس باغ کی جانب کیا　　باغ پایا دل کشا اور جاں فزا
جا بجا دروے رواں انہارہا　　ہم درختانش پُر از اثمارہا
جا بجا اُس میں تھے چشمے بہہ رہے　　اور درخت اُس کے پھلوں سے تھے لدے
طوطیانِ خوش نواخنداں درو　　بُلبلانِ خوش صدا گریاں درو
طوطیانِ خوش نوا خنداں وہاں　　بُلبلانِ خوش نوا نالاں وہاں
گریہ و خندہ ست توام در جہاں　　بعد گریہ خندہ و بالعکس داں
ہے جہاں میں رونا ہنسا ایک ساتھ　　رو کے ہنسنا ہنس کے رونا ایک ساتھ
ہست از اضداد ترکیبِ جہاں　　گوش کن از من دو سہ امثال آں
ہے ضدوں سے دیکھ ترکیب جہاں　　سُن لے دو تین اُس کے تو مجھ سے بیاں
نیستی و ہستی و نقص و کمال　　اُلفت و کیں پائیداری و زوال
نیستی، ہستی، و نقصان اور کمال　　مہر اور کیں پائیداری اور زوال
ناتوانی و تواں رنج و سرور　　پستی و بالائی و نزدیک و دُور
ناتوانی اور تواں رنج اور سرور　　نیچا اُونچا اور نزدیک اور دُور
شکر و کفراں عدل و ظلم و علم و جہل　　خلق و بد اخلاقی و دُشوار و سہل
شکر و کفراں عدل و ظلم اور علم و جہل　　خلق اور بد خلقی اور دُشوار و سہل

یار و بد خواہ و قریب و اجنبی | دوستی و دشمنی نیکی بدی
دوست اور دشمن قریب اور اجنبی | دوستی اور دشمنی نیکی بدی

تا کجا با تو دہم تفصیل آں | ہمچنیں داں جملہ ترکیبِ جہاں
میں کروں گا کب تلک اس کا بیاں | جملہ ترکیبِ جہاں کو یوں ہی جاں

ہم درونش بد عماراتِ رفیع | صحن ہم پیشش فراخ و بس وسیع
اُس کے اندر تھیں عماراتِ رفیع | صحن بھی تھا سامنے اُس کے وسیع

دیدہ درجائے نہاد و یک سریر | چادرش غیرت دہِ بدرِ منیر
تخت اُس نے اک جگہ دیکھا بچھا | چاند نے چادر سے اُس کا منہ ڈھکا

ہم برو گلہائے نازک چیدہ بود | عطر و رد وخس بروپا شیدہ بود
پھول کا بستر تھا اُس پر اک لگا | تھا گلاب وخس کا عطر اُس پر پڑا

چونکہ شہزادہ چنیں باغے بدید | طائرِ صبر و قرار از دل پرید
جبکہ دیکھا ایسا باغِ پرفضا | دل سے صبر اور ضبط سب جاتا رہا

از فرس آمد فرود آں خوش سیر | آب خورد از نہر و میوہ از شجر
گھوڑے سے اپنے وہ اُترا مہ لقا | خوب میوہ کھایا اور پانی پیا

چونکہ جوع و عطش شد تسکیں پذیر | خُفت و کرد آرام بالائے سریر
کھا چکا جب اور پانی پی چکا | تخت پر آرام سے وہ سو رہا

ہست دنیا سربسر خواب ای پسر | خواں تو النوم ① اَخُو المَوْت از خبر
عالم فانی ہے بس اک خواب سا | سُن مقولہ، خواب بھائی موت کا

خُفتہ ہستند ایں ہمہ اہلِ جہاں | خفتگاں را سر بسر اموات داں
یہ تمامی اہلِ دنیا سوتے ہیں | تو سمجھ سوتوں کو بالکل مُردے ہیں

خُفتہ ہستند ایں ہمہ اہلِ جہاں | بے خبر از خالقِ کون و مکاں

① (النوم اخو الموت حدیث ست بلفظ مغیش آنکہ خواب برادر مرگ ست اے چنانکہ پس از مرگ از تمام عالم بے خبر میشود ہمچنیں غفلت بخواب نیز بدست آید ۱۲۔ منہ مدظلہ۔)

سوتے ہیں یہ سب کے سب اہل جہاں — بھولے اپنا مالک کون ومکاں

خفتہ مستند ایں ہمہ اہلِ جہاں — تا نداری ① کار خود با خفتگاں

ہیں تمامی اہل دنیا سور ہے — تم نہ رکھو کچھ غرض ان سوتوں سے

خفتہ مستند ایں ہمہ اہلِ جہاں — تانگیری صحبتے با خفتگاں

اہل دنیا سب کے سب ہیں سورہے — تم نہ رہنا ساتھ ہرگز سوتوں کے

صحبتِ خفتہ ترا خفتہ کند — قلب مجموع تو آشفتہ کند

ساتھ سوتے کا تجھے بھی دے سُلا — تیری دلجمعی کو وہ کردے بُرا

کن گریز از خفتگانِ ایں جہاں — فیض یاب از صحبتِ صاحب دِلاں

اِس جہاں کے سوتوں سے پرہیز کر — اہل دل کی صحبتوں سے لے ثمر

گیر صحبت نیک و بدرا ترک کن — صحبت و تاثیر اورا درک کن

اچھی صحبت رکھ بری کو چھوڑ دے — اُس کی صحبت اور اَثر کو دیکھ لے

بود مالک باغِ سلطاں دخترے — روئے او تاباں چو فرخ اخترے

ایک ملکہ کے تھا قبضہ میں وہ باغ — ماہ تاباں میں ہے جس کے رُخ سے داغ

آمدے بہرِ تفرج گاہ گاہ — گاہ ہفتہ ہفتہ گاہے ماہ ماہ

آتی تھی وہ سیر کرنے گاہ گاہ — ہفتہ ہفتہ آتی تھی یا ماہ ماہ

بیں کہ جذب عشق چہ بود مستقیم — آمدہ او حسب دستورِ قدیم

عشق کی کیسی کشش ہے مستقیم — آئی اپنے حسب معمول قدیم

مرد بیگانہ بباغش خفتہ دید — از پئے تحقیق نزدیکش رسید

سوتا دیکھا باغ میں اِک اجنبی — دیکھنے کو پاس اُس کے وہ گئی

چونکہ افتادش نظر بر حُسنِ آں — گشت در حیرت غریق آئینہ ساں

---

① (تا بہ معنی ہرگز وزنہار سعدی رحمہ اللہ گوید۔ زصاحب غرض تاسخن نشنوی + وگر کار بندی پشیماں شوی + اے ہرگز وزنہار مشنو ۱۲۔ منہ مدظلہ۔)

حسن پر اُس کے نظر جوں ہی پڑی — آئینہ سے غرقِ حیرت ہوگئی

حُسن انسان را کند دیوانہ وار — حُسن انساں را نماید بے قرار

حُسن انسان کو کرے دیوانہ وار — آدمی کو حُسن کردے بے قرار

قدر یوسفؑ بود از حسن و جمال — بدر فائق شد بحسنش بر ہلال

حسن وخوبی سے ہوئی یوسف کی قدر — حسن ہی سے چاند میں نامی ہے بدر

گشت بر داؤد آدم شیفتہ — آدمی از حُسن شد بفریفتہ

بوالبشر کو میل داؤد ہو گیا — حُسن ہی سے آدمی شیدا بنا

چونکہ دختر کرد بروے جاں فدا — خواست تا مفتونِ ❶ خود ساز دورا

لڑکی نے جب جان قربان اُس پہ کی — کرنا چاہا اپنا شیدا اُس کو بھی

پائے جُنبانید و بیدارش نمود — شاہزادہ چشمِ خود را برکشود

جنبش پا سے دیا اس کو جگا — شاہزادہ کی ہوئی جب آنکھ وا

دید بر بالیں ستادہ حُور را — از ہزاراں جاں شدہ بروئے فدا

حور کو بالین پر دیکھا کھڑا — ہو گیا سو جان سے اُس پر فدا

حیرتے در جانِ زارِ اوفزود — رفت عقل وصبر و ہوش وغش ❷ نمود

اس کی جانِ زار میں حیرت ہوئی — ہوش غائب غشی طاری ہوئی

نے خبر ماندش ز دُنیا نے ز دیں — نے ز خود نے از چناں نے از چنیں

دین ودنیا سے ہوا وہ بے خبر — تھا نہ اپنا اُس کا اِس کا کچھ اثر

شد چناں بے ہوش از حُسن و جمال — گوئیا کردہ ز دُنیا انتقال

یوں ہوا بے ہوش دیکھ حُسن وجمال — کرگیا دنیا سے گویا انتقال

❶ (تابرائے ربا ست چوں بفرمودتا داغ شاں برکشند ۱۲۔ منہ مدظلہ)

❷ (غش بالفتح بمعنی بے ہوشی اصلش غشی ست بیائے تحتانی کہ لفظ عربی باشد فارسیاں یا را حذف کردہ بالفظ کردن استعمال می نمایند خواجہ سماں ساوجی گوید۔ زاں شراب ناب بیغش دہ کہ اندر صومعہ + صوفی صافی ببوئے جرعۂ غش میکند۔ ملا طغرا گوید۔ بر قصے کہ خوبان دلکش کنند + بصوتے کہ عشاق ازاں غش کنند ۱۲۔ محمد یعقوب)

آں صنم برسینہ یک دستش نہاد دیگرے بر دیدۂ مستش نہاد
اُس نے اِک ہاتھ اس کا سینے پر رکھا دوسرا مست آنکھ پر اس کے دھرا
ایں اشارہ کردو بیروں شد رواں شاہ زادہ مُردۂ خالی زجاں
یہ اشارہ کر ہوئی باہر رواں شاہزادہ مردہ بے رُوح درواں
برفتادہ چوں جنازہ برسریر جائے قوس و جائے ترکش جائے تیر
تخت پر تھا اک جنازہ سا پڑا تیر و ترکش اور کماں باہم جدا
آمدہ ہوش و افاقہ چوں ورا دید خالی باغ را از دل رُبا
ہوش آیا اور افاقہ جب ہوا باغ دیکھا واں نہ تھا وہ دلربا
ازدلارامش چو خالی دید باغ درنگاہش مینمودے ہم چو راغ
باغ پایا۔ تھا نہ جس میں حورتن اُس کی نظروں میں تھا گویا ایک بن
ہست بے معشوق ویراں شہر ہا بد تر از زہراب آبِ نہرہا
ہیں بلا معشوق سب ویران شہر بدتر ہیں زہراب سے سب آب نہر
بوستاں بے یار باشد خار زار اَبرِ رحمت بارباشد زہر بار
بوستان بے یار کے ہے خارزار ابر رحمت بار ہووے زہر بار
می نماید باد سحری چوں سموم زندگی آزار دہ ہچوں ہموم
بادِ سحری ہوتی ہے بادِ سموم زندگی تکلیف دے مثلِ غموم
زندگی بدتر نماید از ممات صَارَ ① سَمًّا قَاتِلاً مَاءُ الْحَیَات
ایسے جینے سے تو بہتر ہے ممات زہر قاتل ہوتا ہے آبِ حیات
چوں نظر نامد انیسِ خویش و یار می زدی او نعرہا مستانہ وار
جب نظر آیا نہ اپنا دلربا نعرے مدہوشوں سے تھا وہ مارتا
ہائے و ہومی کردا زدرد والم میدریدے جیب و میگفتے زغم

① (آبِ حیات زہر قاتل شدا ے در مفارقت معشوق۔ ۱۲۔ منہ مدظلہٗ)

ہائے وہو کرتا تھا بادرد والم
چاک کرتا جیب و پڑھتا سوزِ غم

تو کجائی اے انیسِ قلب من
تو کجائی یار من نازک بدن

اے مرے مطلوب دل ہے تو کہاں
اے مرے مرغوب دل ہے تو کہاں

تو کجائی اے شہِ رشکِ قمر
تو کجائی اے مہِ نیکو سیر

اے مرے رشکِ قمر ہے تو کہاں
ماہ رخ نیکو سیر ہے تو کہاں

تو کجائی سرگروہِ دلبراں
تو کجائی غیرت نازک تناں

سرگروہِ دلبراں تو ہے کہاں
غیرتِ نازک تناں تو ہے کہاں

تو کجائی اے بقامت ہمچو سرو
تو کجائی اے بچالش چوں تدرو

قد میں گویا سرو تھی ہے تو کہاں
کبک کی سی چال بھی ہے تو کہاں

تو کجائی اے بتِ طناز من
تو کجائی اے صنم پُر نازِ من

اے بتِ طناز سچ کہہ ہے کہاں
اے سراپا ناز سچ کہہ ہے کہاں

تو کجائی اے لبت آبِ حیات
تو کجائی اے حسیناں از تو مات

لب ترے آبِ حیات ہے تو کہاں
ماہرو تجھ سے ہیں مات ہے تو کہاں

زیں نمط می گفت و می نالید زار
ہر دو چشمانش ہمی بود اشکبار

اس طرح کہتا تھا رو کر زار زار
دونوں آنکھیں اُس کی تھیں بس اشکبار

مضطرب چوں گشت و بے صبر و قرار
لا جرم برخاست شد مرکب سوار

جب ہوا بے تاب وہ اور بے قرار
اُٹھ ہوا مجبور گھوڑے پر سوار

نے خبر از تن نہ ہوشِ جاں بماند
رخشِ خود را جانبِ صحرا براند

تھی خبر تن کی نہ جاں کا ہوش تھا
گھوڑے کا منہ جانبِ صحرا کیا

نے خبر کہ می رود اسپش کجا
نے بیاد آورد فوجِ خویش را

بے خبر تھا گھوڑا جاتا ہے کدھر
فوج کو بھی بھولا تھا اپنی مگر

حالِ عشاق ایں چنیں ست اے پسر
می شود از ہر دو عالم بے خبر

صاحبو عشاق کا یہ ہی ہے حال   ہوتے ہیں دونوں جہاں سے بے خیال
جستجو ے کرد اورا فوجِ او   بے خبر از بحرِ عشق و موج او
ڈھونڈھتی پھرتی تھی فوج اُس کا اثر   بحرِ عشق و موج سے تھی بے خبر
در تلاشش خاکِ صحرا بیختند   جائے اشک اندر غمش خوں ریختند
ڈھونڈنے میں خاکِ صحرا چھاندی   آنسو کی جا خون روئے غم میں بھی
رفتہ رفتہ گشت اوشاں را گذار   جانبے کاں نیم جاں میگشت خوار
اتفاقاً ہوگیا اُن کا گذر   خوار و بسمل پھر رہا تھا وہ جدھر
ذلت و خواری شعارِ عاشقاں   نالۂ و زاری د ثار عاشقاں
ذلت و خواری محبوں کا شعار (طریق)   نالہ و زاری محبوں کا دثار (رفیق)
شاہزادہ را چو فوجِ او بدید   جاں رفتہ باز در قالب رسید
فوج شہ نے دیکھی صورت بچہ کی   رُوحِ رفتہ جسم میں پھر آگئی
نزدِ اورفتند وکردندش سلام   لیک چیزے اونگفتہ از کلام
پاس اُس کے جا کیا اُس کو سلام   پر نہ اُس نے کچھ کیا اُن سے کلام
زانکہ او از حالِ کس آگہ نبود   ہائے ہوئے در فراقش می نمود
گو کسی کے حال سے واقف نہ تھا   ہجر میں اُس کے وہ نعرہ مارتا
گفت لشکر چیست احوالِ شما   گفت چہ پرسید حالِ زارِ ما
بولی فوج ہے آپ کا کیسا مزاج   بولا ہو کیا پوچھتے میرا مزاج
گفت لشکر ایں معمّا حل نما   گفت حلّالش نمانده جز خدا
بولے حضرت یہ معما حل کریں   بولا بس اس کو تو مولا حل کریں
حل کنِ ہر عقدۂ مشکل خدا ست   سہل سازِ مقصدِ معضل خدا ست
عقدۂ مشکل کا وہ ہے حل نما   سخت مطلب سہل کردیوے خدا
دستگیرِ عاجز بے کس خدا ست   ناتواناں را معاون بس خدا ست

عاجز بے کس کا ہے حامی خدا　　ناتوانوں کو ہے بس کافی خدا

الغرض باچنیں حالِ تباہ　　آمدہ تا خانۂ خود پور شاہ

قصہ کوتاہ یوں ہی باحالِ تباہ　　آیا اپنے گھر پہ وہ فرزندِ شاہ

چوں پدر دید ایں چنیں حالِ پسر　　گفت اے فرزندِ من لختِ جگر

باپ یوں بیٹے کی حالت دیکھ کر　　بولا اے فرزند اے لختِ جگر

ایں چہ حال ست آنکہ می بینم ترا　　خامشی پژمردگی ہستت چرا

دیکھتا ہوں کیسی حالت میں تجھے　　خامشی پژمردگی ہے کس لئے

ایں چہ اشک وایں چہ زردیِ رُخ ست　　ایں چہ آہِ سرد و سوزیدن مُخ ست

چہرہ پیلا اشک کا چلنا ہے کیوں　　ٹھنڈی سانس اور مغز کا جلنا ہے کیوں

آہ واویلا چہ شد جانا ترا　　دہ خبر از حالِ خود با مرا

ہائے اے بچہ ہوا ہے کیا تجھے　　اپنی حالت سے تو واقف کر مجھے

چونکہ جز اظہارِ سر چارہ ندید　　آہ سرد از قلب بیمارش کشید

راز کے اظہار پر مجبوری تھی　　اُس نے بس بیمارِ دل سے آہ کی

گفت اے قبلہ چہ گویم حالِ من　　عشق کردہ ایں چنیں احوالِ من

بولا حضرت کیا کہوں میں اپنا حال　　عشق کا ہی ہو گیا ہوں پائمال

عشق بردہ ازدلم صبر و قرار　　عشق کردہ جان و تن زار و نزار

عشق دل سے لے گیا صبر و قرار　　عشق سے میں ہو گیا زار و نزار

سیلِ اشک وروئے زرد از عشق بہ ہست　　ایں سکوت و آہ سرد از عشق ہست

تار اشک اور چہرہ زرد ہے عشق سے　　خامشی اور آہ سرد ہے عشق سے

ہست از عشق ایں ہمہ پژمردگی　　دلبرم را حور گویم یا پری

عشق ہی سے ہے یہ سب پژمردگی　　حور اُس بت کو کہوں میں یا پری

یا بگویم قطعۂ از ماہتاب ❶ یا بگویم پارۂ از آفتاب
یا کہوں میں چاند کا اِک ٹکڑا ہے یا کہوں سورج سا اُس کا مکھڑا ہے
یا بمن آرید جانانِ مرا رفتہ ❷ یادانید ایں جانِ مرا
تم مرے دلبر سے مجھ کو دو ملا ورنہ میری جان تن سے ہے جدا
ہست بے یارم حیات از مشکلات ہست بے او زندگی از معضلات
جینا مشکل ہے میرا بے یار کے جینا اب مشکل ہوا بے یار کے
گفت اے فرزند بے صبری مکن ہیچ از حالش بگو با ما سخن
شاہ بولا بچہ بے صبری نہ کر واقعہ کی اپنے کر ہم کو خبر
شمۂ از نام و جائے او بگو دہ نشانش تا کنیمش جستجو
نام اُس کا اور مکاں اُس کا بتا کچھ نشاں دے تا لگاویں ہم پتا
ہست اگر حور آرم از باغِ ارم ❸ گر پری ہست از پرستان آورم
حور ہو گر لاؤں جنت سے ابھی اور پرستاں سے لے آؤں ہو پری
خور اگر ہست آرم از چرخِ بریں ہم برآرم ہست اگر زیرِ زمیں
آسماں سے لاؤں گر ہو آفتاب گر زمیں کے نیچے ہو لاؤں شتاب
گفت علمم نیست از نام و مقام نے فتادہ درمیانِ ما کلام
بولا کیا معلوم کیا نام اور مقام مجھ سے تو بالکل نہ تھا وہ ہم کلام
بلکہ سیرش ہم نہ دیدم رفت ہوش شد معطل دست و پاؤ چشم و گوش
اک نظر دیکھے سے ہم بے ہوش ہوئے آنکھ کان اور ہاتھ پاؤں سست تھے
عاشقاں دیدار نتوانند دید شاں نماند طاقتِ گفت و شنید
عاشقوں کو دید ناممکن ہے یار بات چیت اُن پر ہے گویا سخت بار

---

❶ (ماہتاب و بقلب اضافت پرتو مادہ و مجازاً بمعنی ماہ بسیار مستعمل۔ ۱۲۔ محمد یعقوب) ❷ (اے جان مرا رفتہ بدانید یعنی مرا مُردہ بفہمید اگر وصال نشد و لفظ مرا در ہر دو مصراع مضاف الیہ ماقبل ست صفی قلیخان ۔ ۱۲۔ منہ مدظلہ) ❸ (ارم مثل عنب نام شہر عاد و پدر عاد ست و در کشف نوشتہ کہ ارم بہشت شداد است واین جا مجازاً بمعنی بہشت نعیم استعمال یافتہ۔ ۱۲۔ محمد یعقوب)

در لقائے یارِ خود باشند محو   سکر غالب میشود بر ہوش و صحو

صورت دلبر پہ مفتوں ہوتے ہیں   ہوتی مدہوشی ہے مجنوں ہوتے ہیں

لِلْجَبَل ❶ لَمَّا تجلّٰی رَبُّهٗ   خَرَّ مُوسٰی صَاعِقًا بر روئے او

طور پر رب نے کیا جلوہ جونہیں   گر پڑے بےہوش ہو موسیٰ علیہ السلام وہیں

ہاں ❷ وجودِ خود چو تمائید گم   مِثْلَ شَمْسِکُم تَرَوْنَ رَبَّکُمْ

ہاں جو اپنے کو فنا کر دو گے تم   رب سورج کی طرح دیکھو گے تم

لیک بعد از ہوش دستم یافتم   یک بہ چشم دیگرے بر سینہ ام

ہاتھ پایا۔ ہوش جب مجھ کو ہوا   آنکھ پر اک اِک سینہ پر پڑا

غیر آنچہ ذکر کردم باشما   ہیچ علے نیست از حالش مرا

کہہ چکا میں جتنا اس کے ماسوا   حال کا اُس کے نہیں ہے کچھ پتا

چوں نہ شد معلوم نامِ دلرباش   نے شدہ ظاہر مقام و نام جاش

جب نہ دلبر کا ہوا معلوم نام   اور نہ معلوم ہو سکا، گھر اور مقام

گشت حیراں شاہ در تدبیر کار   چہ کنم تا باشدش مقصد برآر

اس عمل میں شاہ بس حیراں ہوا   کیا کروں تدبیر ہوں عہدہ برآ

گر شدے معلوم نام و جائے او   کردمے تدبیر برطبر زِ نکو

ہوتا گر معلوم نام اور اُس کا گھر   کرتا میں تدبیر عمدہ با اثر

جستجو ہا کردمے یار ورا   کردمے موجود دلدار ورا

ڈھونڈھ کر لاتا میں اُس کے یار کو   کرتا حاضر اُس کے میں دِلدار کو

چوں نشانے نیست از نام و مقام   پس چگونہ سازم اورا الصرام

---

❶ (وقتیکہ جلوہ نمود رب او بر کوہ اُفتاد موسیٰ علیہ السلام بے ہوش شدہ اشارہ است بہ آیت کریمہ فلما تجلی ربه للجبل جعله دكا وخر موسٰى صعقا۔۱۲۔منہ مدظلہ) ❷ (جوابست سوال مقدر را کہ چونکہ عشاق را تاب دیدار خداوندی نیست پس چگونہ بروز قیامت بہ لقائے الٰہی مشرف خواہند شد تقریر جواب ایں کہ پس از فنائے ایں وجود ناسوتی کہ مانع اوست خواہند دید وفقدانِ ایں وجود از مرگ حاصل میشود و ترجمہ مصرعہ ثانی ایں کہ پس خواہید دید پروردگار خود را وایں مضمون حدیث صحیح ست رواہ الترمذی وفی روایۃ لہ کبدر کم۔۱۲۔)

جبکہ معلوم ہی نہ ہو نام و مقام — تو کروں میں اُس کا کیسے انتظام

چوں نہ رایش ایں گرہ را بکر شود — جمع میران و وزیراں را نمود

جب نہ اُس کی رائے سے یہ حل ہوا — جمع میروں اور وزیروں کو کیا

تا کہ بایشاں نماید مشورہ — بو کہ ❶ بکشاید عقلیے ایں گرہ

تا کہ اُن کے ساتھ کر لے مشورہ — کوئی عاقل کھولے شاید یہ گرہ

شَاوِرُوْا ❷ فِیۡ اَمۡرِکُمۡ فِیۡ کُلِّ حَال — رَبُّنَا شَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ قَالَ

اپنے تم ہر کام میں شوریٰ کرو — شاورہم فی الامر قرآں میں پڑھو

کرد شوریٰ با ملائک ذوالکرم — کہ خلیفہ ❸ برز میں پیدا کنم

حق نے شوریٰ تھا فرشتوں سے کیا — ہوں زمیں پر اک خلیفہ بھیجتا

ربِّ مارا حاجتِ شوریٰ نبود — از برائے بندگاں سنت نمود

مشورہ سے اُس کا کچھ مطلب نہ تھا — محض بندوں کے لئے سنت کیا

خالقوا ❹ انتم باخلاقِ الالٰہ — مشورت را ترک منمائید گاہ

کرلو تم مولیٰ کی عادت اختیار — مشورہ کو چھوڑنا مت زینہار

مشورت آساں نماید کارہا — سہل ساز دمشورت دشوارہا

مشورہ آساں کرے ہر کام کو — مشورہ آساں کرے دُشوار کو

مشورت گُلہا نماید خارہا — مشورت ساز دسبکتر بارہا

مشورہ کانٹوں کو گلدستہ کرے — مشورہ ہر بوجھ کو ہلکا کرے

عقدۂ لا حل برایشاں کرد پیش — کرد تقریر از غمِ فرزندِ خویش

شاہ نے اُن سے عقدۂ لا حل کہا — اپنے بچہ کا وہ سارا ماجرا

---

❶ (بو بالضم بمعنی امید و طمع و کاشکے و شاید۔۱۲۔منہ مد مجدہ) ❷ (مشورہ کنید بہر حال در کار خود پروردگار ما فرمود و شاورھم فی الامر یعنی مشورہ کن اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم با مردمان در کارہا۔۱۲۔منہ مد مجدہ) ❸ (چوں خدائے عزوجل خواست کہ آدم علیہ السلام را بیافرید با ملائکہ مشورت گرفت و فرمود انّی جاعل فی الارضِ خلیفۃ یعنی من گردانندہ ام نائبے درزمین۔ ۱۲۔منہ) ❹ (اے خو گیرید بہ خوہائے خدا تعالیٰ اشارہ است بہ حدیث تخلقوا باخلاق اللہ۔۱۲منہ۔مد مجدہ)

ہم زنا معلوی آں جائے و نام داد آگاہی شہِ عالی مقام
نام اور مسکن کی لاعلمی کہی شاہ نے ظاہر اپنی کی بے آگہی
زاں اشارہ نیز شاں آگاہ کرد گشت زیشاں طالب درمانِ درد
اُس اشارہ سے اُنہیں آگاہ کیا درد کا درماں طلب اُن سے ہوا
چوں شنیدند ایں چنیں حالِ پسر ہمکنا نرا از غمش خوں شد جگر
جب اُنہوں نے یوں سنا حالِ پسر سب کا غم سے ہوگیا پُر خوں جگر
ہر یکے در فکر کردہ سرنگوں کانتظامِ کار او باشد چگوں
سر جھکایا سوچ میں ہر ایک نے کام اُس کا کس طرح کیونکر بنے
غور و فکرت ہر یکے کردہ بسے لیک ایں عقدہ نہ شد حل از کسے
غور و فکر ہر ایک نے از بس کیا یہ نہ عقدہ پر کسی سے حل ہوا
چونکہ عاجز گشت ہر فردِ بشر لا جرم برداشتند از جیب سر
جب کہ ہر فردِ بشر عاجز ہوا تب گریباں سے اُنہوں نے سر اُٹھا
جملہ گفتندش بدونِ نام و جا دلبرِ اورا کجا جوئیم ما
سب نے اُس سے یوں کہا بے نام و جائے اس کے دلبر کو کہاں ڈھونڈیں گے ہائے
ہم زوضع دستہا بر صدر و عین ہیچ پردہ می نہ بکشاید زبیں
ہاتھوں کے رکھنے سے صدر و چشم پر کوئی بھی پردہ نہیں کھلتا مگر
چوں جوابِ صاف شہ زیشاں شنید جز بہ صبر و خامشی چارہ ندید
شاہ نے ان سے جب جواب ایسا سُنا کچھ نہ سمجھا صبر و خاموشی سوا
صبر تریاق از پئے سم حرج اِصْبِرُوْ ① فَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ
زہر مشکل کے لئے امرت ہے صبر ٹھہرو۔ ہر ایک قفل کی حکمت ہے صبر
از صبوری عقدہا حل می شود از صبوری سہل معضل می شود

① (صبر کنید زیراکہ صبر کلید کشادگی ست لفظ حدیث الصبر مفتاح الفرج ۔۱۲ منہ۔ مدمجدہ)

صبر سے کل عقدے کھل جاتے ہیں یار — صبر سے مشکل کو لگ جاتے ہیں پار

از صبوری میشود راضی خدا — از صبوری کارتو باشد بجا

صبر ہی سے ہوتا ہے راضی خدا — صبر ہی سے کام تیرا ہو بجا

از صبوری کارتو آساں شود — صبر جملہ درد را درماں شود

کام تیرا صبر سے آسان ہو — صبر ہی کل درد کا درمان ہو

حالِ آں عاشق بیان کن اشرفا — چہ بروی بگذرد رنج و بلا

حالِ عاشق کا کہو اشرف ذرا — کیا گذرتا اُس پہ ہے رنج اور بلا

گریۂ و زاری اوازمن مپرس — پستی و خواری اوازمن مپرس

مجھ سے اُس کی گریہ وزاری نہ پوچھ — مجھ سے اُس کی پستی وخواری نہ پوچھ

نے غرض ازخواب و نے ازخوردونوش — نے خبر از دین و دنیا رفتہ ہوش

سونے کھانے پینے سے مطلب نہیں — دین و دنیا سے اُسے مطلب نہیں

نے خبر بودش زگفت و نے شنید — روز و شب در ہجر یارش می تپید

کہنے سننے کی خبر ہوتی نہ تھی — ہجر میں تھی یار کے بس بے کلی

ہجر درد و رنج افزوں میکند — ہجر عاشق را جگر خوں میکند

ہجر درد و رنج کو افزوں کرے — ہجر عاشق کے جگر کو خوں کرے

ہجر خواب و خوردرا سازد حرام — ہجر سازد فارغ از گفت و کلام

ہجر کھانے سونے کو کردے حرام — ہجر کردے فارغ از گفت وکلام

ہجر اشکِ عاشقاں جاری کند — ہجر از ہوش و خرد عاری کند

ہجر اشک عاشق کے بس جاری کرے — ہجر فہم وعقل سے خالی کرے

ہجر سازد از دو عالم بے خبر — ہجر پارہ پارہ می سازد جگر

ہجر کردے دو جہاں سے بے خبر — ہجر ٹکڑے ٹکڑے کردیوے جگر

ہجر دشمن رامبادا ہم نصیب — کس مبادا دورا زیارو حبیب

ہجر دشمن کو نہ ہو یارو نصیب یار سے بچھڑے نہ کوئی بھی حبیب

جملہ میگفتند باآں سوختہ کن چراغِ خرمی افروختہ

سب کے سب کہتے تھے کہ اے سوختہ کر چراغِ خرمی افروختہ

دُور کُن از قلبِ خود رنج و الم دُور افگن ازدلِ خود بارِ غم

دل سے تو رنج والم کو دُور کر دل سے اپنے بارِ غم کو دُور کر

شاد بنشین وبکن باما کلام باش خرم خواب و نوش خور طعام

شاد بیٹھ اور ہنس کے کر ہم سے کلام چین سے سو اور پی اور کھا طعام

جز بایں مصرع نہ دادے شاں جواب تو کجائی رشکِ ماہ و آفتاب

اُن کو اس مصرع ہی سے دیتا جواب تو کہاں ہے رشکِ ماہ و آفتاب

چونکہ حالِ شاہ زادہ شد تبہ وز کسے نکشاد ① ایں لا حل گرہ

جب کہ اُس لڑکے کا حال ابتر ہوا اور کسی سے یہ نہ عقدہ کھل سکا

در غضب شد شہ دلش آمد بدرد درہمہ اقلیم خود تشہیر کرد

شاہ ہوا ناخوش اور اُس کا دل دُکھا سلطنت بھر میں ڈھنڈورا کر دیا

کہ کسے نپز دپۓ خوردن طعام تا جوابِ عقدہ ام نارد تمام

کہ کسی کے یاں نہ کھانا پک سکے جب تلک عقدہ مرا حل کر نہ دے

مرد مانِ خویش رافرمود نیز جستجو دار ید با ہوش و تمیز

اپنے لوگوں کو بھی یہ فرماں دیا دیکھو بھالو خوب با فہم وذکا

ہر کہ دو داز خانہ اش باشند بلند پشت او نیلی کنید از زیر بند ②

جس کسی کے گھر سے اُونچا ہو دُھواں پیٹھ تسمہ سے کرو نیلی وہاں

یا جوابِ عقدۂ مارا دھد یا بدُرّہ پُشت خود خستہ کند

یا ہمارے عقدہ کا دیوے جواب پیٹھ یا دُرّہ سے کر لیوے خراب

---

① (کشادن ایں جالازم مستعمل مرزا صائب۔ زآہ تا نشود نرم دل کواکب را+ کہ دود آہ زچشم شرار بکشاید۔ ۱۲ منہ مدظلہ)

② (تسمہ کہ زیر اسپ بہ بندند ایں جا مراد از مطلق تسمہ۔ ۱۲ منہ۔ مدظلہ)

حکم شہ مشہور شد در خاص و عام　ترک شد در خانہ ہا پخت طعام
حکم شہ مشہور ہوا در خاص و عام　اور گھروں میں بند ہوئی پخت طعام

مرد ماں از جوع کردند انتقال　ملک شہ آورد رو سوئے زوال
بھوک سے لوگوں میں آیا انتقال　اور شاہی ملک میں آیا زوال

چوں تبہ شد حال زارِ مرد ماں　روئے آور دند باشاہِ شہاں
حال جب لوگوں کا یوں پتلا ہوا　شاہِ شاہاں کی طرف رُخ کیا

کائے خدائے راحم و رحمانِ ما　اے توئی اسلامِ ما ایمانِ ما
راحم و رحماں ہمارے اے خدا　ہے نہیں اسلام و ایماں تجھ سوا

ایکہ مارا باسطی و قابضی　قادری و رافعی و خافضی
تو ہمارا باسط و قابض بھی ہے　قادر و رافع بھی اور خافض بھی ہے

کردۂ موجود مارا از عدم　بذل کردی بے عدد برما کرم
تو نے ہم کو نفی سے مثبت کیا　بے شمار ہم پر کرم بھی کر دیا

اے کفیلِ کارِ ما حاجات ما　اے مجیب خواہش و دعواتِ ما
اے ہماری حاجتوں کے کارہ ساز　اے ہماری دعوتوں کے چارہ ساز

اے توئی غفارِ ما ستارِ ما　اے توئی بینائے حالِ زارِ ما
ہے تو ہی غفار اور ستار بھی　ہے تو ہی بینائے حال زار بھی

مبتلا گشتیم در بندِ عظیم　رحم برما کن تو اَے ربّ رحیم
قید ہم کو ہو گئی قید عظیم　رحم کر ہم پر تو اے رب رحیم

شاہِ صورت کرد برمایاں ستم　اے حقیقی شاہ کن برما کرم
ظاہری شاہ نے کیا ہم پر ستم　اے حقیقی شاہ کر ہم پر کرم

او معلّق کردہ رحمِ خویش را　بر جوابِ خویش یابیدن زما
اس نے رحم اپنا معلق کر دیا　ہم سے پالے ہر جواب اپنا شہا

ہست بے تعلیق رحمت اے خدا   رُست گاری دہ تو مارا زیں بلا
تیری رحمت میں تو تعلیق ہے نہیں   اس بلا سے مخلصی دے تو کہیں

یا جوابِ او بما القا شود   یا فرست آنکس کہ ازوئے واشود
یا جواب اُس کا ہمیں دے تو بتا   یا تو بھیج اُس کو کہ جس سے ہووے وا

چوں زہد بگذشت خلقا زاخروش   آمدہ دریائے بخشایش بجوش
جب کہ گذرا حد سے لوگوں کا خروش   کھایا تب دریائے بخشائش نے جوش

کُن تضرع پیش آں شاہِ شہاں   تاکہ باشی از بلاہا در اماں
گڑگڑا شاہِ شہاں کے روبرو   ہر بلا سے تا رہے محفوظ تو

یَدْفَعُ ❶ اللّٰہُ الْبَلَا یَا بِالدُّعَآء   لَا یُرَدُّ الْقَدْرُ اِلا بِالدُّعَآء
ہے دعا سے ٹالتا رب ہر بلا   اور دعا ہی سے ہے بس ٹلتی قضا

شسع ❷ نعل و ملح ہم زو کن طلب   ورنہ آید آں کریم اندر غضب
جوتی کا تسمہ نمک بھی اُس سے مانگ   ورنہ دیوے وہ سخی غصہ کی بانگ

اَلدُّعَا ❸ مُخُّ الْعِبَادَۃُ گوش کُن   ایں قساوت دور سازو ہوش کن
ہے دعاء مغز عبادت گوش کر   یہ قساوت دور کر اور ہوش کر

ربکم ❹ فادعوا باخلاص یجب   قال فی القرآنِ ادعوا استجب
سن لے اب دل سے کرو تم گر دعا   ہے قرآں میں مانوں مانگو جو دُعا

چوں دعائے خلق گشتہ مستجاب   کام سلطاں زادہ راشد فتح یاب
جب ہوئی مقبول خلقت کی دعا   شاہ زادہ کا بھی مطلب حل ہوا

❶ (دور کند خدا بلاہا را بسبب دُعا و تقدیر رد نمیشو دمگر بدعا استادہ است بحدیث لا یرد القضاء الا الدعاء ۱۲۔)

❷ (شسع نعل دواں آں اشارہ است بحدیث لیسال احدکم ربہ حاجتہ کلہا حتی الملح وحتی یسالہ شسع نعلہ اذا انقطع ومصرعہ ثانی ہم مضمون حدیث شریف است ۔۱۲۔ منہ) ❸ (اے دعا مغز پرستش است وایں حدیث ست بلفظہ ۔۱۲ منہ۔)

❹ (یعنی بخوانید پروردگار خود باخلاص او خواہد پذیرفت وگفت در قرآن مجید ادعونی استجب لکم اے دعا کنید من خواهم پذیرفت ۔۱۲ منہ۔)

از دعا شد خلق و عاشق کامگار — یک کرشمہ شد برآمد ہر دو کار
خلق وعاشق ہیں دعا سے کامگار — اک کرشمہ سے ہیں نکلے دونوں کار
دیر شد اشرف چناں تدبیر ساز — کاں ملک زادہ شود مسرور باز
دیر ہوئی اشرفؔ کر وہ انتظام — وہ ملک زادہ ہو پھر باعیش وکام
بود مردے مولدش بود ایں دیار — عاقل و دانا شجاع نامدار
اک جواں اُس دیس کا باشندہ تھا — دانا اور ہشیار و نامی سورما
پیر در عقل وجواں در عمر و سال — مادرے میداشت او دیرینہ زال
عقل میں بوڑھا۔ جواں در سن وسال — ماں بھی رکھتا تھا وہ اک دیرینہ زال
لیک از خانہ نشینی داشت عار — باسفر بودا نس اورا بے شمار
پر اُسے خانہ نشینی سے تھی عار — اُنس اُس کو تھا سفر سے بے شمار
السفر ❶ مفتاح ابواب النجاح — السفر مصباح اسباب الفلاح
سخت دروازوں کی مفتح ہے سفر — نیکی کے راہوں کی مصبح ہے سفر
بے سفر مردست چوں بے دست و پا — گفت کا مْشُوا ❷ فِیْ مَنَاکِبِھَا خدا
بے سفر کے مرد ہے بے دست وپا — ہے چلو سڑکوں میں فرمانِ خدا
کن حضر را ترک و گیر اندر سفر — تابیابی مطلب خود در سفر
ترک کر گھر کو سفر کر اختیار — تا کہ ہووے تو سفر میں کامگار
وانچہ فرمودالسفر مثل سقر — معنیش آئندہ گویم اے پسر
یوں جو فرمایا سفر مثل سقر — اس کا مطلب پھر کہوں گا اے پسر
در وطن اوراندید ندے اثر — بدمیانِ لشکرِ شاہِ دگر
دیس میں اس کا نشاں پاتے نہ تھے — بھرتی تھا وہ فوج میں اِک شاہ کے

❶ (سفر کلید ست برائے درہائے کامیابی وسفر چراغ است برائے اسباب فلاح۔۱۲۔منہ)

❷ (پارہ آیت قرآن ست یعنی بروید در جاہائے زمین۔۱۲۔مدظلہ)

اتفاقاً شوق دیدِ مادرش جانشین و پختہ شداندر دلش
اتفاقاً ماں کی زیارت کا خیال اُس کے دل میں بیٹھا بے حد اور کمال

از سپہ سالار رخصت خواستہ بہر قصدِ خانۂ خود خاستہ
چھٹی افسر سے بھی اپنے مانگ لی اپنے گھر آنے کی تیاری بھی کی

الغرض با محنت و رنج و محن زاں مقام آمد سپاہی در وطن
قصہ کوتہ کلفتیں سہتا ہوا دیس میں واں سے سپاہی آ گیا

بود در ماندہ گرسنہ ❶ از سفر گفت باما در پزناں زود تر
بھوکا شدت سے سفر سے تھا تھکا بولا ماں سے جلدی سے روٹی پکا

چوں زحکمِ شاہ او مجبور بود واں پسر را جوع و عطشی می فزود
وہ تو حکمِ شاہ سے مجبور تھی بھوک پیاس اُس بچہ کی حد سے بڑھی

برچنیں بیچارگی مادر گریست گفت فرزندش کہ ایں گریہ زچیست
ایسی ناچاری پہ ماں نے رو دیا بچہ بولا رونے کا باعث بتا

مادرش گفتاز اوّل تا اخیر ہم زحکمِ شاہ کرد اور اخبیر
ماں نے لے اوّل سے تا آخر کہا حکم شاہ سے بھی اُسے آگاہ

گفت بے خوف و خطر نانے پزند دیدہ خواہد شدکہ ماراچہ کنند
بولا بے خوف و خطر روٹی پکائیں دیکھا جائے گا کہ ہم کو کیا بتائیں

چوں دلش بر جوعِ فرزندش بسوخت مادرش ناچارشد آتش فروخت
بھوک پر بچہ کی جب دل جل گیا ماں نے مجبوراً دیا چولہا جلا

چونکہ دوداز خانۂ اوشد بدر مرد مانِ شاہ راگشتہ خبر
اُس کے گھر سے جب دُھواں باہر ہوا شاہی لوگوں کو پتہ بھی لگ گیا

❶ (گرس بالضم بمعنے۔ جوع پس بریں تقدیر کہ سہ ترجمہ جائع باشد وکلمہ نہ دریں ترکیب برائے نسبت باشد مثل تش وتشنہ کہ بمعنی عطش وعطشان باشد وگرسنہ بفتح دوم نیز آمدہ است چنانکہ دریں ست استعمال یافتہ وایں نوعے از تصرف است محمد سعید اشرف کہ از فصحائے ایران ست گوید۔ رسید دلبر من مست وگرم رقاصی + کشیدہ تیغ زخونم گرسنہ وعاصی۔ ۱۲۔ منہ)

بردرش آواز دادند آنچناں — کہ ازدلر زد زمین و آسمان
اُس کے در پر ایسا للکارہ میاں — جس سے تھرائیں زمین وآسماں
کس نگوید کذب گفتی اشرفا — کاندریں ❶ فن ایں چنیں باشد روا
یوں نہ کہئے جھوٹ اشرفؔ نے کہا — کیونکہ اس فن میں تو ہے ایسا روا
کائے قریب الموت از خانہ برآ — زودافتدبر سرت رنج و بلا
موت پر تیار گھر سے باہر آ — تیرے سر پر جلد نازل ہو بلا
آں سپاہی گفت از من چیست کار — آں ہمہ گفتند اے غفلت شعار
وہ سپاہی بولا مجھ سے واسطہ — سب کے سب بولے کہ اے بے واسطہ
نیست آگاہی ترا از حکمِ شاہ — کو بفرمودہ است بافوج و سپاہ
حکم شاہ سے تجھ کو آگاہی نہیں — فوج کو یہ بات بتلائی نہیں
ہر کہ دود از خانہ اش باشد بلند — پُشت از نیلی کنید از زیر بند
جس کے گھر سے ہو دُھواں اُونچا کہیں — پیٹھ نیلی تسمہ سے کردو وہیں
یاجوا بے عقدۂ مارا دھد — یا بدُرّہ پُشت خود خستہ کند
یا ہمارے عقدہ کا دیوے جواب — پیٹھ یا دُرّہ سے کرلے وہ خراب
پس جوابے عقدۂ مارا بدہ — یا جگر بندت بہ پیشِ زاغ نہ
پس ہمارے عقدہ کا اب دے جواب — یا کہ سولی پر تو چڑھ جا بس شتاب
گفت خواہم داد عقدہ راجواب — آں ہمہ گشتند واپس باشتاب
بولا اُس عقدہ کا میں دوں گا جواب — سب کے سب واپس گئے باصد شتاب
نزدِ سلطاں آمدہ گفتند حال — از خوشی پرید شہ بے پر و بال

❶ (یعنی درفنون افسانہ سنجی وشعر گوئی ایں چنیں مبالغہ روا باشد بلکہ اکثر کام مشتمل بر مبالغہ در کتاب وسنت نیز وارد شدہ کقولہ تعالیٰ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ وقولہٖ تعالیٰ یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَار وکقولہ۲ علیہ الصلوٰۃ والسلام مَا کَانَ مِنْ فَزَعٍ وَ اِنْ وَجَدْنَاہُ الْبَحْرًا قَالَ فِیْ فَرَسِ اَبِیْ طَلْحَةَ وَیُقَالُ لَهٗ مَنْدُوْبٌ رَوَاہُ الترمذی ۔۲۔منہ)

شاہ کے پاس آکر کہا کل ماجرا   شاہ خوشی سے بے پروباز واُڑا

گفت بے تاخیر نزدِ اور وید   زود اور انزدِ ما حاضر کنید

بولا تم فی الفور اُس کے پاس جاؤ   جلد اُس کو پاس ہمارے لے کر آؤ

بازوا پس گشتہ نزدش آمدند   حکمِ شہ درگوشِ اوانداختند

آئے اس کے پاس پھر وہ لوٹ کر   حکم شاہی کو کہا سُن کان دَھر

گفت لبیک اَمر شہ را لشکری   ہمرہٗ شاں شد برائے حاضری

بولا حاضر حکم شاہ کو لشکری   چل دیا ساتھ اُن کے دینے حاضری

تا توانی حکمِ سلطاں را برار   تا کہ آفت را نیفتد باتو کار

جب تلک ہو حکم شہ کو کر ادا   تا نہ ہو آفت میں تو بھی مبتلا

ذاک ❶ اَمر المصطفےٰ فی کُلِّ حال   قَدْ عَصَانِیْ مَنْ عَصَی السُّلطَانَ قال۔

ہے یہ ہر حالت میں حکمِ مصطفےٰ   شاہ کا باغی مجھ سے باغی ہو گیا

گفت ❷ پیغمبر شود گر برشما   عبد حبشی حاکم و فرماں روا

تم پہ گر ہو آمر و فرماں رَوا   عبد حبشی ہے یہ قول مجتبیٰ

پس بدل آرید فرمانش بجا   ازشما باشد بدیں راضی خدا

دل سے لاؤ حکم اُس کا تم بجا   اس میں ہوگا تم سے راضی بس خدا

ہم ❸ اُولِی الْاَمرِ اَطِیْعُوْا گفت حق   زیں بری بردیگر اں گوئی سبق

شاہ کا مانو حکم۔ حق نے ہے کہا   راہِ دیں میں اس سے تو بڑھ جائے گا

بود آنجا منتظر شاہِ زمن   کاید آں حلال اشکال و محن

اس طرف تھا منتظر شاہ زمن   آوے حل فرمائے مشکل اور محن

---

❶ (یعنی ایں فرمودۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم است درحال گفت ہر کہ نافرمانی کرد بادشاہ را نافرمانی من کرد اشارہ است بحدیث من یعص الامر فقد عصانی۔۱۲۔منہ) ❷ (درحدیث است اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ۔۱۲۔) ❸ (اے اطاعت کنید اہل حکومت را اشارہ است بآیت کریمہ یاایھاالذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول واُولی الامر منکم ۔۱۲۔منہ)

آں سپاہی چوں بدرگاہش رسید / درنگاہش آمدہ چوں ماہِ عید

اس کی درگاہ میں سپاہی جو گیا / اس کی آنکھوں میں وہ تھا چاند عید کا

جست از جائے وکشیدش در کنار / بود جاری بر زباں مستانہ وار

واں سے اُٹھ کر گود میں اُس کو لیا / یہ زباں پر بے خودی میں جاری تھا

مرحبا ❶ قد جِئتَ خیر المقدم / مرحبا اکرمت خیر المکرم

واہ کیا خوب آئے اچھا آئیے / واہ کیا خاطر کریں بتلائیے

مرحبا اے حل کن اشکالِ ما / مرحبا اے موضحِ اعضالِ ما

خوش رہو تم اے مرے مشکل کشا / واہ میری دقتوں کے حل نما

مرحبا اے فاتحِ اغلاق ما / مرحبا اے مُبرِدِ احراقِ ❷ ما

واہ میری مشکلوں کے حل نما / اے مری سوزش کے دافع مرحبا

مرحبا اے باعثِ شادیٔ ما / مرحبا اے شکل آبادیٔ ما

اے مری شادی کے باعث مرحبا / میری آبادی کی صورت واہ وا

مرحبا اے دیدنت مشکل کشا / مرحبا اے روئے توصد عید ما

واہ تیری دید ہے مشکل کشا / تیرا رخ ہے عید ہماری مرحبا

مرحبا اے مشکل مارا کلید / مرحبا اے رحمتِ ربّ مجید

مرحبا اے میری مشکل کی کلید / شاد باش اے رحمتِ ربّ مجید

مرحبا❸ اہلاً و سہلاً مرحبا / مرحبا اوتیت عقلاً مرحبا

آیئے اپنوں میں آئے آیئے / واہ اچھی فہم لائے لایئے

جائے عالی داد اورا ازخویش / جملۂ اعیان دولت ہم بہ پیش

اُس کو اپنے پاس اُونچی جگہ دی / سامنے ارکان دولت تھے سبھی

---

❶ (ہر آئینہ آمدی بہتر آمد مرحبا گرامی کردہ شدن ۔۱۲ منہ مدظلہٗ)

❷ (بالفتح جمع حرق بالتحریک بمعنی آتش مراد آتش غم یا آتش عشق شہزادہ ونسبت آں بخود مجازاً ۔۱۲۔ منہ مدظلہ)

❸ (مرحبا آمدی اہل راو قطع کردی زمین ہموار را مرحبا دادہ شدۂ عقل ۔۱۲ منہ مدظلہٗ)

آں سپاہی گفت اے شاہِ زمن ... دُور باشی از بلا ہاوز محن
وہ سپاہی بولا اے شاہِ زمان ... آپ رنج اور غم سے بس پاویں امان
باد روز افزوں شہا اقبال تو ... شوکتِ تو ملک تو اجلال تو
آپ کا اقبال دن دونا رہے ... شان و عظمت ملک سب بڑھتا رہے
دوستانت باخوشی و خرمی ... دشمناں پیوستہ در زیر زمی
دوست تیرے خوش رہیں اور شادکام ... پائمال اعداء رہیں تیرے مدام
دُور بادا از تو و فرزند تو ... جملہ اندوہ والم از فضل او
تجھ سے اور شہزادہ سے دُور ہی رہے ... جملہ رنج و غم خدا کے فضل سے
تاشنیدم حال صاحبزادہ را ... گوئیا جاں نیست در قالب مرا
حال شہزادہ کا ہے جب سے سنا ... گویا میرا جسم بے جاں ہے شہا
ماہمہ درگاہ شاہ رابندہ ایم ... پیشِ حکمِ شاہ سرافگندہ ایم
بارگاہِ شاہ کے ہیں ہم سب غلام ... حکم شاہ پر نیچی گردن ہے مدام
گرنہ کارآئیم در وقتے چناں ... پس چساں گوئیم خود رابندگاں
گر نہ ایسے وقت میں ہم کام آئیں ... پھر غلام اپنے کو ہم کیسے جتائیں
ہست واجب برغلاماں بندگی ... ورنہ دعویٰ بندگی شرمندگی
ہے غلاموں پر تو لازم بندگی ... ورنہ ہے بے بندگی شرمندگی
ہر غلامے کو نیارد بندگی ... مردنِ او بہتر ست از زندگی
بندگی بندہ نہ جو کوئی کرے ... جینے سے تو اُس کا مرنا خوب ہے
بندہ میگوئی تو خود را اے زبوں ... می ندانی بندگی باشد چگوں
اپنے کو اے پست کہتا ہے غلام ... بے خبر ہے۔ ہے غلامی کس کا نام
بندہ گفتن سہل و گشتن مشکلست ... بندگی نے از زباں بل از دلست
بندہ کہہ لو.... ہونا مشکل ہے کہیں ... بندگی دل سے ہے زباں سے نہیں

ہر گزاری زیں جوارح صد نماز نیست سودے تانگردی بانیاز
جو پڑھو ان اعضاء سے تم سو (۱۰۰) نماز ہے یہ لا حاصل نہ ہو جب تک نیاز
از ہمیں جا شافعِ یوم النشور گفت لاصلوٰت ❶ الا بالحضور
ہے یہ قولِ شافعِ روزِ جزا بے حضورِ دل نماز ہے نفع کیا
ایستادہ اسپ قصہ زودتاز کاں سپاہی گفت با سُلطاں چہ باز
جلد چل قصہ کا مرکب ہے کھڑا پھر سپاہی نے کہا سلطان سے کیا
چیست رنج وکلفتِ فرزند تو چیست مشکل چیست عقدہ ہیچ گو
کلفت وغم تیرے بچہ کا ہے کیا کیا ہے دقت پیچ کیا ہے کچھ بتا
با سپاہی گفت آں فرماں روا جملہ حال از ابتداء تا انتہا
لشکری سے جملہ اُس شاہ نے کہا ابتداء سے انتہا تک ماجرا
ہم ازاں عقدہ نمود اور اخبیر کاں ہمہ رادر بلا کردہ اسیر
اُس کو اُس عقدہ سے بھی آگاہ کیا جس نے اُن سب کو دیا غم میں پھنسا
آں سپاہی گفت بامیرانِ شاہ گفتنم پیش شماہست از گناہ
شاہی رکنوں سے سپاہی نے کہا بولنا تم سب کے آگے ہے خطا
حق شمارا در خرد کردہ بزرگ ہم بعلم و فضل بنمودہ سترگ
حق نے تم کو عقل میں برتر کیا نیز علم وفضل میں رُتبہ دیا
من کیم پیشِ چنیں دانش وراں کہ بگویم، ہیچ قولے از زباں
ایسے دانشمندوں میں کیا چیز ہوں کہ زباں سے بات کچھ کہہ بھی سکوں
پند گیر اے ناظرِ ایں مثنوی کہ بزرگاں را بہ پیش خود نہی
لے نصیحت مثنوی کو دیکھ کر کہ بڑے لوگوں کی تو تعظیم کر
کبر الاکبر ❷ بفرمودہ نبی ﷺ با بزرگاں پیشہ ات کن عاجزی

❶ (نیست نماز مگر با حضور دل لفظ حدیث ایں ست۔ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب۔۱۲۔منہ)
❷ (گرامی کن بزرگاں را ایں حدیث ست۔۱۲منہ)

کر بڑوں کا وقر ہے قول نبی تو بڑوں کے سامنے کر عاجزی
ہر کہ تعظیم بزرگاں میکند رُتبہ او پیشِ حق عالی شود
جو کہ کرتا ہے بڑوں کی عظمتیں پاس حق کے اُس کے رُتبے بڑھتے ہیں
ہر کہ وقر شاں نہ کردہ اے پسر لیس ① منانیست یاد او را مگر
جس نے ان کا وقر چھوڑا اے پسر ہے نہیں ہم سے، وہ بھول ہے مگر
ہست رای و فکرتاں جملہ صواب پس بہ فرمائید عقدہ را جواب
عقل و فکر ہے آپ لوگوں کی صواب آپ ہی بتلائیں عقدہ کا جواب
جملہ گفتندش کہ اے آئینہ دل میکنی مارا چرا خوار و خجل
سب کے سب بولے کہ اے آئینہ دل کرتا کیوں ہے ہم کو تو خوار اور خجل
عقل ماگشتہ دریں عرصہ زبوں فکر ورای و مافتادہ سرنگوں
عقل ہماری اس میں تو کُند ہوگئی سوجھ بوجھ ہم سب کی ہی اُوندھی پڑی
پس کجا ماندیم دانا ء و بزرگ آدمی از عقل خود باشد سترگ
تو بڑے اور عاقل ہم کیسے رہے آدمی تو عقل ہی سے ہیں بڑے
الغرض مارا تو شرمندہ مکن حل نشد ازما تو آنرا حل بکن
الغرض تو ہم کو شرمندہ نہ کر ہم ہیں قاصر تو ہی حلّ عقدہ کر
گفت اگرچہ گفتنم زیبا نبود امر کم فوق ② الادب عاجز نمود
بولا گو کہنا مجھے زیبا نہ تھا حکم ادب پر عاجز نے سرخم کیا
ایں خطا از امرتاں گشتہ صواب پس بنا چاری ہمی گویم جواب
حکم والا سے خطا یہ ہے صواب پس بہ مجبوری میں دیتا ہوں جواب
آنکہ بر چشمش نہادہ بود دست نام خود گفتا کہ نیتا ونتی ست

① (تمام حدیث ایں ست۔من لم یؤقر کبیرنا و لم یرحم صغیرنا و لم یجل عالمینا لیس منا۔یعنی ہر کہ توقیر نکرد بزرگان مارا و نہ رحم آورد برخوردان مارا و نہ تعظیم نمود عالماں را پس نیست زما یعنی چنیں کار ہا از مسلمانان نہ آید۔۱۲۔منہ)
② (مثل مشہور است الامر فوق الادب یعنی حکم و فرمان بالائے ادب است۔۱۲)

ہاتھ اُس کی آنکھ پر رکھا جو تھا نام نیناوتی اُس نے ہے کہا
زانکہ در ہندی است نامِ چشم نَین ایں اشارہ بود از دستش بعین
نَین ہندی میں ہے بس نام آنکھ کا یہ اشارہ ہاتھ سے آنکھوں پہ تھا
وانکہ برسینہ نہادہ بود دست از وطن گفتا کہ شہر چھاتہ است
اور رکھا ہاتھ سینہ پر جو تھا شہر چھاتہ دیس ہے بتلا دیا
زانکہ گوید ہند چھاتی سینہ را آں صنم نام و مقامش کرد وا
چونکہ ہے چھاتی مرادف سینہ کا اُس نے نام اور دیس ہے بتلا دیا
گر کسے گوید کہ شہرے چھاتہ نیست نیز نیناوتی نام ملکہ نیست
گر کہے کوئی چھاتہ ہے نہیں نیز نیناوتی ملکہ ہے نہیں
پس جوابش آنکہ ایں دورِ سپہر گم نمودہ بے عدد سلطان و شہر
سو جواب ہے یہ کہ دور چرخ سے شہر اور شاہ بے نشاں کتنے ہوئے
صد ہزاراں نامداران گم شدند زانقلاب و دو رایں چرخ بلند
بے پتہ لاکھوں ہی نامی ہو گئے انقلاب اور اس فلک کے دور سے
چہ عجب گر چھاتہ باشد ہمچنیں نیز نیناوتی دُختِ مہ جبیں
کیا عجب ایسا ہی ہووے چھاتہ بھی اور نیناوتی نامِ ملکہ بھی
گم شدہ باشد نشان و نام شاں ہم شدہ باشد فنا تاریخِ آں
گم ہوا ہو نام اور اُن کا نشاں مٹ گئی ہو اُس کی تاریخ اے میاں
ان مافی دارد دنیا ذو فناء انّ ما فی دار عقبیٰ ذو بقاء
جو ہے دنیا میں سو ہے اُس کو فنا جو ہے عقبیٰ میں سو ہے اُس کو بقا
چشمِ عبرت برکشا و درنگر میشود عالم چگوں زیر و زبر
کھول آنکھ عبرت کی اور تو غور کر کیسے دنیا ہوتی ہے زیر اور زبر
گاہ شام و گاہ لیل و گہ سحر در وطن گاہے اقامت گہ سفر

گاہ شادا اور گاہ رات اور گہ سحر   [illegible]

تندرستی گاہ و گہ بیمار ست   [illegible]

ہے کبھی صحت کبھی بیمار ہے   [illegible]

آں یکے اندر بلا گشتہ اسیر   واں دگر پیشہ [illegible]

ایک وہ تو ہے مصیبت میں اسیر   دوسرا [illegible]

آں یکے در خرمی خورسند و شاد   واں دگر [illegible]

اک بجاتا جشن کی بنسی ہے یار   اک نے اپنی عمر غم میں [illegible]

آں یکے مشغول طاعاتِ خدا   واں دگر مشغوف [illegible]

ایک طاعت میں خدا کی ہے لگا   دوسرا حرص و ہوا میں [illegible]

شد زبانِ معترض بند اشرفا   زود باز آؤ بیاں کن قصہ را

معترض کی بند ہے اشرف زباں   جلد لوٹو اور کرو قصہ بیاں

چونکہ حل کرد آں سپاہی عقدہ را   گفت ہر یک مرحبا و مرحبا

لشکری نے جب وہ عقدہ حل کیا   بولا ہر اک شاد باش [illegible]

شاہ داد انعام او را بے شمار   کرد برفرقش جواہر را نثار

شاہ نے بخشش دی اس کو بے شمار   اس کے سر پر سے کیے موتی نثار

گفت اے حلال حل کردی گرہ   آفریں بادا ترا اے مرد رہ

بولا عقدہ حل کیا مشکل کشا   تجھ کو ہے شاباش اے مردِ خدا

ہم چناں کہ حل نمودی عقدہ را   ہمچنیں تدبیر وصلِ [illegible]

جیسے تو نے عقدہ کو ہے حل کیا   ویسے ہی تدبیر ملنے کی بتا

گر شود لشکر کشی نافع دراں   پس بگو کردہ شود تا ہمچناں

فوج اس میں بھیجنا گر ہو مفید   تو بتا ہم بھیج دیں فوج مزید

گر شود قاصد فرستادن مفید   پس فرستم مرد دانا و حمید

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

... گفت اے پاکیزہ شعار | نیست از ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

اے سنو راس نازنین لڑکی کا باپ | [illegible]

نیز از قاصد نباشد ہیچ کار | زانکہ کردہ شرط آں ... [illegible]

ایلچی سے بھی نہ ہوگا کوئی کام | کیونکہ اس نے یہ کیا ہے شرط ... [illegible]

کہ بجز عاقل تجرید وصل کس | ورنہ تنہا بگذراند عمر و بس

کہ خود وہ ... سے وہ شادی کرے | عمر بھر ورنہ کنواری ہی رہے

ہرکہ پیغامِ وصالش میدہد | پیشش ہم امتحانی میدہد

جو ہے دیتا اس کی شادی کا پیام | دیکھ کرے ہے جانچ اس کو مدام

ہم چنیں باشد بدر گاہِ خدا | امتحانِ نیک و بد روزِ جزا

ایسے ہی درگاہِ حق میں ہووے گا | نیک و بد کا امتحان روزِ جزا

ہرکرا ۞ نامہ در دست راست | او بعیش و نور ... دائماست

جس کے سیدھے ہاتھ میں نامہ پڑے | وہ ہمیشہ عیش و عشرت میں رہے

۞ رکما قال اللہ تعالیٰ . فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھاؤم اقرؤا کتابیہ الخ و اما من اوتی کتابہ بشمالہ فیقول یالیتنی لم اوت کتابیہ ۱۲)

وانکہ دردستِ چپش نامہ فتد شد ہلاک وراست در دوزخ رسد
جس کے اُلٹے ہاتھ میں خط آپڑے ہو تباہ اور سیدھا دوزخ میں گرے

ہم چنیں ❶ باشد گذر بر پُل صراط عابر ❷ بالخیر یخلد فی النشاط
ہو گذر نا پل پہ جو ہے پل صراط خیر سے گزرا۔ کرے دائم نشاط

کافران و فاسقان و فاجران سرنگوں افتند در دوزخ ازاں
بدچلن، بدکار اور منکر جو ہیں منہ کے بل دوزخ میں اُس سے جا گریں

ہمچنیں ❸ میزان باشد امتحاں از پئے اعمال نیکان و بداں
اک ترازو سے بھی ہوگا امتحان نیک و بد کے کام کا اس کو تو جان

فی نعیم ❹ من ثقل میزانہٗ فی جحیم من کثر عصیانہٗ
پلہ بھاری والا جنت میں بسے ہوں گناہ زائد تو دوزخ میں پڑے

پس نخواہد شد ز قاصد اکتفا تا نہ او خود بیند ایں شہزادہ را
ایلچی سے کام چلنے کا نہیں ہاں وہ خود اس لڑکے کو دیکھے وہیں

ور رود شہزادہ خود در شہر او کرد خواہد قدر عقلش جستجو
جائے شہزادہ اُس کے واں اگر اک نظر ڈالے گی اس کی عقل پر

ویں نگینِ خاتم سلطانِ ما کہ نمودہ جان خود بروے فدا
مہر شاہی کے نگینہ نے ابھی جس نے اُس پر جاں نثار اپنی ہے کی

ہم ندیدہ گرم و سرد ایں جہاں نے چشیدہ تلخ و شیریں زماں
بے خبر دنیا کے گرم و سرد سے کچھ نہ چکھے تلخ و شیریں وقت کے

نیست پختہ ہست طفل و خامکار نیست عاقل ہست بل غفلت شعار

---

❶ (کما قال اللہ تعالٰی و ان منکم الا واردھا۔۱۲۔منہ مدظلہ) ❷ (گذرندہ بخیریت خواہد ماند ہمیشہ بہ شادمانی ۱۲منہ) ❸ (کما قال اللہ تعالٰی و نضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا۔۱۲منہ)
❹ (در جنت است ہر کہ ترازوئے او گراں شد در دوزخ ست آنکہ نافرمانی او بسیار شد کما قال اللہ تعالٰی فاما من ثقلت موازینہ الخ۔۱۲منہ مدظلہ)

ہے نہیں پکا۔ ہے بچہ۔ بے خبر — سیدھا ہے بھولا ہے شہزادہ مگر

زسم اندر امتحاں خامی کند — وزمرادِ خویش ناکامی کند

ڈرتا ہوں میں جانچ میں پورا نہ ہو — اپنے مطلب میں کہیں بگڑا نہ ہو

گفت شہ ہر گہ شوی ہمراہ او — کرد خواہی نظم برطرز نکو

شاہ بولا جب تو اُس کے ساتھ ہو — تو کرے تدبیر وہ ہو خوب جو

گفت زامرت نیست انکاری مرا — حکم تو از جان و دِل آرم بجا

بولا تیرے حکم سے انکار کیا — جان و دل سے حکم لاؤں میں بجا

لیک معذورم ازیں خدمت شہا — نوکریٔ خود دگرجا کرد وا

پر میں اس خدمت سے معذور ہوں شہا — نوکری اپنی بیاں کی اور جا

مہلتِ من ختم شد اے شہریار — باشد آنجا انتظارِ بے شمار

ختم رخصت ہوگئی میری جناب — انتظار ہوگا وہاں پر بے حساب

گفت سلطاں دور افگن ایں خیال — گر میسر شدزتدبیرت وصال

بولا سلطاں دُور کردے یہ خیال — ہوا گر تدبیر سے تیری وصال

نصف مُلکِ خود بتوبخشش کنم — پس غنی باشی زدینا رودرم

تجھ کو آدھی سلطنت بخشوں ابھی — سُو درم دینار سے ہو تو غنی

گفت للہ المنن طامع نیم — از دل و جاں شاہ راخدمت کنم

بولا شکر اللہ کا میں طامع نہیں — جاں سے خدمت آپ کی کردوں کہیں

لیک وعدہ زود واپس آمدن — کردہ ام آنجا من ای شاہِ زمن

پر ہے وعدہ جلد واپس ہونے کا — کرلیا میں نے وہاں شاہنشہا

خلف وعدہ در شریعت نارو است — کردن ایفا وعدہ را حکمِ خدا ست

خلف وعدہ شرع میں ہے ناروا — وعدہ پورا کرنا ہے حکمِ خدا

خلف ❶ وعدہ از علاماتِ نفاق ۔۔ تخلف المیعاد اصحاب الشقاق

خلف وعدہ ہے مخالف کا نشان ۔۔ خلف وعدہ تو مخالف ہی سے جان

گفت سلطاں نیست خلفِ وعدہ ایں ۔۔ کہ وعیدِ شرع باشد اندریں

بولا شاہ ہے خلفِ وعدہ سے بعید ۔۔ ہے شریعت کی نہیں اس میں وعید

خلف وعدہ معنی آنست اے فتا ۔۔ کہ نبا شد نیتش ز اوّل وفا

خلف وعدہ سے ہے مطلب صاحبا ۔۔ ہو شروع ہی سے نہ نیت میں وفا

ورنہ گر مانع قوی آید بہ بیش ۔۔ زاں وفا کردن نتاندو عد خویش

ورنہ شرعی مانع پیش آئے اگر ۔۔ اُس سے عذر اور وعدہ کو پورا نہ کر

لم یفِ للعذر لااثم علیہ ۔۔ لیس ذنبٌ عائدا اصلا الیہ

عدم ایفائے عذر سے جرم ہے نہیں ۔۔ کچھ گناہ عائد نہیں مطلق کہیں

گفت مانع چیست از ایفا مرا ۔۔ کہ شوم معذور نزدیکِ خدا

بولا ایفا سے مجھے مانع ہے کیا ۔۔ جو میں ہوں معذور نزدیکِ خدا

گفت مانع چیست از حکم قوی ۔۔ حیلہا بگذاری وہمرہ روی

بولا میرے حکم سے مانع بڑا ۔۔ کیا ہے۔ حیلے چھوڑ اور تو ساتھ جا

زانکہ ناید غیر تو از ہیچ کس ۔۔ نظم و نسقِ کارتو دانی و بس

تجھ سوا جتنے ہیں سب ہیں اس میں پست ۔۔ جانتا تو ہی ہے اس کا بندوبست

الغرض ہر چند کردہ عذر ہا ۔۔ یک نشد مسموع آں فرماں روا

الغرض بہتیرے عذر اُس نے کئے ۔۔ کچھ نہ آیا دھیاں میں اُس شاہ کے

چوں ندیدہ چارۂ جز امتثال ۔۔ منقطع کردہ جواب و ہم سوال

جب نہ دیکھا مان لینے کے سوا ۔۔ کوئی چارہ گفتگو کو بس کیا

---

❶ (درحدیث ست اربع من کن فیہ فهو منافق خالص و ان صلی وصام و زعم انه مسلم و ان كانت فيه خصلة منهن ففيه شعبة من النفاق حتى يدعها من اذاحدث كذب و اذا وعد خلف و اذا ائتمن خان و اذا اخاصم فجرولی روایة و اذا عاهد عذرو معنی مصرعہ ثانی خلاف وعدہ میکنند صاحبان مخالفت۔)

گفت بہتر میروم ہمراہ او میکنم تدبیر برطرزِ نکو
بولا اچھا جاؤں گا میں ہمرکاب کرتا ہوں میں انتظام لاجواب
پس مہیا کرد سلطاں زادِ راہ کرد ہمرہ لشکر و فوج و سپاہ
تب مہیا شاہ نے زادِ راہ کیا فوج ولشکر اُس کے ہمراہ کردیا
آں سپاہی مرد گفت اے بادشاہ احتیاج نیست با فوج و سپاہ
وہ سپاہی آدمی کہنے لگا عالی جاہا فوج ولشکر ہوگا کیا
بندہ و شہزادہ تنہا می روند زود واپس گشتہ در خدمت رسند
فدوی اور شہزادہ تنہا جائیں گے لوٹ کر خدمت میں جلد آجائیں گے
انچہ در خلوت بیاید کار راست درتکثر آں درستیہا کجاست
جیسا خلوت میں ہو کام اچھا میاں خوبیاں وہ پیارے جلوت میں کہاں
گفت ① پیغمبر سلامت وحدت ست صد ہزار آفات اندر کثرت ست
ہے سلامت وحدت میں قول بشیر اور کثرت میں ہیں آفاتِ کثیر
سرو آزاد ست وتنہا از ثمر می شود محفوظ ز آفاتِ حجر
سرو ہے بے پھل اور آزاد ہے مدام ڈھیلے پتھر کی نہیں آفت سے کام
باش تنہا قلب خود را صاف کن کوش و مثل آئینۂ شفاف کن
رہ اکیلا اپنے دل کو صاف کر حب جا مثل آئینہ شفاف کر
تاکہ عکسِ نور حق دروے فتد ینکشف ② للقلب اسرار الصمد
جھلکے اُس میں تاکہ نور ایزدی دل میں آویں رازہائے سرمدی
بردلِ تو اوفتادہ صد حجاب ورنہ نورش اظہر ست از آفتاب
تیرے دل پر ہیں بڑے صدہا حجاب ورنہ کم اُس نور سے ہے آفتاب

① (لفظ حدیث ایں ست السلامۃ فی الواحدۃ ۱۲ منہ)
② (ہویدا خواہد گشت برائے دل رازہائے خدا ۱۲ منہ مدظلہ)

گر نہ بیند شپرک خورشید را　　پس نمی باشد ازیں نفی ضیاء
شپرہ دیکھے نہ گر خورشید کو　　روشنی کی نفی اس سے تو نہ ہو

بلکہ در چشمش قصورے ظاہر ست　　خورز تاریکی بری وطاہر ست
بلکہ اُس کی آنکھ میں خود ہے کمی　　اور تاریکی سے سورج ہے بری

ہم چنیں چشمِ تو کورست اے مرید　　ورنہ ❶ اَقْرَب نَحْنُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
یوں ہی نابینا ہے تو کہتا ہوں میں　　ورنہ شہ رگ سے بھی ہم نزدیک ہیں

اشرفا باز آ کہ قصہ گفتن ست　　اندرونِ شہر چھاتہ رفتن ست
لَوٹ آ اے اشرفؔ کہ قصہ کہنا ہے　　شہر چھاتہ میں بھی تو اب جانا ہے

الغرض شہزادہ و مردِ عقیل　　زادرہ بگرفتہ ہم قدر قلیل
الغرض شہزادہ اور مردِ عقیل　　زادِ راہ بھی لے کے کچھ قدر قلیل

سوئے شہر آں صنم راہی شدند　　گامہا اندر بیابانہا زدند
اُس صنم کے شہر کو راہی ہوئے　　اور بیابانوں کو طے کرنے لگے

ہم بیابانہا ترا درپیش ہست　　ہیچ زادے ہم مہیا ہمراہ ست
ہیں بیاباں تیرے آگے بھی کثیر　　توشہ کچھ ہے ساتھ بھی رکھتا فقیر

ہیچ دانی کزپئے رہ چیست زاد　　گفت ربِ ما کہ تقویٰ ❷ خیرزاد
کچھ خبر ہے توشہ کیا ہے راہ کا　　تقویٰ بہتر توشہ ہے حق نے کہا

اتق ❸ اللہ فیحبک المتین　　انہ قال یحب المتقین
ڈر اللہ سے تجھ کو چاہے گا اللہ　　متقی کا پیار خود اُس نے کہا

راہ دورست و مہیا نیست ہیچ　　پس چگونہ بگذری از ہیچ ہیچ
دور ہے رہ اور نہ کچھ ساماں کئے　　کیسے جائے گا رہ پر ہیچ سے

❶ (اشارہ است بآیت کریمہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی مانزدیک تریم باو از رگ گردن ۔۱۲)
❷ (پرہیزگاری توشہ نیک ست اشارہ است بآیت کریمہ وتزوّدوا فان خیر الزاد التقویٰ ۔۱۲۔ منہ)
❸ (یعنی بترس از خدا محبوب خواہد داشت ترا ہر آئینہ گفتہ است یحب المتقین اے او دوست می دارد پرہیزگاراں را ۔۱۲ منہ مدظلہ)

ہست در پیشت منازل ہائے سخت کن مہیا زاد رہ اے نیک بخت

گھاٹیاں ہیں سامنے تیرے بھی سخت زادِراہ تیار کر اے نیک بخت

زادِ راہے راہکن با خود رفیق تاکہ درماندہ نباشی در طریق

زادِراہ کو اپنا تو ساتھی بنا تانہ ہو رہ میں پریشاں اے فتا

گر پئے یک روز می سازی سفر زادِ راہ دو چند بنہی پیشتر

گر تو اِک دن کا بھی کرتا ہے سفر دوگنا ہے توشہ رکھتا بیشتر

پس عجب کہ میروی دُور و دراز نصف توشہ نیست ہم اے پاکباز

ہے اچنبھا جار ہا دور و دراز توشہ آدھا بھی نہیں اے پاکباز

پس فزوں تر زیں چہ باشد احمقی کہ سفر دورست و دستِ تو تہی

اس سے بڑھ کر اور نادانی ہو کیا ہاتھ خالی اور سفر ہے دُور کا

بود مردے در عزیزانِ شہے بے خبر از کار دنیا میدے

مرد اِک تھا ایک سلطاں کا عزیز دنیوی کاموں سے تھا وہ بے تمیز

کارِ دنیا چیست باطل سربسر خاک افگن برسرایں سیم و زر

کام دنیا کا ہے باطل سربسر خاک ڈال اس مال وزر پر اے پسر

از خدا غافل کند ایں سیم و زر ترک کن دنیا و مافیہا پسر

کرتا غافل ہے خدا سے مال وزر دنیا و مافیہا کو تو بس ترک کر

لعنۃاللہ ❶ علٰے مایبعد قلب عبد اللہ عمّن یعبد

لعنت اللہ کی ہے اُس پر جو کرے دُور دِل کو بندے کے معبود سے

الغرض آں مرد دیں را مرد ماں می نمودندے شمار از احمقاں

الغرض اُس مردِ دیں کو آدمی سب سمجھتے پاگل اور احمق سڑی

شاہ ہم پنداشتے اور اچنیں کَان ❷ عَاقِل عِندَ رَبِّ العَالَمِین

---

❶ (لعنت خدا براں چیز کہ دُور گرداند دل بندہ را کہ پرستیدہ میشود۔۱۲منہ) ❷ (حالانکہ او خردمند بود نزد خدائے تعالیٰ۔۱۲منہ)

شاہ بھی اُس کو یوں ہی کرتا تھا شمار — پر وہ تھا نزدیک رب کے ہوشیار

اے بسا عاقل بہ نزدیک خدا — مرد ماں دانند بس احمق و را

ہیں بہت نزدیک رب کے ہوشیار — جن کا نادانوں میں کرتے ہیں شمار

عقل دنیا راہمی گویند عقل — بر خلافِ مقتضائے عقل و نقل

دنیوی دانش کو کہتے ہیں وہ عقل — جو سراسر ہے خلافِ عقل و نقل

عقل گفتن عقل جزوی را خطا — عقل کلی عقل دین ست اے فتا

عقل کہنا فہم جزوی کو خطا — فہم دینی عقل کلی ہے فتا

عقل کُلّی را بگفتہ مصطفٰے — عقل ❶ اوّل مَا خَلَقَ رَبُّ الْعُلٰے

عقل کُلّی ہی کو حضرت ﷺ نے کہا — حق نے پہلے عقل کو پیدا کیا

عقل کُلّی از صفات انبیاء — عقل کُلّی میر ساند تا خدا

عقل کُلّی انبیاء کی شان ہے — عقل کُلّی دے ملا حق سے تجھے

عقل جزوی گر شدے کافی دریں — پس ولی گشتے رئیس الملحدیں

عقل جزوی ہوتی گر کافی اخی — تو رئیس الملحدیں ہوتا ولی

لیک حالِ مردمان معکوس شد — عقل ورائے شاں ہمہ منکوس شد

حال لوگوں کا ہے پر پلٹا ہوا — ست ان سب کی ہوئی فہم و ذکا

گر کسے باشد منافق پُر دغا — مردماں دانند بس عاقل ورا

جو منافق اور ہو اہل دغا — جانتے اس کو ہیں بافہم و ذکا

بے خبر باشد کسے گرزیں جہاں — پس شمار ندش زجملہ احمقاں

بے خبر ہو اس جہاں سے کوئی اگر — اس کو احمق جانتے ہیں بے خبر

خلق گوید غافلاں را عاقلاں — عاقلاں را می شمار د ابلہاں

خلق غافل کو ہے کہتی باذکا — عاقلوں کو ہے سمجھتی وہ سڑا

❶ (درحدیث است اوّل ما خلق اللہ العقل اے بشتریں ہر چہ کہ آفرید خداوندگار خرد ست۔۱۲۔ منہ مدظلہٗ)

جاہلاں رامی شمارد عالماں ۔ گمرہاں را می شمارد ہادیاں
جاہلوں کو اہل علم ہے جانتی ۔ گمراہوں کو ہادی وہ ہے مانتی
عالماں و ہادیاں کشتند گم ۔ اتخذتم ① جاھلین راسکم
عالم اور ہادی ہوئے یارو فنا ۔ گمراہوں کو رہنما تم نے کیا
فوت گشتند آں ہمہ مردانِ پاک ۔ اے کجا رفتند اندر زیر خاک
وہ مقدس لوگ سب ہی چل دیئے ۔ ہائے وہ زیر زمیں کیا چل بسے
اے کجار فتند آں مرداں راہ ۔ اے کجار فتند مقبولان شاہ
ہائے وہ صوفی کدھر کو چل دیئے ۔ ہائے پیارے حق کے کس جانب گئے
اے کجا رفتند پاکانِ خدا ۔ اے کجا رفتند شاہانِ ہدیٰ
ہائے پاکانِ خدا کس جاگئے ۔ ہائے شاہان ہدیٰ کس جاگئے
اے کجا رفتند سلطانانِ دیں ۔ اے کجا رفتند آں اہل یقیں
ہائے سلطانان دیں کس جاگئے ۔ ہائے وہ اہل یقیں کس جاگئے
اے کجا رفتند دیں راحاملاں ۔ اے کجا رفتند جمعِ کاملاں
ہائے جو تھامے تھے دیں کو کیا ہوئے ۔ ہائے کامل لوگ سب کس جاگئے
اے کجا رفت آں زبوئ و گل غنی ۔ یعنی ② مولانا شہِ عبدالغنی
ہیں کہاں جو بوئے و گل سے تھے غنی ۔ ہیں وہ مولانا شاہ عبدالغنی (وفات ۱۲۹۵ھ)
بودا و ہند و عرب را پیشوا ۔ نیز روم و شام را بد رہنما
تھے عرب اور ہند کے وہ پیشوا ۔ نیز روم و شام کے تھے رہنما
ہرکسے کو می نمودے یک نگاہ ۔ می شدے واصل بدرگاہِ الٰہ
جس کے اُوپر ڈال دیتے اِک نگاہ ۔ اس کو حاصل ہوتا بس قربِ الٰہ
دستگیر مستفیدانِ طریق ۔ طالباں را درحقیقت بد رفیق

① (گرفتید شا گمرہاں را رہنمائے خود۔ (۱۲ منہ۔) ② (مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ اصلش از دہلی است بس از ارادہ ہجرت بسوئے مدینہ منورہ شتافت و بہ پنجم محرم ۱۲۹۵ھ ایں مسیحی سرا گذاشت۔ ۱۲ منہ۔ مدظلہ)

سالکانِ رہ کے تھے وہ دستگیر طالبوں کے تھے طریقت میں وہ پیر
بود کامل ہم بعلم ظاہری بود شیخے در احادیث نبی
علم ظاہر میں تھے اچھے مولوی تھے احادیث نبی میں شیخ بھی
اے کجا رفت آں تقی و آں نقی مولوی شیخ محمد تھانوی
اُف کہاں ہیں وہ تقی اور وہ نقی مولوی شیخ محمد تھانوی
بود دریائے بعلمِ ظاہری بحر مواّجے بعلم باطنی
علم ظاہر میں وہ دریائے عظیم علم باطن میں تھے ایک بحرِ ضخیم
صورتش چوں خضر و سیرت چوں مَلک ہمتِ او بود عالی از فلک
تھے فلک سیرت میں صورت خضر سی آسماں سے اُن کی ہمت تھی بڑھی
در کلامش آں چناں تاثیر بود مردماں راہوش و صبرے میر بود
گفتگو میں اُن کے یہ تاثیر تھی ہوتی لوگوں میں تھی پیدا بے کلی (وفات ۹۶ ہجری)
قطب کامل بود و مقبولِ خدا یاالٰہی پوش در رحمت ورا
قطب کامل اور مقبول خدا یاالٰہی ان کو رحمت میں چھپا
ہست اور ایک خلیفہ اے ہمام قاضی اسماعیل منگلوریست نام
اک خلیفہ بھی تھے اُن کے اے ہمام قاضی اسمٰعیل منگلوری ہے نام
پرتوِ مرشد در و جلوہ گرست رتبہ او از فلک بالا تر ست
اُن میں مرشد کا ہے پرتو جلوہ گر مرتبہ اُن کا فلک سے بالاتر
یاالٰہی دار او را بالدّ وام برسر طُلّاب و جملہ خاص و عام
یاالٰہی رکھ انہیں تو بالدوام خاص و عام اور طالبوں پر بھی مدام
اے کجا رفت آں بعلم دیں امیر مولوی① احمد علی بے نظیر
اُف کدھر ہیں علم دیں کے وہ امیر مولوی احمد علی بے نظیر

(①.....شاگرد رشید جناب مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی و

طنا کی مہاجراً تاریخ وفات ۱۲۹۷ھ مادۂ تاریخ اختر نا ہم۔۱۲۔منہ)

در سہارن پور بود او را وطن بُد محدث ہم فقیہ اندر زمن

تھا سہارن پور میں اُن کا وطن تھے محدث اور فقیہ اہلِ زمن

منبع فیض و عطا بود آں جناب بود جاری فیضِ او چوں آفتاب

چشمۂ فیض وعطا تھے وہ جناب فیض اُن کا جاری مثل آفتاب

بود عابد متقی و پارسا معدنِ جودو سخا کانِ عطا

تھے وہ عابد متقی اور پارسا کان تھے بخشش کی اور کانِ سخا

صد ہزاراں اند شاگردانِ او با مروّت بود و با خلق نکو

لاکھوں ہی شاگرد اُن کے ہو گئے بامروّت اور خوش اخلاق تھے (وفات ۱۲۹۷ھ)

اے کجا رفت آں مدار ابتدا آں محمد قاسم ❶ مولائے ما

اُف کدھر ہیں وہ مدار ابتدا وہ محمد قاسم آقائے ما

آیتے بودہ زآیاتِ خدا منبع جودو سخا کانِ عطا

اک نشانی تھے زآیاتِ خدا چشمۂ جودو سخا کانِ عطا

بود دَر اخلاص نیکو بے سہیم سابق ❷ الاقران بالخلق العظیم

تھے خوش اخلاقی میں بس وہ بے بدل ہم زماں سے وہ گئے آگے نکل

منبعِ علم لدنّی بود آں وقت تقریرش بُدے گوہر فشاں

چشمہ علم لدنی تھے میاں وقت تقریر ہوتے تھے وہ درفشاں

حامی اسلام و دین احمدی ردکُن جملہ ہنود و پادری

حامی اسلام اور دیں نبی ہارے اُن سے کتنے ہندو پادری

مرشدِ موصل برائے طالباں ہادیٔ کامل برائے گمرہاں

مرشد موصل تھے بہرِ طالباں ہادیٔ کامل تھے بہر گمراہاں

❶ ......وطن حضرت قصبہ نانوتہ است بفتح ہر دونون در ضلع سہارن پور قیام بہ دیو

بندی بود مزار شریف ہم دراں ست مادۂ تاریخ وفات مَرد فخرِ علماء ہائے ہائے۔
۱۲۹۷ھ ۱۲۔ مدظلہ ❷ ......سبقت بردہ بود بر ہمعصران خود در خلق بزرگ ۱۲ منہ مدظلہ

داشت صرفِ علم دیں ہمت بلند مدرسہ کردہ بنا در دیوبند ❶
عزم عالی علم دیں میں صرف تھا دیوبند میں مدرسہ بنوادیا
مہتمم جملہ مدرس بے نظیر فیضِ شاں لامع چورشید منیر
مہتمم اور سب مدرس بے نظیر فیض روشن مثل خورشید منیر
آنکہ سازد مدرسہ را اہتمام ہست مولانا رفیع الدیں ❷ بنام
ہیں جو کرتے مدرسہ کا اہتمام ہیں وہ مولانا رفیع الدین ہمام
عقل کامل دارد و رائے صواب عقل اوّل ہست شاگرد جناب
عقل کامل رکھتے ہیں رائے صواب عقل اوّل ہی ہے شاگرد جناب
خُلق چوں خُلقِ عظیم انبیاء طالب راہ خدا را پیشوا
خُلق تھا جیسا کہ خُلق انبیا طالب راہِ خدا کے پیشوا
رہنمائے غاویان و گمرہاں ہادیٔ راہِ خدائے مستعاں
بھولے بھٹکوں کے لئے ہیں رہنما رہنماء و ہادیٔ راہِ خدا
ہم شریک مشورہ اے نور عین ہست حضرت حاجی عابد حسین
ہیں شریک مشورہ اے نور عین یعنی حضرت حاجی عابد حسین
عامل کامل ولی مردِ خدا پائے او بر پاے فخر الانبیاء
اچھے عامل اور ولی مردِ خدا پیرو سنت کے فدائے مصطفےٰ
ہم جلالی ہم جمالی شانِ او کان حلم و مخزنِ خلقِ نکو
تھی جمالی اور جلالی ان کی شان حلم وخوش خُلقی کے مخزن اور کان
نقش و تعویذش مثال نقش قدر ❸ فیض اوبر خاص و عامی ❹ مثل بدر
نقش و تعویذ ان کا گویا نقش قدر فیض اُن کا عام مثل مہر و بدر

(❶ ...... دیو بند قصبہ ایست در ضلع سہارن پور آنجا مدرسہ ایست بزرگ تعمیر مدرسہ کامل دید است جناب مولانا استادنا مولوی محمد یعقوب صاحب۔ تاریخ تعمیر (اشرف عمارات ۱۲۹۲ھ) یافتہ اند ۱۲۔منہ۔) (❷ ...... وقت نظم کتاب ہذا بقید حیات بودند۔ ۱۲۔منہ) (❸ ...... بالفتح والتحریک اندازہ و حکم خدا۔ ۱۲۔منہ) (❹ ...... عامی دراصل بشدید میم است منسوب بہ عامہ فارسیاں حرف ممدود را اکثر مخفف سازند۔ ۱۲منہ)

شش مدرس ہست اندر مدرسہ ہر یکے اُستاد کامل آمدہ

چھ مدرس مدرسہ میں ہیں جناب ہے ہر اِک اُستاد کامل لاجواب

مولوی یعقوب ❶ صاحب اوّلیں عالمِ جملہ فنِ دنیا و دیں

مولوی یعقوب صاحب ہیں بڑے دین و دنیا کے فنوں ہیں جانتے

ہم بعلمِ باطنی دارد کمال ہست مقبولِ خدائے ذوالجلال

علم باطن میں رکھتے ہیں کمال ہیں وہ مقبول خدائے ذوالجلال

مرشدِ کامل ولی بے بدل عابد و زاہد نقی و بے خلل

شیخ کامل اور ولی بے نظیر عابد اور زاہد مصفا بے نکیر

اوست بحرِ کامل و اُستاد کُل اوست جز اکمل اُستاد اجمل

ہیں سمندر اور سب کے اُستاد ہیں بڑے طباع مولا کی ہے داد

دو (۲) ہمیں آں سالکِ شرع نبی مولوی سید احمد دہلوی ❷

دوسرے وہ سالک شرع نبی سید احمد مولوی ہیں دہلوی

وصف ذہن او اگر سازم رقم ختم نبود بشکند صدہا قلم

ذہن کی اُن کے صفت گر ہو رقم ختم تو ہووے نہ ٹوٹیں قلم

خاتم معقول و علم فلسفہ ہم ریاضی ❸ و علومِ مشکلہ

ختم تھی معقول و علم فلسفہ اور ریاضی اور علوم مشکلہ

پارساؤ، متقی، کم گو، حلیم ہم سخی و ہم جواد وہم کریم

پارسا اور متقی کم گو حلیم ‏ ‏ تھے سخی اور تھے جواد اور تھے کریم

❶ ......(وقت نظم ایں کتاب دریں دارِ فانی تشریف می داشتند ۔۱۲۔ منہ)

❷ ......(وقت تصنیف ایں کتاب زندہ بودند۔۱۲ منہ مدظلہ)

❸ ......(اگر چہ ریاضی ہم از اقسام علوم فلسفہ است لیکن وجہ تخصیص ایں کہ جناب مولانا بالخصوص درفنون ریاضیہ یدِ طولیٰ می داشتند و بہ کمال مہارت ایں فنون مشہور ومعروف۔۱۲۔ محمد یعقوب)

سو یمیں آں متقی نام ور ‏ ‏ مولوی محمود❶ صاحب خوش سیر

تیسرے وہ نام وَر ہیں متقی ‏ ‏ خوش سیر محمود صاحب مولوی

در حدیث و فقہ و تفسیر و اُصول ‏ ‏ شہر تے کامل بدارد در فحول

فقہ اور تفسیر حدیث اور نیز اُصول ‏ ‏ ان میں مشہور خوب ان کو نہ بھول

یلمعی و لوذعی دریائے علم ‏ ‏ منبع خلق و تواضع کان حلم

قابل اور ہوشیار اور دریائے علم ‏ ‏ چشمۂ خلق و تواضع کان حلم

برزبانش ہست مضمونِ کتاب ‏ ‏ ہست تقریرش چو بارندہ سحاب

ہے زبان پر اُن کی مضمون کتاب ‏ ‏ ان کی تقریر ہے کہ بارندہ سحاب

چار میں آں صاحب ذہن و ذکا ‏ ‏ شیخ محمود حسن مولائے ما

چوتھے صاحب۔ صاحب ذہن و ذکا ‏ ‏ شیخ محمود حسن سردار ما

ذہن کامل دارد و فکر سلیم ‏ ‏ فطرت عالی وطبع مستقیم

رکھتے کامل ذہن ہیں فکر سلیم ‏ ‏ عالی فطرت اور طبع مستقیم

عالم معقول و منقول ست آں ‏ ‏ نزد اہلِ فضل مقبول ست آں

عالم معقول اور منقول ہیں وہ ‏ ‏ فاضلوں کے پاس بھی مقبول ہیں وہ

فہم ثاقب دار دو عقلِ رسا ‏ ‏ متقی و صالح ست و پارسا

رکھتے روشن فہم ہیں عقل رسا ‏ ‏ متقی ہیں۔ نیک ہیں اور پارسا

پنجمیں اُستاد درسِ فارسی مولوی منفعت صاحب تقی
پانچویں استاد درسِ فارسی منفعت صاحب تقی ہیں مولوی
آں ششم از بہر قرآن مجید یعنی حافظ نامدار خاں سعید
اور چھٹے قرآن پڑھانے کو ہیں یار ہیں پٹھان اور نیک حافظ نامدار
ہست یک منشی امینان را امام مردِ دیں منشی سراج الحق بنام
ایک منشی ہیں امینوں کے امام دینداران کا سراج الحق ہے نام

❶ ......(ہنگام تصنیف ایں کتاب زندہ بودند۔۱۲۔منہ مدظلہٗ)
(ہر دو وقت تصنیف کتاب زندہ بودند۔۱۲۔منہ مدظلہ)

یا خدا ایں مدرسہ قائم بدار فیضِ او جاری شود لیل و نہار
باقی رکھ اس مدرسہ کو کردگار جاری اُس کا فیض ہو لیل و نہار
فیض عام مدرسہ تا دائم ست واں زمولانا محمد قاسم ست
مدرسہ کا عام فیض ہے جب تلک قاسم ہی سے جان اس کو تب تلک
چونکہ مولانا ازیں دار الفنا کرد رحلت سوئے آں دارالبقاء
جب سے مولانا نے یہ دارالفنا چھوڑا عازم ہوئے سوئے دارالبقاء
مدرسہ راشد مُربی سرپرست آنکہ نورِ فیض او ہمچوں خورست
مدرسہ کے ہیں مربی اک جناب نورِ فیض ہے جن کا گویا آفتاب
یعنی مولانا رشید احمد ولی آنکہ ہندست از فیوضش ممتلی
ہیں وہ مولانا رشید احمد جناب فیض جن کا ہند میں ہے بے حساب
متقی و حافظ خیر الکلام مرشدِ کامل ولی دیں را امام
متقی اور حافظ خیر الکلام ہیں کامل ولی۔دین کے امام
ہم محدث ہم فقیہ و ہم وجیہ صوفی صافی مفسر ہم نبیہ
ہیں محدث اور فقیہ اور ہیں وجیہ ہیں مفسر اور صوفی اور منیہ

ہم خلیفہ خاص آں کامل ولی حاجی امداد ❶ اللہ تھانوی
ہے خلیفہ خاص اُن کامل کا نام تھانوی امداداللہ حاجی عام
آنکہ فیضش ہست مثلِ آفتاب گرنہ بینی ہست برقلبت حجاب
فیض ہے جن کا کہ مثل آفتاب گرنہ دیکھے ہے ترے دل پر حجاب

❶ ......(حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اصلشاں از قصبہ تھانہ بھون ست بہ ایام غدر بعزم ہجرت بمکہ معظمہ شتافتند واز فیوض خویش ہمہ عالمیانرا از ناف زمین بہ اقطار عالم سیراب می نمودند تا ایں کہ باہمی سال در سیزدہم ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ وقت اذان صبح قبل طبع مثنوی ہذا واصل بحق شدند۔ رضی اللہ عنہ وقدس سرہٗ مزار شریف بہ جنت المعلی است بہ جنب جناب مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریب نماز ظہر مدفون شدند۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. ۱۲ منہ)۔

سرگروہ اولیاء کاملیں اعظم الاقطاب کہف العارفین
اولیاء کاملیں کے سرغنہ ہیں بڑے قطب عارفوں کے ہیں پنہ
چوں ہوس کردم کہ مدح اوکنم قول جامی کرد جانرا روشنم
جب ہوس کی میں نے اُن کی مدح کی قول جامی نے دی دل کو روشنی
آنکہ چوں درمدحش اندیشد خیال ناطقہ حیراں بماند نطق لال
وہ ہیں۔اُن کی مدح گر سوچے خیال ناطقہ حیراں رہے گویائے لال
کے میسر گرد و ایں سر شگرف جلوہ دادن در لباس صوت وحرف
ہے نہیں ممکن کہ یہ راز غریب جامہ پہنے لفظ کا ہے یہ عجیب
ہیچ بہ زاں نیست کیں امرِ خطیر واگذارم ہم باں صافی ضمیر
اس سے بہتر کیا ہو یہ اَمرِ خطیر چھوڑوں خود ان پر جو ہیں روشن ضمیر
تا کند از فضل و احسان و کرم مدح خود ہم در عرب ہم در عجم
تا کہ احسان اور کرم اور فضل سے وصف عجم میں اور عرب میں خود کرے

مدح خورشیدار نگوید ہوشمند   فیض نور او بود مدحش پسند
گر نہ عاقل مدح سورج کی کرے   مدح اُس کی فیض ہے اُس کے نور سے

در بمدح مشک نہ کشاید نفس   مشک را اوصاف بوئے مشک بس
گر نہ کوئی مشک کی مدحت کرے   مشک کے اوصاف ہیں اس کی بو ہی سے

چوں بمدح کس ندارد افتقار   بردعا اولیٰ نمایم اختصار
مدح کا ان کو نہیں ہے افتقار   ہے دعا پر کرنا بہتر اختصار

بادائم باخدائے مستعاں   سایہ اُفگن بر روس طالباں
اے خدائے مستعاں دائم رہے   سایہ اُفگن سر پہ وہ طلاب کے

دُور رفتی اشرفا واپس بشو   قصۂ آں مرد دانا بازگو
تم گئے ہو دُور اشرف واپس ہو   قصہ عاقل مرد کا پھر تم کہو

شاہ روزے خواند او رانزد خویش   برطریق ہزل بنشاندش بہ پیش
ایک دن اُس کو بلایا شاہ نے   خوش مزاجی سے بٹھایا سامنے

یک عصا در دست بنہادہ ورا   گفت ملاجی بدارید ایں عصا
ہاتھ میں ایک لاٹھی دے کر یوں کہا   ملا صاحب پاس رکھئے یہ عصا

گر بہ بینید احمقے از خویش تر   کز شما باشد بغفلت بیشتر
اپنے سے ناداں زیادہ دیکھو گر   جو کہ غفلت میں ہو تم سے بیشتر

ایں عصا در دست او بنہید زود   گفت بہتر ہمچنیں خواہم نمود
دے دو فوراً ہاتھ میں اُس کے عصا   بہتر ایسا ہی کروں گا میں۔ کہا

از قضا آمد اجل آں شاہ را   شد قریب الموت اقرب بالفنا
اتفاقاً وقت آیا شاہ کا   شاہ مرنے کے قریب اب ہو گیا

اذیجئ الموت ❶ لا یستاخرون   ساعۃً حینا ولا یستقدمون
موت جب آتی ہے پھر ٹلتی نہیں   اک گھڑی بھی آگے وہ چلتی نہیں

گفت حق با مصطفائے رہنمون انک ② میت و انهم میتون

حق نے فرمایا رسول پاک سے موت ہے تم کو اور ان کے بھی لئے

نزد سلطاں اقربایش آمدند نالہ و زاری و گریہ ساختند

شاہ کے رشتہ دار اکٹھے ہو گئے بیٹھے اور رونے چلانے لگے

نالہ و زاری ہمسر بے سود ہست بر ہدف چوں تیر حکمِ او نشست

ہے یہ سب بیکار رونا پیٹنا جب نشانہ پر لگا تیر قضا

① ......(اشارہ است بآیۃ اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون۔ ای چوں او شاں را مرگ آید یک ساعۃ ہم نہ تاخیر نمایند نہ تقدیم چہ زمانہ متحرک و زمانیات ساکن اند پس زمانیات تقدیم و تاخیر نمی توانند کرد۔ (فائدہ) در زمان ظرف متحرک و مظروف ساکن باشد در مکان بعکس آں کذا قال اوستاذی مولانا محمد یعقوب صاحب مدظلہ۔ ۱۲ منہ)...... ② ......(ہر آئینہ ہر آئینہ تو میرندہ و اوشاں ہم خواہند مرد اشارہ است بآیۃ کریمہ انک میّت و انهم میّتون۔ ۱۲۔ منہ)

آں سراپا عقل کورا مرداں میگرفتند ے حساب از ابلہاں

سر سے پا تک عقل جس کو آدمی تھے سمجھتے بالکل احمق اور سڑی

نیز آمد گفت حالِ تست چوں گفت از دنیا شوم رخصت کنوں

وہ بھی آیا بولا کیسا ہے مزاج بولا دنیا سے ہوں ہوتا رخصت آج

گفت تا کے ہست عزمِ آمدن گفت گاہے نیستم واپس شدن

بولا کب تک قصد ہے آنے کا جی بولا میں واپس نہیں ہوں گا کبھی

گفت آنجا دائما باشی مقیم گفت ہاں ① دائم بمانم اے سلیم

بولا واں دائم رہو گے تم مقیم بولا ہاں دائم رہوں گا اے سلیم

گفت خیمہ ہر فرستادی بہ پیش گفت نے من می روم تنہا بہ خویش

بولا خیمہ بھیج بھی پہلے دیا بولا نہ تنہا ہی ہوں خود جا رہا

گفت آنجا ساختی جائے قیام گفت نے جا ساختیم ونے مقام
بولا واں تیار کی رہنے کی جا بولا بنوائی نہیں بسنے کی جا
گفت سامانِ خورش کردی رواں گفت نے جنس سے فرستادم نہ ناں
بولا بھیجا کھانے کا ساماں واں بولا روٹی جنس کچھ بھیجی نہ واں
گفت اینک ایں عصا گیر و بداں احمقے ترنیست از تو در جہاں
بولا اب لو یہ عصا اور جان لو تم سے بڑھ کر دنیا میں احمق نہ ہو
کہ برائے پنج روزِ ایں جہاں ساختی صد قصر و ایوان و مکاں
اس جہاں کے پانچ دن کے تو لئے سیکڑوں کوٹھی محل بنوا لئے
دز برائے چند روزِ ایں جہاں داشتی ہم مطبخ و باور چیاں
اِس جہاں کے چند دن کے واسطے مطبخ ہے باورچی بھی ہیں رکھ لئے
نقد عمرِ خود دریں جابا ختی گوچہ سامان بہرِ عقبٰی ساختی
نقد اپنی عمر کی یاں ہار دی بولو کیا واں کے لئے تیاری کی

❶ ......(لفظ ہاں کہ کلمہ ایجاب ست در زبان ہند شعرائے فارسی ہم بہ استعمال آورند چو گفتم مرا می کشی ای صنم + بلے گفت ہاں گفت آرے نعم۔ ۱۲۔ محمد یعقوب)

احمقی بالاتر از ایں امر چیست احمقے اندر جہاں فوق از تو کیست
بے وقوفی اِس سے بڑھ کر ہوگی کیا تجھ سے بڑھ کر کون احمق ہووے گا
ایں سخن پایاں ندار و اشرفا منتظر ہستند مردم قصہ را
حد نہیں اِس بات کی اشرف میاں لوگ قصہ سننے کے شائق ہیں یاں
جز برفتن ہر دو را کارے نبود پس ہمی رفتند ہر دو زود زود
تھا نہ کوئی کام چلنے کے سوا دونوں کو۔ جاتے تھے دونوں تیز پا
بود کارِ شاں سفر شام و سحور تا کہ طے کردند منزلہائے دُور
رات دن چلنے سے اُن کو کام تھا لمبی چوڑی منزلوں کو طے کیا

شہر مقصود آمدہ نزدیک شاں ۔ شاہزادہ را معطر گشت جاں
آ گیا پاس اُن کے اب وہ شہر بھی ۔ شاہزادہ کی معطر جاں ہوئی
عاشقاں را بادِ یارِ یارِ خود ۔ اُنس می باشد بروں از حد وعد
عاشقوں کو دیس سے محبوب کے ۔ ہوتی ہے اُلفت بہت جی جان سے
ازہمیں باشد عبادِ نیک را ۔ با مساجد اُنس وافر اے فتے
اچھے بندوں کو اِسی سے مہ لقاء ۔ مسجدوں سے اُنس ہوتا ہے بڑا
من تعلق بالمساجد ❶ قلبہ ۔ فی ظلال العرشِ یظلل ربہٗ
جس کا دل مسجد سے ہو بس لگ گیا ۔ اس کو سایہ عرش کا دیوے خدا
بامدینہ عاشقانِ آنجناب ۔ اُلفتے دارند بے حد و حساب
جاں فدایانِ نبی کو بھی بڑی ۔ ہے مدینہ سے محبت بس دِلی
در مدینہ دہ و فاتم یا خدا ۔ حشر من کن با محمد ﷺ مصطفٰے
میں مدینہ میں مروں میرے خدا ۔ مصطفٰے کے ساتھ مجھ کو تو اُٹھا

❶ ......(ہر کہ دِلش بہ مسجد ہا آویختہ است پروردگار او را در سایہ ہائے عرش خواہد گرشت اشارہ است بحدیث......**یظلھم اللہ فی ظلہٖ یوم لا ظل الآ ظلہٗ امام عادل الخ۔**۱۲منہ۔)

متصل با شہر بودہ یک چمن ۔ قمری و بلبل درونش نعرہ زن
متصل اُس شہر کے تھا اک چمن ۔ بلبل اور قمری تھیں اُس میں نعرہ زن
شد پسند خاطر و منظور شاں ۔ پس فروکش ہر دو گشتند اندراں
دل کو بھایا اُن کی آنکھوں میں کھپا ۔ دونوں نے اُس میں بسیرا کرلیا
باغباں میگشت دروے شاد و خوش ۔ می نمودی مرسلہ ❶ بندی زنش
مالی اُس میں شاد و خوش تھا پھر رہا ۔ ہاں مالن گوندھتی تھی پھول کا
باغباں زن را سپاہی گفت ہاں ۔ از برائے ما بِزَ دو چار ناں

اس سپاہی نے یہ مالن سے کہا | تو ہمارے واسطے کھانا پکا
گفت زن من مرسلہ بندی کنم | بہر نیناوتی فرخ شیم
بولی مالن ہار ہم ہیں گوندھتے | پیاری ملکہ نیناوتی کے لئے
گر شود تاخیر در بُردن مرا | پس بیاید برسرم رنج و بلا
دیر لے جانے میں ہو مجھ کو اگر | آوے تکلیف اور مصیبت میرے سر
گفت نانے پز تو اے فرخ شگوں | مرسلہ بندی ہمی سازم کنوں
بولا۔ بندی نیک تو روٹی پکا | ہار میں بدلے ترے ہوں گوندھتا
پس بدستش داد آں زن مرسلہ | گفت دوسہ بندپشم دہ گرہ
ہار تب مالن نے اس کو دے دیا | اور کہا دو چار پھندے تو لگا
تادریں کار امتحانِ تو کنم | گر پسند اُفتاد من نانے پزم
پہلے میں اس کام میں پرکھوں تجھے | ہاں پکا دوں روٹی اگر اچھا بنے
او کہ در جملہ فنون اُستاد بود | نیک ترزاں مرسلہ بندی نمود
چونکہ وہ ہر کام میں اُستاد تھا | ہار اس نے اُس سے گوندھا خوشنما
صنعتش دیدہ شد اطمینان تام | رفت تا پختہ کند ہیچک طعام
ہوگئی تسکین دیکھا اُس کا کام | وہ گئی واں سے پکانے کچھ طعام

① ......(مرسلہ بندی بمعنی ہار گوندھنا۔۱۲۔منہ مدظلہٗ)

آں سپاہی شکل گُل کا غذ برید | کاندراصل ونقل نتواں فرق دید
کاٹا کاغذ لشکری نے پھول سا | فرق اصلی نقلی میں ممکن نہ تھا
اندراں از سوئے شہزادہ نوشت | سوئے نیناوتی نیکو سرشت
اُس میں شہزادہ کی جانب سے لکھا | نام نیناوتی شہزادی کے تھا
جان من جانانِ من سلطانِ من | اے توئی اسلام من ایمان من
میری جاں پیاری مری ملکہ مری | تو ہی ہے مذہب مری ملت مری

آں منم کاندرفلاں باغ و چمن | خفتہ بودم بے مشقت بے محن
میں وہی ہوں جوفلانے باغ میں | بے دھڑک سویا تھا تیرے باغ میں
تو مرا جلوہ نمودی ہمچو ماہ | حالتِ من شد ہماں ساعت تباہ
تونے مجھ پر چاند سا جلوہ کیا | حال میرا بس دگرگوں ہوگیا
باز بنہادی یکے دستم بصدر | دیگرے بر چشم من اے رشک بدر
ہاتھ اک سینے پہ میرا رکھ دیا | دوسرا آنکھوں پہ تونے مہ لقا
امتحاں کردی تمیز و عقل ما | فالمنن ❶ لِلّٰہ خلّاق السماء
امتحاں تھا عقل کا میری کیا | شکر حق کا جس نے ہے پیدا کیا
داد مارا عقل فرقِ نیک و بد | آں اشارہ فہم کردیم از خرد
نیک وبد کے فرق کی عقل ہم کو دی | عقل سے وہ بات ہم نے جان لی
آمدیم اکنوں بشہرت اے صنم | کن بسوئے ماتگا ہے از کرم
آئے تیرے شہر میں اب میری ماہ | تو کرم کی مجھ پہ ٹک کر یو نگاہ
آں گلِ مصنوع را در مرسلہ | ہمرہ گلہا بدادہ ہم گرہ
ہار میں اُس پھول مصنوعی کو بھی | باندھا پھولوں میں گرہ اُس میں بھی دی
مرسلہ چوں یافت ترتیب تمام | ہمدریں اثناء مہیا شد طعام
ہار جب بالکل مکمل ہوگیا | اتنے میں کھانا بھی آموجود ہوا

❶ ......(پس احسان ست خدائے پیدا کنندہ آسمان را۔۱۲)

زن طعامِ پختہ پیش شاں نہاد | آں سپاہی مرسلہ دردست داد
کھانا اُن کے آگے مالن نے دھرا | ہار اُس کے ہاتھ میں اُس نے دیا
نے خبرا وراچہ رمزست اندراں | جانب ِ ایوان شاہی شدرواں
بھید اس میں کیا ہے وہ واقف نہ تھی | محل شاہی کو ہوئی وہ چل کھڑی
آمد و بنمود اورا پیشکش | پیش نینا وتیِ خورشید وش

آکے مالن نے اُسے تحفہ دکھا — پیاری نیناونتی کے آگے دھرا
درنگاہش طرز و نیکو نمود — زانکہ از ہر روز خوب و نیک بود
ڈھنگ بھی اُس لڑکی نے دیکھا جدا — ہار بھی سب دن سے تھا وہ خوش نما
پس در امید از زیرو زبر — تاکہ اُفتادش بآں نامہ نظر
نیچے اُوپر اُس کو تھی وہ دیکھتی — اِتنے میں اُس کی نظر خط پر پڑی
خواند اورا در دلِ خود گشت شاد — کہ برآمد حسب شرطِ اومراد
پڑھ کر اُس کو دل میں اپنے خوش ہوئی — بولی گھر بیٹھے مرادِ دل ملی
گفت بازن راست گوکایں مرسلہ — کیست صنّاعش کہ داد اورا گرہ
بولی شہزادی کہ مالن سچ بتا — ہار کس نے گوندھا اور پھندادیا
گفت جز من نیست صنّاعش کسے — بہ ازیں دیدی زمن صنعت بسے
بولی میں نے ہی بنایا ہے اُسے — اِس سے بہتر کام دیکھے آپ نے
گفت دختر راست گوئی ماجرا — ورنہ آرم برسرت رنج و بلا
بولی لڑکی حال تو سچ دے بتا — ورنہ تیرے سر کروں نازل بلا
برسرِ کاذب ہمی آید بلا — ہست صادق بے کدورت دائما
جھوٹے کے سر ہوتی ہے نازل بلا — اور ہمیشہ سچا رہتا ہے صفا
راست کاری رستگاری از بلاست — باعثِ خوشنودیٔ خلق و خداست
سچا رہتا ہے بلا سے مخلصی — خالق ومخلوق کی بھی ہے خوشی
راستی عزّ و وقار افزوں کند — رُتبہٗ صادق زگردوں بگذرد
آبرو۔عزت کو سچ زائد کرے — آسماں سے سچے کا رتبہ بڑھے
رُستگاری از معاصی راستی ست — و زغم و کلفت خلاصی راستی ست
سچا رہنا ہے گناہوں سے نجات — رنج اور تکلیف سے سچ دے نجات
صدق سازد مرد را بااعتبار — نزد مردم می فزاید اقتدار

سچ کرے انسان کو با اعتبار ہے بڑھاتا لوگوں میں بھی اقتدار

راستی محفوظ دار داز خطر صدق ❶ ینجی کذب یہلک در خبر

سچ بچائے رکھے خطرہ سے نہ ڈر سچ بچاوے جھوٹ مارے ہے خبر

کذب را ہرگز نمی باشد فروغ خوار و بے قدرست ہم اہلِ دروغ

جھوٹ کو ہرگز نہیں ہوتا فروغ ہے ذلیل اور خوار جو بولے دروغ

کذب سازد مردرا رسواؤ خوار کذب ساز دمرد را بے اعتبار

جھوٹ انساں کو کرے رُسوا و خوار جھوٹ انسان کو کرے بے اعتبار

گفت پیغمبر کہ الکذب ❷ فجور و ھو یھدی الناس للنار الحرور

ہے پیمبر نے کہا جھوٹ ہے فجور آگ میں پہنچائے بدکاری ضرور

کذب بدتر باشد از جملہ عیوب اثر الصدق ❸ علی القول الکذوب

جھوٹ سب عیبوں سے زائد ہے خراب جھوٹ چھوڑو سچ کو کرلو انتخاب

گفت زن احوال چوں ناچار شد کہ بدم مشغول ایں صنعت بخود

کہہ دیا سب حال جب مجبور ہوئی میں تو اپنے کام میں مشغول تھی

یک مسافر آمد و گفتامرا کہ طعامے پز برائے خوردما

اک مسافر آیا اور مجھ سے کہا تو ہمارے واسطے کھانا پکا

— ❶ ......(اشارہ است بہ حدیث الصدیق ینجی والکذب یھلک ای راستی و امی رہاند و دروغ ہلاک می نماید۔۱۲ منہ، مدظلہ)... ❷ ......(ای دروغ فجور ست و فجور آدمیانرا بآتشِ گرم میراند اشارہ است بحدیث اِن الکذب فجور و الفجور یھدی الی النار۔۱۲ منہ)... ❸ ......(اے برگزین راستی را از ناراستی۔۱۲ منہ)

عذر کردم کہ منم مشغول کار از طعامت پختنم معذور دار

کر رہی ہوں کام تھا میرا بیان تو پکانے سے مجھے مجبور جان

گفت من ایں کار سازم بہ زتو تو طعامے پز برائے من برو

بولا کر دوں کام یہ تیرے لئے جا کے تو کھانا پکا میرے لئے
پس برفتم تا پزم ہیچک طعام واں مسافر داد ایں را انتظام
میں گئی کھانا پکانے کے لئے گوندھ کر پھول اُس نے مجھ کو دے دیئے
گفتم ایں احوال جملہ راست راست نیست دروے قدر ذرہ بیش وکاست
میں نے یہ سب حال سچ سچ کہہ دیا ہے نہیں بیشی کمی اس میں ذرا
چوں شنید احوال از زن ایں چنیں آمدِ شہزادہ را کردہ یقیں
حال جب مالن سے اُس نے یوں سُنا آنے کا شہزادہ کے باور کیا
گفت در دل ہست دانائے زمن کہ بیایدزاں اشارہ تا بمن
ہے بڑا ہوشیار دل میں یوں کہا اُس اشارہ سے وہ مجھ تک آ گیا
ہست ہم اُستاد صنّاع تمام مرسلہ دادہ چہ نیکو انتظام
ہے وہ اُستاد اور کاری گر بڑا ہار کیا خوب اُس نے گوندھا ہے مرا
از برایم آمدہ از راہِ دور پس ضیافت سازم اور ابالضرور
دور سے میرے لئے یاں آ گیا اُس کی دعوت کرنا مجھ کو ہے بجا
گفت بازن کاں مسافر رابگو کہ بامشب میہمانِ ما بشو
بولی مالن سے مسافر سے کہو آج کی شب وہ مرا مہمان ہو
تاتوانی میہماناں را نواز بر رُخِ مہماں بکن دروازہ باز
مقدرت بھر قدر مہمانوں کی کر در کھلا مہمانوں پر رکھا ے بشر
ہست مہماں ہدیہ از نزدِ خدا اکرم ❶ الضیف بگفتہ مصطفےٰ
مہماں ہدیہ ہے حق کا کر قبول قدر کر مہماں کی ہے قولِ رسول

❶......(ای گرامی کن میہماں را اشارہ است بحدیث من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفهٗ ۱۲۔منہ)

یزل❶ بالرزق ان ضیف نزول تو دراطعامش چرا سازی کسل

مہماں آتا ہے روزی ساتھ لے اس کی مہمانی میں ڈھیل ہے کس لئے

ازنزولِ ضیف رزق افزوں بود رحمتِ رحمان نازل می شود

مہمان کے آنے سے روزی بڑھے حق سے رحمت کا نزول ہوتا رہے

پس اگر باشد کسے مہماں ترا شکر رازق باید آوردن بجا

سو اگر مہمان ہو کوئی ترا شکر حق کا چاہئے لانا بجا

باغباں زن آمدہ واپس شتاب با سپاہی گفت اے والا جناب

لوٹ کر جلدی سے مالن نے کہا اُس سپاہی سے کہ سُن یہ ماجرا

گفت نینا وتیِ خورشید رُو کہ با مشب میہمانِ مابشو

پیاری نیناوتی نے ہے یوں کہا آج کی شب مہماں ہو تو مرا

گفت باشہزادہ مردِ لشکری شاد بنشیں با خوشی و خرمی

شاہزادہ سے سپاہی نے کہا اب تو جامہ میں نہ تو اپنے سما

رو با مشب نزد یارِ خویش تو بیں جمال و کن وصال و شاد شو

آج شب کو یار پاس اپنے رہو حُسن دیکھو اور ملو اور شاد ہو

امتحانت لیک او خواہد نمود پس بہ ہشیاری بمانی نے غنود

امتحاں بھی لے گی لیکن وہ ترا ہوش میں رہنا نہ ہو غفلت ذرا

گفت ہاں ہشیار خواہم ماند من از پس و از پیش و از جان و بدن

بولا چوکنا رہوں گا سُن اسے آگے پیچھے سے بدن سے جان سے

لم یقل ❷ ان شاء اللّٰہ القدیر بیں چہ رسوا با شد و خوار وحقیر

ان شاء اللّٰہ کہنے کو بھولا وہ یار دیکھ کیسا ہوتا ہے رُسوا وُ خوار

❶ ......(اگر مہمانے رودمی آید باروزی خودمی آید چنانچہ شاعرے گفتہ ۔

شکر بجا آر کہ مہمانِ تو + روزی خودمی خورد از خوان تو ۔۱۲۔ منہ مدظلہ)

❷ ......(اے نگفت ان شاء اللّٰہ ۔۱۲ منہ ۔)

گفت① حق با احمدِ محبوب خویش　　که مگو تو هیچ چیزے راز پیش
حق کا ہے پیارے نبی سے اپنے بول　　تو کسی شئے کے لئے پہلے نہ بول
که بفرد اکرد خواہم ہمچناں　　ہاں مگر خواہد خدائے مستعاں
کہ کروں گا اس طرح سے میں تو کل　　ہاں اگر چاہے گا رب عزوجل
قصۂ اصحاب جنت رابہیں　　اَقۡسَمُوۡا ② لَیَصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِیۡنَ
باغ والوں کی کہانی دیکھ تو　　تھی قسم کاٹیں گے اس کو صبح کو
لَمۡ یَقُوۡلُوۡا اِنۡ اَرَادَ رَبُّنَا　　طاف طوف ربک قہرًا ہنا
یہ نہ نکلا منہ سے گر چاہے غنی　　قہر رب سے آفتِ غیبی گری
اصبحت جناتہم مثل الصریم　　احرقت ، روضاتہم نارالجحیم
باغ ہوئے جیسے کہ کاٹا کھیت ہو　　آتشِ دوزخ نے جھلسا باغ کو
چوں شب آمد شاہزادہ شدرواں　　جانب ایوانِ آں آرام جاں
رات ہوئی جس وقت۔ شہزادہ چلا　　اُس کی کوٹھی کو تھا جس سے دل لگا
شاہزادہ را گذار اندر سبیل　　گو پہ کردہ نیناوتی عقیل
شاہزادہ کو تو رستہ ہی میں چھوڑ　　کہہ کیا کیا نیناوتی نے توڑ
از کنیز انش پرستارانِ چند　　کہ بشکل و صورتش اشبہ بدند
اپنی لونڈی باندیوں سے چند کو　　شکل وصورت میں تھیں ملتیں اُس سے جو
منتخب کردو بپو شانید شاں　　جامہ اسود نیز خود پوشید آں
چن لیا اور اُن کو پہنایا لباس　　کالا۔ اور خود بھی وہی پہنا لباس

① ......(اشارہ است بآیۃ کریمہ ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدًا الا ان یشاء الله ـ ۱۲ ـ منہ)

② ......(اے سوگند خوردند صاحبان باغ کہ ہر آئینہ بامداداں خواہیم برید آنرا و نہ گفتند کہ اگر خواست پروردگار ما پس فرود آمد آنجا آفت غیبی از پروردگار تو

از روئے خشم پس بکشت باغ ائے اوشاں چوں کشت بریدہ از بن و بسوخت از آتش دوزخ مرغزار ہائے آنہارا و ایں قصہ در سورۂ (نٓ) بتفصیل مذکور است۔ ۱۲ منہ۔

درمیانِ شاں نشست آں ماہر و عقل شہزادہ کند تا جستجو
بیچ میں اُن سب کے بیٹھی مہ لقا عقل شہزادہ کی لینے انتہا
چونکہ آمد شاہزادہ در مکاں دید کا لواحد ہمہ جمع زناں
گھر میں داخل جب وہ شہزادہ ہوا عورتوں کا دیکھا جمگھٹ ایک سا
گشت حیران و بدل گفت ای عجب کیست نینا وِنتی شکر بلب
ہے تعجب بولا اور حیراں ہوا کون نینا ونتی ہے شیریں ادا
چوں برو آثار حیرت شد عیاں از فراست یافت آں شکر دہاں
اس پہ حیرت کا نشاں پیدا ہوا عقل سے اُس نازنین نے پالیا
گشت معلومش کہ عقلش نیست بیش گفت با خدام رانندش زپیش
ناقص العقل ہے پتہ جب لگ گیا ہانکو اس کو نوکروں سے کہہ دیا
خادماں راندند باذلت و را رونمودہ بیعد دخفّت و را
دھکے دے کرواں سے وہ ہانکا گیا پیدا اس پر ہوگئی خفت سوا
ہر کہ یار خویش رانسیاں کند نز ازروئے یار بے پرواشود
جو کہ اپنے یار کو دیوے بھلا یار کو اُس کی نہ ہو پرواذرا
یک ❶ جماعت یوم دیں اعمٰی بود آنکہ نسیاں کرد آیاتِ صمد
اندھے ہوں گے لوگ کچھ روزِ جزا بھولے جو دنیا میں آیاتِ خدا
باخدائے پاک گویند ای خدا ساختی مارا تو نابینا چرا
پاک رب سے وہ کہیں گے اے خدا تو نے اندھا کس لئے ہم کو کیا
حق بگوید کہ اتت آیاتنا فلسیت انت تنسی ہکذا
رب کہے گا آیتیں آئیں مری سو بھلا دیں تو نے۔ بھولا تجھ کو بھی

1 (اشارہ است بدیں آیتہا۔ و من اعرض عن ذکری فالہ لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیٰمۃ اعمیٰ قال رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک ایٰتنا فنسیتھا و کذلک الیوم تنسی۔۱۲۔منہ)

آمدہ نزدِ سپاہی با الم گفت اے شہزادہ اکنوں چیست غم
غمزدہ آیا سپاہی کے وہ پاس بولا اے شہزادہ اب کیوں ہے اُداس
طالع فرخ رساندت تا حبیب گشت وصلِ اوترا بے غم نصیب
خوش نصیبی نے تجھے پہنچا دیا دوست تک۔تو اس سے بے کھٹکے ملا
شاد باید گشتنت نے پُر الم شکر باید کردنت نے رنج و غم
ہے خوشی کی بات الم کی جا نہیں شکر ہے بات غم کی جا نہیں
شکری گرداند افزوں نعمتے شاکراں رامی فزاید دولتے
شکر نعمت کو بڑھاتا ہے اجی شاکروں کی بڑھتی ہے دولت اخی
احمد1 وا اللہ علیٰ آلائہٖ اشکروا اللہ علیٰ نعمائہٖ
نعمتوں پر رب کی کر ہر دم ثناء نعمتوں پر رب کی کر شکر خدا
للذی یشکر من اللہ المزید للذی لا یشکر السجن الشدید
شکر حق لاوے بجا۔پاوے مزید اور ناشکرے کو ہے قید شدید
گفت شہزادہ کہ وصلے آنچناں ہم مبادا در نصیب دشمناں
بولا شہزادہ کہ ایسا وصل تو دشمنوں کو بھی کبھی حاصل نہ ہو
گفت خیرست ایں معمّا حل نما ہیچ گو آخر چہ رفتہ ماجرا
بولا خیر ہے راز تو بتلا ذرا کچھ بتا آخر ہوا کیا ماجرا
شاہزادہ گفت جملہ واقعہ کہ گذشتہ بود بروے سانحہ
شاہزادہ نے کہا سب واقعہ جو تھا گذرا اُس کے اُوپر سانحہ
آں سپاہی گفت کاے بے عقل و ہوش جامۂ حمق و سفاہت راپوش

لشکری بولا کہ اے کودن غبی　　تو پہن کپڑے حماقت کے سڑی

❶ ......(حمد کنید خدائے را بر نعمت ہائے او وشکر کنید خدائے را بر نعمت ہائے او برائے آنکہ شکر کند اللہ تعالیٰ را ثواب مزید است وبرائے آنکہ شکر نہ کند قید شدید است اشارہ است بآیۃ کریمہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ (۱۲۔منہ)

ایں ندانستی کہ سردارِ گروہ　　می نشیند درمیاں شاں باشکوہ

یہ نہ تو سمجھا کہ سردارِ گروہ　　بیچ میں ہے بیٹھتا با صد شکوہ

بود نیناونتی در جمع زناں　　ہمچو دیگر سرگروہاں درمیاں

نیناونتی عورتوں کی صف میں تھی　　بیچ میں اورافسروں کے مثل بھی

بود لازم نزد آں مہ رفتنت　　حال اُوپر سیدن از خود گفتنت

تجھ کو اس کے پاس جانا تھا ضرور　　پرسش اس کی اپنی کہنی تھی حضور

ایں قدر عقل و تمنائے وصال　　رو بملکِ خویش و کن دور ایں خیال

اس قدر عقل اورتمنائے وصال　　گھر چل اپنے دُور کر تو یہ خیال

گفت بگذشت انچہ بگذشت ای فتا　　باز تدبیر دگر اکنوں نما

بولا اب گذرا سو گذرا اس کو چھوڑ　　دوسرا اَب پھر لگا تو جوڑ توڑ

گفت خیر اکنوں پئے تو اے غبی　　ہیچ تدبیر دگر سازم ہمی

بولا خیر اب واسطے تیرے غبی　　کرتا ہوں تدبیر میں کچھ دوسری

پس بنزدِ باغباں زن رفت او　　گفت اے مہماں نواز و خندہ رو

سو گیا مالن کے پاس اور یوں کہا　　قدرداں میری اور ہنس مکھ تو سدا

راحت و افر رسانیدی بما　　حق مہمانی ماکردی ادا

چین تو نے ہے بہت ہم کو دیا　　حق مہمانی کیا تو نے ادا

حقِ تو برذمۂ مایاں بس ست　　شکرِ تو برگردنِ ماہر کس ست

ہے ہمارے ذمہ حق تیرا بڑا　　اور ہم دونوں پر ہے احساں ترا

لیک ایں جا از وطن ہستیم فرد — زیں ترا خدمت نتانستیم کرد

پر یہاں ہم دیس سے بچھڑے ہیں بی — اس سے خدمت کر نہیں سکتے تری

لیک میخواہم کہ حسب دستم — ہرچہ باشد من ترا خدمت کنم

پر سمائی بھر یہ خواہش ہے مری — جو کچھ ہو خدمت سو کردوں میں تری

میکنی در مرسلہ محنت بسے — تا قیام من نشیں فارغ زوے

ہار میں کرتی ہے تو محنت بڑی — بیٹھ فارغ تو سکونت تک مری

من کنم ایں کار را از بہرِ تو — گر خدا خواہد کنم بہتر زتو

واسطے تیرے کروں یہ کام اب — تجھ سے اچھا دوں بنا گر چاہے رب

گفت زن احسان خواہد شد بمن — الغرض آں اوستادِ جملہ فن

ہوگا احساں مجھ پہ مالن نے کہا — آخر اُس اُستاد ہر فن نے فتا

بازیک نامہ زشہزادہ نوشت — سوئے نینا وتی نیکو سرشت

لڑکے کی جانب سے پھر اِک خط لکھا — نیک طینت نیناوتی کو فتا

کائے ستمگر بے مروّت بے وفا — سنگدل بے مہر و رحمت پُر جفا

اے ستمگر بے مروّت بے وفا — سنگدل بے مہر واُلفت پر جفا

ہست آئین وفاداری ہمیں — ہست رسم و شیوۂ یاری ہمیں

قاعدہ یہی وفاداری کا ہے — طرز اور شیوہ یہی یاری کا ہے

کز پیت آئیم ما از راہ دور — توز مایاں ہم چناں باشی نفور

میں تو آؤں دور سے تیرے لئے — مجھ سے میری جان تو نفرت کرے

تو کنی مارا چنیں زار و نزار — تو کنی مارا چنیں رسواؤ خوار

مجھ کو تو ایسا کرے زار و نزار — مجھ کو تو ایسا کرے رسواؤ خوار

شد گمانِ بد ترا دانم مگر — از جدا استادن من زاں قمر

ہوں سمجھتا بد ہوا تیرا گماں — تھا کھڑا جو دور میں۔ نور جہاں

لیک ایں نادانی و بے عقلی ست　　آرے غفلت نارسا از طفلی ست

ہے یہ ناسمجھی اور نادانی مگر　　بھولا پن تو کمسنی کا ہے اثر

داد مارا شرم وافر آں خدا　　من نہ بودم چوں تو بے شرم و حیا

حق نے مجھ کو شرم زائد کی عطا　　میں نہ تھا تیری طرح سے بے حیا

کہ بمجمع نزدِ تو بنشستمے　　درزنان من نیز حلقہ بستمے

مجمع میں میں پاس تیرے بیٹھتا　　عورتوں میں میں ہی گھس کے بیٹھتا

عقل خود کم دیگراں مجرم شوند　　آفریں برایں چنیں فہم بلند

عقل خود کم دوسروں سے ہوں خفا　　ایسی عالی فہم پر صد مرحبا

چونکہ نینا وتی را نامہ رسید　　مُرغ جانش در قفس از غم تپید

جب کہ نیناوتی کو چٹھی ملی　　دل پہ اُس کے بے کلی سی چھا گئی

گشت برخود بس پشیمان و خجل　　بے وقوفی ساختم گفتا بہ دل

وہ بہت جھینپی اور شرمندہ ہوئی　　سوچی دل میں میں نے ناسمجھی تو کی

آرے آں عاقل زمن دانا ترست　　عقل او از عقل من بالا ترست

ہے وہ عاقل مجھ سے بھی دانا بڑا　　عقل اُس کی عقل سے میری سوا

گفت زن را کاں مسافر رابگو　　کہ بامشب بازمہمانم بشو

بولی مالن سے مسافر سے کہو　　آج کی شب پھر مرا مہمان ہو

زن رسانیدہ سپاہی را پیام　　گفت با شہزادہ کاے عقلِ تمام

اُس نے پہنچایا سپاہی کو پیام　　بولا شہزادہ سے اے عقل تمام

بازرو امشب بآں آرامِ جاں　　لیک در حیرت مشو از امتحاں

آج کی شب پھر تو مہ کے پاس جا　　امتحاں سے پر نہ گھبرانا ذرا

ہوشِ خود راکن درست و مستقیم　　نیک و بد باشناس باعقلِ سلیم

ہوش اپنا کر درست اور مستقیم　　نیک و بد پہچان باعقل سلیم

در نصائح شاہزادہ راگذار گودریں نوبت چہ کرد آں گلعذار
شاہزادہ کی نصیحت چھوڑ دو کیا کیا اس ماہ نے اب کی کہو
ساخت یک حوضے مُصفّا پُر ز آب ہم درونش ماہیاں باآب و تاب
ایک شفاف حوض پانی سے بھرا مچھلیوں کو اس میں بھی تیرا دیا
می نمودے موجہا دروے طواف ساخت بروے فرش از بلور صاف
تھیں جھکولا مارتیں لہریں فنا فرش بلوریں دیا اُن پر بچھا
ساخت اورا ہم چناں دانائے فرد کاندر آب و شیشہ نتواں فرق کرد
مستری نے اس کو تھا ایسا جڑا فرق شیشہ پانی میں ممکن نہ تھا
کرسی خود درمیاں او نہاد گشت جلوہ گر بروخورسند و شاد
اپنی کرسی بیچ میں اس کے دھری چین سے اس پر وہ جلوہ گر ہوئی
وقت شب شہزادہ آمد درمکاں یار خود رادیدہ سویش شد دواں
رات کو شہزادہ آیا اس کے گھر لپکا اپنے یار وہ دیکھ کر
چوں قریب آمد بدید آبِ رواں ایستادہ شدہما جا آں جواں
پاس آیا دیکھا تب آبِ رواں رُک گیا بس اُس جگہ پر وہ جواں
چوں عیاں آثار حیرت شد برو خادماں راگفت ایاہ اطردو
ہو گئے ظاہر نشانِ فکر جو نوکروں سے بولی اس کو ہانک دو
چوں براندآن عاشقِ بیچارہ را آمدہ نزد سپاہی با بُکا
ہانک اُس عاشق کو جب اُس نے دیا لشکری پاس آیا وہ روتا ہوا
آں سپاہی گفت چہ کردی کنوں نخل عقلت بارآوردہ چگوں
اُس سپاہی نے کہا اب کیا کیا کیا نتیجہ آیا تیری عقل کا
شاہزادہ گفت جملہ ماجرا من و عن از ابتدا تا انتہا
شاہزادہ نے کہا سب ماجرا جزو کل از ابتداء تا انتہا

گفت سوئے ملک خود واپس بشو زیں تمنا در گذر درخانہ رو
بولا اپنے ملک کو واپس چلو یہ تمنا چھوڑو گھر کو راہی ہو

ایں ندانستی کہ بودے آب اگر چوں شدے کرسیش بروے مستقر
یہ نہ تم سمجھے کہ ہوتا پانی گر کیسے رہتی اُس کی کرسی پانی پر

با سپاہی گفت شہزادہ کہ باز ہیچ تدبیر دگر با عقل ساز
اس سپاہی سے کہا شہزادے نے پھر کرو کچھ فکر اپنی عقل سے

گفت تدبیرے نماندہ نزد من خیز زیں جا عزم کن سوئے وطن
پاس تدبیر اب نہیں اس نے کہا اُٹھ یہاں سے کر اِرادہ دیس کا

گفت خواہم مرد در ہجرش زغم تازیم مانم باندوہ و الم
بولا غم سے ہجر میں مرجاؤں گا عمر بھر کو رنج وغم میں پھنس گیا

سخت شد ناچار و آخر کار باز نامۂ بنوشت باآں شاہِ ناز
وہ سپاہی سخت مجبور ہو گیا اُس نے شہزادی کو پھر اِک خط لکھا

کاے خمیرت از تعدی و جفا گہ ندیدی صورتِ مہر و وفا
ذات تیری پرستم اور پُر جفا تو وفاء و مہر سے نا آشنا

مہر و یاریِ ترا باد آفریں پاسداریِ ترا باد آفریں
مہر و یاری کو ہو تیری آفریں اُنس وخلت کو ہو تیری آفریں

کز پیت قطع بیاباں ہا کنیم وز برایت رنج و محنت ہا کشیم
جنگلوں میں ہم پھریں تیرے لئے رنج وکلفت ہم سہیں تیرے لئے

باز مارا ایں چنیں رُسوا کنی ور چنیں جورو ستم جانم کنی
پھر تو ہم کو اس طرح رُسوا کرے ایسے ظلموں سے ہماری جان لے

ماند انستیم آیا کہ برآب فرش بلوریں نمودہ آنجناب
کیا نہ سمجھے ہم کہ سطح آب پر فرشِ بلوریں بچھایا تھا مگر

لیک اندیشہ نمودم کہ دراں ۔ صرف گشتہ بود نقدِ بیکراں
سوچ کر میں نے کہ اس میں آپ کا ۔ مال کثرت سے تھا بے شک خرچ ہوا
تو لطیفی بیش از حور و پری ۔ بیشتر از برگِ گل نازک تری
تو پری اور حور سے بھی ہے لطیف ۔ پھول کی پتی سے نازک اور لطیف
از نشستِ تو نشد اورا زیاں ۔ بود لیکن جسم من از بس گراں
بیٹھنے سے تیرے کیا نقصان ہوا ۔ تھا بہت ہی بھاری لیکن تن مرا
پس بترسیدم کہ گرد بروے روم ۔ بشکند شاید زبارِ تنم
خوف کھایا بندہ نے گر اُس پہ جائے ۔ وہ دھمک سے اُس کی شاید ٹوٹ جائے
خیر خواہی کرد مت پاداش آں ۔ از کرم دادی تو مارا آنچناں
خیر خواہی کی تو اس کی یہ جزا ۔ مہربانی سے ہے کی ہم کو عطاء
واقعی پاداش نیکی ساختن ۔ جز بدی کردن نمانده در زمن
بدلہ نیکی کرنے کا تو واقعی ۔ کچھ نہیں دنیا میں بس کرنا بدی
نزد دختر چونکہ ایں نامہ رسید ۔ گشت بررویش خجالتہا پدید
جب کہ یہ تحریر ملکہ کو ملی ۔ مُنہ پہ اُس کے بس ہوائی سی اُڑی
سرنگون شد از ندامت آن صنم ۔ کہ بآن عاشق چہا کردم ستم
شرم سے اُس نے لیا سر کو جھکا ۔ اور کہا کیا میں نے کی اس پر جفا
از حماقت امتحانش میکنم ۔ باز آخرکار نادم مے شوم
امتحاں کرتی ہوں نادانی سے میں ۔ پھر خجل ہوتی ہوں بے سمجھی سے میں
گفت بازن کاں مسافر رابگو ۔ کہ بامشب بازمہمانم بشو
بولی مالن سے مسافر سے کہو ۔ مہماں میرا ہو پھر اس رات کو
ہم بگو کامشب نسازم امتحاں ۔ بلکہ برخوانے نشینم من باآں
جانچ اب کہنا نہیں کرنیکی میں ۔ ساتھ اس کے خوان پر بیٹھوں گی میں

زن رسانده باسپاہی آں پیام شاہزادہ رابگفت اے عقل خام
اُس نے پہنچایا سپاہی کو پیام بولا شہزادہ سے وہ اے عقل خام

روبا مشب بازنزدِ یارِ خود مطمئن شو امتحاں خواہدنشد
شب میں جا پھر پاس اپنے یار کے رہ نڈر مستثنیٰ ہے تو جانچ سے

آمدہ وقتِ شب وشہزادہ ہم آمدہ خرسند نزدِ آں صنم
وقت آیا رات کا شہزادہ بھی آیا اس بت پاس اب باصد خوشی

چوں بدیدش سروقد تعظیم داد شاہزادہ در دلِ خود گشت شاد
دیکھا اُس کو اُٹھ کے کی تعظیم ادا شاہزادہ اپنے دل میں خوش ہوا

الغرض سفرہ بیامد پیش شاں بود ما کو لات گونا گوں برآں
آیا دسترخوان اُن کے سامنے سب طرح کے کھانے اسپر تھے چنے

ہردو بنشستند برخواں باخوشی شاہزادہ بُد بغایت خُرّمی
دونوں بیٹھے خواں پر باصد خوشی شاہزادہ کو تھی بے حد خرّمی

آں صنم دُرِّ تکلم راسفت برسبیلِ طیب و خوش طبعی بگفت
بول کے موتی پروکر وہ پری دل لگی کے طور پر کہنے لگی

کہ کدام از ما خورد اوّل طعام چابک و چالاک ہست از ما کدام
کھانا ہم دونوں میں پہلے کون کھائے کون دیکھیں چستی اور تیزی دکھائے

لقمۂ برداشت شہزادہ زخواں پس شتاب اور انہاد اندر دہاں
خوان سے شہزادہ نے لقمہ اُٹھا جھٹ سے اُس کو منہ کے اندر رکھ لیا

گفت وہ از یار خود خوردی تو پیش شدگوارا چوں ترا بے یار خویش
پہلے اپنے دوست سے ہی کھالیا دوست بن کیسے گوارا ہوگیا

آں پسر دانست از بے دانشی یارمن گوید سپاہی راہمی
اپنی ناسمجھی سے سمجھا تاجدار یہ سپاہی کو ہے کہتی میرا یار

گفت ہاں کردم غلطہا لیک خیر از برائش ہم بنہ کہ نیست غیر

بولا ہاں بھولا میں لیکن یار خیر — ہے نہیں اس کے لئے بھی رکھ وہ غیر
چوں شنید از وے کلامے آنچناں — شد یقینش دیگر ست ہمراہ آں
اس نے جب ایسا کلام اُس سے سُنا — دوسرا ساتھ اس کے ہے باور ہوا
نیست ایں را عقل ورائے و ہوش ہیچ — وہمی تدبیر ساز د پیچ پیچ
باؤلا دیوانہ اور ہے یہ سڑی — ہے وہی تدبیر کرتا اک نئی
خادماں را گفت ایاہ ❶ ادفعوا — اخرجوا ایاہ ایاہ اصفعوا
نوکروں سے بولی اس کو ہانک دو — مارو اس کو اس کے تم چانٹے جڑو
با مذلت بازرانده شد ز یار — آمده نزد سپاہی اشکبار
دوست سے خواری سے وہ ہانکا گیا — لشکری پاس آیا وہ روتا ہوا
چوں بدیده اشکبار اور ابگفت — کاندریں نوبت بگو چہ گُل شگفت
روتا اس کو دیکھ وہ کہنے لگا — بول اب کی مرتبہ کیا گُل کھلا
از تمامی ماجرا آگہ نمود — کہ ز رنج و غم بروبگذشتہ بود
اُس نے پورا واقعہ بتلا دیا — اس پہ گذرا رنج و غم جو کچھ کہ تھا
آں سپاہی گفت کای دانائے دہر — ہم مرابا خود بیفگندی بہ قہر
وہ سپاہی بولا اے مردِ عقیل — کر دیا ساتھ اپنے مجھ کو بھی ذلیل
نیز از من آگہی گشتش کنوں — پس خدا داند بلا آید چگوں
حال میرا بھی اُسے معلوم ہوا — اب خدا جانے کہ کیا آوے بلا
ہم دریں خیر ست کزایں جارویم — سوئے ملکِ خویشتن واپس شویم
ہے اسی میں خیریاں سے چل ہی دو — بس پلٹ جاویں ہم اپنے دیس کو
الغرض ہر دو از آنجا خاستند — از غم و خوف ہلاکت کاستند
الغرض دونوں وہاں سے چل دیئے — سوکھ غم اور موت کے ڈر سے گئے
پس ہمی رفتند ہر دو تیز تیز — می نمودندے زخوف جاں گریز

دونوں ہی چلتے تھے بس چھپتے ہوئے
جان کے ڈر سے تھے دونوں بھاگتے

گفت لاتلقوا ❷ بایدیکم خدا
جانِ خود یعنے میفگن در بلا

آیۂ لاتلقوا ہے قولِ خدا
مت کرو آفت میں خود کو مبتلا

❶ ......(دفعہ کنید ایں را او ورا دل نچہ زنید۔۱۲ منہ مدظلہ)

❷ ......(قرآن شریف آمدہ، ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ یعنی نمی افگنید دستہائے خود بجانب ہلاک، ۱۲ منہ)

از بلائے نفس و شیطاں جاں رہاں
تاشود راضی خدائے مستعاں

نفس و شیطاں کی بلا سے جاں بچا
تا کہ تجھ سے راضی ہو تیرا خدا

شد زیاں کار آنکہ اوگشتہ اسیر
اندرونِ دست ایں نفسِ شریر

اس کو بس پورا خسارہ رہ گیا
نفس سرکش کے جو پنجہ میں پھنسا

کن خلافِ نفس در جملہ اُمور
تا کہ باشی از بلاؤ رنج دور

کر خلاف نفس تو جملہ اُمور
تا رہے تو رنج اور آفت سے دُور

دشمنِ تو ہست ایں نفسِ شریر
او ہمی خواہد کہ اُفتی در سعیر

نفس امّارہ جو ہے دشمن ترا
تو گرے دوزخ میں وہ ہے چاہتا

زیں عدو باید شدن بس پر حذر
زانکہ او ہشیار وما در خواب و خور

ایسے دشمن سے رہو تم پر حذر
جو ہے چوکس ہم کو فکر خواب و خور

واں عدو ما را بہ بیند دائما
ما نمی بینیم گاہے ہم ورا

دیکھتا رہتا ہے وہ دشمن مجھے
میں نہیں ہوں دیکھتا ہرگز اُسے

ایں چنیں دشمن نمودن زیردست
کارروبہ نیست کار شیر ہست

ایسے دشمن کو دبانا کر یقیں
شیر کا ہے کام روبہ کا نہیں

زا مسمّٰی ❶ بالجہاد الاکبر
کہ رجعنا من جہادِ اصغر

ہے اسی کا نام بس اکبر جہاد
جس سے ہم لوٹے وہ تھا اصغر جہاد

بند لب پایاں ندارد ایں سخن زود باز آ و بیان قصہ کن
اس سخن کی حد نہیں بس چپ رہو جلد لوٹو قصہ کو پورا کرد

گو کہ نینا ونتی در عقل فرد از پس اخراج شہزادہ چہ کرد
نیناونتی عاقلہ نے اب بتا شاہزادہ کو ہنکا کر کیا کیا

خادماں را با غضب فرماں نمود کہ کشید آں حیلہ سازاں را بزود
نوکروں سے ڈانٹ کر یہ کہہ دیا کاٹو سر جلدی سے اُن مکاروں کا

❶ ......(ایں نامیدہ شد بجہاد اکبر دلیلش قول مشہور است رجعنا الخ۔
کہ باز آمدیم از جہاد اصغر بجہاد اکبر ۔۱۲منہ مدظلہ)

درشدہ باشند غائب بادغا بس بہ بندوق وتفنگ آں جائے را
چھپ گئے ہوں تم سے گروہ پردغا اُس جگہ دو باڑھ توپوں کی لگا

برکنید و برکنید و برکنید چوں دگر ویراں ہا ویراں کنید
دو اُڑا اور دو اُڑا پھر دو اُڑا کردو ویراں اس کو اور ویران سا

حیلہ سازاں را شود تا عبرتے کس نہ ساز دبا کسے ایں حیلتے
جعلیوں کو تا نصیحت حاصل ہو ایسے جعلوں پر نہ کوئی مائل ہو

پس بہ فورِ حکم آں مردانِ جنگ غار افگندند آنجا باتفنگ
فوجیوں نے حکم کے پاتے ہی یار کر دیئے بس اس جگہ توپوں سے غار

چونکہ آوازش کہ بد سخت و شدید تا باآں ہر دوگریزندہ رسید
چونکہ آواز اس کی تھی تیز اور کڑی کانوں میں دونوں فراری کے پڑی

آں سپاہی گفت مر شہزادہ را خیر شد گشتیم ازاں منزل جدا
لشکری نے شاہزادہ سے کہا اس جگہ سے ہم الگ ہیں خوب ہوا

ورنہ ماہم ہر دو گشتندے ہلاک جسم ما آمیختے درخون و خاک
ورنہ ہم دونوں بھی پڑتے تاک میں تن ہمارا ملتا خون و خاک میں

حمد للہ کز بلا رستہ شدیم
در وطن اکنوں باطمینان رسیم
شکر حق کا بچ گئے آفت سے ہم
دیس میں اب چین سے پہنچیں گے ہم
چوں شنیدہ آں پسر نامِ وطن
باسپاہی گفت کاے غم خوار من
نام لڑکے نے سُنا جب دیس کا
اے مرے ہمدم سپاہی سے کہا
بے وصالِ یار خواہم شد ہلاک
سینہ ام اُز رنج خواہد گشت چاک
بن ملے محبوب کے ہوں گا ہلاک
غم سے سینہ میرا ہو جائے گا چاک
ہیچ تدبیرے دگر کن بہرِ وصل
کہ نخواہم زیست اندر ہجر و فصل
ملنے کی تدبیر تو کچھ اور کر
میں جدائی میں نہیں جاؤں گا مر
گفت کردم از برائے وصل تو
حیلہ ہا سہ بار برطرز نِکو
بولا میں نے تیرے ملنے کے لئے
داؤں تھے تین اعلیٰ درجہ کے چلے
لیک چوں عقلت نبا شد چہ کنم
گرشوی محروم از وصلِ صنم
پر کروں کیا تجھ میں گر ہووے نہ عقل
گر میسر ہو نہ تجھ کو اُس کا وصل
ہیچ تدبیرے نما ندہ نزد من
پس ہمیں بہتر روی سوئے وطن
کوئی تدبیر اب نہیں باقی رہی
بس وطن کو چل ہے اس میں بہتری
شاہزادہ گریہ و زاری گرفت
آں سپاہی سخت ماند اندر شگفت
شاہزادہ پھوٹ کر رونے لگا
وہ سپاہی سخت اچنبھے میں رہا
گفت می سازم دگر تدبیر خیر
کہ شوی از وصل آں دلدار سیر
بولا کرتا اور ہوں تدبیر خیر
وصل سے دلبر کی کر تو خوب سیر
یک نقب او ساخت در زیر زمی ❶
داشت عُمقش قدر قد آدمی
سیندھ اس نے ایک زمین کے نیچے کی
جس کی گہرائی تھی قد آدمی
یک دہانش داشتہ سوئے وطن
سوئے چھاتہ دیگر آں اُستاد فن
دیس کے سمت ایک رُخ اس کا کیا
لشکری نے چھاتہ کو منہ دوسرا

روزنے کہ سوئے چھاتہ کردہ بود حجرۂ تعمیر ہم بروئے نمود
جو بنایا چھاتہ کو دروازہ تھا حجرہ اس پر اک دیا اُس نے بنا
اندراں حجرہ بکنجے بسترے کنج دیگر تودہ از خاکسترے
حجرہ کے اک گوشہ میں اک فرش تھا دوسرے کونے میں تودہ خاک کا
ہم دنانیر و دراہم بے شمار اندراں تودہ نہادآں مرد کار
اور بہت سے روپے اور اشرفی لشکری نے تودہ کے اندر دھری
شاہزادہ را فقیرانہ لباس کرد در برخود بپوشیدہ پلاس
شاہزادہ کو فقیروں کا لباس ساجا اُس نے اور خود پہنا پلاس

❶......(مخفف زمین ۱۲)

چوں فقیرانش دراں حجرہ نشاند ہمچو خادم خود از وبیروں بماند
اس کو حجرہ میں کیا مرشد بنا چیلا بن خود حجرہ کے باہر رہا
گفت با او گر بیاید سائلے یا بہ نزدِ تو بیاید عائلے
بولا اُس سے آوے گر کوئی گدا پاس آ کر کوئی مفلس ہو کھڑا
پس ازیں تو دہ بدہ مشتے ورا ہم بگوئیش کہ در خانہ اش کشا
مٹھی بھر اس تودہ سے دے دے اُسے کہنا اپنے گھر میں جا کھولے اُسے
رفتہ بکشاید چو مشتِ خویش را یابد اندر درہم و دینارہا
جا کے اپنی مٹھی جب کھولے گا وہ روپے اور اشرفی پاوے گا وہ
ہمچنیں شہرت بود در خاص و عام تاکہ آیندت کرام وہم عظام
ہر کس و ناکس میں چرچا ہووے گا پاس تیرے آوے گا چھوٹا بڑا
ہر کسے را ہمچنیں مشتے دہی ہم کشادر خانہ در گوشش نہی
ہر کسی کو دے یونہی مٹھی فنا کان میں دے ڈال گھر میں کھولنا
رائے را جح ہست و ظنِ غالبم کہ ہم آید نینا ونتی صنم

ظن غالب رائے راجح ہے مری | آوے نیناونتی بھی رشک پری
چوں بیاید در کنار او رابگیر | زود رواندر نقب تو مثلِ تیر
آوے جب لے گود میں اس کو اُٹھا | سینندھ میں جا جلدی سے تو تیر سا
تابر آئی زاں درِ دیگر کہ ہست | سوئے ملک خویشتن ای حق پرست
دوسرے دروازہ سے تو بس نکل | اور خدا کے بندے اپنے ملک چل
الغرض مشہور شد در خاص و عام | آمدند آنجا امیرانِ عظام
ہر کس و ناکس میں یہ مشہور ہوا | مجمع سرداروں کا واں ہونے لگا
تاکہ نیناونتی را صیتش رسید | گشت مشتاقش چوا حوالش شنید
نیناونتی کو خبر اس کی لگی | حال اس کا جب سنا مشتاق ہوئی
تا ازاں شہزادۂ درویش کیش | ہتے خواہد پئے حاجات خویش
وہ بھی اس بچے فقیرانہ سے تا | اپنے مطلب میں کراوے کچھ دعا
ہست جملہ خلق محتاج دعا | باعمر ① لی ادع گفتہ مصطفےٰ
سب کو ہے حاجت دُعا کی ای فتا | بولے حضرت دے عمر مجھ کو دعا
خلق محتاج اند جملہ ای فتا | چہ فقیر وچہ امیر وچہ گدا
خلق ہے محتاج بے چون وچرا | کیا فقیر اور کیا امیر اور کیا گدا
ایں خلائق جملہ از حاجت پرست | کس بعقبیٰ کس باایں سیم و زر ست
ہے تمامی خلق حاجت میں پھنسی | مال میں کوئی ہے عقبیٰ میں کوئی
کس بہ فرزند و کسے بادولت ست | کس بہ رزق و کس بجاہ وصولت ست
بچوں میں کوئی ہے دولت میں کوئی | روزی میں کوئی ہے شوکت میں کوئی
کس بوقر و آبروئی ننگ و نام | کس بہ سرداری و جاہ و احترام
آبرو عزت میں غیرت میں کوئی | سروری اور شان وحرمت میں کوئی
الغرض جملہ خلائق ہمچناں | ہست محتاج و فقیر و مستہاں

الغرض سب لوگ ہیں یونہی اسیر طالب امداد محتاج وفقیر
ہست بے حاجت خدائے ذوالجلال کہ منزہ ہست ذاتش از زوال
غیرمحتاج ہے خدائے ذوالجلال ہے اسی کی ذات بے شک لازوال
قل ❷ هو الله احد الله الصمد لم يكن لذاته كفوًا احد
کہہ دو اللہ ایک ہے اور بے نیاز اُس کا ہمسر ہے نہیں سمجھو یہ راز

❶ ......(یعنی برائے من دعا کن اشارہ است بحدیث کہ عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال استاذنت صلی اللّٰه علیه وسلم فی العمرة فاذن لی وقال اشركنا یا اخی فی دعائک ولا تنسانا فقال كلمة ما یسرنی انّ لی بها الدنیا ـ ۱۲ منہ مدظلہ)

❷ ......(گو آن اللہ واحد است اللہ بے نیاز ست نیست شریک در ذاتش اشارہ است بہ سوئے سورۂ اخلاص قل هو الله احد الخ ـ ۱۲ منہ)

اشرفا آں گلبدن رازود آر شاہزادہ ہست اندر انتظار
جلد اشرف لاؤ اس کا دلربا شاہزادہ انتظار ہے کر رہا
باپرستارانِ چندآں عقل فرد قصد رفتن سوئے آں درویش کرد
اس عقیلہ نے کنیزوں کو لیا قصد اس درویش کی جانب کیا
چوں بیامد از سپاہی اذن خواست کاے مریدِ خاص پیر راہ راست
لشکری سے اذن مانگا آئی جب پیر برحق کے خلیفہ دوست رب
ذکر ایں کامل شنیدہ آمدیم دہ تومارا اذن تا اندر رویم
سن کر ہم آئے ہیں اس کامل کا ذکر دے اجازت جائیں اندر کر نہ فکر
ازلقائش دیدہ ہا روشن کنیم در زیارت با مرادِ خود رسیم
آنکھیں اس کی دید سے روشن کریں اور زیارت سے مرادِ دل کو لیں
گفت از مرشد بپرسم بہر تاں اذن گر باشد روید اندر زماں

پوچھوں مرشد سے تمہارے واسطے ہو اجازت جاؤ ساتھ آداب کے
ایں بگفت و آمدہ نزدِ پسر کہ کنوں نزدِ تو آید آں قمر
یہ کہا اور آیا شہزادہ کے پاس بولا اب دلبر ہے آتا تیرے پاس
پس بزودی درکنار او راہگیر اندرونِ ایں نقب رو مثل تیر
لے جھپٹ کر گود میں اُس کو اُٹھا سیندھ کے اندر چلا جا تیر سا
پس بروں آمد بنزدِ آں صنم گفت ایں ارشاد کردہ مرشدم
باہر آ کر اس پری سے یوں کہا میرے مرشد سے ہے یہ ارشاد ہوا
کہ ہمہ یکبار نآیند اندروں کہ مجمع دردِ سر باشد فزوں
دفعۃً آویں نہ اندر مجمع سے دردِ سر بڑھتا ہے مجمع سے مجھے
پس زجملہ تاں رود اندر یکے چوں بروں آید رود پس دیگرے
جملہ مستورات سے اک جائے ابھی جب وہ نکلے جائے تب پھر دوسری
ہم چنیں ہر یک شودز و فیضیاب منبع فیض ست آں عالی جناب
اس طرح ہر ایک ہووے فیض یاب فیض کے چشمہ ہیں وہ عالی جناب
اتفاقِ جملہ گشتہ برہمیں کہ رود پیش از ہمہ آں مہ جبیں
سب نے ایکا بس اسی پر کرلیا سب سے پہلے جائے بس وہ مہ لقا
گفت بسم اللہ پا اندر نہاد دست بستہ پیش درویش ایستادہ
کر کے بسم اللہ اندر گھس گئی ہاتھ جوڑے جا کے استادہ ہوئی
بود آں درویش جعلی سرنگوں لب ہمی جنباند بامکر و فسوں
تھا بنا درویش سر نیچا کیے ہونٹ ہلاتا تھا وہ مکر و جعل سے
دیدش و برداشت سر بازور و فن گفت باباچہ ہمی خواہی زمن
دھوکے بازی سے اُٹھا سر دیکھ کے بولا بی بی مجھ سے کیا مطلب تجھے
گفت حضرت از برایم کن دعا کہ برآرد ایزدم ہر مدعاء

بولی میرے حق میں تم کر دو دُعا حق مرا پورا کرے ہر مدعا
گفت بابا خیر باشد بہرِ تو در دو عالم تو بمانی سُرخرو
ہو بھلا بابا ترا اُس نے کہا دو جہاں میں خوش رہے بس دل ترا
ایں بگفت و خاستہ از جائے خود درنقب اور اگرفتہ زودشد
کہہ کے یہ اپنی جگہ سے وہ اُٹھا سیندھ میں لے کر وہ اُس کو چل دیا
سخت حیراں گشت زن زیں ماجرا کایں چہ اسرارست پنہاں اے خدا
ملکہ کو اس حال سے سکتہ ہوا ہے یہ کیا اسرار پوشیدہ خدا
می نمودے غور اندر شکلِ او تاورا بشناخت با عقلِ نکو
اس کی صورت دیکھی تھی غور سے عقل سے پہچانا اُس کو ملکہ نے
بود در گردن ور ایک مرسلہ نہ(۹) لکی ❶ پس دست خود دروے زدہ
تھا گلے میں ہار اس کے نولکھا مار ہاتھ اپنا وہیں اس میں دیا
❶ ......(اے مرسلہ کہ در ہندیش نولکھا ہاری گویند۔۱۲ منہ)
پس شکست و ریخت گوہر ہائے او گفت شہزادی کہ اے مردِ نکو
ٹوٹ کر موتی بکھر اُس کے گئے بولی شہزادی کہ اے انسان بھلے
کُن درنگ اکنوں بہ قبضِ توشدم تا بچینم گوہر انم پس روم
رُک میں اب قبضہ میں تیرے ہوگئی چُن لوں موتی اپنے پھر ہوں چل کھڑی
تو ہمی دانی کہ او عقلے نداشت کرد افسونش اثر اورا گذاشت
جانتے ہو تم کہ وہ بدعقل تھا چھوڑا اس کو اس کا منتر چل گیا
دخت شد مشغول درچیدِ گہر ہم شدہ مشغول چیدن آں پسر
موتی چننے میں کی اُس نے ابتداء لڑکا بھی چننے میں مصروف ہوگیا
شاہزادہ را چوں غافل یافت او در نقب اندر گریز آورد درو
پایا اُس نے جوں ہی اُس کو بے خبر سیندھ کے اندر چلی وہ دوڑ کر

چوں نظر کردو ندیدہ یار را پس نمود آغاز زاری و بکا

دیکھا جب اُس نے نہ دیکھا یار کو بس لگا رونے بہت رنجیدہ ہو

سوئے بابِ آں نقب گشتہ دواں لیک او خارج شدہ بود آں زماں

سیندھ تک اُس نے لگائی دوڑ بھی سیندھ کے باہر بھی وہ اب ہو چکی

آمدہ بیروں کنیزاں رابگفت ہست ایں جا حیلۂ و مکر نہفت

لونڈیوں سے باہر آ اُس نے کہا ہے یہاں پر مکر اور دھوکا چھپا

بے توقف زود تر زینجا روید سوئے خانہ خویشتن واپس شوید

تم رُکو مت جلدیاں سے بس چلو اپنے مسکن کی طرف واپس چلو

تا رسید ایں ہمہ جمع زناں قصۂ آں شاہزادہ کن بیاں

پہنچنے تک عورتوں کے غول واں شاہزادہ کا کرو قصہ بیاں

چوں بروں آمد بگفتش لشکری چہ غضب کردی ورا بگذاشتی

نکلا تو اس سے سپاہی نے کہا ہے غضب تو نے کیا اس کو رہا

ماجرا گفتہ زاوّل تا اخیر از شکست مرسلہ کردش خبیر

من وعن حال اس نے سارا کہہ دیا ٹوٹنے سے ہار کے آگاہ کیا

گفت اے احمق اگر اشکستہ بود پس چہ پروا بود گو بشکستہ بود

بولا اے نادان ٹوٹا تھا وہ جو تجھ کو کیا تھی فکر ٹوٹا تھا وہ گو

چوں بقول او برفتی انگہے دیگرے آید بدستت نامدے

کیسے اُس وقت اُس کے کہنے پر چلا ہاتھ تیرے کیا نہ آتا دوسرا

پس کنوں ایں جا درنگے نادرید پس ہمیں خیر ست کزایں جا روید

اب یہاں تو دیر ہرگز مت لگا ہے یہی بہتر ہو یاں سے چل کھڑا

ورنہ در اندک زماں ہر دو کساں زیں جہاں گردند بے نام ونشاں

ورنہ تھوڑی دیر میں دونوں کی جاں اس جہاں سے ہوگی بے نام ونشاں

پس ہمی بگریختند از خوف جاں   تاکہ یابند از بلا جائے اماں
جان کے خطرہ سے تھے وہ بھاگتے   تاکہ پائیں امن کی جا خطرہ سے
از بلا جائے اماں تو نیز جو   چہ بلاؤ چہ اماں ازمن شنو
ڈھونڈھ تو بھی خطرہ سے بچنے کی جا   مجھ سے سن ہے کیا اماں اور کیا بلا
گشتن اندر خشم ایزد مبتلا   ہست صعب و سخت از جملہ بلا
حق کی ناراضی میں ہونا مبتلا   سخت ہر خطرہ سے ہے بس یہ بلا
ذلک ① راس البلا راس البلا   من علیہ قہرہ یحلل ہوی
سب بلاؤں کی ہے جڑ بس یہ بلا   جس سے رب ناخوش ہو دوزخ میں گیا
رحم کن برماتو اے رحمان و رب   مبتلا مارا مکن اندر غضب
رحم کر ہم پر تو اے رحماں خدا   غصہ میں ہم کو نہ کرنا مبتلا

① ......(ایں اصل بلاست چہ ہر کہ برد قہر خدائے عزوجل فرود آید ی افتداے در دوزخ اشارہ است بآیۂ کریمہ و من یحلل علیہ غضبی فقد ھویٰ و تکرار راس البلاء برائے تاکید تحذیراً است۔۱۲۔منہ مدظلہٗ)

گر ہمی خواہی امانے زیں بلا   ضبط کن اے جاں تو خشمِ خویش را
اس بلا سے چاہتا ہے گر اَمان   روک اپنے غصہ کو اے جانِ جاں
باش زاناں کا تقاشا نرا لباس   کاظمین ① الغیظ عافین لناس
اُن سے ہو جا۔تقویٰ کوشش اُن کی ہے   ضبط غصہ عفو کوشش ان کی ہے
عفو کن از مجرمت تقصیر او   من ② عفا اصلح علی اللہ اجرہ
عفو کر تو اپنے مجرم کی خطا   عفو و نیکی کرنے کی حق دے جزا
آمدہ یادم سہ بیت مولوی   من کتاب المثنوی المعنوی
تین شعر ہیں یاد آئے اب مجھے   مثنوی سے معنوی مولانا کے
گفت عیسیٰ را یکے ہشیار سر   چیست در ہستی زجملہ صعب تر

بولا حضرت عیسٰی سے اک باخبر کیا ہے سب سے دنیا میں دُشوار تر
گفت ایجاں صعب تر خشمِ خدا کہ ازو دوزخ ہمی لرزد چوما
بولے ہے خفگی خدا کی سخت تر جس سے دوزخ کانپتی ہے سربسر
گفت از خشم خداچہ بود اماں گفت ترکِ خشمِ خویش اندرزماں
بولا غصہ سے خدا کے امن ہے کیا بولے اپنے غصہ کو ہے تھامنا
بازگو در خانہ چوں آں عقل فرد باکنیز انش رسیدہ پس چہ کرد
گھر میں جب وہ عاقلہ سواَب بتا لونڈیوں کے ساتھ پہنچی کیا کیا
داد فرماں مرد ماں را کہ روید زود ہر دو حیلہ سازاں راکشید
حکم لوگوں کو دیا تم یاں سے جاؤ جلد دونوں حیلیوں کا سر اُڑاؤ
منہدم سازید و سوزید آں مکاں کہ نماند ہیچ زونام و نشاں
تم گرادو اور جلادو وہ مکاں اُن کا رہ جاوے نہ کچھ نام و نشاں

❶ ......(ختم فرد خورندگان و درگذرندگان از گناہائے آدمیاں اشارہ است بآیۃ و سارعوا الی مغفرۃ من ربکم و جنت عرضها السموٰت والارض اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس)

❷ ......(ہر کہ درگذر د و نیکی کند بر خدائے بزرگ ست مُزداد۔۱۲۔منہ مدظلہٗ)

نیز انباریدباخاک آں کمیں غار سازید از تفنگے آں زمیں
اس جگہ کو مٹی سے تم دو پٹا اس زمیں کو توپ سے تم دو اُڑا
پس بفورِ حکم او مردانِ کار باتفنگ آنجا بیفگندند غار
حکم اس کا پاتے ہی سردار کا وہ زمیں توپوں کے مارے دی اُڑا
چوں ہااِیں ہر دو رسید آواز او گفت باشہزادہ آں مردِ نکو
توپوں کی آواز دونوں کو ملی بولا شہزادہ سے اچھا لشکری

شکر للہ کہ ازانجا آمدیم   در وطن اکنوں ہمی بہتر رویم
شکر اللہ کا کہ واں سے نکلے ہم   اچھا ہے اب دیس جائیں اپنے ہم
نالہا آغاز شہزادہ نمود   بازکن تدبیر و صلح ہیچ زود
شاہزادہ رو کے یہ کہنے لگا   جلد کر پھر فکر میرے وصل کا
ورنہ خواہم گشت بس زار و نزار   تا کہ خواہم مُرد اندر ہجر یار
سوکھ کر کانٹا ہی ہوں گا ورنہ میں   اُس کی فرقت میں تو مر جاؤں گا میں
بار دیگر ہیچ تدبیرے نما   کہ شود وصلش میسر مرمرا
فکر اک بار اور کچھ کر اے حبیب   وصل اُس کا تا کہ ہو مجھ کو نصیب
گفت من تدبیر ہا تا کے کنم   پس کنوں از حیلہ ہا عاجز شدم
فکر میں کب تک کروں اُس نے کہا   اب تو میں فکروں سے عاجز آ گیا
ہیچ تدبیر نیاید در خیال   در وطن رو دست بردار از وصال
ذہن میں آتا نہیں کچھ مکر و فن   ہاتھ اُٹھا تو وصل سے اور چل وطن
نخل غفلت بار ہجر آوردہ است   عقلِ تو محروم وصلت کردہ است
فہم نے تیری ہے فرقت پھل دیا   وصل سے محروم تجھ کو کر دیا
گر شدے عقل و حواس تو بجا   می شدے وصلش میسر مر ترا
عقل گر رہتی تری قائم حبیب   وصل اس کا تجھ کو ہو جاتا نصیب
ہیچ میدانی کہ آں شہزادہ را   عقل و ہوش و رائے گم گشتہ چرا
جانتا ہے بھی کہ اُس شہزادہ کی   فہم و عقل اور رائے کیوں جاتی رہی
عشق دلبر کردہ بودش ہمچناں   می ندانستے زمین از آسماں
عشق نے اس کے کیا تھا یہ اثر   تھا نہ زمین و آسمان سے بے خبر
زانکہ عاشق نیست زندہ مردہ است   نیست مُردہ آگہ از بالا و پست
ہوتا عاشق مُردہ ہے زندہ نہیں   مردہ واقف اُونچے نیچے سے نہیں

گم شود عاشق بمعشوق اے فتا خوان تو شعرِ مولوی روم را
ہوتا ہے دلدادہ دلبر میں فنا شعر پڑھ تو مولوی روم کا
جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
سب ہے معشوق اور عاشق پردہ ہے زندہ معشوق اور عاشق مُردہ ہے
عاشقاں را ہوش ماند نے حواس شان ہائے عشق بیروں از قیاس
رہتے عاشق کے نہیں ہوش اور حواس غیر ممکن حال عاشق کا قیاس
گرہمی خواہی کز و آگاہ شوی پس ببیں دیباچۂ ایں مثنوی
اُس سے واقف ہونا گر منظور ہو زیر و بم کے دیکھ لے دیباچہ کو
کہ بحسبِ وسعتِ خود گفتہ ام گوہرے کز غیب آمد سفتہ ام
میں تو استعداد بھر ہوں کہہ چکا بیدھا موتی غیب سے جو آ گیا
آں سپاہی چوں جوابِ صاف داد آہ سردے برکشید واو افتاد
کو را جب اُس نے جواب اُس کو دیا سانس ٹھنڈی کھینچ کر وہ گر پڑا
حال اوازبس تبہ گشت و زبوں گفت مردم ساز تدبیرے کنوں
حال بالکل اس کا پتلا ہو گیا بولا کچھ تدبیر اب کر میں مرا
آں سپاہی گشت در حیرت غریق کز پئے وصلش چہ سازم من طریق
وہ سپاہی غرقِ حیرت ہو گیا اُس سے ملنے کی کروں تدبیر کیا
آخرش گفتا کہ برخیز دشنو ہیچ تدبیرے نمایم بہر تو
بولا آخر اُٹھ کے سُن آقا مرے میں کروں گا فکر کچھ تیرے لئے
لیک ہست ایں آخرِ تدبیرہا عقل و ہوش خویش راداری بجا
پر یہ سب فکروں میں ہی پچھلی شہا ہوش حواس اپنے ذرا رکھنا بجا
پس بپوشیدہ بخود آں کارواں جامہا چوں جامہائے جوگیاں
پہنے اس عاقل نے اپنے جسم پر کپڑے جیسے جوگیوں کے ہوں مگر

شاہزادہ رابپوشانید آں جامہا چوں جامہائے دختراں
اس سپاہی نے پہنایا لڑکے کو جوڑہ جیسے لڑکیوں کا جوڑہ ہو
پس بگفتش رو بہ ہمراہیِ من در حضورِ والدِ آں سیم تن
اس سے بولا وہ تو چل ہمراہ مرے پاس اُس رشکِ پری کے باپ کے
دخترِ خود کردہ ظاہر من ترا پس بدوبسپارم اے مردِ خدا
اپنی بیٹی کہہ کے اُس سے میں تجھے سونپ دوں گا اُس کو میں پیارے مرے
جونکہ ھست آں بادشاہِ نیک ذات عادل و اہلِ کرم نیکو صفات
چونکہ ہے وہ بادشاہِ نیک ذات منصف اور اہلِ سخا اور خوش صفات
مثل دختِ خویش ہم پندار دت ہم بنزدِ دخترِ خود داردت
اپنی بیٹی سادہ سمجھے گا تجھے اپنی بیٹی پاس رکھے گا تجھے
چوں رسی در قصر شاہی نزد آں احتیاطِ تام داری اے جواں
قصر شاہی میں پہنچ کر اُس کے پاس لڑکے۔ رکھنا احتیاط ہر اس کے پاس
تانہ رازِ تو کشاید برکسے ورنہ آید برتو آفت ہابسے
راز کو تیرے نہ جانے کوئی بھی ورنہ تجھ پر آفتیں آجائیں گی
دختِ شہ راہم بسے خدمت کنی تاز مقبولان و منظوراں شوی
شاہزادی کی بہت خدمت تو کر تا ہو پیارا اور منظورِ نظر
چوں کنی خدمت شوی محبوب او پس نگاہِ لطف بہ نماید بہ تو
کرنے سے خدمت کے پیارا تو بنے مہربانی کی نظر تجھ پر کرے
ہم مرا معلوم گشت اے نیک خو کہ بحسب شرطِ آں خورشید رو
ہے ملی مجھ کو خبر تحقیق سے شرط پر اس ماہ وش محبوب کے
چوں نیامد خاطرش راکس پسند پس بہ رسمِ عرف شاہِ ارجمند
جب نہ کوئی اُس کی نظروں میں جچا شاہ نے موافق عزت کے تب یوں کیا

بافلاں شہزادہ منسوبش نمود	زانکہ دختر بکر ماندن عار بود
نسبت ایک شہزادہ سے اس کو کیا	لڑکی کا رکھنا کنوارا شرم تھا
پس فلاں تاریخ از شہرِ فلاں	در فلانِ روز در شہرِ فلاں
سوفلاں تاریخ کو اک شہر سے	اور فلانے دن فلانے ماہ کے
خواہد آمد شاہزادہ با برات	بہرِ عقدِ خود باں نیکو صفات
شاہزادہ لے کر آوے گا برات	اس پری سے عقد کرنے ایک رات
وقتِ رخصت گو کہ ہمرہ می روم	زانکہ خواہد گشت بے تو وحشتم
رخصتی پر کہہ کہ مجھ کو ساتھ لے	کیونکہ لونڈی بن ترے پاگل بنے
چوں زخدمتہا تو محبوبش شوی	نیز او خواہد کہ ہمراہش روی
اُس کا پیارا جب تو خدمت سے بنے	وہ بھی چاہے گی کہ تو ہمراہ چلے
در محفہ سازدت باخود سوار	نزدِ خود موسٰے (اُسترہ) یکے پنہاں بدار
تجھ کو بھی پینس میں کرلے گی سوار	استرہ پاس اپنے رکھ پوشیدہ یار
پس رواں گردند جملہ مرد ماں	سوئے شہرے کامدہ بودند ازاں
سو روانہ ہوں گے سب ہی لوگ تو	آئے تھے جس شہر سے اس شہر کو
ہست اندر رہ فلاں بحرِ عظیم	استراحت راشوند آنجا مقیم
اک بڑا دریا ہے رستہ میں حضور	یہ وہاں کچھ دیر دم لیں گے ضرور
از محفہ حیلہ کن بیروں بشو	نزد نوشہ آببر بینی او
کچھ بہانہ کر قفس سے تو نکل	نوشہ پاس آ ناک کاٹ اور دے تو چل
بعد ازاں خود را بدریا درفگن	اندراں موجود باشم آن زمن
بعدہٗ دریا میں اپنے کو تو ڈال	اس میں اس دم میں رہوں گا نیک فال
باز تدبیرے برائے تو کنم	کہ میسّر باشدت وصلِ صنم
پھر کروں گا فکر میں تیرے لئے	جس سے تجھ کو تیرا وہ دلبر ملے

خوب فہمانیدہ آں شہزادہ را ایں مراتب زابتدا تا انتہا

خوب اس شہزادہ کو سمجھا دیا من وعن اوّل سے لے تا انتہا

بردرِ آں بادشاہِ کامراں داد آوازے کہ اے شاہجہاں

در پہ اس اقبال مند شاہ کے گیا دنیا بھر کے بادشاہ۔ دی یہ صدا

در جہاں باشی ہمیشہ باخوشی با فراغ و خرمی عشرت کنی

تو ہمیشہ دنیا میں شاداں رہے چین اور آرام سے خوشیاں کرے

دوستانت زندہ باد درجہاں دشمنانت درز میں بادانہاں

دوست تیرے دنیا میں زندہ رہیں اور زمیں میں تیرے اعدا دھنس پڑیں

حاجتِ ایں مفلس مسکیں برآر تابرآرد حاجتت تو کرد گار

مطلب اس نادار عاجز کا نکال تا نکالے تیرا مطلب ذوالجلال

ناتوانی حاجتِ مسکیں برآر تابرآرد حاجتت پروردگار

ہو سکے عاجز کی حاجت پوری کر تا کرے حاجت تری پوری وہ بر

ہم تو محتاجی باٰں شاہِ شہاں رحم کن بر حالتِ ایں ناتواں

تو ہے محتاج اُس حقیقی شاہ کا حال پر اس ناتواں کے ترس کھا

برخلائق گر کنی رحم و کرم برتو آں راحم نماید رحم ہم

لوگوں پر رحم اور کرم گر تو کرے رحم تجھ پر بھی وہ حق اور ہو کرے

ہمدریں معنے بگفتہ مصطفٰے ﷺ ارحموا ❶ ذا الارض یرحم ذوالسماء

ہے اسی معنی میں قولِ مصطفٰے ﷺ ترس کھاؤ رحم فرماوے خدا

❶......(اشارہ است بحدیث ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ای ترس آرید برآں کہ درگیتی ست رحم خواہد نمود برشما آنکہ درآسمان ست اے۔ خدا وندتعالٰی و بآسمان شدن وتعالٰی باعتبار علو مجاز اُ گفتہ ورنہ وجوداو غیر متناہی ست۔۱۲۔ منہ)

چونکہ آوازش شنیدہ بادشاہ نزد خود خواند و بگفت ایمرد راہ

بادشاہ نے جب سنی اس کی صدا — بولا پاس اپنے بلا کر اے گدا
کیستی و حاجتِ تو چیست گو — تا بر آرم حاجت و مقصود تو
بول کون ہے تو ہے مطلب تیرا کیا — تا کروں میں تیری حاجت کو رَوا
گفت اے سلطان مردِ جو گیم — ہست ایں دختر کہ بینی دخترم
بولا اے شاہ میں تو جوگی شخص ہوں — ہو جو لڑکی دیکھتی ہے میرا خوں
پس ہمی خواہم کہ سازم جفت وے — زادۂ جوگی کہ باشد نیک پے
اس کی شادی کرنا ہوں میں چاہتا — لڑکا جوگی زادہ ہو اور ہو بھلا
جستجو ہا میکنم زایام پیش — لیک محروم ہنوز از کام خویش
میں تلاش اک عرصہ سے ہوں کر رہا — اب تک اپنا کام تو اَبتر رہا
در سفر ایں بچہ را تکلیفہاست — ہم مرا زآفاتہا تخویفہاست
ہے سفر میں بچہ کو کلفت حضور — مجھ کو بھی خطروں سے ڈر ہے بالضرور
پس ہمی خواہم کہ تفویضش کنم — چوں ودیعت با کسے اہلِ کرم
سونپنا اس کو ہوں میں بس چاہتا — یہ ودیعت اس کو جو ہو پارسا
تا پسر راجستہ آرم وانگہے — دخترِ خود راستانم من زوے
جب میں لڑکا ڈھونڈھ لاؤں تب جناب — لڑکی اپنی اس سے میں لے لوں شتاب
لیک از عالم امانت رفع شد — رایت زور و خیانت رفع شد
پر امانت اُٹھی دنیا سے صنم — مکر دھوکے کا بلند ہے اب علم
نیز در ذکرِ فتن گفتہ نبی — اَلْاَمَانَۃ تُقْبَضُ من قلبہ ①
ہے بیاں میں فتنوں کے قولِ نبی — ہے امانت دل سے اس کے چھینتی
نیست ایماں بے امانت اے فتا — ہمچنیں ② فرمود احمد مجتبےٰ
بے امانت کے نہیں ایمان ہے — احمد مرسل کا یوں فرمان ہے

① ......(اے امانت باز گرفتہ خواہد شد از دل او اشارہ است بحدیث یہدم

الرجل النومة فتقبض الامانة من قلبه ۱۲۔منہ)

❷ ......(لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ۱۲۔منہ)

شاہ شاہاں لاتخونوا ❶ گفتہ است ۔۔۔ منکرش را دین و ایماں رفتہ است

تم خیانت مت کرو حق نے کہا ۔۔۔ دین وایماں اس کے منکر کا گیا

زیں سبب در خدمتت حاضر شدم ۔۔۔ تاکہ ایں دختر بہ تفویضت دہم

اس لئے خدمت میں تیری آیا ہوں ۔۔۔ تاکہ یہ لڑکی تجھے میں سونپ دوں

زانکہ نام فرخ شاہ زماں ۔۔۔ در امانت ہست مشہور جہاں

ہے مبارک نام نامی آپ کا ۔۔۔ چار سُو مشہور امانت میں ہوا

پس اگر تا واپسیِ ایں غلام ۔۔۔ ایں امانت رابداری اے ہمام

واپسی تک آپ اس ناچیز کے ۔۔۔ یہ امانت رکھیں لیں جو آقا مرے

پس بغایت لطف و شفقت باشدت ۔۔۔ ہم نہایت رحم و منت باشدت

ہو نہایت مہر و شفقت آپ کی ۔۔۔ ہو بہت ہی رحم و منت آپ کی

بے درم سلطان را باشم غلام ۔۔۔ حاجتم ایں ست و باقی والسلام

بدرم میں شاہ کا ہوں گا غلام ۔۔۔ مطلب اپنا یہ ہے باقی والسلام

چوں شنید احوال آں ذو سلطنت ۔۔۔ گفت بہتر خانۂ من خانہ ات

سُن چکا جب شاہ اُس کا ماجرا ۔۔۔ بولا خیر ہے گھر ہمارا آپ کا

بے تکلف دخترت ایں جا گذار ۔۔۔ کرد خواہم مثل دخت خود شمار

اپنی لڑکی بے خطریاں چھوڑ دے ۔۔۔ سمجھوں گا میں مثل اپنی لڑکی کے

جوگی جعلی دعا ہائیش بداد ۔۔۔ کرد تسلیم و برفت آں اوستاد

دیں دعائیں فرضی جوگی نے اُسے ۔۔۔ مجرا کر رخصت ہوا وہ شاہ سے

شہ فرستادش درون قصر خویش ۔۔۔ دخترِ خود را بگفت اے عقل کیش

شاہ نے اُس کو اپنے گھر بھجوا دیا ۔۔۔ اپنی لڑکی سے کہا اے عاقلہ

دخترِ جوگی ست ایں نزدت بدار ہم چو اختِ خویشتن اور اشمار
پاس رکھ اس کو ہے یہ جوگی بچی دوسری تجھ کو بہن گویا ملی

❶ (اشارہ است بہ آیت کریمہ **لا تخونوا الله والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون** ای زدی مکنید از خدا ور سول او و دزدی مکنید در امانتہائے خود دانستہ۔۱۲)

الغرض آں دلبر شکرؔ دہاں می شمرد اور امثالِ خواہراں
الغرض وہ مہ لقا شیریں زباں تھی بہن اس کو سمجھتی بے گماں

نیز ایں خدمت نمودش آنچناں کہ شدہ مقبول آں جان جہاں
اس نے بھی اس طرح کام اس کا کیا کہ پری کو کام اس کا بھا گیا

خدمتِ بسیار اورا مے نمود تا کہ بیش از جملہ قدرش می فزود
اس کی یہ خدمت بہت کرتی رہی سب سے زیادہ اس کی قدر ہونے لگی

آخر گشتہ چناں محبوب او گوئیا یک روح ہست و جسم دو
آخر اس کی ایسی پیاری ہوگئی گویا اک جاں قالب ہو دو ہوگئی

ہر کہ خدمت کرد او مقبول شد ہر کہ خود بیں گشت او مخذول شد
جس نے خدمت کی وہ پیارا ہوگیا اپنے کو دیکھا تو رُسوا ہوگیا

اے پسر کن خدمت اہلُ اللہ را تا کنی حاصل رضائے شاہ را
خدمت اللہ والوں کی کر اے عزیز شاہ کی خوش نودی ملے اے باتمیز

زانکہ خدمت کردن اہل اللہ را درحقیقت ہست خدمت شاہ را
کیونکہ خدمت کرنا اہل اللہ کی دراصل خدمت ہے شہنشاہ کی

خدمتِ شاں خدمتش اے نیک خو زانکہ گم کردند ہست خود رو
ان کی خدمت اُس کی خدمت ہے فنا کیونکہ اس میں یہ ہوئے بالکل فنا

درحدیث آمد کہ در روز جزا بندۂ خود رابفرماید خدا
ہے خبر میں آیا کہ روزِ جزا ہوگا بندہ سے یہ ارشادِ خدا

که طعامے خواستم از تو ولے　　ایها العبد ندا دی انکبے
میں نے تجھ سے تھوڑا کھانا مانگا پھر　　بندہ تو منکر ہوا اس دم مگر
پس بگوید بندۂ زارو کہیں　　کیف ❶ اطعم انت رب العالمین
تب کہے گا بندہ ناچار و ذلیل　　کیسے دیتا تو تو ہے رب جلیل

❶ (اے خواہد گفت من ترا چگونہ می خورانیدمی حالانکہ تو پروردگار جہانیان ہستی پس بگوید طعام خواست از تو بندۂ من فلاں اگر میخورانیدے نزد ما فتے۔ الخ۔۱۲۔ منہ)

قال استطعمک ذا عبدی فلاں　　لو رزقت یا فتے نزدیک ما
بولے کھانا تجھ سے بندے نے مرے　　مانگا جو دیتا کہتے ہم سے لے
بازگوید کز تو آبے خواستم　　لیک ننمودی مرا سیراب ہم
حکم ہو پانی کی خواہش تجھ سے کی　　تو نے مجھ کو پیاس سے تسکیں نہ دی
پس بگوید بندۂ خوار و مہین　　کیف ❶ اسقی انت رب العالمین
تب کہے گا بندۂ خوار اور ذلیل　　کیسے دیتا تو ہے بس رب جلیل
قال استقاک ذا عبدی فلاں　　لو سقیت یا فتے نزدیک مان
بولے پانی تجھ سے بندہ نے مرے　　مانگا گر دیتا تو کہتے ہم سے لے
بازگوید از تو جامہ خواستم　　لیک مارا تو ندا دی جامہ ہم
حکم ہو کپڑا طلب تجھ سے کیا　　تو نے کپڑا ابھی نہیں ہم کو دیا
پس بگوید بندۂ پست و حزیں　　کیف ❷ اکسو انت رب العالمین
تب کہے گا بندہ ناچیز اور حزیں　　کیسے دیتا تو ہے رب العالمین
قال استکساک ذا عبدی فلاں　　لو رزقت یا فتے نزدیک ماں
بولے کپڑا تجھ سے بندہ نے مرے　　مانگا تو دیتا تو کہتے ہم سے لے
ایں چیستاں را بکن خدمت بسے　　بو کہ بنماید نظر تو بر کسے
خدمت ایسوں کی تو کر دل توڑ کر　　ممکن ہے تجھ پر کرے کوئی نظر

خاک را سازند اکسیر نظر دید شاں دے دے خدائے دادگر
دیکھ کر مٹی کو کردیں کیمیا دیکھنا ان کا خدا کا دیکھنا

❶ ......(اے چساں آپ میخورانیدم ہرگاہ تو پروردۂ عالمیاں ہستی بگوید باری تعالیٰ آپ خواست از تو بندۂ من فلاں پس اگر میخورانیدے یافتی۔۱۲منہ)

❷ ......(اے چگونہ پوشانیدم حالانکہ تو رب عالمہا ہستی پس بگوید باری تعالیٰ پوشش خواست از تو فلاں بندۂ من اگر می پوشانیدی الخ یعنی از طلبیدن خدائے تعالیٰ پوشش وآب وخورش مراد ایں ست کہ یکے از خاصان ومقربان خداوندی طلبیدہ بود پس خدمت او عین خدمت خداوندی بود ہمچنانکہ اگر فرماندہی نائب خویش جائے بفرستد پس تعظیم او تعظیم ملک خواہد شد ودر تحقیر او تحقیر۔۱۲۔منہ۔)

جائے نازک ہست لب بند اشرفا ساز ساماں شادی آں ماہ را
ہے جگہ نازک بس اشرف چپ ہو اس قمر کی شادی کا ساماں کرو

گشت چوں نزدیک روز شادیش شاہ شد مشغول در سامانِ خوش
جب زمانہ شادی کا پاس آگیا شاہ تب سامان میں مصروف ہوا

کرد سامانِ مہیا بے شمار کہ نتانندش شمردن صد ہزار
خوب ہی تیاری کی جس کا شمار کر نہیں سکتے کریں گروہ ہزار

طرف ثانی نیز در سامان ہا شاغل و مصروف بودند اے فتا
لڑکے والے بھی بڑے سامان میں تھے لگے اپنے دلی ارمان میں

تاکہ تاریخ مقرر و نمود سوئے چھاتہ قصد خود کردند زود
شادی جس دن ٹھہری تھی وہ آگیا چھاتہ کا جھٹ پٹ اِرادہ کرلیا

شاہزادہ بابراتے بے شمار باشکوہ و فروشاں گشتہ سوار
شاہزادہ مع بڑی بارات کے آیا کروفر سے اور اِک شان سے

چوں قریب شہر چھاتہ آمدند شاہ وارکانش ہمہ آگہ شدند

چھاتہ کے نزدیک جب یہ آ گئے　　شاہ اور اس کے وزیر آگاہ ہوئے
پس باستقبال شاں گشتہ سوار　　شاہ بارکان خویش و ہم تبار
پیشوائی کرنے کو ان کی چلے　　شاہ مع اپنے وزیر اور فوج کے
تا بہ عز و حرمت و تعظیم ہا　　ہم بہ وقر ووقعت و تکریم ہا
ان کو عزت حرمت اور تعظیم سے　　نیز وقر اور وقعت اور تکریم سے
اندرون شہر آوردند شاں　　عزت و توقیرہا کردند شاں
شہر کے اندر لے آئے آپ ہی　　اور بڑی توقیر و عزت ان کی کی
در مکان بس وسیع و بس بلند　　داد شاں جائے کہ کردندش پسند
ایک عالیشان عمارت میں فتا　　ان کی مرضی پر انہیں ٹھہرا دیا
ایں ہمہ رانزد مہماناں گذار　　حالِ نینا وتی زیبا نگار
چھوڑ مہمانوں میں ان سب کو میاں　　کر تو نیناوتی کا قصہ بیاں
کل زناں در قصر مشغولش شدند　　تا عروس مہ لقا آنرا کنند
عورتیں گھر کی ہوئیں مصروف سب　　تا دلہن مہ وش بناویں اس کو اب
چوں ورا عریاں نمودند آں زماں　　گوئیا ازا برمہ گشتہ عیاں
اس کے تن سے جب کئے کپڑے جدا　　چاند گویا بدلی سے ظاہر ہوا
چوں نمودند آں بدن راشست و شو　　فوق ازخورشید شدآں ماہرو
عورتیں جب اس کو بس نہلا چکیں　　بڑھ کے سورج سے ہوئی وہ مہ جبیں
چونکہ پوشانیدہ شدآں سیمبر　　جامۂ ترصیع کردہ از گہر
جبکہ پہنائی گئی وہ مہ لقا　　موتیوں سے تھا جو جوڑہ بس جڑا
از خجالت شد بمغرب آفتاب　　روز افگندہ بروئے خود نقاب
شرم سے پچھم میں سورج چھپ گیا　　دن نے بس اپنا لیا تھا منہ چھپا
چونکہ مالیدند خوشبو بربدن　　پس معطر گشت جملہ انجمن

جب بدن پر اس کے خوشبو کو ملا — جلسہ کا جلسہ تھا سارا بس رہا
جلوہ دادندش چو بر تختِ عروس — ماہ و خور آمد برائے پائے بوس
جب اُسے چوکی پہ تھا بٹھلا دیا — چاند سورج اس پہ ہوتے تھے فدا
الغرض در زینت و زیب عروس — آمدہ پاسے شب رشک شموس
اِک پہر رات اس میں گذری اے فتا — رات کیا تھی دن سا تھا اک چاندنا
بعد ازاں تیاری شادی شدہ — یعنی سازخانہ آبادی شدہ
انتظام اب شادی کا ہونے لگا — خانہ آبادی کا بس ساماں ہوا
مرد ماں در محفلے گشتند جمع — شاہزادہ در چراغاں ہمچو شمع
ایک محفل میں ہوئے سب لوگ جمع — نوشہ تھا جیسے چراغوں میں ہو شمع
عقد شاہ چوں عقد گوہر بستہ شد — دوست شاد و دشمنِ شاں خستہ شد
عقد اُن کا ہار سا باندھا گیا — دوست خوش اور دشمن ان کا خستہ تھا
بود در محفل مبارک بادھا — بارک [1] اللہ بارک اللہ فیہما
غل تھا محفل میں مبارک باد کا — دونوں میں برکت دے خدا
بعد ازاں سفرہ بیا و ردندشاں — پیش مہمانانِ خود باعزہ شاں
بعد اس کے لائے دسترخواں وہاں — پر تکلف اپنے مہمانوں کے یاں
بود مطعومات بو قلموں برآں — نیز مشروبات گونا گوں برآں
ہر طرح کے کھانے اس پر چُن دیئے — پینے کے اقسام تھے ہر طرح کے
چوں فراغت یافتند از خوردنش — پس برفتند آں ہمہ در خواب خوش
اس ضیافت سے وہ فارغ جب ہوئے — اپنی میٹھی نیند وہ سب سو رہے
چوں سحر گشت و برآمد آفتاب — حاضری تیار کردآں عرش باب
نکلی سورج کی کرن جب صبح ہوئی — بیٹی والے نے کی تیار حاضری
حاضری خورند ہرگہ مرد ماں — کرد نذرشاں جہیز بیکراں

حاضری سب لوگ جس دم کھا چکے تب جہیز ان کو ملا افراط سے
مرداں را تو مشغول متاع گوچہ شد حال زناں وقت وداع
لوگوں کو مصروف رکھ تو مال میں عورتیں رخصت میں تھیں کس حال میں
حال مادر راچہ سازم من بیاں بود ہر دو چشم او گوہر فشاں
ماں کی حالت کو بیاں میں کیا کروں دونوں آنکھوں سے تھا جاری اس کے خون
از فراقِ دخترِ خود مے گریست نیز می گفت اے چگوں خواہیم زیست
بیٹی کی فرقت میں روتی جاتی تھی کہتی تھی کیسے ہو اپنی زندگی
ہم چناں بد حال آں جملہ زناں برلب ہر یک بُدہ شور و فغاں
حال جملہ عورتوں کا یوں ہی تھا رونے سے ہر اِک کے تھا کہرام سا

⑪ ......(برکت دہد برکت دیدایزد تعالیٰ میان ہر دو۔۱۲۔منہ مدظلہٗ)

بود حال نینا ونتی ہمچناں ہائے ہوی کرد ہم شور و فغاں
حال نیناونتی کا تھا ویسا ہی ہائے وہو کرتی تھی اور تھی چیختی
الغرض آں قصر ماتم خانہ بود در زمین و چرخ ظلمت می نمود
الغرض گھر کیا تھا ماتم خانہ تھا تھا اندھیرا ارض سے لے تا سما
چوں نبودہ چارہ جز صبر و قرار لاجرم اندر محفہ شد سوار
چونکہ چارہ تھا نہ جز صبر وقرار ہوگئی فینس میں مجبور اسوار
دخترِ جوگی بگفت اے خواہرم بے تو خواہد گشت دل راو جشتم
بولی لڑکی جوگی کی باجی مری بے ترے میرا بہت اُلجھے گا جی
گر بفرمائی بہمراہت روم ہم ترا من کارخد متہا کنم
حکم ہو ساتھ آپ کے میں بھی چلوں آپ کا میں کام اور خدمت کروں
نینا ونتی گفت بہتر چیست زیں کہ دل من نیزمی خواہد ہمیں
بولی نیناونتی اس سے اچھا کیا چاہتا یہ ہی ہے بس دل بھی مرا

ہمرہ او در محفہ شد سوار   داشت یک موسا بخود آں مرد کار
ہوگئی ساتھ اس کے فینس میں سوار   اُسترہ بھی رکھ لیا اک باڑھ دار
الغرض باگریہ و زاری بکا   آں زناں کردند رخصت مرورا
الغرض رو پیٹ کر اور ہائے کر   اس کو رخصت کر دیا سب نے مگر
چوں بروں آمد محفہ زرنگار   نیز نوشہ شاہزادہ شد سوار
پالکی جب باہر آئی زرنگار   ہوگیا نوشہ بھی شہزادہ سوار
آں محافہ پیش پیش و در پسش   بود نوشہ شاد شادو خوش بخوش
آگے آگے پالکی اُس کے عقب   نوشہ تھا خوش خوش بصد جشن وطرب
از پے پدرو دختر شاہم   شد سوار مرکب صرصر قدم
باپ بھی بیٹے کے رخصت کے لئے   اک سمند بادپا پر چڑھ لئے
در عقب جملہ برات و مرد ماں   با وقار کرّ وفر و عزّ وشاں
سب برات اور لوگ پیچھے پیچھے تھے   شان وشوکت آن وبان اور ٹھاٹھ سے
بر محفہ گشت چنداں زرنثار   مفلساں گشتند جملہ مالدار
اتنا فینس پر ہوا روپیہ نثار   جتنے مفلس تھے ہوئے سب مالدار
الغرض گشتند آں جملہ رواں   سوئے شہرے کامدہ بودند ازاں
الغرض وہ سب روانہ ہوگئے   اُس جگہ کو جس سے وہ سب آئے تھے
ہیچ دانی چیست شہرے کہ ازاں   آمدند ایں جملہ خلق و مرد ماں
جانتے بھی ہو کہ ہے وہ کیا مقام   جس سے کل مخلوق آئی خاص وعام
عالم ارواح داں آں شہر را   کہ وطن اصلی ست مارا اے فتا
اس جگہ کو عالم ارواح جان   ہے وطن اصلی ہمارا اے جوان
ہست ایں دارالسفر بیت الفنا   چوں مسافر خانہ و مہماں سرا
یہ سفر خانہ ہے اور خانہ خراب   ہو بہو ہوٹل سرا سمجھو جناب

تا کجا افتادہ باشی در سرا کن بسوئے شہر خود پروازہا
تو سرا میں کب تلک ٹھہرے گا یار اُڑ چل اپنے دیس کو ہو برق تار
ہست نیکو ماندن اندر ایں سفر سوئے شہرِ خویشتن آزود تر
اس سفر میں رہنا اچھا ہے نہیں جلد اپنے دیس میں آجا کہیں
اے مسافر از برائے ایں سفر مصطفٰے گفت السفر مثل سقر
اے مسافر اس سفر ہی میں مگر قول احمد ہے سفر گویا سقر
معنی موعود ❶ ایں ست اے فتا قصہ می گویم کنوں بشنو ورا
مطلب اصلی یہ ہے اے پیارے مرے باقی قصہ کہتا ہوں سن لے اسے
رفتہ رفتہ آمد آں بحر عظیم از پئے راحت شدند آنجا مقیم
چلتے چلتے آیا وہ دریا بڑا ٹھہرے وہاں سُستانے کو اور دم لیا

❶ ......(اے معنی کہ وعدہ کردہ بودم دریں شعر ۔ وانچہ فرمودہ السفر مثل سقر معنیش آئندہ گویم ای پسر + وایں نکتہ است تفسیر نیست ۔)

دختر جوگی جعلی ذوفنوں حیلہ کرد و از محہ شد بروں
جعلی لڑکی جوگی کی چلتی ہوئی پالکی سے جعل کر باہر چلی
زد نوشہ آمدہ آں حیلہ جو پس بموئے بینیش ببرید او
چل کے نوشہ پاس مفسد آگئی اُسترے سے ناک اس کی کاٹ لی
باز خود را زود در دریا فگند بود آنجا لشکری ارجمند
جھٹ سے بس دریا میں وہ کود ہی پڑی وہاں پہ تھا موجود ساتھی لشکری
دست او بگرفت و غوطہ زد شتاب رفت تا دُور دُور از از زیر آب
ہاتھ اس کا پکڑا اور غوطہ لگا نیچے نیچے دُور تک وہ بہ گیا
مطمئن چوں گشت پس آمد بدر خشک کردہ جامۂ خویش و پسر
باہر آیا جب کہ اطمیناں ہوا اپنے اور لڑکے کے کپڑے کو سکھا

گفت الحمد لستار العیوب	کہ برآمد مقصدت برطرز خوب
بولا ہے صد شکر اس ستار کا	کام تیرا پورا اور چوکس بنا
لیک چندے کن توقف بعد ازاں	باتو سوئے شاہ خواہم شد رواں
پر ابھی رُک جائے تو اتنا اگر	پاس شاہ کے تجھ کو لے جاؤں مگر
پس بخواہم کردند بیرو صال	گر بخواہد آں خدائے ذوالجلال
فکر تیرے وصل کی کردوں گا اب	گر خدا چاہے گا جو ہے سب کا رب
چند بگذارید در سیر و شکار	پس کنم تدبیر وصل آں نگار
کچھ دنوں کرلو تم اب سیر و شکار	پھر کروں محبوب سے تم کو دوچار
درمیان سیرہا بگذارشاں	قصۂ بنی بریدہ کن بیاں
ان کو تو سیروں میں تم چھوڑو میاں	حال نکٹے کا کرو اب تم بیاں
دخترِ جوگی چو بینیش بُرید	شوروغل در مرد ماں گشتہ پدید
جوگی بچی نے جو کاٹی اس کی ناک	چیخے چلائے اُڑائی سب نے خاک
شد مبدل باالم شادی او	گشت ویراں جملہ آبادی او
غم سے بدلی اس کی اب ساری خوشی	اس کی سب آبادی ویراں ہوگئی
سوئے ملکش باالم واپس شدہ	شاہ بادختر بچھاتہ آمدہ
دیس کو مغموم وہ واپس ہوا	شاہ بیٹی ساتھ چھاتہ آگیا
آمد و بنشست اندر رنج و غم	ہم گذشت از سینہ اش تیرا لم
غمزدہ شاہ آکے بیٹھا دل جلا	دل سے اس کے تیر غم کا پار ہوا
نیز اندیشہ نمودے در ضمیر	چوں بخواہد دخترِ خود آں فقیر
سوچتا تھا دل میں بھی روشن ضمیر	لڑکی اپنی مانگے گا جب وہ فقیر
پس چہ خواہم دادمن اورا جواب	الغرض می خورد صدہا پیچ و تاب
تو کہو میں دوں گا اُس کو کیا جواب	الغرض کھاتا بہت تھا پیچ و تاب

گر بہ پیش او بگویم ماجرا — پس یقیں خواہد نمود آں راچرا
سامنے اس کے کہوں گر ماجرا — تو یقیں اس کو وہ کیوں کرنے لگا
شاہ را در فکر و رنج و غم گذار — لشکری و شاہزادہ رابیار
شاہ کو رنج اور فکر و غم میں چھوڑ جاؤ — تم سپاہی اور شہزادہ کو لاؤ
سیر کردہ کردہ در ماندہ شدند — آر ایں جاتا کہ ارامے کنند
تھک گئے ہوں گے وہ کرتے کرتے سیر — یاں لے آ سستالیں کچھ دیران کے پیر
آں سپاہی کاو ستادِ کاربود — آں لباس اوّلیں در برنمود
وہ سپاہی جو بڑا ہوشیار تھا — اُس نے اپنا پہلا جوڑہ ڈٹ لیا
شاہزادہ را بپوشانید آں — جامہا چوں جامہائے جوگیاں
اُس نے اب شہزادے کو پہنا دیئے — کپڑے جیسے جوگیوں کے ہوں پھٹے
بس بیامد نزد سلطاں شاد شاد — کرد تسلیم و دعا ہائش بداد
خدمتِ شاہ میں ہوا حاضر تبھی — دیں دُعائیں اُس کو اور تسلیم کی
گفت از اقبال شاہ دادگر — دستیابم شد بکوشش ایں
آپ کے اقبال سے اس نے کہا — مجھ کو کوشش سے یہ لڑکا ہے ملا
نیک خوئے و مرد خوب ست و حلیم — پارسا و صالح و نیک و کریم
اچھی عادت اچھا لڑکا بُردبار — ہے بزرگ و نیک اور پرہیزگار
منتِ تو ہست برمن بے شمار — دخترم را داشتی اے شہر یار
آپ کا مجھ پر بہت احسان ہے — لڑکی میری آپ کی مہمان ہے
لیک زیں بندہ چہ آید بندگی — ہست پیش تو مرا شرمندگی
پر ہو اس ناچیز سے کیا بندگی — مجھ کو اس دم ہے بڑی شرمندگی
بر غلام احسان و منت شاہ راست — بیش ازیں تکلیف دادن ناروا است
فدوی پر احساں بہت ہی شاہ کا — زیادہ اب تکلیف دینا ناسزا

دخترم شاہا حوالت کن بمن دارد ت شاد آں خدائے ذوالمنن
مجھ کو واپس دیجئے لڑکی مری آپ کو خوش رکھے وہ قادر قوی
شاہ عاجز گشت و حیراں در جواب آخرش گفتا کہ اے پُر اضطراب
شاہ حیراں اور پریشاں ہوگیا بعد میں کہنے لگا جلدی ہے کیا
کن قیام و گیر آرام و بپائے کہ نباید کار در عجلت بجائے
ٹھہرو اور آرام لو کچھ دن یہیں کام جلدی میں کبھی بنتا نہیں
عجلۃٌ ❶ من جانب الشیطان داں والتانی را من الرحمٰن خواں
جلدی کرنا کام ہے شیطان کا دیر کرنا کام ہے رحمٰن کا
ہست از شیطان عجلت اے پسر ہست اناۃ از جانبِ آں دادگر
جلدی ہے شیطاں کی جانب سے دلا ہے توقف حق سے سمجھو برملا

❶ ......(در حدیث شریف ست العجلۃ من الشیطان والتانی من الرحمٰن
اے زودی از شیطان ہست و درنگی از رحمٰن۔۱۲۔)

مصطفٰے فرمود در حلم و انات کہ خدا محبوب دارد ایں صفات
بردباری اور توقف میں رسول بولے حق کو وصف ہیں دونوں قبول
باوجود قدرت کاملِ خدا ساخت در شش روز ایں ارض و سما
رب قادر نے بنائے بے گماں چھ دنوں میں یہ زمیں و آسماں
ورنہ از کن آفریدے ایں جہاں ایں جبال و ایں زمین و آسمان
ورنہ کُن کہنے سے بن جاتا جہاں یہ پہاڑ اور یہ زمین اور آسمان
گفت بہتر حکم عالی برسرم چوں تو فرمودی قیامے میکنم
بولا اچھا حکم شاہ سر پر مرے آپ نے فرمایا چندے رُک گئے
باز گفتا بعد دو سہ چار روز کن حوالت دختر من دلفروز
چند دن کے بعد پھر اُس نے کہا لڑکی میری ہو عنایت اب شہا

گفت چندے دیگرے آرام کن کن قرار و صبر اے شیریں سخن
بولا کچھ روز اور بھی آرام کر ٹھہر جا اور صبر کر نیکو سیر
گفت ارشادت براس و عین من من غلامت ہستم اے شاہ زمن
بولا سر آنکھوں پہ ہے حکم آپ کا عالی جاہا میں غلام ہوں آپ کا
باز گفتا کن حوالت دخترم بے نہایت باشدت برمن کرم
پھر کہا دے دیجئے لڑکی میری مہربانی ہوگی مجھ پر آپ کی
چونکہ گفتن ① شاہ چوں چارہ ندید کرد جملہ ماجرا بروئے پدید
جب بتانے ہی پہ شاہ مجبور ہوا اس پہ سارا حال ظاہر کر دیا
آں سپاہی گفت اے شاہِ جہاں نیست لائق مر ترا امرے چناں
وہ سپاہی بولا اے شاہ زمیں آپ کو یہ بات تو زیبا نہیں
بر زباں آری چگوں قولِ دروغ کذب راہرگز نمی باشد فروغ
آپ کیسے کہتے ہیں قولِ دروغ جھوٹ کو ہوتا نہیں ہرگز فروغ

① ......(اشارہ است بحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا شج عبدالقیس ان فیک لخصلتین یحبھما اللہ الحکم والاناۃ ۔۱۲۔منہ)

کذب از عامہ نبا شد خوب تر لیک از شاہاں بود معیوب تر
جھوٹ تو سب ہی کے حق میں ہے برا پر ہے شاہوں کے لئے بس ناسزا
ہیبتِ شاہی کند زائل دروغ شوکت و فرراکند باطل دروغ
رعب شاہی کو گھٹا دیتا ہے جھوٹ شان و شوکت کو مٹا دیتا ہے جھوٹ
دخترم را بود بادریا چہ کار کہ فتادہ درمیانش آں نگار
لڑکی کو دریا سے میری کام کیا کہ گری یکبارگی اس میں وہ جا
چوں نگوئی کہ پسند آمد مرا دخترت رازیں سبب ندہم ترا
کیوں نہیں کہتے پسند آئی مجھے لڑکی اس باعث نہیں دوں گا تجھے

آہ واویلا دریغا حسرتا — کہ امانت از جہاں رفتہ کجا
ہائے افسوس آہ اب میں کیا کروں — کہ امانت اُٹھ گئی دنیا سے یوں
ہر کرادانستہ بودم من امیں — او برآمد اے دریغاں ایں چنیں
جس کو میں سمجھا امانت دار تھا — ہائے وہ ہی ایسا نکلا یا خدا
خیر کردم صبر لیکن یاددار — بدکنم نامِ ترا در روزگار
یادرکھنا صبر تو میں نے کیا — نام بدکردوں گا دنیا میں ترا
نزد شاہان و رئیسان زماں — قصہ بے عہدیت سازم بیاں
بادشاہوں اور رئیسوں پاس جا — تیری بدعہدی کہوں گا اور دغا
شاہ شد خاموش و گفتا باوزیر — چہ کنم تدبیر اکنوں اے مشیر
چپکا ہو شاہ بولا اے میرے وزیر — کیا کروں تدبیر میں اب اے مشیر
گفت با جلاد گو قتلش کند — شاہ قلب خویشتن را خوش کند
بولا کہہ جلاد اسے کردے تمام — آپ خوش دل ہوں با اطمینان تام
گفت نے ظلم وستم خواہم نہ کرد — ظلم شاہی راکند اے نیک مرد
بولا میں تو ظلم کرنے کا نہیں — ظلم سے شاہی نہیں رہتی کہیں
ہرکہ برمسکیں کند ظلم و ستم — گم شود نامش زعالم یک قلم
جوکہ کرتا ظلم ہے مسکین پر — دنیا سے نام اُس کا مٹتا ہے مگر
باشد اہلِ ظلم رسواؤ خجل — ظلم سازد تیرہ و تاریک دل
ظالم ہوجاتے ہیں بدنام اور خجل — ظلم سے ہوجاتا ہے تاریک دل
از ہمیں فرمود آں خیر الانام — ظلم ① را ظلمات در یوم القیام
ہیں اسی سے کہتے وہ خیرالانام — ظلم کو تاریکیاں روز قیام
آخرش گفتا بجوگی بادشاہ — راست گویم کن یقیں اے مردِ راہ
آخرش جوگی سے شاہ کہنے لگا — سچ ہوں کہتا کر یقیں مردِ خدا

احلف ❷ باللہ واللہ العظیم　　دختر تو غرق گشتہ اے کریم

ہوں قسم کھا کر اللہ کی کہہ رہا　　لڑکی تیری ڈوبی ہے اے خوش ادا

لیک دارم دخترے بس بے نظیر　　میدہم اندر عوض او راںگیر

پر ہوں رکھتا ایک لڑکی بے بدل　　دیتا ہوں بدلے میں اس کو لے اور چل

گفت آں جوگی بسلطان و دود　　دخترت را من چہا خواہم نمود

جوگی نے اس دم قسم کھا کر کہا　　میں کروں گا آپ کی لڑکی کو کیا

من نگیرم جز بدخت خویشتن　　گرچہ سازی صدفسون و مکر و فن

میں نہ لوں گا اپنی لڑکی کے سوا　　گو کرو تم کتنی تدبیریں سوا

دخترِ من راحوالت کن بمن　　ترک کن ایں حیلۂ و ایں زور و فن

مجھ کو اب دے دیجئے لڑکی مری　　چھوڑیئے یہ چال اور حیلہ گری

گفت شاہ دخت تو آرم از کجا　　کس نمی آید ازاں دارالبقاء

تیری لڑکی کیسے لاؤں بولا شاہ　　کوئی اُس گھر سے نہیں آتا ہے آہ

❶ ......(لفظ حدیث شریف ایں ست الظلم ظلمات یوم القیامۃ۔ اے ستم تاریکیھا است بروز حشر۔۱۲۔منہ) ❷ ......(اے سوگندمی خورم بخدائے بزرگ۔۱۲۔منہ)

اے عجب آنست شہر خامشاں　　کہ نمی آید کسے واپس ازاں

شہرِ خاموشاں میں ہے وصف عجیب　　لوٹ کر آتا نہیں کوئی غریب

دختر تو غرق گشتہ اے فتے　　دختر بستاں تو از بہر خدا

جوگی لڑکی تو گئی ڈوب ہے تری　　لے خدا کے واسطے لڑکی مری

نام ما را بدمکن اندر جہاں　　ماجرائے خویش راداری نہاں

نام دنیا میں نہ کرنا بد مرا　　اور چھپائے رکھنا اپنا ماجرا

گفت خیر از بہر پاسِ خاطرت　　می ستانم دخت تو اے خوش صفت

بولا خیر اب آپ کی خاطر سے شاہ　　لیتا لڑکی آپ کی ہوں عالی جاہ

بہر بوقت نیک و آوانِ حمید   عقدِ دختر بستہ شد با آں سعید
اچھی ساعت بھی تھی اور تھی سبھ گھڑی   شادی شہزادہ کے ساتھ اس کی ہوئی

آں پسر شد در دل خود شاد شاد   کہ برآید شکر للخالق مراد
لڑکا اپنے دل میں خوش تھا اور شاد   کہ خدا کا شکر برآئی مراد

آں سپاہی نیز گشتہ باغ باغ   کہ شدش حاصل زرنج و غم فراغ
سپاہی بھی دل میں تھا خوش خوب ہی   فکر و غم سے اس کو فرصت مل گئی

گر کسے گوید چگوں شد ایں نکاح   بستہ بد عقدش شدہ اینک سفاح
گر کہے کوئی ہوا کیسے نکاح   عقد پہلے ہو چکا یہ ہے سفاح

پس بگویم مذہب و قانون شاں   نیست معلوم خدا میداند آں
تو کہوں گا ان کا رسم اور ان کا دیں   رب ہی جانے مجھ کو معلوم ہے نہیں

کوچہ باشد نزدشاں رسم فراق   احتمالے ہست ہم دادن طلاق
کیا تھا ان کے پاس دستور فراق   ممکن ہے یہ بھی کہ دے دی ہو طلاق

پس جہیز بے کراں دادہ ورا   اُشتران و اسپہا و فیلہا
سو دیا لڑکی کو بے حد تھا جہیز   اُونٹ گھوڑے ہاتھی اور سونے کی میز

الغرض شہزادہ با معشوقہ اش   سوئے شہر خود رواں شد شاد و خوش
الغرض نوشہ نے دلہن کو لیا   خوش خوش اپنے دیس کو راہی ہوا

چونکہ آمد شہر او نزدیک تر   والد شہزادہ را گشتہ خبر
جب کہ اس نوشہ کا گھر پاس آگیا   باپ شہزادے کا واقف ہو گیا

آمد استقبال را با شوقہا   دیدہ اش بوسید با صد ذوقہا
شوق سے وہ پیشوائی کو چلا   پیار سے بوسہ لیا تھا آنکھ کا

آں سپاہی را بگفتہ مرحبا   کرد نصفِ ملک خود باوے عطا
اس سپاہی سے کہا شاباش جی   آدھی اپنی سلطنت بھی اس کو دی

ہم ز جذب عشق نینا ونتی را — شد بآں شہزادہ الفت و جذب بہ
نینا ونتی کو بھی جذب عشق سے — خوب ہی الفت ہوئی شہزادہ سے
الغرض باعشرت و باخرمی — می نمودندے بہ راحت زندگی
الغرض وہ چین اور خوشیوں کے ساتھ — لطف سے کرتی گذر دن اور رات
والدِ دختر چوشد آگاہ ازیں — می نگنجید از خوشی اندر زمیں
باپ لڑکی کا ہوا واقف جوں ہیں — مارے خوشیوں کے سماتا تھا نہیں
ہر یکے شد خرم و شاداں بسے — با مراد خود رسیدہ ہر یکے
تھا بہت خوش اور شاد ہر ایک شخص — پا گیا اپنی مراد ہر ایک شخص

تطبیق قصہ بر حال عارف باید کہ افسانہ را افسانہ نہ بیند بلکہ با تامل فکر صحیح از و گوہر معنے بچیند کہ گفتہ اند خذ ما صفا ودع ما کدر و ہو الموفق

قصہ کو عارف کی حالت پر منطبق کرنا قصہ کو قصہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اپنے اس خیال سے کام لے کر اس کام کی بات کو چھانٹ لیجئے کہ کہہ گئے ہیں۔ صاف لے لو اور گدلا چھوڑ دو اور مدد کرنے والا وہی ہے۔

قصۂ اربابِ ظاہر ختم شد — حصۂ احصاب باطن ماند خود
اہل ظاہر کا تو قصہ ہو چکا — اہل باطن کا فقط حصہ رہا
اہل ظاہر حظِ خود برداشتند — حصہ اہل بطوں بگذاشتند
اہل ظاہر نے ہے حصہ لے لیا — اہل باطن کا ہے حصہ رکھ دیا
ہست افساں حصہ اہل ظہور — حظِ اہل باطناں عرفان و نور
اہل ظاہر کا ہے حصہ قصہ ہی — اہل باطن کا ہے عرفاں حصہ ہی
نور و عرفاں ساز حاصل اے پسر — تو مکن بر قصہ ظاہر نظر
نور و عرفاں کر تو حاصل اے جوان — ظاہری قصہ پہ مت رکھ تو دھیان

هست باطن گوہر و ظاہر صدف — گیر گوہر کن صدف را بر طرف
موتی ہے باطن وظاہر ہے صدف — موتی لے لے سیپ کو کر بر طرف

چوں زگوہر میل کردی باصدف — داں کہ عمر خویشتن کردی تلف
موتی کی خواہش نہ کر گر سیپ لی — عمر اپنی بس سمجھ برباد کی

هست ظاہر پوست و باطن ہمچو مغز — پوست افگن مغز گیر اے مرد نغز
چھلکا ظاہر اور باطن گودا ہے — چھلکا پھینک اور گودی لے گر دانا ہے

مغز قوت میدہد مغز ترا — پوست آید درچہ کار اے باخدا
مغز تو قوت دے گا تیرے مغز کو — چھلکا ہے کس کام کا تم ہی کہو

هست باطن روح ظاہر چوں بدن — چوں حجر ماند چو روح آید زتن
روح باطن اور بدن ظاہر ہوا — روح نکلی جسم سے پتھر بنا

تربیت کن روح را تن را گذار — تانیفتی در بلاؤ در فشار
تن کو چھوڑا اور رُوح کا ستھراؤ کر — اُلجھنوں سے ہو نہ تجھ کو تا خطر

هست باطن عطر و ظاہر ہمچو گل — عطر چوں آید بروں ماند ثفل
عطر باطن پھول ظاہر جیسے ہے — عطر نکلا تو فقط پھیجی بچے

عطر رابوئے وبیفگن فضلہ را — تابہ بخشد فرحتِ روحِ تر
عطر کو سونگھ اور پھیجی پھینک دے — تا کہ تیری روح کو فرحت ملے

ظاہر ست انگور و باطن ہمچو مُل — هست چوں جُز ظاہر و باطن چو کُل
ظاہر ہے انگور باطن جیسے مُل — جُز ہے ظاہر اور باطن جیسے کُل

هست ظاہر دیو و باطن ہمچو حور — هست ظاہر ظلمت و باطن چو نور
ظاہر ہے بھوت اور باطن جیسے حور — ظاہر ہے تاریکی اور باطن ہے نور

تاکجا باشی بدیجور ظہور — سوئے باطن اوابین اشراق و نور
ظلمتِ ظاہر میں ہے تو کیوں پھنسا — دیکھ آ باطن میں ہے کیا انجلا

چوں شیدی فارغ زظاہر داستاں — آبسوئے باطنش سازم بیاں

قصہ کے ظاہر سے تو فارغ ہوا — آمیں کرتا اس کے باطن کو ادا

داں مثال شاہزادہ ایں بشر — زانکہ ہست ایں نائب آں داد گر

شاہزادہ سا تو اس انساں کو جاں — ہے خلیفہ حق کا اس کو لے تو ماں

باغ راداں عالم ملک عدم — بدبشر خفتہ دروبے رنج و غم

باغ کو جان عالم ملک عدم — اس میں سویا تھا بشر بے رنج و غم

در عدم ایں رنجہا و غم کجاست — در عدم ایں فکر ہاؤ ہم کجاست

ہیں عدم میں رنج اور یہ غم کہاں — ہے عدم میں فکر اور یہ ہم کہاں

در عدم آلام و وحشتہا کجاست — در عدم اندوہ و آفتہا کجاست

ہیں عدم میں رنج اور وحشت کہاں — ہیں عدم میں رنج اور آفت کہاں

در عدم ایں حزن و کلفتہا کجاست — در عدم ایں درد و محنتہا کجاست

ہے عدم میں حزن و کلفت یہ کہاں — ہے عدم میں درد و محنت یہ کہاں

درعدم ہا راحتے بد بے نظیر — در عدم ہا بود آرام کثیر

تھا عدم میں سکھ بڑا اور بے نظیر — چین بے شک تھا عدم ہی میں کثیر

ہیں دریں عالم مثال اور منام — نیستش گرچہ بآں تشبیہ تام

نینداس عالم میں ہے اس کی مثال — بالکل اس کا سا نہ ہو گو اس کا حال

ہیں راچہ راحت مے شود اندر منام — گوئیا رفتہ ست در دارالسلام

نیند میں تو دیکھ لے ہے کیا مزا — گویا سیدھا جنت ہی میں ہو گیا

زہمیں گویند در روز حساب — کافراں ① یالیتنی کنت تراب

حشر میں افسر کہے گا اس سے ہی — کاش میں تو خاک ہو جاتا اجی

زانکہ آنجا علم آں کامل شود — زیں سبب سوئے عدم مائل شود

چونکہ پورا علم اُس کا ہو گا واں — اس سے خواہش عدم کی ہو گی میاں

ورنہ گفتے لیت ❷ کنت فی النعیم یاوقیت ❸ ھذہ نار الجحیم
ورنہ کہتا کاش ہوتا جنتی تا کہ بچتا آگ سے دوزخ ہی کی

آمد ملکہ ارادہ آں خدا کہ کنم پیدا ہمہ مخلوق را
ملکہ کا آنا مشیت حق کی تھا کردوں پیدا ساری خلقت کوذرا

رمز کنت ❹ کنز مخفیا بداں سر احببت اَن اعرف رابخواں
چاہا پیدا کر کے خود کو دوں دکھا چاہا پہچانیں مجھے یہ رمز تھا

چوں ہر کسے باشد جمیل اندر جہاں می نخواہد کو بماند در نہاں
خوبرو دنیا میں ہوتا ہے کوئی چاہتا چھپ کر نہیں رہنا کبھی

بلکہ می خواہد کہ بینندم ہمہ گل زباغِ حسن چینیدم ہمہ
چاہتا ہے دیکھ لیں سب ہی مجھے دیکھ میرے حسن کو ہر ایک لے

کردنش بیدار پیدا کردن ست بعد ازاں بر خویش شیدا کردن ست
ہے جگانا اس کا پیدا کرنا جان بعدہٗ اپنے پہ شیدا کرنا مان

❶ ......(اے کاش کہ من خاک شدے اشارہ است بآیۃ کریمہ یلیتنی کنت ترابا۔۱۲۔منہ) ❷ ......(یعنی کاش بودے درنعیم۔۱۲۔منہ) ❸ ......(رستمے از آتشِ دوزخ) ❹ ......(بودم نہاں گنجینہ پس خواستم کہ شناختہ می شوم پس آفریدم خلق را۔۱۲منہ مدظلہٗ)

کرد شیدائے خود ایں انسان را من لہوب العشق ہم قالوا بلیٰ
آدمی کو اپنا شیدا کرلیا عشق کی سوزش ہی سے بولے بلیٰ

از ہمیں جابود کہ چوں آں خدا برجبال وہم زمین وہم سما
بس اسی سے تھا کہ جب رب نے پسر آسمانوں اور زمینوں کوہوں پر

پیش بنمودہ امانت اے فتٰے فابین ❶ ھُنّ ان یحملنھا
پیش کی اپنی امانت اے جواں سب ہوئے برداشت سے منکر میاں

بودشیدا چونکہ ایں خاکی بشر حملہا الانسان برسر زود تر

چونکہ عاشق تھا یہی خاکی بشر لے لیا انساں نے اُس کو اپنے سر

عقل نمودن ہست آنجا مانندش بود فے الجملہ ہمانجا شاد و خوش

ہو کے بے ہوش اس کا وہاں رہنا پڑا تھا حقیقت میں مزے وہاں لے رہا

چشم واگشتن بما اشتافتن بے خدا در قلب خود غم یافتن

آنکھ کھلنا ہم میں کرنا اس کی سیر اپنے دل میں رنج ہونا حق بغیر

طفل گریہ از فراق آں جہاں داندش آنکس کہ دارد نور جاں

بچہ روتا ہے وہاں کی یاد سے نور دل جس میں ہو وہ سمجھے اسے

جذب آں شہزادہ جذب ایں بشر سوئے ملکِ غیب دانی اے پسر

جوش شہزادہ کا جوش انسان کا غیب دانی سلطنت کو برملا

ہست ایں مضمون در ہر آدمی کہ کند خلاق خود را بندگی

سارے انسانوں میں یہ مضمون ہے کہ خدا کی بندگی میں دور ہے

ست ایں جذب قدیمی را اثر لیک گہ باشد خطا اندر نظر

ہے پرانے جوش کا بس یہ اثر ہے خطا کرتی کبھی لیکن نظر

غیر را خالق تصور مے کند پس ز جہل خویش مشرک مے شود

غیر کو خالق سمجھنے وہ لگے اپنی ناسمجھی سے وہ مشرک بنے

① ......(پس انکار کردند کوہہا و زمین و آسمان از برداشتن آں ودیعت۔۱۲۔سید طاہر علی نگینوی)

زانکہ در ہر چیز نوشر لامع ست اندراں نور ایں بشر بس طامع ست

اس کا نور ہر شے میں ہے چمکا ہوا آدمی اس نور پر شیدا

نور او اصل ست و عکسش نور شاں پس در اصل و عکس نکند فرق آں

اصل اس کا نور ہے عکس ان کا نور اصل میں اور عکس میں فرق ہے ضرور

عکس را ہم اصل بنماید خیال پس بیفتد در و بال و در نکال

عکس کو بھی اصل کرتا ہے خیال آکے پڑتا اس کے سر پر ہے وبال

ہمچنانکہ فرض سازی یک سراج پیش او بنہادہ باشد یک زجاج
جیسے کہ تم فرض کرلو اک دیا سامنے اُس کے ہو اک شیشہ دھرا
پس دراں قندیل عکسِ وے فتد ہم منور شیشہ از نورش شود
عکس اس کا شیشہ میں پڑ جائے تو روشن اُس کے نور سے شیشہ بھی ہو
لیک نور ایں چو نقل ست و مجاز نور آں اصل ست اے اہل نیاز
پر ہے اس کا نور ظلی اور مجاز اصلی ہے نور اس کا سن ہے اس میں راز
گر کسے گوید منور شیشہ را پس یقیں داں ہست از چشمش خطا
گر کہے شیشہ کو نورانی کوئی ہے خطا بے شک یہ اس کی آنکھ کی
گر مثال شاہزادہ از خطا ماند محفوظ و مصون اے با وفا
چوک سے گر شاہزادے کی مثال صاف اور کورا بچا اے نیک فال
پس ازاں عالم کشند اور اطناب می شود در قلب پیدا اضطراب
پس اُدھر سے باگ اس کی کھینچ لیں دل میں اس کے ایک تڑپن ڈال دیں
چوں بسوئے خود خدا آنرا کشد قلب آنرا خود بخود وحشت شود
اپنی جانب جب اُسے حق کھینچ لے خود بخود دل اس کا گھبرانے لگے
چوں امیراں مرد ماں حیراں شوند کہ برائے اوچہ تدبیرے کنند
ہوں پریشاں جبکہ حاکم لوگ سب کیا کریں اس کے لئے تدبیر اب
زانکہ محبوبش نمی دانند شاں رہ چہ بنمایند خود شاں گمرہاں
دوست کو اس کے نہیں وہ جانتے راہ بتائیں کیا ہیں خود کھوئے ہوئے
چوں کسے تدبیر نتواند نمود چوں سپاہی مرشدے آید بزود
جب کوئی تدبیر کرسکتا نہیں لشکری سا رہبر اک آوے وہیں ۔
حاجت خود را بر و در خدمتش اونما ید حل مشکل عقدتش
اپنا مطلب اُس پہ تو ظاہر کرے مشکل آساں وہ تری بالکل کرے

او بگوید ہست محبوبت فلاں　　یعنی آں رب قدیم مستعاں
وہ کہے گا دوست تیرا ہے فلاں　　یعنی وہ رب قدیم انس جاں
پس بگوید دستگیریم کنی　　در طریق وصل ہمراہم روی
یہ کہے گا تم مدد میری کرو　　وصل کی راہ میں مرے ہمراہ چلو
یعنی بیعت کن مرا اے باخدا　　وصل دہ با من تو محبوب مرا
یعنی بیعت کر مجھے اے باخدا　　دوست کو مجھ سے مرے دے تو ملا
چوں سپاہی سازد ازکار کثیر　　ہمچنانکہ مے شود از داب پیر
لشکری انکار جب بے حد کرے　　پیر کا دستور چلنا چاہئے
تاکہ طالب را نماید امتحاں　　کہ طلب ہستش زدل یا اززباں
امتحاں طالب کا تا کر لے ولی　　ہے طلب اس کی زبانی یا دلی
طالب صادق اگر باشد مرید　　رحمتِ مرشد شود بروے مزید
سچا خواہش مند گر ہوئے مرید　　ہو عنایت پیر کی اس پر مزید
پس شود ہمراہ او اندر طریق　　چوں سپاہی باشد او باوے رفیق
پس ہو راہ میں ساتھ اس کے اے شفیق　　لشکری سا ساتھ اس کے ہو رفیق
پس منازلہائے اوّل طے نمود　　یعنی شغل و ذکر و تسبیح وورود
ابتدائی منزلیں طے کیں ابھی　　ذکر و تسبیح و صلوۃ و شغل کی
ہمچناکہ آں سپاہی اوّلاً　　بردہ بودش فالمنزلاً
ابتدائی جس طرح وہ لشکری　　لے چلا منزل بہ منزل اس کو جی
تا بس از طے کردن ایں راہ ہا　　آورد در شہر محبوبش ورا
تاکہ ان راہوں کو جب طے کر چکے　　شہر میں لائے اُسے محبوب کے
ہیچ دانی چیست شہر آں خدا　　قلب مؤمن ہست میداں ای فتے
جانتے بھی ہو کہ کیا ہے شہر رب　　دل ہے مؤمن کا سمجھ لے اس کو اب

یعنی آردمرشدش در کار دل بے نہایت ہست کاروبار دل
کام میں دِل کے لگائے اُس کو پیر کام کاج ہے دل کا بے حد اور کثیر
پس رسد با قلب تا محبوب خویش ہمچنا کہ شاہزادہ رفتہ پیش
دل سے اپنے دوست تک پہنچی وہ جا سامنے جس طرح شہزادہ گیا
مثل شہزادہ کہ او حیراں شدہ عقل و ہوش ورائے اوپرّاں شدہ
جیسے شہزادہ کہ بھوچکا ہوا عقل ورائے وہوش ہر اِک چلتا بنا
نیز عارف ہمچناں حیراں شود نورہا وقتیکہ پیشِ آں شود
یوں ہی عارف بھی ہوششدرائے میاں نور جب ہو سامنے اس کے عیاں
خاص ❶ جائے بدچنانکہ ملکہ را ہمچنیں برسر شود نور خدا
جیسے ملکہ کا مقام اک خاص تھا ایسے ہی سر پر ہو بس نور خدا
ہست گرد و پیش نور دیگراں چوں شود حیراں بود محروم ازاں
آس پاس ہے دوسرے لوگوں کا نور گر ہو بھوچکا ہو محروم اور دور

❶ ......(چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب مرحوم تھانوی در کتاب انوار محمدی بصفحہ ۵۳ می نگارند کہ نور برزانو چپا نور شیطان ست ونور منکب چپا نور فرشتہ کاتب سیئات ونور منکب راست نور فرشتہ کاتب خیرات ست ونور زانوئے راستین نور مرشد مربی ست ونور یکہ از مجازی چہرہ نمایاں باشد نور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ست ونور یکہ از بالائے سر باشد نور الٰہی ست جل شانہٗ انتہٰی ۔۱۲ منہ مدظلہ)

مرشد او چونکہ تعلیمش کند کایفلاں ہست آں فلاں نور صمد
پیر اس کا جب کہ دے اس کو بتا اے فلانے ہے فلاں نور خدا
بازہا شد او مراقب در خیال تا نظر آید ورا نورِ جلال
سوچنے اپنے وہ دل میں پھر لگے دیکھ اس کو نور حق کا تا پڑے
لیک حیرت گشت برقلبش دوتا ہمچناں کافتا دآں شہزادہ را

لیکن حیرت اس کے دِل پر چھا گئی   جس طرح شہزادے کی حالت ہوئی
کایستادہ برکنار حوض آب   باز بردل اوفتادآں را حجاب
کہ کنارے حوض کے وہ رک گیا   دل پراس کے پھر حجاب اک پڑ گیا
باز مرشد کرد از شادی ورا   تا رسیدہ تابداں نورِ خدا
پھر کی مرشد نے اسے تلقین اب   یہاں تک اس نے پالیا اب نورِ رب
ہم چناں کاں پورشہ بارسوم   گشتہ بُرد اصل باں یارِ صنم
جس طرح شہزادہ کہ بارسوم   مل گیا تھا اس کو اس کا وہ صنم
لیک چوں در دل گذشتہ غیر را   بازشد محجوب آں نورِ خدا
پر جو دِل میں غیر کا آیا خیال   پھر ہوا محجوب وہ نورِ جلال
بازبافرمودنِ مرشد نشست   از دو عالم برفشاند ہر دو دست
بیٹھا پھر وہ پیر کا فرمان پا   دو جہاں سے کچھ نہ رکھ کر واسطہ
تا تجلی کرد نور او برآں   لیک از غفلت از وگشتہ نہاں
نور اس کا اس پہ بس ظاہر ہوا   اس سے غفلت کے سبب پر چھپ گیا
ہمچنانکہ آں پسررا وصل شد   باز از غفلت فراق و فصل شد
جیسے اُس لڑکے کو وصل حاصل ہوا   پھر ملا غفلت سے فرقت کا صلہ
ہمچنیں کوشش نماید در طریق   تاکہ در بحرِ فنا باشد غریق
راہ میں ایسی وہ سرگرمی دکھائے   تاکہ دریائے فنا میں ڈوب جائے
خویشتن را چوں فنا فی اللہ کند   پس شود واصل باں ذات اُحد
اپنے کو جب وہ فنا فی اللہ کرے   تب وہ اُس ذات احد میں جا ملے
یسمع بی یبصر بی ے شود   یبطش بی ینصر بی ے شود
سنتا مجھ سے دیکھتا مجھ سے ہی تو   مجھ سے لیتا کرتا یاری مجھ سے تو
قولِ او قولِ الہ ذوالجلال   فعلِ او فعلِ خدائے بے مثال

بول اس کا بول ہے رب تعال فعل اُس کا فعل خالق بے مثال
گر اَنا گوید انا نی ہوست او ہست انا گوید اگر ایں لفظ ہو
میں کہے گر ہے نہیں میں وہ ہی یہ گر کہے یہ لفظ وہ ہو میں تو یہ
چہ اناچہ ہو چہ نحن جملہ ہو نیست جملہ ہست ہست ذاتِ او
کیا وہ کیا ہم میں سب کچھ ہے وہی کچھ نہیں ہے بس ہے ہستی ذات کی
ہیچ میدانی تو آں شہزادہ را کہ بریدہ شد ورابینی فنا
ہے خبر کچھ تجھ کو اس شہزادہ کی ناک جس کی تھی اجی کاٹی گئی
ہست آں بے پیرو بے مرشد بداں گرچہ واصل می تواند شد چناں
ہے وہ بس بے رہرو بے رہنما گو کہ واصل ہونا یوں بھی ہو سکا
لیک چوں آفت رسد شد بے علاج دستگیرے نیست اورا در فجاج
پر مصیبت میں ہوا وہ لا دوا راہ میں کوئی دستگیر اس کا نہ تھا
ہمچناں کا عمٰی رود اندر طریق برنشانِ راہ ولیکن بے رفیق
ایسے ہی اندھا چلے راہ میں کوئی راہ کی اٹکل پر مگر بے ہمرہی
برنشاں تا کے رود آخر ورا آفت آید ماند از مقصد جدا
کب تک اٹل پر چلے آخر اسے صدمہ پہنچے کام سے جاتا رہے
بے رفیق اصلا مرو اندر سفر مرشدِ کامل طلب کن اے پسر
تو سفر میں بے رفیق ہرگز نہ چل مرشد کامل طلب کر پھر تو چل
تا کہ اندر راہ ہائے پیچ پیچ دست گیرد آفت آید نہ ہیچ
پُر خطر راہوں میں ہو تا دستگیر کچھ نہ آفت تجھ پر آوے جب ہو پیر
مشنو از بطال کو گوید مرا چیست کارے پیر در راہِ خدا
تو نہ سن نادان کی کہتا ہے مجھے راہ حق میں ہے غرض کیا پیر سے
بگذر از جدل و مقالات اے مرید ہشت شعرے بشنو از شیخ فرید

چھوڑ قصوں اور قصوں کو مرید آٹھ شعر ہیں سُن لے کہتے ہیں فرید
گر ہوائے ایں سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس بر آ
اس سفر کی تجھ کو خواہش گر ہے یار پیر کا دامن پکڑ ہو بیڑا پار
در ارادت باش صادق اے فرید تابیابی گنج عرفاں را کلید
تو عقیدوں میں ہو پکا اے فرید تا کہ پائے گنج عرفاں کی کلید
دامنِ رہبر بگیر اے راہ جو ہرچہ داری کن نثارِ راہِ او
پیر کا دامن پکڑ اے راہ جو پاس جو ہو کر دے قرباں اُس پہ تو
گر روی صد سال درراہِ طلب راہبر نہ بود چہ حاصل زاں طلب
سو برس اس راہ میں گر تو چلے گر نہ ہو رہبر نہ کچھ تجھ کو ملے
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق عمر بگذشت ونشد آگاہ عشق
عشق کی رہ میں چلا جو بے رفیق عمر بھر پایا نہ اُلفت کا طریق
پیر خود را حاکم مطلق شناس تا براہِ فقر گردی حق شناس
پیر کو اپنے سمجھ فرماں روا ہوگا راہِ فقر میں حق دیکھتا
ہرچہ فرماید مطیع امر باش طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش
جو ہو ارشاد اس کو بس تو لا بجا دُھول کا پاؤں کی سُرمہ تو بنا
آنچہ مے گویم سخن تو گوش باش تانگوید او بگو خاموش باش
اس کی باتوں پر ہمہ تن گوش ہو وہ کہے جب تک نہ بولو چپ رہو
پیچ در پیچ ست ایں دشوار راہ بگذرد آنکس کند تائید شاہ
یہ کٹھن اور سخت پیچیدہ ہے راہ جائے وہ جس کی کرے تائید شاہ
گر نہ طالب را بود تائید او پس ہمہ بے سود وجدو جستجو
ہو نہ شامل اس کی طالب پر مدد تو ہے سب محنت اکارت بے عدد
پس بخواہ از مستعاں تائید او بعد ازاں کن راہ او را جستجو

پہلے حق سے کر طلب اس کی مدد ۔ بعدہ کر تو طلب راہ احد
یا خدا ایں اشرف بیچارہ را ۔ سوئے خود کش نیز تائیدش نما
اشرف ناچار کو یا حق احد ۔ اپنی جانب کھینچ کر اس کی مدد
سوئے خود را ہم نما یا ذوالجلال ۔ دہ مرا باذاتِ پاک خود وصال
اپنی جانب راہ دکھا مجھ کو خدا ۔ اپنی ذات پاک سے مجھ کو ملا
ریز عشقِ خویشتن در قلب من ۔ باز دیدارم نما یا ذوالمنن
اپنی اُلفت دل میں میرے ڈال دے ۔ پھر دکھا دیدار اپنا تو مجھے
نور و رحمت ریز برمن اے خدا ۔ رحم کن حقِ محمد مصطفٰے ﷺ
نور و رحمت مجھ پر نازل کر کریم ۔ واسطے احمد کے کر رحم اے رحیم
برطریق . او مرا قائم بدار ۔ .تابع سنت شوم لیل و نہار
ان کی راہ پر رکھ مجھے قائم تو یوں ۔ رات دن میں پیرو سنت رہوں
ہم سرِ موئے نباشد زوخلاف ۔ ازگناہا نم بداری درعفاف
میں نہ ہوں ان کے خلاف اک بال بھی ۔ تو گناہوں سے مجھے رکھنا بری
نیز حب و عشق احمد مصطفٰے ﷺ ۔ در دِل من ریز یا قادر خدا
تو محمد مصطفٰے کا عشق بھی ۔ دل میں میرے ڈال دے قادر قوی
بخش حب آل و اصحاب کبار ۔ برطریق شاں مرا قائم بدار
دے محبت آل اور اصحاب کی ۔ ان کی رہ پر رکھ مجھے قائم غنی
نیز بااتباع و تبع تابعین ۔ و مرا حب و عقیدت اے متین
تابعین اور تابعین تبعوں سے بھی ۔ دے مجھے حب اور عقیدت اے ولی
ہم قدم ثابت بہ تقلیدم ① بدار ۔ ہم براہِ حق تو تائیدم بدار
تو مقلد ہی مجھے رکھنا سدا ۔ راہِ حق میں تو مدد کرنا خدا
ہم زمن شیطان را بنما تو دُور ۔ ہم نگہدارم زنفسِ پر شرور

دُور رکھنا مجھ سے شیطان کو خدا نفسِ اَمارہ سے بھی مجھ کو بچا
نفس و شیطاں می برندم یا خدا کہ نباید رفتنی آنجا مرا
نفس وشیطان مجھ کو لے جاتے ہیں واں کہ نہ جانا چاہئے مجھ کو جہاں
از تو حاجب میشوند ایں دولعیں دور کن حاجب زقلب ایں کہیں
تجھ سے ہوتے حاجب ہیں یہ دونوں پر دل سے اس احقر کے حاجب دور کر
بردل من اوفتادہ صد حجاب کہ زوصلت می شود چوں سدباب
دل پہ میرے ہیں پڑے صدہا حجاب وصل سے تیرے ہیں ہوتے سدباب
رحم فرما دورکن از من غطا سازپیدا در دلم نور و جلا
رحم فرماؤ ور کر مجھ سے خفا پیدا کر دل میں مرے نور اور جلا
ہم نگہدارم ز عصیان و خطا عفو کن جملہ گناہان مرا
مجھ کو عصیاں اور خطا سے بھی بچا سب گناہوں کو مرے دے تو مٹا
دہ مرا توفیق طاعات اے خدا بندگی سازم ترا صبح و مسا
دے مجھے طاعت کی توفیق اے سلام بندگی تیری کروں میں صبح وشام
نیز از رحمت تو مقبولم کنی سازہم مقبول خود ایں مثنوی
اپنی رحمت سے مجھے مقبول کر کر پسند اس مثنوی کو بھی تو بر۔

① ......(تقلید حضرت امام الائمہ محی السنۃ قاطع شرک و بدعات ماحی کفر و محدثات امامنا الاعظم ابو حنیفہ النعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و ادخلہ فی روضۃ الرضوان وائے برحال کسانے کہ دامن اتباع ائمہ از دست دادو بہ پیروی نفس افتادہ اند و من یضلل اللہ فمالہ منہا دونہ الہدایۃ والرشاد والصواب والسداد۔۱۲۔منہ مدظلہٗ)

از بلائے دین و دنیا دور دار کن مراد رہر دو عالم کامگار
دین و دنیا کی بلا سے دُور رکھ دونوں عالم میں مجھے مسرور رکھ
از مرض① زآفاتہا محفوظ دار تندرستی دہ مرا اے کردگار

تو مرض اور آفتوں سے دے بچا تندرستی مجھ کو دے میرے خدا

دہ اماں از شرّ حسّاد و عدو در جہاں داری تو مرا سرخرو

دشمن اور حاسد کے شر سے تو بچا سرخرو دنیا میں رکھ مجھ کو خدا

ہم زذل و خواریم داری نگاہ در جہاں رسوا مازم اے الٰہ

ذلت اور خواری سے بھی مجھ کو بچا مجھ کو دنیا میں نہ کر رسوا خدا

زندہ داری یا خدا با عزتم در جہاں دہ آبروئے و حرمتم

ساتھ عزت کے تو رکھ زندہ مجھے مجھ کو عزت آبرو دنیا میں دے

ہم زفقر و فاقہ مصئونم کنی از طمع و زحرص ماموںم کنی

فقر و فاقہ سے بھی مجھ کو تو بچا ہاں طمع اور حرص سے رکھنا جدا

ہم نباشم درجہاں محتاج کس جز بذاتت اے مرا فریاد رس

میں کسی کا ہوں نہ حاجت مند بھی ذات کا تیرے سہارا ہو غنی

دہ غنائے ظاہری و باطنی دہ مراد دینی و ہم دنیوی

ظاہری اور باطنی دے تو غنا دین و دنیا کی مرادیں کر عطا

رنج و غم را دور کن از قلب من خرم و شادم بدار اے ذوالمنن

رنج و غم کو دُور کر دل سے مرے یاالٰہی شاد و خوش رکھنا مجھے

ہم عزیزان و قریبانِ مرا دارخرسند و خوش اے ربُّ العلی

میرے رشتہ داروں اور پیاروں کو بھی اے میرے مالک تو رکھ باصد خوشی

❶ ......(اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ مرشدی و مولائی قدس اللہ سرہٗ ایں مثنوی حرفاً حرفاً استماع فرمودہ خوش وقت شدہ دعاہا فرمودند چوں بریں اشعار رسیدم متبسم شدہ فرمودند کہ کتاب عاشقانہ است اما دعا زاہدانہ۔ عرض کردم کہ اگر ارشاد شود تبدیل کنم فرمودند نے ایں ہم خوب است۔۱۲۔منہ)

دوستان و نیز احبابِ مرا نیز یاران وہم اصحاب مرا

دوست اور احباب کی بھی تو مرے یار اور اصحاب کی بھی تو مرے

بز اُستادانِ با فیض مرا درد و عالم ده مرا دو مدعا
میرے ہیں اُستاد بافیض ان کا بھی دہ جہاں میں مدعا بر لا غنی
بز اخواں وہم اخوات مرا والدم رادارہم خوش اے خدا
میرے بھائی اور سب بہنوں کو بھی باپ کو بھی میرے رکھ باصد خوشی
ہم بہ بخشی مادرم را یا خدا جنۃ الفردوس کن اور اعطا
بخش دے ماں کو مری تو اے خدا جنت الفردوس کر ان کو عطا
یا خدا ایں اشرف بیچارہ را در جوار رحمتِ خود بخش جا
اشرف ناچار کو تو یا سلام اپنی رحمت میں جگہ دے اور مقام
از عذاب و قہر خود مامون دار باش راضی از من اے پروردگار
اپنی دھمکی اور غصہ سے بچا رہنا خوش مجھ سے تو اے میرے خدا
نفع و سود از من خلائق را شود انقطاع از من عوائق را شود
فائدہ خلقت کو مجھ سے ہو سدا مجھ سے کجیاں دور کر دے اے خدا
ہمچنیں زندہ بدارم یا خدا دار محفوظم زآفتاب و بلا
یوں ہی زندہ رکھ مجھے میرے خدا مجھ کو ہر آفت بلا سے تو بچا
زندہ دارم تا کہ بہ باشد حیات دہ وفات آنکہ کہ باشد ممات
زندہ رکھ جب تک کہ بہتر ہو حیات موت دے جس دم کہ بہتر ہو ممات
کن با یماں خاتمہ شاہا مرا وقت نزع روح تائیدم نما
خاتمہ ایمان پر کرنا مرا جانکنی میں تو مدد کرنا خدا
انکہ ازمن دور شیطاں رابدار بارش رحم و کرم برمن ببار
مجھ سے شیطاں کو الگ رکھ اس گھڑی رحم اور بخشش کی کر مجھ پر جھڑی
ہم چنیں در قبر کن آساں جواب کہ بگویم من جوابِ با صواب
ایسے ہی کر قبر میں آساں جواب کہ میں دُوں اُس دم جواب باصواب

روز حشرم سایہ دہ در رحمت | ہم گناہانِ مرا کن مغفرت
حشر میں سایہ دے رحمت کا مجھے | میرے سب جرموں کو بھی تو بخش دے
آب حوضِ کوثرم ہم کن عطا | روسفیدم ہم چو روشن خور نما
آبِ کوثر بھی مجھے کرنا عطا | منہ چمکتا میرا سورج سا بنا
یا خدا سختم مگیر اندر حساب | دہ بدستِ راستم شاہا کتاب
مجھ سے تو سختی نہ کر وقتِ حساب | میرے دائیں ہاتھ میں دینا کتاب
پلۂ اعمالِ من سازی گراں | کن مرا از ناجیان و مصلحاں
نیکیوں کا پلہ بھاری کر خدا | مخلصوں اور نیکوں میں حشر ہو مرا
کن مدد بر پل صراط اے مستعاں | بگذرانم از وے چوں برق تپاں
کر مدد پل صراط پر میری میرے خدا | کوندتی بجلی سا اس سے کر جدا
باز دیدارِ خودم سازی نصیب | کن مرا اے جانِ جاں با خود قریب
پھر مجھے دیدار اپنا کر نصیب | کر مجھے اے جانِ جاں اپنے قریب
در لقایت محو سازی تو مرا | ذا مراد القلب ذاک المدعا
دید میں اپنے مجھے تو محو کر | ہے دلی منشاء یہی میرا اگر
ذاک مقصودی و ذاک مشہدی | ذاک مشہودی و ذاک مقصدی
ہے مرا مطلب یہی مقصد یہی | ہے غرض میری یہی اور کام بھی

قطعہ تاریخ طبع اوّل مثنوی زیر و بم

(از ابوتراب محمد یعقوب صاحب عفی عنہ)

یکے از زلہ ربان جناب مصنف مدظلہ

شیخ اشرف علی مرشد ما — آنکہ فخر جہانیاں آمد
بحر زخار علم ربانی — رتبہ اش برتر از بیاں آمد
شد زلیخائے فضل عاشق او — یوسف عصر بیگماں آمد
ماہر فن و ماہ چرخ علوم — مہر تحقیق خاوراں آمد
روح او در حقائق و اسراء — طائر عرش آشیاں آمد
قلب او کعبۂ معانیہا — روئے او قبلہ جہاں آمد
ذہن او در معانی قرآن — قلزم گوہر یماں آمد
آں محیط وراثت نبوی — در احادیث دُرفشاں آمد
طبع او در علوم عقلیہ — شاہد معنے نہاں آمد
دِقت فکر اوچہ گویم بات — بس تن عقل را رواں آمد
بلبل خامہ اس کہ پردہ سراست — زمزمہ سنج داستاں آمد
از نشیدر باب فکرتِ او — زیروبم نظم دلنشاں آمد
پُرزاسرار و نکتہائے خفی — معدن راز ہائے وکاں آمد
سالکاں را طریق حب خدا — مرہم زخم عاشقاں آمد
عندلیب سروش گفتہ بمن — ذکر طبعش چو درمیاں آمد
نغمہائے طرب شنو یعقوب — زانکہ ایں قصہ دلستاں آمد

الدلالۃ لاھل الضلالۃ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماھر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ، کاشف الاسرار الخفی منحاد الجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

ایک مختصر مضمون ہے جو حضرت رحمہ اللہ نے ایک ایسے صاحب کیلئے تحریر فرمایا جو بسلسلہ قادریہ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں سے تعلق رکھنے والے تھے لیکن ہجوم وساوس وخیالات سے تنگ آ کر حضرت رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس رسالہ میں تصوف کی حقیقت علم باعمل کو بیان فرمایا گیا ہے۔

الدلالة لاهل الضلالة

حقیقت تصوف علم باعمل ہے

تمہید: ایک طالب نے جو سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ کے بعض بزرگوں سے تعلق رکھنے والے تھے ہجوم وساوس وخیالات اور بعض اثرات خارجیہ وداخلیہ سے تنگ آکر حضرت والا مدظلہم العالی کی طرف رجوع کیا اور پہلے بذریعہ مکاتبت اور پھر حاضر خدمت اقدس ہوکر زبانی عرض کیا۔ اس پر حضرت والا مدظلہم العالی نے مضمون ذیل تحریر فرما کر ان کو دیا اور زبانی فرمایا کہ ایک بار اس کا ضرور مطالعہ کیا کریں۔

یادداشت ضروری

آپ کی حالت کے متعلق اجمالاً اپنے اس خط میں لکھ چکا ہوں جو آپ کے پاس ہے کل شام کو سب حالات آپ کی زبان سے سن کر اس اجمال کی مختصر اور ضروری تفصیل احتیاطاً اور لکھتا ہوں تاکہ معاملہ میں کوئی اشتباہ نہ رہے پھر آپ کا دل جس شق کو قبول کرے میں نہایت آزادی اور خوشی سے اس کی اجازت دیتا ہوں مجھ کو ذرہ برابر اس میں کدورت نہ ہوگی۔ وہ تفصیل یہ ہے۔

ا۔ ہمارے نزدیک حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے اور عمل وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور جو سالک کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں اگر وہ عطا ہو جائیں اور شیخ ان کو محمود بتلا دے تو نعمت ہے اور قابل شکر اور اگر عطا نہ ہوں یا عطا ہوکر زائل ہو جائیں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق طریق میں ناجائز اور باطن کیلئے سخت مضر ہے خواہ وہ کچھ ہی ہو۔

۲۔ شیخ کو اطلاع تو سب حالات کی ضروری ہے اپنی رائے سے یا کسی خواب یا وارد کی بنا پر کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں پھر اس اطلاع کے بعد شیخ تدبیر اس کی کرے گا جس کا تعلق امر و نہی سے ہو۔ بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں۔ اس لئے طالب کو اس کا مطالبہ یا انتظار بھی طریق میں ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی اثر واقعی یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی آفت داخلی یا خارجی عارض یا لازم ہو جائے وہ بھی شیخ کے فرض منصبی کے حدود سے خارج ہے۔

۳۔ اصلاح نفس میں اصلاح بدن کو کافی دخل ہے اس سے بقدر وسعت و ضرورت غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنت ہے۔ ان لنفسک علیک حقا ان لجسدک علیک حقا حدیث ہے۔

۴۔ اسی طرح اہل حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کیلئے رہزن ہے۔ ان لزوجک علیک حقا وان لزورک علیک حقا حدیث ہے۔

۵۔ آپ کی کل تقریر سے جو شیوخ کی تعلیمات معلوم ہوئیں اگر آپ کا یاد اور نقل صحیح ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو اب تک صحیح اور صاف راستہ معلوم نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ اس وقت آپ کی موجودہ حالت کا وہی مقتضا ہو یا ان کی خطائے اجتہادی ہو اس لئے ان سے بھی بدگمان نہ ہونا چاہئے۔ لیکن وہ آپ کو سخت مضر ہوئی اور اس وقت کی حالت کے تو وہ کسی طرح مناسب ہی نہیں۔ اس لئے ان سب سے اس وقت ذہن کو خالی کر دینا چاہئے۔ اسی طرح کتابوں کا مطالعہ کر کے جو آپ نے اپنے لئے کوئی نظام تجویز کر لیا ہے وہ بھی اسی درجہ میں ہے۔ اب میں اس یادداشت کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ (النور رجب و شعبان ۱۳۵۸)

❁❁❁

الاعتدال
فی
متابعۃ الرجال

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رئیس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ فن تصوف کے ایک مسئلہ پر مشتمل ہے
جسے تربیت السالک کا جزو بنا دیا گیا ہے

الاعتدال فی متابعۃ الرجال

شیخ کے اتباع کامل میں شرک فی النبوۃ کا تفصیلی جواب

از مولوی عبدالماجد دریابادی

حال: شیخ کے اتباع کامل کے متعلق جناب نے اس والا نامہ میں بھی ارشاد فرمایا (اس سے پہلے کا ایک خط مراد ہے) اور اسکے علاوہ بارہا زبان مبارک سے بھی سنا اور دوسرے بزرگوں کے ہاں بھی اس کی تاکید دیکھی لیکن اپنے نفس کی شرارت سمجھی جائے یا جو کچھ بھی۔ پوری تشفی جیسی اور بیسیوں مسائل میں زبان مبارک سے سننے کے بعد ہو چکی ہے۔ اس مسئلہ میں نہیں ہوئی۔ شبہ اتباع میں نہیں۔ اتباع کامل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ دل یہی کہنے لگتا ہے کہ یہ صورت تو شرک فی النبوت کی سی ہوگئی۔ آنکھ بند کر کے اتباع کے قابل تو صرف انبیاء کے ہی اقوال و افعال ہو سکتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ خلفائے راشدین کے۔ باقی اور کوئی صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں بہر حال معصوم نہیں۔ رائے میں بھی غلطی کریں گے اور عمل میں بھی۔ بس فرق یہ ہے کہ ہم دن رات انہیں غلط کاریوں میں غرق رہتے ہیں ان سے ان کا صدور کم تر ہوتا ہے۔ ہم ہزار بار غیبت کریں گے وہ ایک بار، ہم سے ادائے حقوق خالق و مخلوق میں کوتاہی بے شمار بار ہوتی ہے۔ ان سے کبھی کبھی لیکن یہ کسی کامل سے کامل غیر معصوم کیلئے کیسے فرض کر لیا جائے کہ اس کے نہ تجربہ میں غلطی ہوتی ہے۔ نہ علم میں نہ عمل میں' میرے دل کو بس سب سے زیادہ حضرت سید احمد صاحب کا وہ قول لگتا ہے جو جناب ہی کی زبان

سے میں نے سنا ہے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ جب ان سے کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے کرتے خلاف ادب سمجھ کر درمیان میں رک گئے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تو شرک فی النبوت ہے۔ بس یہ تعلیم میرے دل میں اتر گئی ہے۔

نیز مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا معاملہ ہفت مسئلہ کے متعلق' اعتقاد کامل واعتماد کامل جس شے کا نام ہے وہ زندہ بزرگوں سے کیا معنی سابق بزرگوں تک سے بھی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا رومی سے بھی جن کی مثنوی کا باوجود اپنی نافہمی کے عاشق ہوں۔ حاشا کلا یہ مراد نہیں کہ اپنے کو اور بزرگوں کو ایک درجہ میں رکھتا ہوں۔ معاذ اللہ ذرہ اور آفتاب کی نسبت کیا۔ لیکن یہ حق کہ اس کا ہر قول ہر عمل واجب الاتباع ہو صرف رسول کا سمجھتا ہوں اور بہت کچھ کھینچ تان کر صدیق وفاروق وعثمان وحیدر رضی اللہ عنہم کا بھی۔ ایک سوال متعین طور پر اور کر لینے کی اجازت چاہتا ہوں۔ دوسرے بزرگوں کا مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے تو بہر حال کم تر ہے۔ اب جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی اجتہادی غلطیاں (مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں قتال) نیز بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی عملی لغزشیں (مثلاً حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی مشہور لغزش اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی شراب خوری) مسلم ہیں تو خود یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اتباع کامل کے حقدار نہ ٹھہرے چہ جائیکہ جو حضرات ان سے مسلم طور پر کمتر ہیں۔

تحقیق:۔ غالباً میرے کل معروضات اس کے متعلق آپ کے ذہن میں اس لئے جمع نہ رہے کہ شاید ایک جلسہ میں کبھی مجتمعاً بیان نہیں کئے گئے۔

اب اس کا ملخص مجموعاً عرض کرتا ہوں۔ یہ اتباع نہ عقائد میں ہے نہ کشفیات میں نہ جمیع مسائل میں نہ امور معاشیہ میں' صرف طرق تربیت وتشخیص امراض وتجویز تدابیر اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق اصلاح وتربیت باطنی سے ہے وہ بھی اس وقت تک جب تک کہ ان کا جواز مرید وشیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے

مناظرہ کرنا تو خلاف طریق ہے اور امتثال امر خلاف شریعت ہے۔ ایسی صورت میں ادب جامع بین الادبین یہ ہے کہ علماء سے استفسار کر کے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس کی تعلیم ہے مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے یہ معنی ہیں اتباع کامل کے یعنی جو مرض نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدبیر اس نے تجویز کی ہو یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو تجویز کیا ہو ان چیزوں میں اتباع کامل کرے ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔

اُمید ہے کہ سب شبہات کا جواب ہو گیا ہو گا۔

اگر کوئی جزی باقی ہو تو تعیین و تصریح کے ساتھ تحریر فرمایئے۔ خلاصہ مبحث کا اس باب میں یہ ہے کہ اتباع کا محل اور قیود اور حیثیت معلوم نہ ہونے سے یہ سب شبہات پیدا ہوئے ہیں میں اس کا محل و قیود و حیثیت متعین کئے دیتا ہوں۔ سو محل تو اس کا صرف شیخ کی خاص تعلیمات قولیہ ہیں جن کا تعلق تربیت و اصلاح باطن سے ہے اور قید اس کی یہ ہے کہ وہ فعل جس کی تعلیم کی جا رہی ہے۔ شرعاً جائز ہو جس کا جواز طالب کے اعتقاد میں بھی ہو اور حیثیت اس کی شیخ و مصلح ہونا ہے یعنی مصلح ہونے کی حیثیت سے صرف تعلیمات سلوک میں اس کے اقوال پر عمل کرنا شرط نفع ہے۔ اب ان قیود کے فوائد احتراز یہ بتلاتا ہوں تعلیمات قولیہ کی قید سے خود شیخ کے افعال بھی نکل گئے۔ خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز ہوں۔ جیسے شیخ پانچ سو رکعتیں روزانہ پڑھتا ہو یا صوم داؤدی ہمیشہ رکھتا ہو۔ اس میں اتباع ضروری نہیں اور خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز نہ ہوں۔ خواہ مختلف فیہ ہونے کے سبب جیسے شیخ فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہو اور طالب اس کو مکروہ جانتا ہو اور خواہ شیخ غلطی سے اس فعل ناجائز میں مبتلا ہو۔

جیسے غیبت کرتا ہے اس میں اتباع جائز بھی نہیں اور اسی قید سے شیخ کے کشفیات نکل گئے خصوص جبکہ طالب کا کشف اس کے خلاف ہو۔

اسی طرح جمیع مسائل اصولیہ وفرعیہ جن کا تعلق تربیت سے نہیں خارج ہو گئے البتہ ان میں جو امور شرعاً بھی ضروری ہیں وہ لازم العمل ہیں گو شیخ بھی نہ کہے اور اگر شیخ حکم دے تو یہ حکم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی حیثیت سے ہوگا۔ مصلح ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا۔ اور ان میں خلاف کرنا شریعت کی مخالفت ہوگی۔ نہ شیخ کی مخالفت البتہ مخالفت شریعت کی بنا پر شیخ ایسے طالب سے قطع تعلق کرسکتا ہے اور یہ قطع تعلق شیخ کے ساتھ خاص نہیں ہر مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے۔ سو اس کا تعلق مسئلہ متابعت شیخ سے کچھ نہیں اسی طرح اس قید سے امور معاشیہ نکل گئے۔ مثلاً شیخ کسی طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا اور کسی سے کردو یہ بھی متابعت کا محل نہیں اور قید جواز کا فائدہ یہ ہے کہ شیخ جس چیز کی تعلیم کرتا ہے وہ اگر شرعاً ناجائز ہو اس میں اتباع جائز بھی نہیں۔ خواہ اجماعاً ناجائز ہو جیسے کوئی معصیت خواہ اختلافاً ناجائز ہو۔ جیسے مسائل مختلف فیہا کی کوئی خاص شق جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں اور اسی تقریر میں ضمناً حیثیت کے فائدہ بھی مذکور ہو گیا۔ اب اس کے متعلق سب سوال حل ہو گئے۔

سو یہ تو طے ہو گیا کہ بعض امور محل متابعت نہیں جن میں بعض میں تو متابعت واجب نہیں۔ جیسے امور معاشیہ اور بعض میں جائز بھی نہیں خواہ ان کا عدم جواز متفق علیہ ہو۔ جیسے معاصی خواہ مختلف فیہ ہو۔ جیسے مسائل اختلافیہ جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں۔ اب یہ بات باقی رہی کہ جو امور محل متابعت نہیں۔ اس میں اگر شیخ حکم دے اگر وہ شرعاً جائز اور طالب کی قدرت میں ہیں تو مروت کا مقتضا یہ ہے کہ ان میں متابعت کرے۔ جیسے کوئی اپنا ذاتی کام یا کوئی خاص خدمت کرنے کی فرمائش کرے اور اگر وہ شرعاً ناجائز ہے خواہ

واقع میں بھی خواہ اس کے اعتقاد میں تو ادب سے عذر کرے۔ اگر وہ اصرار کرے تو اس سے تعلق قطع کردے مگر گستاخی وایذا کا معاملہ کبھی نہ کرے یہ تو اس وقت ہے جب وہ خلاف شرع کا حکم دے اور اگر طالب کو ایسا حکم نہ دے مگر خود کسی لغزش میں مبتلا ہو۔ اگر اس میں تاویل کی گنجائش ہے تو تاویل کرلے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے اور اگر تاویل کی گنجائش نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر احیاناً اس کا صدور ہو جاتا ہو تو بشریت اور احتمال توبہ پر محمول کرکے تعلق قطع نہ کرے اور اگر اصرار بمعنی اعتیاد ہے نہ بمعنی جمود وعدم مبالات تو اگر وہ صغیرہ ہے تو قطع تعلق نہ کرے اور جو کبیرہ اور فسق وفجور یا ظلم و خیانت کے درجہ میں ہے تو تعلق قطع کردے۔ مگر ان سب حالات میں اس کیلئے دعائے صلاحیت کرتا رہے کہ حقوق احسان میں سے ہے۔ ارادہ تھا خلاصہ کو مختصر لکھنے کا مگر وہ اصل سے بھی زیادہ مبسوط ہوگیا۔ واللہ اعلم۔ اس وقت بے ساختہ ذہن میں آیا کہ اس تحریر کا ایک لقب تجویز کردیا جائے۔ الاعتدال فی متابعۃ الرجال۔ (النور شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

اعتذار: مذکورہ رسالہ ''الاعتدال فی متابعۃ الرجال''..... ''مقالات حکیم الامت'' کی جلد نمبر 85 میں بھی موجود ہے یہاں غلطی سے دوبارہ شائع ہوگیا ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

سد الھیعۃ فی حد البیعۃ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
س المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

بعض لوگ آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پیری مریدی فرض عین ہے۔ اس رسالہ میں بیعت کی حقیقت اور اس کی حیثیت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

سد الھیعۃ فی حدالبیعۃ

شور وشغب کا انسداد بیعت کی حدود میں

سوال: جولوگ کہ پیری مریدی کوفرض بتاتے ہیں اور آیہ (۸) وابتغوا الیہ الوسیلۃ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف واسطہ تلاش کرو) کو پیش کرتے ہیں۔ آیا پیری مریدی کا اصل کیا ہے۔ فرض عین ہے یا کہ واجب ہے یا کہ سنت موکدہ ہے یا کہ مستحب ہے اور جولوگ آیہ مذکور پیش کر کے فرض عین وواجب بتاتے ہیں اس پر شرعاً کیا حکم ہے۔

الجواب: بیعت کی ایک حقیقت ہے ایک صورت' حقیقت اس کی ایک عقد ہے (۹) (مرشد خدا کا راستہ دکھانے والا یعنی پیر مسترشد اللہ کے راستے کا طالب یعنی مرید النور ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ ص ۸) درمیان مرشد ومسترشد کے مرشد کی طرف سے تعلیم کا اور مسترشد کی طرف سے اتباع کا۔ پھر اگر مرشد اور مسترشد کے درمیان نبی اور امتی کا تعلق ہے تو نبی کی طرف سے تبلیغ اور امتی کی طرف سے ایمان جس میں سب احکام کا (۱) (لازم کر لیتا ہے کہ حکموں کی تعمیل اور ممانعتوں سے بچنا لازم کر لیتا ہے) التزام ہے۔ اس حقیقت کے تحقق کیلئے کافی ہے اور یہی محمل (۲) (مفہوم) ہے اس قول کا اگر ثابت ہو (۳) من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان (جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان یعنی اوّل تو یہ ثابت نہیں اگر بالفرض ثابت ہو تو یہاں پیر سے اوّل نمبر کے پیر نبی علیہ السلام مراد ہیں جس کا کوئی نبی نہیں اس کا پیر شیطان ہے) مگر کوئی مسلمان اس کا مصداق نہیں اور یہ بیعت فرض ہے اور اس کے بعد بھی اگر کسی صاحب

سے حکم (۴) (ایمان کے بعد اگر خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یا کئی صحابی سے ایک یا کئی حکموں کا عہد لیں تو وہ نئی بیعت نہیں اسی بیعت ایمان کی تجدید ہے) یا احکام کا عہد لیا جائے وہ اس عہد مذکور کی تجدید ہے (۵) **کما فی حدیث عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وحوله عصابة من اصحابه بایعونی الی قوله فبایعناه علی ذلک متفق علیه** (مشکوۃ کتاب الایمان) (جیسے حضرت عبادۃ بن الصامت کی حدیث میں ہے کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حال میں کہ حضور کے چاروں طرف صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ فرمایا مجھ سے بیعت کرو آگے ہے ہم نے اس پر بیعت کر لی (بخاری و مسلم مشکوۃ کتاب الایمان) اگر مرشد (۶) (پیر و مرید) و مسترشد دونوں امتی ہیں جیسا بعد عہد نبوت کے ہے اور یہی وہ بیعت ہے جس کا لقب اس وقت پیری مریدی ہے تو وہ بھی مثل (۷) (صورت نمبر ۲ کی طرح بیعت ایمان کی تجدید اور قوت ایمان کا ذریعہ ہے) صورت ثانیہ کے تقویت ہے۔ عہد اسلامی کی اور یہ اتباع ہے اس سنت کا جس کو اوپر تجدید عہد کیا گیا ہے اور چونکہ اس کے فرض یا واجب یا سنت موکدہ ہونے کی کوئی دلیل (۸) (کیونکہ فرض ثابت ہوتا ہے یقینی الثبوت اور یقینی المفہوم یعنی آیت یا حدیث متواتر سے جن کے معنی میں چند احتمالات نہ ہوں۔ یہاں ایسی کوئی دلیل نہیں اور باقی آیات و احادیث صحیحہ سے واجب ہونا اور ہمیشہ حقیقۃً یا حکماً عمل مبارک سے سنت ہونا ثابت ہوتا ہے یہاں یہ بھی نہیں لیکن بارگاہ نبویہ سے دین کی حیثیت سے ہی نقل ہے تو یہ مستحب ہے) نہیں اور حضرت نبویہ سے دین کی حیثیت سے منقول ہے۔ لہٰذا یہ بیعت مستحب ہوگی اور جس نے اس کے فرض یا واجب ہونے پر آیۃ (۱) **یا یها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة** (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان تک پہنچنے کا ذریعہ تلاش کرو) سے استدلال (۲) (دلیل لی ہے کہ ان تک پہنچنے کا

ذریعہ پیر ہے لہٰذا کسی پیر کا مرید ہونا فرض ہے) کیا ہے محض بے (۳) (کہ اول تو وسیلہ کے معنی ذریعہ کے نہیں قرب کے ہیں اور بالفرض مان بھی لیں تو ذریعہ پیر ہونا کیا ضروری ہے۔ اصل ذریعہ اعمال صالحہ ہیں جن پر قرب و بعد وثواب وعذاب ہے) دلیل اور تفسیر بالرائے ہے۔ صحیح تفسیر **وابتغوا الیه القرب بالطاعات** (۴) (اور اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ہونے کو طلب کرو طاعتوں کے ذریعہ سے' توسل وسیلہ طلب کرنا تو تقرب قرب ہونے کو طلب کرنا ہے) ہے۔ توسل لغرت میں تقرب ہے۔

(۵) **ومن ثم فسره البیضاوی بقوله وسل الی کذا اذا تقرب الیه من فعل الطاعات وترک المعاصی** (اسی لئے قاضی بیضاوی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے وسل الی کذا کہلاتا ہے جب اس کی طرف قرب حاصل کیا۔ عبادتیں کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے سے) اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر مداومت (۶) (ہمیشگی کہ سب کے سب مسلمان اسلام کی بیعت کے بعد تجدید بیعت ہمیشہ کرتے رہے ہوں) ثابت نہیں ہزاروں مومن اس خاص طریقہ پر اس زمانہ میں حضور سے بیعت نہیں ہوئے اس لئے اس کو سنت موکدہ بھی نہ کہیں گے یہ سب تفصیل اس کی حقیقت میں ہے اور ایک اس کی صورت ہے یعنی معاہدہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دے دینا تو یہ عمل مباح ہے لیکن مامور بہ (۷) (حکم کیا ہوا کے کسی درجہ میں نہیں نہ فرض نہ واجب نہ سنت نہ مستحب) کے کسی درجہ میں نہیں حتیٰ کہ اس کے استحباب کا بھی حکم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو منقول ہے وہ بطور (۸) (عبادت کی جو قسم سنت ہے ہیشگی سے اور مستحب سے گاہ گاہ سے وہ ایسے افعال ہیں جو عبادت الٰہی کے طریق پر اور اس نسبت سے ہوں ورنہ محض بہتر مستحسن ہی ہوں گے) عبادت اور دین کے نہیں بلکہ بطور عادت کے ہے۔ کیونکہ عرب میں معاہدہ کے وقت یہ رسم تھی۔ چنانچہ اسی عادت کی بنا پر اس کو صفقہ (۱) (ہاتھ

پر ہاتھ رکھنے کو صفقہ (معاملہ) کہا جاتا تھا اب بھی کچھ اس کا دستور ہے) بھی کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ بیعت معتادہ (۲) (بزرگوں کی عادت والی) صلحاء حقیقت کے اعتبار سے مستحب سے زیادہ نہیں اور اس کی خاص ہیئت مباح سے زیادہ نہیں۔

لہٰذا اس کا درجہ علماً یا عملاً (۳) (علم وعقیدہ یا عمل کے ضروری ہونے میں) بڑھانا مثلاً اس کو شرط نجات قرار دینا یا تارک پر طعن کرنا یہ سب غلو (۴) (دین میں زیادتی کرنا اور حدوں سے نکل جانا) فی الدین اور اعتداء حدود ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر بھی بطریق متعارف کسی سے بیعت نہ ہو اور خود علم دین حاصل کر کے یا علماء سے تحقیق کر کر کے اخلاص کے ساتھ احکام پر عمل کرتا رہے وہ ناجی اور مقبول اور مقرب ہے۔ البتہ تجربہ سے یہ کلیاً یا اکثریاً (۵) (سب میں یا بہت بہت میں) مشاہدہ ہو گیا ہے کہ جو (۶) (کہ دل میں ہر وقت کی ایک لگن لگ جائے جس سے اعمال صالحہ میں کیف دوام اور گناہوں سے نفرت ہو جائے) درجہ عمل اور اصلاح کا مطلوب ہے۔ وہ بدون اتباع وتربیت کسی کامل بزرگ کے بلاخطر (۷) (بغیر خطرہ کے اطمینان کے ساتھ بدون کسی کامل بزرگ کی تربیت اور مرید کے کامل پیروی کے جیسے عادت اللہ جاری ہے نہیں ملتا) اطمینان کے ساتھ عادۃً حاصل نہیں ہوتا مگر اس اتباع کیلئے بھی صرف التزام کافی ہے۔ بیعت (۸) متعارف (رواجی) شرط نہیں۔ لیکن (۹) ہذا آخر الکلام (اور یہ آخر کلام ہے)۔ واللہ اعلم

کتبہ اشرف علی (۸ جمادی الثانی ۱۳۵۸)

تفصیل الکلام فی حکم تقبیل الاقدام

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ ایک استفتاء کا جواب ہے جس میں بزرگوں کے
قدم چومنے کے متعلق شرعی حکم دریافت کیا گیا تھا۔

تفصیل الکلام فی حکم تقبیل الاقدام

السوال: نفسِ قدمبوسی میں علماء کا اختلاف معلوم ہوتا ہے، ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے، دوسری جماعت اس کو منع کرتی ہے، عالمگیری اور اشعۃ اللمعات میں عدم جواز کے قول کو مقدم ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ عالمگیری ص:۲۰۴ ج: ۵، میں ہے طلب من عالم اوزاھد ان یدفع الیه قدمه لیقبله لایرخص فیه ولایجیبه الٰی ذلک عند البعض وذکر بعضھم یجیبه الی ذلک انتھی، اشعة اللمعات ۲۳ ج: ۴، میں ہے اگر کیے از عالم یازاہد التماس پائے بوسی او کند باید کہ اجابت نہ کند، وتکذ ارکہ بوسد درقنیہ گفتہ لاباس بہ است اور درمختار میں جواز کے قول کو مقدم ذکر کیا ہے۔

طلب من عالم اوزاھد ان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله اجابه وقیل لایرخص کما فی القنیه مقدماً للقیل انتھی، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے اخرج الحاکم ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ارنی شیئا ازدادبه یقینا فقال اذھب الی تلک الشجرة فادعھا فذھب الیھا فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعوک فجاء ت حتٰی سلمت علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال لھا ارجعی فرجعت قال ثم اذن له فقبل راسه ورجلیه وقال صحیح الاسناد قال العینی فی شرح الھدایة وتعقبه الذھبی فقال عم ابن حبان متروک.

بعض ترمذی کی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جو ترمذی کی جلد دوم ص:۹۸ میں ہے ان قوماً من الیهود قبلوا ید النبی صلی الله علیه وسلم ورجلیه وقال الترمذی انه حسن صحیح قال العینی فی شرح الهدایة قال النسائی حدیث منکر وقال المنذری وکان انکاره له من جهة عبدالله بن سلمة فان فیه مقالا، قال العینی فعلم من مجموع ماذکرنا اباحة تقبیل الید والرجل شرح هدایة ص: ۲۰۰ ج: ۴.

بعض اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں جو مشکوٰۃ کے باب المصافحہ والمعانقہ میں ہے عن زراع وکان فی وفد عبدالقیس قال لما قدمنا فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجله رواه ابوداؤد.

اس کی شرح میں صاحب ''مظاہر حق'' ص:۶۳ جلد۴، میں تحریر فرماتے ہیں، ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چومنا پاؤں کا جائز ہے لیکن فقہاء اس کو منع کرتے ہیں، پس اس حدیث کی توجیہ وہ یہ کریں گے کہ یہ خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا ابتداء یہ امر ہوا ہو یا وہ لوگ ناواقف تھے یا اضطرابی حالت میں یہ فعل ان سے صادر ہوا ہو۔ فقہاء کے اس اختلاف کی بناء کس امر پر ہے اور اس بارہ میں قول صحیح کیا ہے، بالتفصیل مع الدلائل تحریر فرماویں؟

الجواب۔ تاویل بلا دلیل غیر مسموع ہے، اور ظاہر ہے بلا صارف عدول نہیں کیا جاتا پس صحیح جواز تقبیل قدم فی نفسہ ہے، اور فقہاء کے منع کو عارض مفسدہ پر محمول کیا جاوے گا۔

بقیہ السوال: اگر قدم بوسی بلا کراہت جائز ہو تو سر جھکا کر اگرچہ بحد رکوع وسجود ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اس امر میں ہمارے اس دیار کے علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ جب قدم بوسی جائز ہے تو اگرچہ بصورت رکوع وسجود انحناء راس سے ہو تب بھی جائز ہے ایک جم غفیر علماء کہتے ہیں کہ قدم بوسی اس صورت

میں جائز ہے جبکہ انحناء راس بہیئت رکوع وسجود نہ ہو، اور یہ لوگ اس بارہ میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جو مشکوٰۃ کے باب المصافحہ والمعانقہ میں ہے۔

عن انس قال قال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل منایلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا، رواہ الترمذی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص: ۴۷۶ میں مرقوم ہے (اینحنی لہ) الانحناء وھوا مالۃ الراس والظھر تواضعا وخدمۃ (قال لا) ای فانہ فی معنی الرکوع وھو کالسجود من عبادۃ اللہ تعالیٰ وفی شرح المسلم للنووی حنی الظھر مکروہ للحدیث الصحیح فی النھی عنہ ولا تعتبر کثرۃ من یفعلہ ممن ینسب الی علم وصلاح.

فی اشعۃ اللمعات ص: ۲۴ ج ۴۔ وانحناء مائل گردانیدن سر وپشت ست وطیبی از محی السنۃ نقل کردہ کہ انحناء ظہر مکروہ است از جہت ورود حدیث صحیح در نہی ازاں، اگرچہ بسیارے از انہا کہ منسوب بعلم وصلاح اند آنرامی کنند اما اعتبر واعتماد بداں نتواں کرد ودر مطالب المومنین از شیخ ابومنصور نقل کردہ کہ اگر بوسہ دہد یکے پیش یکے زمین را یا پشت دوتا کند یا سرنگوں گرداند کافر نہ گردد بلکہ آثم است زیرا کہ مقصود تعظیم ست نہ عبادت ست، وبعضے مشائخ درمنع ازاں تغلیظ وتشدید بسیار کردہ وگفتہ کادالا نحناء ان یکون کفرا انتھی. اس طرح مظاہر حق کی جلد چہارم کے ص: ۶۱ میں مذکور ہے اور مجمع الانہر ص: ۴۲۰ ج: ۲، میں ہے۔

فی القھستانی الایماء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی العمادیۃ ویکرہ الانحناء لانہ یشبہ فعل المجوس اور ملتقی الابحر میں ہے فی المجتبی الایماء بالسلام الی قریب الرکوع کالسجود والانحناء مکروہ ردالمحتار کتاب الکراہۃ میں ہے فی الزاھدی الایماء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انہ یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ

اور جامع الرموز میں ہے **فی الزهدی الانحناء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره انتهی.**

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ انحناء کے طور پر قدمبوسی ناجائز ہے، اور عالمگیری کے تقبیل رجل میں جو یہ روایت ہے کہ **طلب من عالم او زاهدان یدفع الیه قدمه لیقبله** اور درمختار میں جو یہ روایت ہے **طلب من عالم او زاهدان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله**، اور غایۃ الاوطار کی جلد چہارم ص: ۲۱۹ میں جو اس کا ترجمہ لکھا ہے ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اس کی درخواست کی کہ اپنا قدم اس کی طرف بڑھائے اور اسکو چومنے دے یہ بآواز بلند بتاتی ہے کہ یہ قدمبوسی بطریق انحناء اور امالہ نہیں ہے اب کس فریق کا قول حق اور احق بالاتباع ہے۔

الجواب: جو انحناء مقصوداً ہو وہ جائز ہے اور جو بضرورت تقبیل کے لازم آجاوے وہ حکم میں تقبیل کے تابع ہے۔

بقیة السوال: تقبیل قدم کے معنی کیا ہیں، آیا قدم کو بوسہ دینا یا حجر اسود کی طرح ہاتھ سے قدم کو مس کر کے اس ہاتھ کو بوسہ دینا یا عام معنی لئے جاویں؟

الجواب: معنی اول ہی اسکا مدلول ہے، اور ثانی بے اصل ہے۔

(ذیقعدہ ۳۵ھ تتمہ خامسہ ص: ۵۳۶)

سوال: حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا اس پر قیاس کر کے جواز سجدۂ تعظیمی بادشاہ وغیرہ پر دلیل پکڑنا کیسا ہے؟ **الجواب: باطل ہے لانه لا قیاس مع النص وقد صح النص فی النهی عنه.**

سوال: والدین کی قبر کے تقبیل میں یہاں کے علماء دو فریق ہو گئے ہیں، بعض اس کے جواز میں عالمگیری کی اس عبارت کو پیش کرتے ہیں **ولا یمسح القبر ولا یقبله فان ذلک من عادة النصاری ولا باس بتقبیل قبر والدیه کذا فی الغرائب.** اور علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ تقبیل قبر والدین جائز نہیں فی مأتہ مسائل ص: ۷۷۔

سوال: بوسہ گرفتن قبر والدین چہ حکم دارد۔

جواب: بوسہ دادن قبر والدین غیر جائز است علی الصحیح، فی مدارج النبوۃ وبوسہ دادن قبر را وسجدہ کردن آنرا وکلہ نہادن حرام وممنوع ست ودر بوسہ دادن قبر والدین روایت فقہی نقل می کنند وصحیح آن ست کہ لایجوز انتہی اور مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی ص: ۶۷۰، ج ۳ میں ہے۔

سوال: بوسہ دادن قبر والدین جائزست یانہ؟

جواب: حرام ست کذا صرح علی القاری وغیرہ اور غریب کتاب سے فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے، درمختار ص: ۵۲ ج: ۱، میں ہے **فلا یجوز الافتاء ممافی الکتب الغریب**، اب کس فریق کا قول قابل تسلیم ہے اور کس کا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: منع متعین ہے، اور قول بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل غیر مقبول ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ درمختار میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ **من قبل رجل امه فکانما قبل عتبة الجنة انتهی** اور فتاویٰ حاوی میں آیا ہے:

ان رجلاً جاء الی النبی علیه السلام فقال یا رسول اللّٰه انی حلفت ان اقبل عتبة باب الجنة والحور العین فامره النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان یقبل رجل الام وجبهة الاب انتهی یہ دونوں روایتیں کسی معتبر کتاب میں آئی ہیں یا نہیں اور سنداً ومتناً صحیح ہیں یا نہیں اور اس پر عمل کرنا جائز ودرست ہے یا نہیں، بینوا بالدلیل توجروا باجر الجزیل۔

الجواب: بلا سند حدیث حجت نہیں، اور سند بذمہ مستدل ہے اور تعلیق ملتزم ایراد صحیح کی معتبر ہے ولا التزام۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ (تتمۂ خامسہ ص: ۵۳۶)

طلوع البدر فی سطوع القدر

سوال: مخدومنا مکرمنا مرشدنا ہادینا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک گندہ وسوسہ قلب میں موجزن ہے، عنوان بھی بھدا ہے مگر للہ تشفی فرمائی جاوے، وہ یہ کہ جو کچھ انسان سے کام ہوتا ہے مقدر ہو چکا ہے اور یہ لاکھ چاہے کہ میں نیک بنوں مگر جب تک ان کو منظور نہ ہو کچھ نہیں ہوتا جیسے کہ کسی نے کہہ بھی دیا ہے۔

تیری تائید اور عنایت کے بغیر ہو نہیں سکتا ہے کوئی کارِ خیر

اور مشاہدہ بھی ہے۔ تو پھر انسان کے اختیار میں کیا ہے جس پر جزا و سزا ہے۔

الجواب: بعض علوم ایسے ہوتے ہیں کہ حقیقت میں بدیہی ہوتے ہیں مگر خوض کرنے سے نظری ہو جاتے ہیں مثلاً کسی بات کا ذہن میں آنا شب و روز واقع ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جاوے کہ ذہن میں آنے کی کیا صورت ہے، وہ چیز جو ذہن میں آتی ہے وہ ذہن میں آنے سے پہلے کہاں تھی اور پھر ذہن میں کیسے چلی گئی پھر جانے کے کیا معنی وہاں پیدا ہو گئی یا باہر سے چلی گئی اور پھر ہزاروں چیزیں ذہن میں جاتی ہیں کیا یہ برابر برابر رکھی جاتی ہیں یا اوپر تلے رکھی جاتی ہیں؟ پھر شق اول پر ذہن میں اتنی ہزاروں چیزوں کے رہنے کی جگہ کہاں ہے اور شق ثانی میں وہ مشتبہ کیوں نہیں ہو جاتیں؟ جس طرح کاغذ پر ایک عبارت لکھ کر اسی پر دوسری پھر اس پر تیسری عبارت لکھ دی جاوے تو ایک بھی نہیں پڑھی جاتی۔ بہرحال خوض کرنے سے یہ سب سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا کوئی حل نہیں۔ لیکن اگر خوض نہ کیا جاوے تو حقیقت بدیہی ہے کہ ایک چیز پہلے منکشف ہو گئی اور اس میں کسی کو کوئی شبہ پیدا نہیں

ہوتا اور نہ کسی کو اس کے وقوع کا انکار ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شبہ یا انکار کرے تو احمق سمجھا جاتا ہے کیونکہ بدیہی کا انکار کرتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض علوم اس شان کے ہوتے ہیں۔ پس مسئلہ تقدیر اسی شان کا ہے کہ حقیقت اس کی نقلاً بلکہ عقلاً بھی نہایت واضح ہے اور وہ حقیقت علم ازلی اور ارادۂ ازلی کا حوادث کے ساتھ متعلق ہونا ہے کہ نقل کی طرح عقل سے بھی ثابت ہے۔ جس میں نہ انکار کی گنجائش نہ شبہ کی گنجائش۔ اور یہی علم وارادہ دو طرح کی چیزوں سے متعلق ہوتا ہے ایک تو ان چیزوں سے جو شرعاً اور لغۃً اختیاری کہلاتی ہیں، ایک ان چیزوں سے جو غیر اختیاری کہلاتی ہیں۔

یہ اختیار بھی ایسی ہی چیز ہے جس کی حقیقت اس قدر بدیہی ہے کہ جانور تک اس کو جانتے ہیں چنانچہ اگر کوئی کتے کو لکڑی سے مارے تو وہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے لکڑی پر حملہ نہیں کرتا۔ تو مختار اور مجبور میں وہ بھی فرق سمجھتا ہے، نیز وہی شخص جو عبد سے اختیار کی نفی کرتا ہے اگر اس کا کوئی نوکر کام بگاڑ دے تو عین تقریر نفی اختیار کے وقت یہ اپنے اندر اس بناء پر غصہ پاتا ہے کہ تو اپنے اختیار سے اس کام کے بگاڑنے سے بچ سکتا تھا مگر تو نے اختیار سے کام نہیں لیا۔ تو حقیقت اس کی ایسی بدیہی ہے لیکن اگر اس میں خوض وغور زیادہ کیا جاوے تو وہی حقیقت نظری ہو جاتی ہے۔ اس لئے شریعت نے نہایت شفقت سے اجمالاً اعتقاد رکھنے کو فرض فرما دیا اور خوض کرنے سے منع فرما دیا۔ یہ تو عام فہم اس کی تقریر تھی۔ اب دو جواب طالبعلمانہ نقل کرتا ہوں تا کہ اہل علم کو بھی لطف ہو۔ ایک جواب تحقیقی ہے ایک الزامی۔

تحقیقی تو یہ ہے کہ گو افعال عباد کے ساتھ تقدیر ومشیت الٰہیہ کا تعلق ہے اور اس تعلق کا اثر یہ ہے کہ اس مقدر کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ایسے تعلق سے بھی اختیار وقدرت عبد کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تعلق اس طرح ہے کہ فلاں شخص فلاں کام فلاں وقت اپنے اختیار وقدرت سے کرے گا۔ تو تقدیر جس طرح اس فعل کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اسی طرح اس فاعل کی قدرت واختیار کے ساتھ بھی متعلق ہوتی ہے۔

سو اگر تعلق تقدیر سے اس فعل کا وقوع لازم ہو گیا ہے تو اسی تعلق سے وجود اختیار و قدرت کا بھی لازم ہو گیا تو مسئلہ تقدیر سے بجائے نفی قدرت کے قدرت عبد کا وجود اور مؤکد ہو گیا۔ پھر یہ شبہ کہاں رہا کہ جب عبد کو قدرت و اختیار نہیں پھر اس پر کیا الزام۔ اور الزامی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صاحب اختیار ہونے میں تو کسی صاحب ملت کو کلام نہیں اور جس طرح افعال عباد مقدر ہیں اسی طرح افعال حق کو بھی کہ فلاں وقت میں اللہ تعالیٰ زید کو پیدا کریں گے، فلاں وقت اس کو موت دیں گے۔ تو اگر کسی فعل کے مقدر ہو جانے سے اس فعل کا فاعل مجبور و مسلوب الاختیار ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ بھی اس احیاء و اماتت میں مجبور ہو جائیں۔ تو کیا کوئی صاحب ملت اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ دونوں جواب بھی صرف مسکت ہیں اور اگر ان کی کنہ میں بھی خوض کیا جائے تو شبہات کے لئے مسقط نہیں۔ بہر حال مسئلہ اصل میں فطری و بدیہی اور عقل و نقل سے ثابت ہے اس لئے ماننا ضروری ہے۔ اور قبل خوض اس میں کوئی اشکال نہیں جیسے مسئلہ حضور فی الذہن کی یہی حالت ہے اور خوض کرنے سے چونکہ اشکالات پیدا ہوتے ہیں جن کا نہ رفع ممکن اور نہ اس کا کوئی نتیجہ، اس لئے خوض سے ممانعت فرما دی گئی اور بوجہ مضر ہونے کے عقلاً بھی ممانعت ہو گی۔

تمت رسالة طلوع البدر

(ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ النور بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ ص:۹)

التخفیف فی الاختیار الضعیف

حضرت حکیم الاُمت مُجدد المِلت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الاُسرار الفرقانیۃ،
لمفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاُسرار النفی منھا والجلی اعنی بہ

ولانا محمّد اشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

ایک صاحب کو یہ شبہ تھا کہ جسمانی امراض خاص کر ضعف قلب، ضعف
اغ وغیرہ امراض سے انسان کا اختیار ضعیف اور مضمحل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا
ی صورت میں وہ اُمور اس کے حق میں غیر اختیاری ہو جائیں۔ اس رسالہ
حضرت رحمہ اللہ نے اس شبہ کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا ہے۔

التخفیف فی الاختیار الضعیف

حال: حضرت یہ امور اختیاریہ کا جو مسئلہ ہے اس کی نسبت اکثر ایک وسوسہ یہ ہوا کرتا ہے خصوصاً اپنے ہی حالات پر نظر کرنے سے کہ کیا جسمانی امراض خاص کر ضعف قلب و دماغ اور مسلسل خلاف طبع حالات کے پیش آتے رہنے سے یہ اختیار بھی ضعیف و مضمحل نہیں ہو جاتا ہے اور کیا پھر اس حد تک یہ اختیار امور غیر اختیاریہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ نیز ارادہ و اختیار میں اور نیت میں کیا فرق سمجھوں مثلاً اگر نماز میں خشوع و خضوع کی ہر وقت نیت رکھتا ہوں اور پھر بھی یہ اس درجہ تک کا بھی نہ حاصل ہوتا ہو جس کو حضرت امر اختیاری میں فرمایا کرتے ہیں تو ایسی نیت معتبر نہ ہوگی۔

تحقیق: خشوع لغۃً مطلق سکون ہے اور شرعاً سکون جوارح جس کی حقیقت ظاہر ہے اور سکون قلب جس کی حقیقت حرکت فکریہ کا انقطاع ہے اور جس طرح سکون جوارح کی تکلیف بقدر ضرورت ہے مثلاً صحیح قوی سوی اس پر قادر ہے کہ نماز میں کوئی حرکت زائدہ علی الصلوٰۃ صادر نہ ہونے دے وہ اسی کا مکلف ہوگا اور مریض صاحب وجع غلبہ وجع کے وقت اس پر قادر نہیں جب درد اُٹھے گا وہ بے چین ہو کر پیچ و تاب کھائے گا اس لئے وہ اس درجہ سکون کا مکلف نہ ہوگا۔ البتہ جب درد نہ ہو پھر وہ اس سکون کی تجدید کا مکلف ہوگا اسی طرح سکون قلب کی تکلیف بھی بقدر قدرت ہوگی مثلاً جو شخص تمام اسباب مشوشہ سے محفوظ ہو وہ حرکات فکریہ کے انقطاع کلی پر قادر ہے وہ اسی کا مکلف ہوگا اور جو اسباب مشوشہ میں مبتلا ہو وہ ایسے جمع خاطر پر قادر نہیں اس لئے

وہ اس درجہ کا مکلف بھی نہ ہوگا البتہ جتنا وقت تشویش سے سکون کا میسر ہوگا یعنی وہ تشویش متخیلہ پر غالب نہ ہو اُس وقت میں اس کا مکلف ہوگا۔ یہ تو کلام کلی ہے اب اس مقام پر ایک دقیق جزئی ہے وہ زیادہ قابل اعتناء ہے اور اُس میں زیادہ بصیرت کی ضرورت ہے اگر صاحب معاملہ کو ایسی بصیرت نہ ہو تو کسی مصلح حکیم تجربہ کار سے مشورہ کی حاجت ہے وہ یہ ہے کہ اس قطع حرکت فکر یہ کا طریق کیا ہے کیونکہ یہ قطع براہ راست حاصل نہیں ہوتا۔ کماھو مشاھد بلکہ طریق اس کا یہ ہے کہ اپنے قلب کو کسی محمود چیز کی طرف قصداً متوجہ کر دیا جائے جو وضع صلاۃ کے خلاف نہ ہو مثلاً ذات حق کی طرف برابر متوجہ رہے اگر خیال نہ جمنے کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو تو یہ تصور کرے کہ میں کعبہ حسناء کی طرف رخ کئے ہوئے ہوں یا نماز میں جو اذکار و قراءت پڑھ رہا ہے ان کی طرف توجہ رکھے کہ میں یہ الفاظ پڑھ رہا ہوں یا اُن کے معانی کی طرف توجہ رکھے چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لئے یہ توجہ مانع ہو جاوے گی دوسرے خطرات کے آنے سے یہ ہے وہ طریق اب اس میں ایک غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر شخص کی استعداد جدا ہے کسی شخص کیلئے ایک تصور نافع ہے۔ دوسرے شخص کے لئے دوسرا تصور بعض اوقات صاحب معاملہ بوجہ عدم بصیرت و عدم تجربہ کے اپنے لئے ایک طریق کو اختیار کرتا ہے اور وہ طریق اُس کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوتا اس لئے اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا اور بار بار کی ناکامی سے مایوس ہو کر اس غلط گمان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خشوع فعل اختیاری نہیں اس لئے بالکل اس کا اہتمام چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس مامور بہ کی برکت سے محروم رہتا ہے اس لئے اپنے مناسب طریق کی تعیین کے لئے سخت اہتمام کی حاجت ہے۔ دوسری غلطی اس سے اشد یہ ہوتی ہے کہ تعیین کے بعد جس طریق کو اختیار کیا گیا ہے اس میں کاوش زیادہ کرنے لگتا ہے اور اس کا منتظر اور متوقع رہتا ہے کہ دوسرا کوئی خیال اصلا نہ آنے پائے اور اس کے لئے طبیعت پر زور

ڈالتا ہے حتی کہ نوبت کلال وملال کی پیش آتی ہے جس کا نتیجہ وہی یاس کے بعد ترک کر دینا ہے سواس لئے ضرورت ہے ترک کاوش کی بس سرسری معتدل توجہ کافی ہے اگر اس توجہ کیساتھ دوسرا کوئی خطرہ آ جاوے وہ غیر اختیاری ہوگا اور مضر نہ ہوگا جیسے کسی خاص صفحہ میں سے کسی خاص لفظ پر قصداً نظر کی جاوے تو یقینی بات ہے کہ وہ شعاعیں بلا قصد دوسرے کلمات پر بھی پہنچ جاتی ہیں مگر وہ نظر قصدی نہیں ہوتی اور ایک غلطی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے کہ دوسرے خیال کے آنے کے ساتھ یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ خیال قصداً آیا یا بلا قصد سو یہ فیصلہ محض بیکار ہے اگر فرضاً یہی تحقیق ہو جاوے کہ قصداً آ گیا تو اب گذشتہ کا تو اعدام ہو نہیں سکتا۔ آئندہ کیلئے تدارک کیا ہی جائیگا سو اگر اس فیصلہ کے بدون میں بھی تدارک میں مشغول ہو جاوے تو کیا ضرر ہے اور وہ تدارک بفور تنبہ کے تجدید ہے اُس توجہ مقصود کی اور نیت و ارادہ جو کہ مترادف ہیں قبل اختیار ہوتے ہیں جو بدون اختیار کئے ہوئے مامور بہ کے کافی نہیں جیسے نماز کی نیت کرے مگر فعل صلوٰۃ کو اختیار نہ کرے ناکافی ہے لیکن جن اشکالات کا مخلص اس فرق کی تحقیق کو سوچا تھا اب وہ بدون اس تحقیق کے بحمد اللہ حل ہو گئے یعنی فرق ہونے پر بھی اور نیت کے کافی نہ ہونے پر بھی اشکال نہیں رہا۔ کیونکہ اختیار کے درجات میں ایسی گنجائش نکل آئی کہ کسی درجہ میں بھی خلجان اور مشقت کا احتمال نہیں رہا۔ وللہ الحمد

نوٹ: مضمون کی اہمیت پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ''التخفیف فی الاختیار الضعیف'' ملقب کر دیا جاوے فقط۔

نوٹ: تمہیدی ذیل کا خط بھی اسی سلسلہ کا ہے۔

حال: الحمد للہ کہ مسئلہ ''امور اختیاریہ'' کی نسبت بھی حضرت کے نسخے نے کامل شفا بخشی اور شرح اسباب کے ساتھ بخشی۔ اطال اللہ بقائکم ونفعنا بہ

اب صرف ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت نے حرکت فکریہ کے قطع کی

جو صورتیں تحریر فرمائیں اُن میں سے یا اُن کے علاوہ جو میرے لئے زیادہ موثر و مناسب حضرت کے نزدیک ہو وہ بھی تحریر فرمائی جاوے۔ میں بطور خود تو جو کچھ نماز میں پڑھتا ہوں اسی کے معنے پر متوجہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں مگر اس میں کامیابی اتنی کم ہوتی ہے چاہتا ہوں کہ کم از کم جس وقت اھدنا الصراط المستقیم زبان سے ادا ہوتا ہے اسی کے معنے پر توجہ ہو مگر اکثر اتنا بھی نہیں ہوتا یا آگے نکل جانے کے بعد خیال آتا ہے کہ مقتدی ہونیکی صورت میں پاس انفاس کا لحاظ رکھنا چاہتا ہوں اس میں بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوتا اصل یہ ہے کہ حضرت بس حدیث نفس کا بہت غلبہ رہتا ہے۔

بہر حال اب حضرت جو صورت تجویز فرمائیں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کی جو صورت حضرت نے لکھی ہے اس کی کچھ تفصیل کا محتاج ہوں۔

تحقیق: اس سوال سے اس لئے دل خوش ہوا کہ ایسا سوال علامت ہے کام کرنے کی اور جو شخص کام کرے گا اس کو یہ سوال پیش آوے گا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے حل کا ذریعہ بنایا جس سے آپ بہت سے طالبین کے رفع پریشانی کے سبب ہو گئے **والحمد للہ علی ذلک** اور خط سابق لکھنے کے وقت میرا دل چاہتا تھا کہ یہ سوال کیا جاوے اور کئے جانے کی امید بھی تھی۔ اب جواب عرض کرتا ہوں اصل میں جو توجہ خطرات کی قاطع ہے وہ دو قسم کی ہے ایک مع الخوض اگر چہ اشیاء مختلفہ کی طرف ہو۔ دوسری شے واحد کی طرف اگر چہ بلا خوض ہو اب جس شخص کو آیات واذکار کے معانی بلا خوض ذہن میں آجاتے ہوں وہاں نہ خوض ہے نہ ما فیہ الفکر شے واحد ہے اس لئے کوئی قسم توجہ کی نہ پائی گئی پس وہ قاطع خطرات بھی نہ ہوگی بخلاف اس شخص کے جس کو سوچنے سے معنی یاد آتے ہوں اس شخص کی توجہ قاطع خطرات ہوگی اس لئے آپ کو اس تدبیر میں کامیابی نہیں ہوئی کہ آپ کو خوض کی حاجت نہیں ہوتی پس ایسے شخص غیر محتاج الی الخوض کیلئے دوسری توجہ کی ضرورت ہوگی یعنی توجہ الی الشیء

الواحد خواہ وہ شے واحد کچھ ہو ذات حق ہو یا رویت حق للعبد یا نظر الی الکعبہ یا کچھ اور۔ اور جس توجہ الی الحق کی تفصیل آپ نے دریافت فرمائی ہے وہ یہی ہے کہ یا اُن کی ذات کا اجمالاً تصور کرے جس طریق سے بے تکلف ذہن میں آجاوے جس پر ہر شخص قادر ہے زیادہ کاوش کی حاجت نہیں۔ یا ان کے کسی فعل کا تصور رکھے مثلاً وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں تو جہ الی الشیء والواحد کا ایک طریق میں نے تجویز کیا ہے جو غایت درجہ سہل بھی ہے اور بے حد نافع بھی ثابت ہوا وہ یہ کہ اپنی تمام طاعات صلوٰۃ و تلاوت واذکار بلکہ افعال مباحہ میں بھی اس کا تصور رکھے کہ یہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہونگے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری نہ ہو جس سے پیشی کے قابل نہ ہوں پس اتنا ہی تصور کافی ہے ابتداء میں استحضار ضعیف ہوگا مگر ممارست کے بعد اس استحضار میں دوام پیدا ہو جاوے گا چونکہ یہ مجھ کو نافع ہوا اور کئی موقعوں پر آپ کی طبیعت کا تناسب اپنی طبیعت کے ساتھ مشاہدہ کر چکا ہوں اُمید ہے کہ آپ کے لئے بھی ان شاء اللہ نافع ہوگا اور اس مبحث کے متعلق جو تنبیہات رقیمہ سابقہ میں عرض کر چکا ہوں وہ سب اس میں بھی ملحوظ رہیں۔ واللہ الموفق۔ امید ہے کہ اجزاء سوال پر بقدر ضرورت کلام ہو چکا ہے اگر کچھ رہ گیا پھر متنبہ فرمایا جاوے۔ والسلام فقط

حل بعض اشعار جامی رحمۃ اللہ علیہ

سوال (۱۸۷) قال العارف الجامی وصف یوسف علی نبینا وعلیہ السلام

مقدس نورے از قیدچہ وچوں سراز جلباب چوں آورد بیروں
چوآں بیچوں دریں چوں کردہ آرام پے روپوش کردہ یوسفش نام

(حل مفردات)

چہ ترجمہ ''ماہو'' کہ موضوع است برائے سوال از جنس یانوع مرکب وگاہے مستعمل باشد، درسوال از مطلق حقیقت خواہ مرکب یاجزو مرکب باشد، خواہ بسیط مجرد یا غیر مجرد باشد، چوں ترجمہ کیف کہ مقولہ است از مقولات تسعہ عرض کہ قسمے است از ممکن وگاہے مستعمل باشد در مطلق صفت، حادث باشد یاقدیم ممکن باشد یاواجب ولولوجوب الذات جلباب چوں باضافت مراد قیود بمشارکت وصف ستر قیدرا جلباب گفتند آرام تجلی ونزول مقصود کہ منتہائے ارادہ باشد مجازاً اورا آرام گفتہ کہ آرام بمعنے سکون منتہائے حرکت حسیہ وارادیہ میباشد روپوش حجاب۔

مقدمات: مقدمہ اُولیٰ حق تعالیٰ کو بیچون اور ماہیت وکیفیت سے مطلق کہنے کے دو محل ہیں، اگر چوں کو مقولہ کیف کے ساتھ خاص کہا جاوے اور ماہیت کو جنس ونوع مرکب کے ساتھ تب تو اس سے مطلق اور مقدس ہونا ظاہر ہے، کیونکہ مقولہ کیف قسم ہے ممکن کی، اور مقسم حق تعالیٰ پر صادق نہیں تو قسم بھی صادق نہیں، ورنہ صدق قسم کا بدون مقسم کے لازم آوے گا، اور یہ محال ہے اور جنس نوع دونوں میں ترکیب لازم آتی ہے، اور وہ مستلزم ہے حدوث کو، اور حدوث باری تعالیٰ کا محال ہے۔ پس لامحالہ باری

تعالیٰ اس کیف اور اس ماہیت سے منزہ ہے اور اگر چوں سے مراد مطلق صفت لی جاوے اور چہ سے مراد مطلق حقیقت لی جاوے تو اس وقت اس حکم میں استعمال مجاز کا ہے، کہ عام بول کر خاص مراد لیا، یعنی صفات حقیقت سے مراد ممکن کی صفات وحقیقت ہیں، پس اس معنی کے اعتبار سے بھی تنزیہ ظاہر ہے ورنہ خود ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقت اور صفت دونوں ثابت ہیں۔

مقدمہ ثانیہ: تجلی اور نزول معنی لغوی پر محمول نہیں، الفاظ اصطلاحیہ ہیں مطلق ظہور کو کہتے ہیں، مثلاً حروف مکتوبہ کو دیکھ کر کاتب کا وجود استدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنوع بدون صانع کے پایا نہیں جاتا، تو ضرور صانع موجود ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے حق تعالیٰ تمام موجودات میں متجلی ہیں کہ ان سے ان کے وجود اور صفات کمال پر دلالت ہوتی ہے، اتنا فرق ہے کہ یہ ظہور اور تجلی اہل ظاہر کے نزدیک عقلی ہے، اور اہل باطن کے نزدیک ذوقی ہے، اور اسی تجلی ذوقی کے اعتبار سے گاہے تخصیص کردی جاتی ہے قلوب عارفین کے ساتھ کہ ان پر تجلی ہوتی ہے یعنی ظہور حق تعالیٰ کا اشیاء میں ان کے قلوب پر بوجہ خاص یعنی ذوقاً منکشف ہوتا ہے۔

مقدمۂ ثالثہ: محال تجلی، یعنی اشیاء کو مظاہر اور حجب بھی اصطلاح میں کہتے ہیں مظاہر تو اس اعتبار سے کہ اگر یہ واسطہ نہ ہوتا تو انکشاف وجود واجب کی عند المکلف کوئی صورت نہ تھی، تو اشیاء آلہ ظہور ہوئیں، اور حجب اس اعتبار سے کہ اکثر اہل غفلت ان وسائط ہی کو دیکھتے ہیں، اور ان سے استدلال وجود صانع پر نہیں کرتے تو ان وسائط کی طرف ایسا التفات مانع ہوگیا التفات الی الصانع سے، اس اعتبار سے یہ اشیاء آلۂ اخفاء ہوگئیں، پس صدق مفہومین متضادین کا اعتبارین مختلفین سے موجب اشکال نہ رہا۔

مقدمۂ رابعہ: کبھی کسی نکتہ شاعری یا تحقیقی کی وجہ سے مطلق اثر کو گو وہ مقصود نہ ہو غایت یعنی اثر مقصود ٹھہرا دیتے ہیں۔

مقدمۂ خامسہ: چونکہ انسان بہ نسبت اور مخلوق کے عجائب وغرائب کا

زیادہ جامع ہے اس کی دلالت بھی صفات کمال الٰہی پر زیادہ ہوگی۔ اس لئے انسان کو مظہر اتم ومنتہائے تجلیات وغیرہ کہتے ہیں۔

مقدمہ سادسہ: صوفیاء رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ سب ظہور ذات و صفات حق تعالیٰ کا ان کی صفت جمال ہے، یعنی جمال مقتضی ظہور کو ہوتا ہے اور ذات وصفات سب جمیل ہیں، اس لئے مقتضی ظہور کو ہوتیں، اور یہ اقتضاء بمعنی اضطرار نہیں بلکہ ادائے حق حکمت ہے۔

مقدمۂ سابعہ: مخلوقات میں اجمل انسان ہے، لقوله تعالىٰ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (الآية) ولقوله تعالىٰ وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (الآية) ۔اور انسانوں میں ظاہری جمال کے اعتبار سے اجمل حضرت یوسف علیہ السلام ہیں لقوله عليه السلام و قد اعطى شطر الحسن الحديث۔

تقریر شرح

جب یہ سب اُمور ذہن نشین ہوگئے، اب مطلب اشعار کا ظاہر ہے، یوسف علیہ السلام کے حُسن کا بیان ہے کہ یوں سمجھو کہ نورِ حق جو کہ بالمعنين المذكورين في المقدمة الاولىٰ قید ماہیت وکیفیت سے منزہ ہے وہ قید جو چوں یعنی حجاب مخلوق ہے یا بعنوان دیگر مظہر مخلوق سے کما ذکر کلا هما فی المقدمة الثالثة ظاہر ہوا۔ اور ان دو عنوانوں میں سے پہلے شعر میں آورد بیروں میں عنوان مظہریت کی طرف اور دوسرے شعر میں لفظ روپوش میں عنوان حجاب کی طرف اشارہ ہے اور جب اس مطلق نے اس مقید میں بالمعنی المذکور فی المقدمۃ الثانیہ نزول فرمایا جس کو یا باعتبار مطلق نزول مقصود کے آرام سے تعبیر کیا گیا، یا خاص منتہائے نزول کے اعتبار سے آرام کہا گیا، کیونکہ یہاں مظہر خاص انسان ہے۔ کما فی المقدمۃ الخامسۃ تو اس مقید کا نام روپوشی کے واسطے یوسف رکھ دیا، اور اس روپوشی کا ہر چند کہ مقصود ہونے کا دعویٰ نہ

کیا جاوے لیکن چونکہ اس نزول پر یہ مرتب ہوئی ہے مجازاً اس کو لفظ پے سے غایت قرار دے دیا۔ کما ذکر فی المقدمة الرابعة ، اور یہاں نکتہ شاید یہ ہوا کہ اس روپوشی سے ابتلاء وامتحان خلق منظور تھا کہ دیکھیں کون محوتماشائے یوسف ہوکر جمیل حقیقی کو بھولتا ہے اور کون ان کو دیکھ کر بزبانِ حال یہ کہتا ہے ۔

حسن خوش ارزوئے وباں آشکارا کردۂ پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردۂ

چہ باشدآں نگار خود کہ بندایں نگار ہا

اور ہر چند کہ یہ تجلی اور یہ احتجاب ہر مخلوق میں حاصل ہے، لیکن چونکہ یوسف علیہ السلام صفت جمال میں اور مخلوق سے اکمل ہیں، کما ذکر فی المقدمة السابعة، تو آپ خاص اس صفت کے زیادہ تجلی گاہ ہوئے جو کہ بمقدمۂ سادسہ اصل منشاءِ ظہور وتکوین کا ہے۔ اس لئے اس تجلی واحتجاب خاص میں خاص اعتبار سے آپ کو ترجیح ہوئی، لہٰذا اس شعر میں تخصیص کرلی گئی، واللہ اعلم۔

(۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد ج:۴،ص:۲۶)

سَرَابُ الشَّرَاب

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

بعض مشائخ سے شراب کا تلبس منقول ہے ... کسی سے خریدنا ... کسی سے پینا پلانا بھی ... اس رسالہ میں اس کی تحقیق و توجیہ کی گئی ہے کہ یہ باتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

سراب الشراب

درحل بعض اشکالات متعلقہ تلبس بمسکرات

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ اقتباس الانوار میں بعضے ایسے واقعات نظر سے گزرے جن میں بعض اہل طریق کا مسکرات کے ساتھ تلبس نقل کیا گیا ہے چونکہ ان واقعات میں اپنی ذات یعنی نوعیت اور اپنے وصف یعنی صعوبت کے اعتبار سے باہم تناسب تھا باوجود دوسرے مضامین کے ترتیب بدل جانے کے ان کو یکجا لکھ کر ان کی توجیہ لکھنا مناسب معلوم ہوا اور چونکہ ان کی ایک خاص امتیازی شان تھی اور مقدار بھی معتد بہ تھی اس لئے باوجود اس کے کہ یہ رسالہ السنۃ الجلیہ کا جزو ہے اس کا ایک مستقل نام بھی تجویز کیا گیا وجہ تسمیہ ہے کہ جیسے سراب کی صورت اور ہوتی ہے حقیقت اور ہوتی ہے اسی طرح ان واقعات کی صورت ظاہری تلبس بالشراب کی تھی اور حقیقت باطنی خاص معانی ہیں اور علاوہ نمبر رسالہ کے ان کی باہمی ترتیب کے لئے ان کے اول میں حروف بھی لکھ دیئے گئے تاکہ اس سے اس کی استقلال کی شان بھی ظاہر ہوسکے اور یہ تکلف توجیہات کا ایک شرعی ضرورت سے ہے کہ جس کی صلاحیت دلائل صحیحہ راجحہ سے ثابت ہو وہاں دلیل مرجوح معارض میں تاویل کی جاتی ہے جیسے مشاجرات صحابہ میں اسی بناء پر یہی عمل کیا جاتا ہے اب ان واقعات کو مع توجیہات نقل کرتا ہوں اور چونکہ دونوں جزو کے احاد میں وحدت تشارک ہے اس لئے اول واقعات کو مجتمعاً پھر توجیہات کو مجتمعاً لکھتا ہوں۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ.

اشرف علی ۱۰ صفر ۵۱ ہجری

تذکرہ حضرت شیخ فرید الدین رحمہ اللہ...(واقعہ الف نمبر ۴۹)

صاحب مرآۃ الاسراری نویسد کہ میر سید محمد گیسودراز قدس سرہ جزوی مبلغ حوالہ من نمود کہ ازایں مبلغ شراب خریدہ بیار چوں آوردم فرمود کہ در پیالہ پرکن دبہ من دہ پس چند پیالہ پرکردہ دادم بعد ازاں فرمود کہ یک پیالہ تو نیز بخور لاچار بجہت متابعت ایشاں یک پیالہ من ہم نوشیدم حق علیم است کہ شہد خالص بود سبحان اللہ چہ احوال وچہ اسرار بود وہم درآنجامی نویسد کہ شیخ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ در معدن المعانی می فرماید کہ بعضے عارفان کامل رادر نہایت سلوک نظر برعبادت وتقویٰ خود کہ می افتد آں عجب عبادت وتقوی باعث حجاب از مشاہدۂ اصل می گردد واکثرے درہماں مرتبہ بند میمانند اما عاشقان صادق وشاہبازان جان باز آں رابت وزنار دانستہ خودرا بے اختیار درچنیں ملامت کہ شرب خمروشاہد بازی وغیرہ است می اندازند تا نظر از عبادت وتقویٰ مطلق برافتد وآں عجب کہ حجاب راہ ایشاں شدہ بود معدوم گردد ومطلوب عیاں شود پس ہرگاہ عارف کامل از غلبۂ عشق توکل برعنایت حق کردہ عبادت وتقویٰ تمام عمر رابسبب اندک حجاب دردریائے معصیت می اندازد وآں زماں حق تعالی نیز نظر رحمت براخلاص صادق اوکردہ حقیقت اشیاء رامبدل می گرداند تا معصیت وے عبادت گردد چنانکہ میر سید محمد گیسودراز راازشراب شہد خالص گردانید۔

(صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ میر سید محمد گیسودراز قدس سرہ نے کچھ دام مجھ کودیئے کہ ان داموں کی شراب خرید کرلے آؤ جب میں لایا تو فرمایا کہ یہ پیالہ میں بھرکر مجھ کودو لہٰذا چند پیالے بھرکر میں نے دیئے اس کے بعد فرمایا کہ ایک پیالہ تم بھی پیو۔ مجبوراً ان کی متابعت کی وجہ سے میں نے بھی ایک پیالہ پیا خدا تعالیٰ جانتے ہیں کہ شہد خالص تھا۔ سبحان اللہ کیسے احوال اور کیسے اسرار تھے اور نیز اس مقام پر لکھتے ہیں کہ شیخ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ معدن المعانی میں (شراب نوشی کی توجیہ میں تحریر) فرماتے ہیں کہ بعضے عرفاء کامل کو انتہا سلوک میں جب اپنی عبادت وتقویٰ پرنظر

پڑتی ہے (یعنی عجب پیدا ہو جاتا ہے) وہ عجب عبادت وتقویٰ اصل (یعنی حق) کے مشاہدہ سے باعث حجاب ہو جاتا ہے اور اکثر تو اسی مرتبہ میں رہ جاتے ہیں (آگے ترقی نہیں کرتے) لیکن عاشقان صادق وشاہبازان جانباز اس کو بت اور زنار سمجھ کر بے اختیار ایسی ملامت (کے کاموں) میں شراب نوشی اور شاہد بازی وغیرہ میں خود کو ڈال دیتے ہیں تاکہ نظر عبادت اور تقویٰ سے بالکل اٹھ جائے اور وہ عجب جو کہ ان کے لئے حجاب راہ ہو گیا تھا معدوم ہو جائے اور مطلوب ظاہر ہووے پس جس وقت کامل عارف غلبہ عشق سے عنایت حق پر توکل کر کے تمام عمر کی عبادت وتقویٰ کو معمولی حجاب کی وجہ سے معصیت کے دریا میں ڈال دیتا ہے اس وقت حق تعالیٰ بھی اس کے سچے اخلاص پر نظر رحمت فرما کر اشیاء کی حقیقت کو بدل دیتے ہیں تاکہ اس کی معصیت عبادت ہو جائے چنانچہ میر سید محمد گیسودراز کی شراب کو شہد خالص کر دیا۔۱۲ مترجم)

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتیؒ۔(واقعہ نمبر ۵۰)

وہم وے (یعنی صاحب مرآۃ الاسرار) گوید کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نوشتہ است کہ روزے بعضے مریدان شیخ جلال الدین احمد عبدالحق رامہمان کردہ بودند وہمراہ طعام چیزے مسکرات نیز آوردند چوں نظرش بر مسکرات افتاد فرمود ایں چہ سخنے است پس بے ذوق ازاں مجلس برخاستہ پیش جلال الحق آمد وطاقیہ ارادت راباز پس دادہ برآمد واز آبادی شہر ہم گشتہ راہ بادیہ پیش گرفت وہر چند در بادیہ مے گشت ہیچ طرف راہ پدید نمی آمد بے علاج شدہ بر سر درختے برآمد مرد غیب نمودار شدند قریب آنہار سید پرسید کہ راہ کدام جانب است جواب دادند کہ راہ در شیخ جلال الحق گم کردۂ تا سہ مرتبہ ہمیں سخن تکرار کردہ آں ہر دو از نظر شیخ احمد عبدالحق غائب شدند پس اورا یقین شد کہ ایشاں رسولان حق بودند واز امر حق بمن ہدایت کردہ اند کہ کشود کارتو بر در شیخ جلال الحق والدین است پس از آنچہ اعتراض نمودہ بود توبہ کرد۔ از کمال ندامت متوجہ خدمت آنحضرت گشت دید کہ آنحضرت طاقیہ مذکور

بدست حق پرست خود گرفتہ منتظر وے بر در ایستادہ است وراہ آں محبوب القلوب می بیند پس او بے اختیار سر در قدم آنحضرت آورد آں حضرت از کمال مہربانی سر اورا برداشتہ در کنار گرفت واز سر نو کلاہ ولایت را بر سرش نہادہ باسرار حق آشنا گردانید وبلسان وحدت بیان فرمود بابا عبدالحق امروز مہمان من باش بعد ازاں بخادم خانقاہ خود امر فرمود کہ طعام از ہر جنس موجود کن ومسکرات از ہر قسم نیز حاضر آر چوں وے طعام ومسکرات از ہر قسم آوردہ بر سفرۂ اخلاص آراستہ ساخت شیخ احمد عبدالحق آوردہ بزبان وحدت نثار فرمود کہ بابا عبدالحق ہر آوندے را کہ حضرت احدیت او جدا وانی وبعید پنداری دست برآں مزن وازدے اعراض بکن بمجرد شنیدن ایں کلمہ نظرش بر جمال توحید حق افتاد وافواج تجلیات **اللہ نور السموٰت والارض** بر دلش تافتن آورد ودر ہر جا مشاہدہ **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** رونما گشت واز غایت تجلیات ظہور حق متحیر شدہ بے خود در افتاد وزار زار میگریست ومدتے در گوشۂ خانقاہ افتادہ ماند وماسوائے حق مطلق از لوح سینۂ وے محو گشت۔ بیت

چوں ممکن گرد امکاں برفشاند بجز واجب دگر چیزے نماند

الغرض روزے حضرت شیخ جلال الحق از کمال الطاف بر سر وقت اور سیدو فرمود کہ بابا عبدالحق چیزے اختیار کن وبہوش باز آئی وبخور سر از استغراق برآورد ومعروض داشت کہ تا غائب بودم نمیدانستم کہ چہ می خورم واز کجامی خورم وکرامی خورم واکنوں حیرانم کہ چہ خورم وبکہ روآرم واز کہ اعراض نمایم ومیان پاک وناپاک چہ طور فرق کنم۔

(اور نیز وہ (یعنی صاحب مراۃ الاسرار) کہتے ہیں کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ ایک دن شیخ جلال کے بعضے مریدوں نے شیخ احمد عبدالحق کی دعوت کی تھی اور کھانے کے ہمراہ کچھ چیزیں مسکر بھی رکھی تھیں جس وقت ان کی نظر ان مسکرات پر پڑی فرمایا یہ کیا بات ہے پس بدون کسی چیز کے چکھے اس مجلس سے اُٹھ کر شیخ جلال الحق کی خدمت میں آئے اور طاقیہ ارادت (یعنی مریدی کی کلاہ) کو واپس کر دیا اور آبادی شہر سے نکل کر جنگل کی راہ اختیار کی اور ہر چند جنگل میں

پھرے راستہ (آگے جانے کو) نہ ملا مجبوراً ایک درخت پر چڑھ گئے دو آدمی غیب سے نمودار ہوئے ان کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ راستہ کس طرف کو ہے انہوں نے جواب دیا کہ راستہ شیخ جلال الحق کے دروازہ پر آپ نے گم کیا تین مرتبہ اس بات کی تکرار کر کے وہ دونوں شیخ احمد عبدالحق کی نظر سے غائب ہو گئے پس ان کو یقین ہو گیا کہ یہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ تھے اور خدا تعالیٰ کے امر سے مجھ کو ہدایت کی ہے کہ تیرا کشود کار شیخ جلال الحق والدین کے در پر ہے پس جو کچھ اعتراض کیا تھا اس سے توبہ کی اور کمال ندامت کے ساتھ آنحضرت کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ آنحضرت اس طاقیہ کو اپنے ہاتھ مبارک میں لئے ہوئے ان کے انتظار میں دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں اور راستہ محبوب القلوب کا دیکھ رہے ہیں پس انہوں نے بے اختیار آنحضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا شیخ نے کمال مہربانی سے ان کے سر کو اٹھا کر بغل میں لیا اور سر نو کلاہ ولایت کو ان کے سر پر رکھا اور اسرار الٰہی سے واقف کیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ بابا عبدالحق آج کے دن میرے مہمان رہو اس کے بعد خانقاہ کے خادم کو امر فرمایا کہ کھانا ہر قسم کا لاؤ اور مسکرات بھی ہر قسم کے لے آؤ جس وقت اس نے کھانا اور مسکرات ہر قسم کے لا کر اخلاص کے دسترخوان پر باقاعدہ رکھے شیخ احمد عبدالحق کے ہمراہ دوسرے محرم راز یاروں کے طلب کر کے اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے روئے مبارک کو شیخ احمد عبدالحق کی طرف کر کے زبان مبارک سے فرمایا کہ بابا عبدالحق جس برتن کو حضرت احدیت سے جدا جانو اور بعید سمجھو اس میں ہاتھ مت ڈالو اور اس سے اعراض کرو اس کلمہ کے سنتے ہی فوراً ان کی نظر توحید حق کے جمال پر پڑی اور اللہ نور السموات والارض (ترجمہ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کی تجلیات بکثرت ان کے دل پر چمکیں اور ہر جگہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (ترجمہ جدھر رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے) کا مشاہدہ رونما ہوا اور ظہور حق کی غایت تجلیات سے متحیر ہو کر بے اختیار گر پڑے اور زار زار روتے تھے۔ اور ایک مدت تک خانقاہ کے

ایک گوشہ میں پڑے رہے اور ماسوائے حق ان کی لوح سینہ سے محو ہو گیا (یعنی بجز خدا تعالیٰ دل میں کچھ نہ رہا) بیت کا ترجمہ جب ممکن نے امکان کی گرد کو جھاڑ دیا تو بجز واجب کے کوئی دوسری شے نہ رہی) یعنی جب ممکن سے نظر اٹھالی جائے تو بجز واجب کے کسی دوسری چیز پر نظر نہ پڑے گی) الغرض ایک دن شیخ جلال الحق کمال الطاف سے ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بابا عبدالحق کوئی شئے پسند کرو اور ہوش میں آؤ اور کھاؤ انہوں نے استغراق سے سر اٹھایا اور عرض کیا کہ میں جب تک غائب رہا نہیں جانتا تھا کہ کس چیز کو کھاؤں اور کس جگہ سے کھاؤں اور کس لئے کھاؤں اور اب حیران ہوں کہ کیا کھاؤ اور کس کی طرف رخ کروں اور کس سے اعراض کروں اور پاک و ناپاک کے درمیان کس طرح فرق کروں۔۱۲ مترجم)

تذکرہ حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ.... (واقعہ ج نمبر ۱۵)

وہم وے (یعنی صاحب مرأۃ الاسرار) آنجامی آرد کہ روزے کسان حاکم قصبہ ردولی یک چہار پائی از خانقاہ آں حضرت بغصب بردہ بودند ودر آں ایام حضرت میر سید قطب مجذوب از واصلان حق نیز در قصبہ مذکور تشریف می داشت اکثر اوقات بشرب خمر مشعول می بود پس قدحے از شراب پر کردہ بدست میاں خضر داد کہ بخدمت برادرم حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ برساں وبگو کہ بزنم میان خضر قدح شراب گرفتہ بردر خانقاہ آں حضرت بایستاد و طاقت نداشت کہ باآں طریق پیش آنحضرت برود وے قدس سرہ از صفائی باطن معلوم نمودہ باآواز بلند فرمود کہ میاں خضر بہر طریق کہ ہستی ہمچناں بیا او قدح شراب بخدمتش گذرانید و پیغام میر سید قطب معروض داشت آنحضرت قدح شراب نوشجاں کردہ فرمود کہ برو حاجت نیست بعد از یک دو ساعت شور در قصبہ افتاد و جنازہ آں ظالم برآوردند۔

(اور نیز وہ (یعنی صاحب مرأۃ الاسرار) اس مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک دن حاکم قصبہ ردولی کے کچھ لوگوں نے ایک چارپائی آنحضرتؓ کی خانقاہ سے غصب

کر لی تھی اور ان دنوں میں حضرت امیر سید قطب مجذوب واصل حق بھی قصبہ مذکور میں تشریف رکھتے تھے اکثر اوقات شراب نوشی میں مشغول رہتے تھے۔ پس ایک پیالہ شراب سے بھر کر میاں خضر کے ہاتھ میں دیا کہ برادرم حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کی خدمت میں لے جاؤ۔ اور کہو کہ بزنم (یعنی کیا اس کو مار ڈالوں) میاں خضر شراب کا پیالہ لے کر آنحضرت کی خانقاہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر جانے کی ہمت نہ ہوئی کہ اس حالت سے آنحضرت کے روبرو حاضر ہوں حضرت نے صفائی باطن (یعنی کشف) سے معلوم کر کے باآواز بلند فرمایا کہ میاں خضر جس حالت میں ہو اسی طرح آؤ انہوں نے شراب کا پیالہ خدمت میں پیش کیا اور پیغام میر سید قطب کا عرض کیا۔ آنحضرت نے شراب نوش جان کر کے فرمایا کہ جاؤ حاجت نہیں ہے۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد قصبہ میں شور مچا اور اس ظالم کا جنازہ لوگ لائے۔ ۱۲ مترجم)

تذکرہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ (واقعہ نمبر ۵۲)

منقول ست کہ ملک یونس دیوانہ یگانہ حق تعالیٰ بود ہیچ بر وجود خود نداشت برہنہ مے گشت و خارق بسیارے داشت چوں حضرت قطب العالم را می دید یا زاہد یا زاہد خطاب می کرد و می گفت چناں مصلا فراز کن کہ سلطان ابراہیم بن ادہم فراز کردہ بود مے آرند کہ سلطان ابراہیم ابن ادہم مصلا بر ہوا فراز کردہ بود و ہم ہماں ملک یونس دیوانہ چوں آنحضرت را می دید ایں بیت می خواند۔ بیت

گر روز نیابی تو زغوغائے عرب شب محرم عاشقانست شبہاش طلب

روزے آں دیوانہ در راہ نشستہ شراب می نوشید حضرت قطب العالم در آں راہ رسید چوں وے را بدیں حال دید محترز شدہ ازاں راہ کنارہ گرفتہ رواں شد آں دیوانہ پیالہ شراب بدست کردہ دوید و گفت۔ مصرع

صوفی نہ شود صافی تا در نکشد جامے

چوں آنحضرت احتراز ممکن ندید پیالہ گرفتہ قریب دہن کردہ بریخت (یعنی

بیرون بریخت وقریب دہن کردن برائے اخفا از دیوانہ بود) شاید کہ چند قطرہ در حلق ہم رفتہ باشند وآں حضرت مے فرمود کہ درآں شراب مزہ شراب نبود وبمزہ آں چند قطرہ حالات وکمالات بسیار برمن ظاہر شد۔

(منقول ہے کہ ملک یونس حق تعالیٰ کے بےمثل عاشق تھے اور کوئی شئے بدن پر نہ رکھتے تھے برہنہ پھرتے تھے اور ان سے کرامتیں بہت ظاہر ہوتی تھیں جب حضرت قطب العالم کو دیکھتے یا زاہد یا زاہد کہہ کر پکارتے تھے اور کہتے اس طرح مصلے بچھاؤ کہ جس طرح سلطان ابراہیم بن ادہمؒ نے بچھایا تھا مشہور ہے کہ سلطان ابراہیم بن ادہم نے مصلیٰ ہوا پر بچھایا تھا۔ اور نیز یہ ملک یونس دیوانے جب آنحضرت کو دیکھتے تو یہ بیت پڑھتے (ترجمہ بیت) اگر دن میں (محبوب کو) بےتمیزوں کے شور وغوغا سے نہ پاسکے تو (چونکہ رات عاشقوں کی محرم راز ہے راتوں میں اس کو تلاش کر۔ ایک روز وہ دیوانہ راستہ میں بیٹھ کر شراب پی رہا تھا حضرت قطب العالم اس راستہ میں پہنچے جب اس کو اس حالت میں دیکھا اس راستہ سے کنارہ کی طرف بچ کر تشریف لے چلے وہ دیوانہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر دوڑا اور کہا (ترجمہ مصرعہ) کہ صوفی صاف دل نہیں ہوتا جب تک کہ شراب کا پیالہ نہ پیے۔ جب آنحضرت نے احتراز کرنا ممکن نہ سمجھا پیالہ لے کر منہ کے قریب لے جا کر بکھیر دیا (یعنی منہ سے باہر پھینک دیا اور منہ کے قریب دیوانہ سے اخفا کرنے کی وجہ سے لے گئے تھے) شاید کچھ قطرے حلق میں چلے گئے ہوں اور آنحضرت نے فرمایا کہ اس شراب میں شراب کا مزہ نہ تھا اور ان چند قطروں کے مزہ سے بہت سے حالات وکمالات مجھ پر ظاہر ہوئے۔ ۱۲ مترجم)

ایضاً آخر تذکرہ مذکورہ قصہ شیخ عبدالغفور اعظم پوری خلیفہ حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ... (واقعہ۔ ہ نمبر ۵۳)

وبعد از مدتے آں حضرت بعد از تربیت وتکمیل وے اجازت وارشاد دیگر انش دادہ بجانب وطن وے اعظم پور رخصت نمود ووقت رخصت وصیت کرد کہ جزوے از

قسمت نعمت باطن تو حوالہ سیدے مجذوب طور ملامتیہ مشرب است کہ در قصبہ تھناوری باشد وآں موضع از وطن تو نزدیک تر است آنجا رفتہ آں نعمت نیز از وے بگیری چوں شیخ عبد الغفور بوطن خود رسید بموجب فرمان پیر در موضع تھناور رفت وآں سید را دید کہ صراحی شراب در پیش داشتہ نشستہ است در خاطرش گذشت کہ ایں مرد خلاف شریعت است در وے چہ نعمت خواہد بود از ہمانجا برگشتہ در مسجدے از قصبہ تھناور قیلولہ کرد وارادۂ او آں بود کہ بعد از نماز جانب اعظم پور متوجہ خواہم شد اتفاقاً بقضائے حق در عین قیلولہ محتلم گشت بعد از بیداری چوں خواست کہ غسل کند ہر سبوئے مسجد را کہ می دید پر از شراب مے یافت ہمہ مساجد وخانہائے قصبہ را تفحص کرد ہمہ جا جز شراب چیزے دیگر نیافت بعد ازاں بر نہر گنگ رفت کہ نزد آں موضع جاری بود آنجا نیز جز شراب چیزے دیگر ندید دانست کہ تصرف سید بزرگوار است لاچار شدہ از خطرۂ خویش تائب گشتہ بخدمتش رفت سید بمجرد دیدنش فرمود اگرچہ ما مردم ملامتی ہستیم اما بموجب امر نبوی ظنوا المؤمنین خیرا شما کہ عالم ہستید بر ہمہ کس ظن نیک باید کرد ونیز یاد نہ کنید کہ امر پیر دستگیر شما چہ بود شیخ عبد الغفور بہ عجز وانکسار پیش آمد وگفت کہ خطا شد عفو فرمائید سید مذکور در حق وے ترحم بسیار کرد وآں نعمت کہ تردد وے برائش امانت بود بوے سپرد وبطرف اعظم پور رخصت نمود۔

(اور ایک مدت کے بعد آنحضرت نے ان کی تربیت اور تکمیل کر کے خلافت عطا فرما کر ان کو ان کے وطن اعظم پور کی جانب رخصت کیا اور وقت رخصت وصیت فرمائی کہ تمہارا کچھ حصہ نعمت باطن کا ایک سید مجذوب ملامتیہ مشرب کے حوالہ ہے کہ قصبہ تھناور میں رہتے ہیں اور وہ مقام تمہارے وطن سے بہت نزدیک ہے۔ وہاں جا کر وہ نعمت بھی حاصل کرنی چاہیے جب شیخ عبد الغفور اپنے وطن پہنچے بموجب پیر کے فرمان کے موضع تھناور میں گئے اور اس سید کو دیکھا کہ صراحی شراب کے سامنے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں انکو خیال ہوا کہ یہ شخص خلاف شرع ہے اس میں کیا کمال ہوگا۔ اس جگہ سے واپس ہو کر قصبہ تھناور کی ایک مسجد میں قیلولہ کیا اور ان کا ارادہ یہ

تھا کہ نماز کے بعد اعظم پور کی طرف رخ کروں گا اتفاقاً قضاء الٰہی سے قیلولہ کی حالت میں احتلام ہوگیا بیدار ہوکر جب غسل کا ارادہ کیا تو مسجد کے جس گھڑے کو دیکھا شراب سے لبریز پایا قصبہ کی تمام مسجدوں اور گھروں کو تلاش کیا سوائے شراب کے کچھ نہ ملا پھر نہر گنگ پر گئے جو اس موضع کے قریب بہتی تھی وہاں بھی بجز شراب اور کچھ نہ دیکھا خیال ہوا کہ سید بزرگوار کا تصرف ہے مجبور ہوکر اپنے وسوسہ سے توبہ کرکے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اگرچہ ہم لوگ ملامتیہ ہیں لیکن بموجب ارشاد نبوی کے ظنوا المؤمنین خیرا (یعنی مومن کے ساتھ اچھا گمان رکھو) چونکہ تم عالم ہو سب کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہئے اور نیز تم کو یاد نہیں کہ تمہارے پیر دستگیر کا کیا حکم تھا شیخ عبدالغفور عاجزی اور انکسار کے ساتھ پاس گئے اور عرض کیا کہ خطا ہوئی معاف فرمائیے۔ سید مذکور نے ان پر بہت شفقت کی اور وہ دولت جو کہ ان کے پاس ان کی امانت تھی ان کو سپرد کیا اور اعظم پور کو رخصت کیا۔۱۲ مترجم)

تذکرہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ (واقعہ نمبر ۵۴)

وقتے یکے از فرزندان حضرت گنج شکر از مسکن خویش کہ اجودھن بود بملاقات بادشاہ وقت براہ قصبہ تھانیسر مے رفت چوں از وے تھانیسر سہ منزل ماند روحانیت حضرت قطب العالم حضرت شیخ جلال را در معاملہ فرمود کہ از فرزندان حضرت گنج شکر خراباتی مشرب و مدمن الخمر می آید اما روحانیت حضرت گنج شکر ہمراہ وے است وباما مے گوید می بینم کہ سجادۂ تو شیخ جلال چگونہ تعظیم فرزند ما خواہد کرد واگر می خواہی کہ آبروے ما پیش پیران بماند دقیقہ از تعظیم وتکریم وے نگذاری ودقائق ضیافتش را کما ینبغی بجا آری ونظر برحال وے نہ کنی بلکہ نظر بجانب من وروحانیت حضرت گنج شکر نمودہ خدمتش کما حقہ بکنی چوں حضرت شیخ جلال بیدار شد ہماں وقت برخاست ودر راہ آمدن وے قریب یک کردہ رفتہ بنشست و بعد شام بخانہ خود مراجعت فرمودہ ہمچنیں تا سہ روز مے کرد روز سیوم آں فرزند ارجمند حضرت گنج شکر بر فیل سوار مر آں حضرت

رانمایاں شد دو دید کہ بریک جانب وے روحانیت حضرت گنج شکر است و بر جانب دیگرش روحانیت حضرت قطب العالم بندگی شیخ عبدالقدوس حنفی دو دیدہ پائے بوس وے حاصل کرد و خاکپائے آں نیل را سرمۂ چشم خود ساخت و دررکاب آں صاحبزادہ بجانب خانہ خویش مراجعت نمود وآں صاحبزادہ مست شراب بود چوں برآں حضرت مہربان شد رومال پاک وے کہ شراب آلودہ بود باآں حضرت بخشید ے قدس سرہ درحال گرفتہ برسر خود بہ بست وآں صاحبزادہ رادرتھانیسر آوردہ درمیان حویلی کلاں وخوب فرود آوردہ وجمیع مایحتاج وے رامہیا ساختہ از وے اذن گرفتہ بہ خانقاہ خویش بیامد بعضے یاران اعلیٰ باآں حضرت گفتند کہ ایں مرد اگرچہ پیرزادہ بود ولیکن در فسق و فجور غلو تمام داشت ذات پاک حضرت کہ حجت مشائخ است نبود کہ پیش ایں خراباتی بایں طریق سلوک نمایند آں حضرت فرمود کہ مرا نظر برحال وے نبود بلکہ نظرم بروحانیت حضرت گنج شکر وروحانیت حضرت قطب العالم بودہ کہ ہمراہ وے می آمدند وروحانیت حضرت گنج شکر بہ پیر من ے فرمود بہ بینم کہ شیخ جلال چگونہ تعظیم فرزند ما خواہد کرد وروحانیت شیخ عبدالقدوس حنفی بمن می گفت اگر از تو تعظیم ایں صاحبزادہ کماحقہ ادا خواہد شد۔ آبروئے ماپیش پیران ما خواہد ماند پس من ایں ہمہ تعظیم روحانیت حضرت گنج شکر و پیر خودمی کردم تا آنکہ روحانیت حضرت گنج شکر ازما و پیران من خوشنود شد و درحق من دعاء خیر فرمود۔

(ایک زمانہ میں حضرت گنج شکرؒ کی اولاد میں ایک صاحبزادے اپنے وطن سے کہ اجودہن تھا بادشاہ وقت کی ملاقات کے لئے قصبہ تھانیسر کے راستے سے جارہے تھے جب تھانیسر ان سے تین منزل رہ گیا حضرت قطب العالم کی روح نے حضرت شیخ جلال سے معاملہ (معاملہ اصطلاح میں خواب اور بیداری کی درمیانی حالت کو کہتے ہیں۔۱۲) میں فرمایا کہ حضرت گنج شکرؒ کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے پرانے شراب خوار آرہے ہیں لیکن حضرت گنج شکرؒ کی روح ان کے ہمراہ ہے اور ہم سے فرماتے ہیں کہ مجھ کو دیکھنا ہے کہ تمہارے سجادے شیخ جلال کس طرح ہمارے فرزند کی

تعظیم کرتے ہیں اور اگر تم چاہتے ہو کہ ہماری آبرو پیروں کی نظروں میں رہے تو ان کی تعظیم وتکریم کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا اور مہماں نوازی کے تمام دقیقوں کو کماحقہٗ بجا لانا اور نظر ان کی حالت پر نہ کرنا بلکہ نظر میری طرف اور حضرت گنج شکرؒ کی روح کی طرف کر کے ان کی خدمت کماحقہ کرنا جس وقت شیخ جلال بیدار ہوئے اسی وقت اٹھے اور ان کی آمد کے راستہ میں قریب ایک کوس جا کر بیٹھے اور شام کے بعد گھر کو واپس ہوئے تین دن تک ایسا ہی کیا تیسرے دن حضرت گنج شکر کے وہ فرزندار جمند ہاتھی پر سوار آنحضرت کو نظر پڑے اور دیکھا کہ ایک جانب حضرت گنج شکر کی روح ہے۔

اور دوسری جانب حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس حنفی کی روح ہے دوڑ کر ان کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور اس ہاتھی کی خاکپا کو سرمہ بنایا اور صاحبزادہ کی سواری کے ہمراہ مکان کو واپس ہوئے وہ صاحبزادے شراب میں مست تھے جس وقت آنحضرت پر مہربان ہوئے اپنا رومال شریف کہ شراب میں تر تھا حضرت کو بخشا حضرت قدس سرہ نے فوراً لے کر سر پر باندھ لیا اور صاحبزادے کو تھانیسر لا کر ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی حویلی میں ٹھہرایا اور تمام حوائج ضروریہ کا بندوبست کر کے ان سے اجازت لے کر اپنی خانقاہ میں تشریف لائے بعض دوستوں نے عرض کیا کہ یہ صاحب اگرچہ پیر کی اولاد میں سے ہیں لیکن فسق وفجور میں پورا غلو رکھتے ہیں حضرت کی ذات پاک کے لئے کہ حجت مشائخ ہے زیبا نہ تھا کہ ایسے شراب خوار کے ساتھ ایسا سلوک اور برتاؤ کرتے حضرت نے فرمایا کہ میری نظر اس کے حال پر نہ تھی بلکہ میری نظر حضرت گنج شکر کی روح اور حضرت قطب العالم کی روح کی طرف تھی کہ وہ دونوں اس کے ہمراہ تشریف لا رہے تھے اور حضرت گنج شکر کی روح نے میرے پیر سے فرمایا تھا کہ مجھ کو دیکھنا ہے کہ شیخ جلال ہمارے فرزند کی کس طرح تعظیم کرتے ہیں اور شیخ عبدالقدوس کی روح نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے اس صاحبزادے کی تعظیم کماحقہ ادا کی تو ہماری آبرو ہمارے پیروں کے سامنے باقی رہے گی پس میں نے حضرت گنج شکر اور اپنے پیر کی روح کی تعظیم کی ہے حتیٰ کہ حضرت گنج شکر کی روح مجھ سے اور میرے پیر سے خوش ہوگئی اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ ۱۲ مترجم)

اشکال متعلق واقعات مذکور

ان بزرگوں نے شراب کے ساتھ کیسے تلبس کیا۔ اشتراءً۔ یا سکوتاً یا تناولاً یا رجوعاً عن النکیر علیہ۔ یا اکراماً لشاربہ جیسا ان حکایات میں مذکور ہے۔

حل

یہاں تین حل ہیں دو مشترک ایک خاص خاص۔ دو مشترک میں سے ایک حل تو کلام ہے انکے ثبوت میں چنانچہ بعض روایات میں ماخذ کا مجہول ہونا بعض روایات میں ماخذ کا متفرد ہونا عدم ثبوت کا قوی شبہ پیدا کرتا ہے دوسرا مشترک حل یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ وہ مسکرات فقہاء میں مختلف فیہ ہوں۔

(کما فی الهداية الا شربة المحرمة اربعة ثم قال وفی الجامع الصغير وماسوى ذلک فلا بأس به وفيها ان هذا الخلاف فيما اذا قصد به التقوى واما اذا قصد به التلهی لايحل بالاتفاق اه ثم الفتوىٰ علے قول محمد رحمه الله كما هو معلوم)

(جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ حرام شرابیں چار ہیں صاحب ہدایہ نے پھر کہا اور جامع صغیر میں یہ ہے کہ اور اس کے ماسویٰ میں کچھ حرج نہیں اور ہدایہ میں ہے کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور لیکن جبکہ مقصود لہو ولعب ہو تو بالاتفاق حلال نہیں پھر فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے جیسا کہ معلوم ہے (یعنی علی الاطلاق بلا تفصیل حرام ہونے پر) ۱۲ مترجم)

اور یہ مختلف فیہ اس وقت ہے جب قدر مسکر تک نہ ہو ورنہ بالاجماع حرام ہے اور مختلف فیہ میں توسع ہوتا ہے جیسا اہل علم جانتے ہیں گو باب مسکرات میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول حرمت پر فتوے ہونے سے ہم کو توسع پر عمل جائز نہیں مگر مجتہد کو مقلد پر قیاس نہیں کر سکتے یہ حضرات مشائخ مجتہد تھے۔

خاص خاص حل حسب تفصیل ذیل ہے مثلاً واقعہ الف کی وہ توجیہ ہوسکتی ہے جو خود اس واقعہ کی بعد معدن المعانی سے نقل کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے سخت ضرورت میں امراض جسمانیہ میں تداوی بالحرام کو فقہاء نے جائز رکھا ہے اسی طرح امراض نفسانیہ کو اجتہاد سے ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے گو اس اجتہاد کی صحت میں کلام ہوسکتا ہے مگر وہ کلام بھی اجتہادی ہے جس سے کسی مجتہد پر ملامت نہیں ہوسکتی دیکھئے متروک التسمیہ عامداً کی نسبت جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے بشرطیکہ مذبوح لغیر اللہ نہ ہو ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اس میں مخالفت ظاہر کتاب کے سبب اجتہاد کی گنجائش نہیں مگر باوجود اس کے امام شافعی رحمہ اللہ پر کسی نے ملامت کی اجازت نہیں دی اور گو مجھ کو وانہ لفسق کی تفسیر کی بناء پر اس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہونے میں کلام ہے مگر پھر بھی اس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ کسی اجتہاد کا صحیح نہ ہونا علماء کے نزدیک مستلزم جواز ملامت کو نہیں اور تناول کے جواز کا اشتراء کے جواز کو مستلزم ہونا ظاہر ہے۔

کما فی اشتراء شعر الخنزیر علی ما فی الهدایة

(جیسا کہ ہدایہ میں خنزیر کے بال کی خریداری میں بیان کیا ہے کہ اس کے استعمال کا جواز مستلزم ہے اس کے اشتراء کے جواز کو)

یہ حاصل ہے معدن المعانی کی عبارت میں جو شاہد بازی کا لفظ ہے اس بازی کے وہ معنی نہیں جو رنڈی بازی اور لونڈے بازی میں معنی ہیں کیونکہ لذت و شہوت تو نفس کی غذا ہے اور یہاں مقصود غذا ہے جو ملامت کی ایک فرد ہے جو کہ مثل دوا کے نفس کو ناگوار ہو سو اس بازی کے وہ معنی ہیں جو چوگان بازی و نیزہ بازی میں معنی ہیں یعنی مطلق شغل جس کا معصیت ہونا لازم نہیں صرف موجب ملامت ہونا کافی ہے جیسے زبانی چھیڑ چھاڑ اور اظہار عشق کسی مُسنِ یا بدشکل سے کہ نفس کو تو کچھ حظ نہ ہو اور عوام میں شاہد بازی کے گمان سے بدنامی ہوجائے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شیخ کو اپنے تصرف سے استحالہ کا ظن قوی تھا کہ قبل اشتراء استحالہ ہوجائے گا۔

وفی امثاله یجوز العمل بظنه کما فی رسالة تشرف الاسماع عن حاشیة ابن حجر علی التحفة فقال ذکر کلاما طویلا فی اسباب الضرر المنتجة للتحریم تارة وللکراهة اخری وملخصه ان مالا یتخلف مسببه فیه الامعجزة او کرامة لولی یحرم الاقدام علیه حیث لم تطرد عادة ربه معه بعدم اضراره له. اھ

(اوراس کے امثال میں اپنے ظن غالب پرعمل کرنا جائز ہے جیسا کہ رسالہ تشرف الاسماع میں حاشیہ ابن حجر علی التحفۃ سے نقل کیا ہے پس کہا (یعنی صاحب رسالۃ تشریف الاسماع نے) کہ ذکر کیا (یعنی ابن حجر نے) ایک طویل کلام کو ان اسباب مضرات کے بیان میں کہ جن سے کبھی تو تحریم ثابت ہوتی ہے اور کبھی کراہۃ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جس مضر شے کا اثر بدون معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے متخلف نہ ہوتا ہو تو اس پر اقدام کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں کہ جس میں عادت الٰہیہ عدم مضرت کے متعلق نہ جاری ہو۔۱۲ مترجم)

لہٰذا شیخ پر اس تجویز کا اعتراض نہیں ہوسکتا باقی مرید کو جب استحالہ کا علم نہ تھا اس کو اشتراء کیسے جائز ہوگیا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کو مخالفت کرنے سے کسی ایسے ضرر باطنی کا اندیشہ ہوگیا ہو جس کا وہ تحمل نہ کرسکتا ہو اس لئے اس کی حالت مثل مکرہ کے ہوگئی ہو اس لئے وہ بھی معصیت سے محفوظ رہے گا اور واقعہ ب میں تناول کا اعتراض تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تناول واقع نہیں ہوا صرف نہی عن الاعتراض کا سوال ہوسکتا ہے سو اس کی خاص توجیہ علاوہ توجیہ مشترک کے وہ ہوسکتی ہے جو خود اس واقعہ کے اخیر میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل قبیح میں دو درجے ہیں ایک یہ کہ وہ باعتبار صدور کے عبد کی طرف منسوب ہے دوسرے یہ کہ وہ باعتبار تخلیق کے حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے سو صدور تو فعل عبد ہے اور منہی عنہ ہونے کی وجہ سے مطلقاً قبیح ہے اور تخلیق فعل حق ہے اور وہ مطلقاً حسن ہے پس مجوب کی نظر صرف اعتبار اول پر ہوتی

ہے اور عارف کی نظر دونوں اعتبار پر سو شیخ عبدالحق رحمہ اللہ چونکہ اس وقت مبتدی تھے ان کی نظر بھی صرف اعتبار اول پر پڑی حضرت شیخ جلال نے ان کی نظر کو جامع بنانا چاہا اس لئے یہ تدبیر کی کہ مسکرات کو حاضر کر کے ان کے ادراک میں تصرف کیا جس سے ان پر اعتبار ثانی کا غلبہ ہو گیا اور اس غلبہ کے سبب اعتبار اول پر نظر نہ رہی جیسا ابتدائے غلبہ میں ایسا ہی ہوتا ہے پھر تعدیل کے بعد جامعیت نصیب ہوتی ہے کہ دونوں اعتبار ایک دم سے متحضر رہتے ہیں اور ہر ایک کا حق ادا کرتا ہے کما اشار الیہ العارف الرومی۔

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست در بما نسبت کنی کفر آفت ست

(ترجمہ: کفر بھی بلحاظ خالق کے حکمت ہے اور ہمارے لئے آفت ہے۔۱۲ مترجم)

اور حکمت اس تربیت میں یہ ہوتی ہے کہ صرف اعتبار اول پر نظر کرنے والا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وقت کبر وعجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اعتبار ثانی پر نظر کرنے والا اس سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ وہ صنع عبد کے ساتھ صنع حق پر بھی نظر رکھتا ہے اس لئے ڈرتا ہے کہ میرے اندر اگر ایسا تصرف فرما دیں تو میں کیا کر سکتا ہوں نیز نظر اول والا ممکن ہے کہ کبھی حق تعالیٰ پر بھی اعتراض کر بیٹھے کہ معصیت وکفر پیدا نہ کیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا جیسا معتزلہ کو یہی نظر داعی ہوئی افعال عبد کو مخلوق للعبد کہنے کی طرف انہوں نے خلق قبیح کو بھی قبیح سمجھا اور نظر ثانی والا ان چیزوں کی تخلیق میں حکمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اس لئے اس حیثیت سے اس پر بھی راضی رہتا ہے اور رضاء بالقضاء کے کامل درجہ سے مشرف ہوتا ہے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ رضا بالکفر تو کفر ہے جواب یہ ہے کہ وہ درحقیقت کفر پر راضی نہیں ہوتا جو کہ فعل عبد ہے کیونکہ کفر مقضے ہے قضاء نہیں ہے بلکہ وہ قضاء بالکفر پر راضی ہوتا ہے جو کہ فعل حق ہے اور بعض اوقات رضا بالقضاء میں یہاں تک ترقی کرتا ہے کہ اس قضاء کی طلب اور دعا کرتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے یہ دعا کی کہ اس کو ایمان کی توفیق نہ ہو کیونکہ ان کو مثل نوح علیہ السلام کے وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے اس لئے عرض کیا۔

رَبَّنَآ اِنَّکَ آتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهٗ زِیْنَةً اِلٰی قَوْلِهٖ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ○

(اور موسیٰ نے عرض کیا) کہ اے رب ہمارے آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ گمراہ کریں اے رب ہمارے ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے۔ سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔۱۲)

جیسے نوح علیہ السلام کو خبر دے دی گئی تھی

لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ الْاٰیَة

(اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہ) سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اور کوئی شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لائے گا سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو۔

اور اس بنا پر انہوں نے دعا کی۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا.

(اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے۔۱۲)

اور دُعا کی۔ وَلَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا. اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْآ اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا○

(اے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہی کریں گے اور ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی۔۱۲ مترجم)

اور دعا کی وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا○

(اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔۱۲ مترجم)

اور واقعہ۔ج۔ کی خاص توجیہ میر سید قطب مجذوب کے متعلق تو خود واقعہ کے ساتھ ہی مذکور ہے یعنی ان کا مجذوب ہونا جو کہ مرفوع القلم ہوتا ہے باقی شیخ عبدالحقؒ کے متعلق علاوہ توجیہ مشترک کے یہ ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہاں بھی انقلاب ہو گیا

ہو یعنی شراب نہ رہی ہو اور آپ کو اس انقلاب کا یقین ہو گیا ہو اور واقعہ۔ و۔ کے دونوں جز و کی توجیہ مثل توجیہ واقعہ ج کے ہے یعنی دیوانہ کا غیر مکلف ہونا اور حضرت قطب العالم کے لئے اس شراب کا منقلب ہو جانا اور وہ بھی انصباب غیر اختیاری میں ورنہ اپنے قصد سے تو انہوں نے اس کو گرا ہی دیا تھا (چنانچہ اس مقام میں بین القوسین تفسیر کر کے اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے) سو فعل اختیاری تو قصد بیرونی انصباب تھا اور انصباب اضطراری میں انقلاب تھا چنانچہ جملہ مزہ شراب نبود اس میں صریح ہے باقی اپنے سے دور کر کے کیوں نہیں گرا دیا اس دیوانہ سے اخفا کا قصد کیوں کیا تو کسی حالت سے مغلوب ہو جانا اس کی توجیہ ہو سکتی ہے چنانچہ احتراز ممکن ندید ظاہراً اسی طرف مشیر ہے واللہ اعلم۔ اور واقعہ۔ ہ۔ کی توجیہ خاص بہت ظاہر اور قریب ہے کیونکہ یہی ثابت نہیں کہ صراحی میں شراب تھی ہیئت صراحی یا دیگر قرائن سے شراب کا گمان کر لیا اس مجذوب کو اس کا کشف ہو گیا اور اس نے ایسا تصرف کیا کہ غیر شراب ہر جگہ شراب نظر آنے لگی اور اس کا استعمال مشکل ہو گیا اور اس لئے پریشان ہو گئے باقی یہ کہ تیمم کر لیتے سو تیمم کے شرائط میں بعد خاص ہے پانی کا اور یہ شرط مشکوک تھی چنانچہ یہ بھی محتمل نہ تھا کہ ان کا تصرف محدود ہو اور اس حد سے آگے پانی مل جائے اور یہ بھی محتمل تھا کہ تصرف غیر محدود ہو اور اس تصرف سے واقع میں شراب نہ ہوا ہو بلکہ واقع میں پانی ہو اور رجوع عن الاعتراض سے وہ پانی محسوس ہونے لگے تو پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کیسے جائز ہو سکتا ہے غرض یہ سب احتمالات مجتمع ہو گئے تو پریشانی ایسے احتمالات کے اجتماع کا اثر لازم ہے اور قرینہ اس کا کہ وہ شراب نہ تھی صرف ان کو گمان ہو گیا شراب کا مجذوب کا یہ قول ہے، بر ہمہ کس ظن نیک باید کرد۔ الخ۔

نیز اس کا یہ قول بھی اس کا قرینہ ہے یاد نہ کیند کہ امر پیر دستگیر شما چہ بود جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے پیر غیر متشرع سے اخذ فیض کی کیوں اجازت دیتے اور واقعہ ز۔ میں تو زیادہ سخت اشکال نہیں کیونکہ اس میں صرف شرابی کا اکرام واقع ہوا تو اول تو

کسی انتساب کے اثر کا غلبہ عذر معتبر ہے۔

خود قرآن مجید میں باوجود کفر ابوین کے ان کی رعایت کا حکم ہے نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ احترام باپ کے ساتھ منصوص ہے پھر قطع نظر نسبت سے اجانب کے ساتھ بھی ایسا معاملہ تالیف قلب کے لئے توقع ہدایت پر ماذون فیہ ہے۔

وھذا آخر ما اردناہ فی ھذا المقام　　وبہ بلغت الرسالۃ حد الاختتام

تذکرہ حضرت شیخ عارفؒ (واقعہ نمبر ۵۵)

آنحضرت قدس سرہ بعضے اوقات مے فرمود کہ ما مالک خودم ملک الموت نتواند کہ بے رخصت جان من قبض کند موت من باختیار من است بخواہم بمیرم واگر خواہم تا ابدالآباد برہمیں ہیئت بمانم مگر آنکہ باختیار خود بروم کہ او را خبر نہ باشد۔ بیت

درکوئے عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نگنجد ھرگز

(آنحضرت قدس سرہ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہم خود اپنے مالک ہیں ملک الموت کی یہ مجال نہیں کہ بدون اجازت کے میری جان قبض کرے میری موت میرے اختیار میں ہے اگر چاہوں مروں اور اگر چاہوں تو اسی ہیئت پر رہوں لیکن ہاں اپنے اختیار سے چلا جاؤں کہ ملک الموت کو خبر نہ ہو۔۱۲ مترجم)

اشکال: کیا کسی کی موت اس کے اختیار میں ہے اور کیا کسی کی موت بلا توسط ملک الموت کے بھی ہوتی ہے۔

حل: حدیث صحیح میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے مصرح ہے کہ ان کی وفات ان کے اختیار کرنے کے بعد واقع ہوتی ہے اور غیر انبیاء علیہم السلام سے اس اختیار کی نفی کا عموم کسی دلیل سے ثابت نہیں سو اس میں کسی نص سے مصادمت نہیں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شہداء بحر کے لئے اس توسط کی نفی حدیث میں مصرح ہے۔

اوردہ السیوطی فی رسالۃ شرح الصدور باب ماجاء فی ملک الموت واعوانہ عن ابن ماجہ مرفوعًا ان اللہ وکل ملک الموت

بقبض الارواح الاشھداء البحر فان اللہ یتولی قبض ارواحھم.

(اس حدیث کو سیوطی نے اپنے رسالہ شرح الصدور باب ما جاء فی ملک الموت میں ابن ماجہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو تمام ارواح کے قبض کرنے کے لئے مقرر کیا ہے مگر شہداء بحر مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو خود قبض کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم)

سو اگر شہداء بحر ناسوت کے ساتھ شہداء بحر ملکوت کو ملحق کر دیا جائے تو بُعد ہی کیا ہے۔

تذکرہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمہ اللہ (واقعہ نمبر ۵۶)

مسئلہ شریعت است کہ نوم انبیاء ناقص وضو نیست زیرا کہ فی الحقیقت نوم نیست وایں حکم اگرچہ خاصہ انبیاء ست اما اولیاء ہم بمتابعت انبیاء بدین دولت مے رسند و نوم ایشاں نیز ناقض وضو نبود اما از جہت رعایت شرع تجدید وضو بکنند و خود را در خاصہ انبیاء شریک نہ سازند۔

(شریعت کا مسئلہ ہے کہ انبیاء کا سونا ناقض وضو نہیں اس لئے کہ درحقیقت (ان کی نیند) نیند نہیں اور یہ حکم اگرچہ انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اولیا بوجہ متابعت انبیاء اس دولت سے بہرہ اندوز ہو جاتے ہیں اور ان کی نیند سے وضو نہیں جاتا لیکن شریعت کے پاس ولحاظ سے جدید وضو کر لیتے ہیں اور خود کو انبیاء کی خصوصیت میں شریک نہیں کرتے۔ ۱۲ مترجم)

اشکال: کیا اولیاء کا نوم ناقض وضو نہیں ہوتا اگر ایسا ہے تو پھر اس عبارت میں اس کو خاصہ انبیاء کیسے مان لیا گیا۔

حل: یہ حکم سب اولیاء کے لئے عام نہیں بلکہ ان اولیاء کے لئے ہے جن کا نوم حد نعاس سے آگے نہیں بڑھتا اور ایسا نوم عوام کے لئے بھی ناقض وضو نہیں۔

باقی اولیاء کی تخصیص اس معنی کی گئی کہ عوام میں ایسا نوم شاذ ہے اور اولیا میں بہ نسبت عوام کے کثیر ہے پھر اس کو جو انبیاء کا خاصہ کہا گیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ ان کا نوم عموماً اسی درجہ کا ہوتا ہے۔ حدیث تنام عیناى ولاینام قلبی کے معنی قریب یہی ہیں اور اولیاء میں ایسا نوم تبعاً للانبیاء ہوتا ہے پس انبیاء کی تخصیص باعتبار

تعمیم کے ہے۔ یعنی انبیاء کا سب کا ایسا ہی نوم ہوتا ہے اور اولیاء میں سب کا نہیں ہوتا اور یہ فرمانا کہ از رعایت شرع الخ اور در خاصہ انبیاء الخ اس پر محمول ہے کہ وضو نہ کرنا ظاہراً خلاف شرع ہوگا اور صورۂ خاصہ میں شرکت ہوگی۔

از لطائف قدوسی

مؤلفہ مولانا رکن الدین درحالات شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ

لطیفہ ۲۹۔ (واقعہ نمبر ۵۷)

ایں فقیر حضرت قطبی را پرسید کہ شیخ الشیوخ درعوارف المعارف ذکر ملامتیہ و قلندریہ کردہ است ما درحق ایشاں چہ اعتقاد کنیم فرمودند چنانچہ حضرت شیخ الشیوخ فرمودہ اند اعتقاد حقیت ایشاں باید کرد بعدازاں حضرت قطبی فرمودند کہ حضرت شیخ رعایت شرع کردہ اند کہ حفظ فرائض درقلندریہ فرمودہ اند ومغز سخن پنہاں داشتہ اند وما قلندریہ را دیدہ ایم وشنیدہ ایم کہ درترک فرائض باک نداشتند چنانچہ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی وخواجہ کرک کریئی قلندر وامثالہما وما خود دیدہ ایم کہ شیخ حسین سرہر پوری ثم جونپوری قلندر مطلقاً ترک فرائض داشتند باوجود آنکہ از علما فحول بودند و حضرت قطبی فرمودند کہ شیخ محمد فخر الدین جونپوری را گفتیم کہ شیخ حسین نماز نمیگذارد و شیخ محمد فخر الدین فرمودند کہ مانگویم کہ حسین نماز نمی گذارد شیخ حسین یک ترکستانی درراہ خدائے تعالیٰ است لیکن ایشاں راہ قلندریہ دارند ما راہ تصوف۔

(اس فقیر نے حضرت قطب العالم سے دریافت کیا کہ شیخ الشیوخ نے عوارف المعارف میں (فرقہ ملامتیہ) وقلندریہ کا ذکر کیا ہے ہم لوگ ان کے متعلق کیا اعتقاد رکھیں فرمایا جیسا کہ شیخ الشیوخ نے فرمایا ہے ان لوگوں کے حقانی ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہئے اس کے بعد حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ حضرت شیخ نے شرع کی رعایت فرمائی ہے کہ قلندریہ کی بابت فرائض کی پابندی کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقت الامر کو مخفی رکھا

اور ہم نے قلندریہ کو یہ دیکھا ہے اور سنا ہے کہ ان کو ترک فرائض میں ذرا باک نہیں تھا جیسے کہ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی وخواجہ کرک کریئی قلندر وغیرہ وغیرہ اور ہم نے خود دیکھا ہے کہ شیخ حسین سرہرپوری پھر جونپوری قلندر سارے فرائض کے تارک تھے باوجودیکہ بڑے زبردست عالم تھے اور حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ شیخ محمد فخر الدین جونپوری سے ہم نے کہا کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے شیخ مذکور نے فرمایا کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حسین نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ شیخ حسین راہِ خداوندی کے ایک مردشہ سوار ہیں لیکن ان کا طریق قلندریہ ہے اور ہمارا طریق تصوف (یعنی ظاہر بھی آداب شریعت سے آراستہ کرنا)۔۱۲ مترجم)

اشکال: ظاہر ہے

حل: اسی عبارت مذکور کے بعد متصل ہے۔ عزیز من ترک فرائض از قلندریہ من حیث الظاہر یا از آنست کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ایشاز امرتبہ روحی عطا فرمودہ است وقدرت دادہ، است بتجسد ارواح دریک حال ودریک وقت خودراچند جائے بنمایند پس اگرچہ در وقتے درمقامی ترک فرائض از ایشاں دیدہ می شود نتواند بود کہ ہمدران وقت در مقام دیگر بجا آوردہ باشد ویا ازاں است کہ در عقل شان کہ مناط تکلیف است خللے پدید آمدہ است ومعتوہ شدہ اند وبر معتوہ تکلیفات شرعیہ نیست چنانچہ بر مجنون۔ پس ایشاں ہم برخصت شرع غیر مکلف شدہ اند اگرچہ من حیث الظاہر در بعضے امور ہوشیاری در ایشاں دیدہ می شود چوں عقل مناط تکلیف ندارند غیر مکلّف اند فلایشکل ماقیل فی المسئلة الاعتقادیة من قوله واذابلغ العبده فی المحبة والقربة من الله تعالیٰ درجة تسقط عند هذه الوظائف ای وظائف الشریعة من الفرائض والواجبات والسنن مادام حیا فی الدنیا ومن یدعی ذلک فهو زندقة والحاد فان الفضل خلیفة الله تعالیٰ فی الدنیا الانبیاء والرسل ولم ینقل عنهم مثل هذا

قال اللہ تعالیٰ عن عیسیٰ علیہ السلام واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا فاذالم تسقط عنھم فمن دونھم اولی کذا فی عقیدۃ الجناح وآنکہ بعضے گفتہ اند کہ رفع تکلیف بعضِ اولیارامی شود مراد از رفع تکلیف درحق اولیاء اللہ رفع کلفت است نہ رفع اصل تکلیفات شرعیہ یعنی درعبادات حق کلفت ورنج ندارند بہ راحت قلبی وقالبی وبشوق وذوق درعبادۃ باشند واللہ اعلم بالصواب۔

(عزیز من قلندریہ کا بظاہر فرائض ترک کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو مرتبہ ہی عطا فرمایا ہے اور قدرت دی ہے کہ بہ سبب تجسد ارواح کے ایک حالت میں اور ایک وقت میں چند جگہ ظاہر ہوں پس اگر کبھی کسی مقام میں ترک فرائض ان سے معلوم ہو تو ممکن ہے کہ اسی وقت میں دوسرے مقام میں (دوسرے جسد سے) فرائض ادا کر لیتے ہوں اور یا اس وجہ سے ہے کہ ان کی عقل میں جو کہ مدار ہے مکلّف ہونے کا کچھ خلل پیدا ہو جاتا ہو اور معتوہ ہو جاتے ہوں اور معتوہ شرعاً مکلّف ہوتا نہیں جیسے مجنون مکلّف نہیں ہوتا۔ پس ان کو بھی شرعی رخصت غیر مکلّف ہونے کی مل جاتی ہو۔ اگرچہ بظاہر بعضے اُمور ہوشیاری اور عقل کے ان سے نظر آتے ہوں (مگر) چونکہ عقل ان کے اندر اس قدر نہیں کہ جس کی وجہ سے مکلّف ہوں اس وجہ سے غیر مکلّف ہوتے ہیں (پس جب قلندریہ کی ترک فرائض کی وجہ یہ ہے) تو اس مسئلہ اعتقادی پر کچھ اشکال نہیں کہ بندہ کو محبت اور قرب الٰہی کا ایسا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ جس سے احکام شرعیہ اس کو معاف اس زندگی میں ہو جائیں خواہ فرائض ہوں خواہ واجبات وسنن ہوں اور جو اس کا مدعی ہو تو اس کا دعویٰ زندقہ والحاد ہے کیونکہ مخلوق میں سب سے افضل انبیاء ورسل علیہم السلام ہیں حالانکہ ان میں سے کسی سے اس قسم کا دعویٰ منقول نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل فرمایا ہے اور وصیت کی مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی جب تک زندہ رہوں پس جبکہ ان حضرات سے احکام الٰہیہ معاف نہیں ہوئے تو ان کے غیر سے تو بدرجہ اولیٰ معاف نہ ہوں گے۔ (کذا فی عقیدۃ الجناح) اور یہ جو

بعض نے کہا ہے کہ بعض اولیاء سے تکلیف رفع ہو جاتی ہے تو مراد اس سے تکلیف یعنی کلفت و مشقت کا دور ہو جانا ہے نہ کہ تکلیفات شرعیہ (بمعنی احکام شرعیہ) کا معاف ہو جانا یعنی عبادت الٰہی میں کلفت اور مشقت ان کو نہیں ہوتی راحت قلبی و راحت بدنی اور شوق و ذوق کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲ مترجم)

ف: پہلی توجیہ میں جو فرمایا ہے۔ ہمدرآں وقت در مقام دیگر بجا آوردہ باشد اس میں ایک شرط ہے وہ یہ ہے کہ جس جسد سے فرائض ادا کئے ہیں وہ اگر عنصری ہے تو فرائض ادا ہوں گے اور اگر مثالی ہے تو فرائض ادا نہ ہوں گے پس اگر وہ قلندر عالم ہے تو اس کی رعایت کرے گا لیکن ناظرین کو دفع اعتراض کے لئے اس کا احتمال بھی کافی ہے البتہ مبصر کو جو ان دونوں جسدوں کی معرفت رکھتا ہو اس کے خلاف ہونے پر اعتراض کا حق ہے۔

واقعہ نمبر ۵۸۔ از انوار العارفین تذکرہ خواجہ علو ممشاد دینوریؒ منشائے چشتیان

از شیخ عماد الدین سہروردی نقل است کہ وے اہل سماع بود و سماع اکثر شنیدے و اعراس پیران خود میکرد و در روز عرس سماع می شنید بخدمت وے پرسیدند سماع شنیدن و باز مخصوص در روز عرس از کجا آمدہ است گفتند پیغمبر ما مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم و علی مرتضٰیؓ و جمیع پیران ما سماع شنیدہ اند و تخصیص روز اعراس اینکہ ایشاں را در آں روز وصال دوست میسر شدہ است پس من شادی روز وصال پیران خود سماع می شنوم تا از توجہ ایشاں ما نیز بمقام وصال برسیم انتہی۔

(شیخ عماد الدین سہروردی رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ وہ اہل سماع تھے اور سماع اکثر سنتے تھے اور اپنے پیروں کے عرس کیا کرتے تھے اور عرس کے روز سماع سنتے تھے انکی خدمت میں احباب نے عرض کیا کہ (اول تو) سماع سننا اور پھر خاص کر عرس کے دن سننا کہاں سے معلوم ہوا ہے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ہمارے سارے پیروں نے سماع سنا ہے۔ اور اعراس کے دن کی تخصیص کا سبب یہ ہے کہ ان حضرات کو اس دن میں وصال دوست میسر ہوا ہے

پس میں اپنے پیروں کے وصال کی خوشی کے دن سماع سنتا ہوں تا کہ ان کی توجہ سے مقام وصال تک پہنچ جاؤں۔۱۲مترجم)

اشکال: کیا اعراس خلاف شرع نہیں ہیں۔

حل: تحقیق مقام یہ ہے کہ حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یزور قباء اویأتی قباء وفی روایۃ کل سبت راکباً وماشیاً فیصلی فیہ رکعتین للستۃ الا الترمذی (جمع الفوائد) وعن ابی ہریرۃ مرفوعًا لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم للشیخین وابی داؤد والترمذی.** (جمع الفوائد)

ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لئے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلا کسی مباح مصلحت کے لئے ہو جائز ہے جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لئے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تا کہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللّٰہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے ثواب پہنچانا بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لئے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں اس لئے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے البتہ جزم جائز نہیں،

بہر حال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے لیکن اگر اور کوئی عارض موجب منع اس میں منضم ہو جاوے مثلاً سماع خلاف شرائط یا اختلاط امارد و نساء یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام خصوص فساق و فجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلاضرورت ان کا احترام یا احتمال فساد عقیدہ عوام تو ان عوارض سے پھر وہ مباح بھی ممنوع ہو جائے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترک ہو جاوے گا جیسا اس زمانہ میں اکثر اعراس کی حالت ہو گئی ہے۔ پس قدماء مشائخ سے جو اعراس منقول ہیں اگر سند نقل صحیح ہو ان میں کوئی امر منکر ثابت نہیں پس ان کے فعل میں کوئی اشکال نہیں البتہ اس وقت کے اعراس کو ان پر قیاس کرنے کی اصلاً گنجائش نہیں کہ اس میں علاوہ فساد اعتقادی کے التزام و اہتمام ایسا ہوتا ہے کہ وہ عید منہی عنہ ہو جاتی ہے جس کی نسبت نسائی کی حدیث میں ہے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم.**

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قبر کو عید نہ بنایا اور مجھ پر درود پڑھنا اس لئے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچے گا جہاں کہیں تم ہو۔۱۲ مترجم)

یہ تقریر تھی تحقیق حکم عرس میں اب واقعہ مذکورہ مقام کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ کے عرس میں کوئی ایسا امر تو منقول ہے ہی نہیں جو فی نفسہ منکر ہو اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے عوام بھی احتمال مفسدہ سے مبرا تھے کیونکہ جو سوال واقعہ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر فعل کا ماخذ و منشا شرعی ڈھونڈتے تھے تو اس سے ان کی خوش اعتقادی معلوم ہوتی ہے اور یہاں سے معلوم ہو گیا کہ حضرت شیخ کے اعراس کی تعیین اگر دلیل شرعی سے منکر ہوتی تو اس سے بھی سوال کیا جاتا، اسی لئے حضرت شیخ نے بھی تعیین کی حکمت بیان نہیں فرمائی۔ سائلین نے ایک تو سماع پر انکار کیا دوسرے یوم عرس کے ساتھ سماع کی تخصیص پر انکار کیا انہوں نے اسی کا جواب دے دیا اول سوال کا جواب تو نقل سے یعنی حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم کے اور ائمہ کے فعل سے دیا جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں عنقریب نقل کروں گا جن سے اس سماع منقول کی شان معلوم ہوتی ہے جس کے بعد اس زمانہ کے سماع کا اس سے کوئی تعلق ہی معلوم نہیں ہوتا۔ اور دوسرے سوال کا جواب ذوق اور کشف سے دیا جس میں دو امر کی طرف اور بھی اشارہ کیا جو زائد علی السوال ہیں ایک عرس کی وجہ تسمیہ کی طرف اس قول میں شادی روز وصال الخ دوسرے ان حضرات کی زیادت **توجه الى اهل الافادة لهم و اهل الاستفادة منهم** (زیادہ توجہ ہونا انکو فائدہ (بطریقہ ایصال ثواب) پہنچانے والوں اور ان سے فائدہ حاصل کرنے والوں کی طرف۔۱۲) کی طرف اس قول میں من روز وصال الی قولہ تا از توجہ شان الخ جس سے بعض اکابر اہل ذوق کے قول مذکور بالا کی تائید بھی ہوتی ہے اور جس وجہ تسمیہ کی طرف حضرت شیخ نے اشارہ کیا وہ اس حدیث سے ماخوذ ہے۔ **نم كنومة العروس.** (سوتے رہو مانند عروس (دلہن کے) ۱۲) اب وہ دو حدیثیں جو بالکل اس باب میں امر فیصل ہیں نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ وہ دو حدیثیں یہ ہیں۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت دخل ابوبكر وعندى جاريتان من جوارى الانصار تغنيان بما تفاولت الانصار يوم بغاث قالت وليستا بمغنيتين فقال ابوبكر ابمزامير الشيطان فى بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وذلک فى يوم عيد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابا بكران لكل قوم عيد او هذا عيدنا. (بخاری ابواب العيدين)

وقالت الربيع بنت معوذ بن عفراء جاء النبى صلى الله عليه وسلم فدخل حين بنى على فجلس على فراشى كمجلسک منى فجعلت جويريات منايضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائى يوم بدر اذقالت احداهن وفينانبى يعلم مافى غد فقال دعى هذه وقولى بالذى كنت تقولين. (بخاری ابواب النكاح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اس حال میں کہ میرے پاس دو بچیاں قبیلہ انصار کی بچیوں میں سے اس مضمون کا گیت گا رہی تھیں جو کہ انصار نے جنگ بغاث کے دن کہا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور وہ دونوں گانے والیاں نہ تھیں پس فرمایا ابوبکرؓ نے کہ شیطان کے مزامیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں کیوں جمع کر رکھا ہے اور یہ واقعہ عید کے دن کا ہے پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوبکر ہر قوم کے واسطے ایک عید ہے اور یہ دن ہمارے لئے عید ہے۔ (بخاری ابواب العیدین)

اور کہا ربیع بنت معوذ بن عفرا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس اندر داخل ہوئے جس وقت کہ میری رخصتی ہوئی تھی پس بیٹھے میرے فرش پر جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو پس ہماری چھوٹی بچیاں دف بجانے لگیں اور جنگ بدر میں جو میرے بڑے مقتول ہوئے ہیں ان کا مرثیہ گانے لگیں دفعتہً ان میں سے یہ کہا وفینا نبی یعلم مافی غد (اور ہم میں ایک ایسے نبی موجود ہیں جو آئندہ کے واقعات کا علم رکھتے ہیں۔) پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کلمہ کو چھوڑ و اور وہی کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔ (بخاری ابواب النکاح) ۱۲ مترجم

ان حدیثوں سے اُمور ذیل مستفاد ہوئے۔ (۱) اول گانے والیاں نابالغ بچیاں تھیں کما فی الصراح جاریة بنیة (یعنی تصغیر بنت) فی حاشیة المشکوۃ الجاریة من النساء من لم تبلغ الحلم گو کبھی مجازاً جوان پر بھی اطلاق آتا ہے مگر بلا دلیل عدول اصل سے جائز نہیں۔ (۲) وہ اس فن کی جاننے والیاں نہ تھیں ان کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے اکثر گھروں میں چھوٹی بچیاں جھولے میں بیٹھ کر دل بہلانے کو مہندی وغیرہ کے گیت گا لیتی ہیں۔ (۳) مضمون گیت کا شہوانی نہ تھا بلکہ شجاعت انگیز تھا اور ایک نے جو بے موقع مضمون شروع کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک دیا اب بے موقع ہونے کی خواہ کوئی وجہ ہو۔

(۴) چونکہ اس فن کو نہ جانتی تھیں ظاہر ہے کہ دف بھی باقاعدہ نہ بجاتی تھیں فقہاء نے بھی جو شادی کے اعلان کے لئے دف کی اجازت دی ہے اس میں عدم تطریب کی شرط ٹھہرائی ہے۔ (۵) بدون داعی کے اس شغل کو اس قدر ناپسندیدہ قرار دیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو مزامیر شیطان فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کو رد نہیں فرمایا بلکہ ایک داعی کو ذکر فرمادیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ ترمیم فرمائی کہ وہ یوم عید کو داعی نہ سمجھے تھے آپ نے اس کا داعی ہونا بتلا دیا باقی بلا داعی اس اشتغال کے مذموم ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی نہیں فرمائی پس حدیث تقریری سے بلا داعی ایسے اشتغال کا مذموم ہونا ثابت ہو گیا۔ اب یہ دوسرا کلام ہے کہ دوسرے کس کس داعی کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے سو یہ کلام منصب مجتہدین کا ہے جن میں مشائخ محققین بھی داخل ہیں غیر مجتہدین کا اس میں کچھ دخل نہیں باقی مباحث سماع اس باب کے نمبر (۱) میں گزر چکے ہیں۔ فقط

فائدہ: اعراس منہی عنہا پر زیارت قبر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس نہ کیا جاوے جیسا بعض اہل ظاہر نے اس میں تشدد کیا ہے کسی نے نفس سفر میں کلام کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے۔ **لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد الحدیث** (سواریاں صرف تین مسجدوں کے لئے تیار کی جاویں، مسجد اقصیٰ، مسجد الحرام، مسجد نبوی، ۱۲ مترجم) حالانکہ اس حدیث کی تفسیر خود دوسری حدیث میں آ گئی ہے۔

فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاینبغی للمطی ان یشدرحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والاقصی ومسجدی ھذا (من منتھی. المقال للمفتی صدر الدین رحمہ اللّٰہ)

(مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز ہے مسافر کے لئے یہ بات کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سواری تیار کرے بجز مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔ ۱۲)

اور کسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے لاتجعلوا قبری عیدا حالانکہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے اور عید کے یہی دو لازم ہیں اور بعض نے خیر القرون میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے حالانکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں ثابت ہے کہ وہ روضۂ اقدس پر صرف سلام پہنچانے کے لئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کے لئے سفر جائز ہے تو خود اپنا سلام عرض کرنے کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز ہے لانه اقرب الی الضرورة لكونه عملا لنفسه اور وہ روایت یہ ہے۔

فی خلاصة الوفاء ص ۴۷ للسمهودی رحمه الله المتوفی ۱۱۰ھ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز انه كان يبرد البريد من الشام يقول سلم لی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال الامام ابوبكر بن عمر ابی عاصم النبيل من المتقدمين فی مناسك له التزم فيها الثبوت (لعل المراد انه لايروى فيها الا الروايات الثابتة المقبولة عند اهل الفن ۱۲) وكان عمر بن عبدالعزیز يبعث بالرسول قاصداً من الشام الی المدينة ليقرئ النبی صلی الله علیه وسلم السلام ثم يرجع وكذاكتب الی المولوی محمد شفيع من الديوبند) قلت ان رحيل البريد هذا لم يكن للصلوٰة فی المسجد وهذا ظاهر لاشبهة فيه

(سمہودی رحمہ اللہ کی کتاب خلاصۃ الوفاء ص ۴۷ میں مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ملک شام سے قاصد کو اس لئے بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہا امام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم نے اپنی کتاب مناسک میں جس میں التزام ہے کہ بے اصل روایت نہ لائیں بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ ملک شام سے ایک قاصد کو مدینہ بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں سلام عرض کر کے واپس آوے۔۱۲ مترجم)

اور نسائی باب ساعة الاجابته یوم الجمعة میں جو بصرہ بن ابی بصرہ کا قول ہے (لو لقیتک (یاباھریرة) من قبل ان تاتیه (ای الطور) لم تاته (اگر میں آپ سے (اے ابوہریرہ) آپ کے (کوہ طور) جانے سے پہلے ملاقات کرلیتا تو آپ وہاں نہ جاسکتے۔۱۲ مترجم) اوراس پر حدیث لاتحمل المطی الا الی ثلثه مساجد (نہ سفر کیا جاوے مگر تین مسجدوں کی طرف۔۱۲ مترجم) سے استدلال فرمایا تو اس سے مطلق سفر لزیارة الطّور کی ممانعت لازم نہیں آتی بلکہ سفر باعتقاد قربت سے ممانعت ہے چونکہ اس کا قربت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا ثابت ہو یا سفر باعتقاد قربت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں۔ فقط وھذا اخر الرسالة واللہ ھو الرفیق فی کل حالة + ومنه التوفیق فی کل عمل ومقالة + وصلے اللہ تعالٰی علی خیر خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعین. المنجین لنا من کل ضلالة + وکان منتصف صفر یوم الفراغ من ھذه العجالة التی ھی من ذخائر افادات الکبار کالسلالة. ربّنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم +

فراغ ثانی

آج کہ چہارم ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ہے رسالہ ہذا پر نظر ثانی سے فارغ ہوکر (جس کے دوران میں جابجا اصلاحات مفیدہ و اضافات جدیدہ بھی ہوتے رہے) کاتل اشاعت وحامل طباعت کے سپرد کردیا گیا اور اتفاق سے آج ہی میری عمر کا اکہتر واں سال بھی ختم ہوا۔ (لان ولادتی کانت فی خامس ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ وقت الصباح) والشکر للہ الغفور الشکور + والیه عاقبة الامور +

الحمدللہ! ''مقالات حکیم الامت'' کی جلد 88 اختتام کو پہنچی۔

بحمد اللہ تعالیٰ

مقالاتِ حکیم الامتؒ ... ایک تعارفی نظر

50 ہزار صفحات
106 جلدیں

خطباتِ حکیم الامت 32 جلد ... ملفوظاتِ حکیم الامت 32 جلد
کلید مثنوی 10 جلد ... مقالاتِ حکیم الامت 32 جلد







حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے
تقریباً 350 الہامی خطبات 32 جلد
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
کی نگرانی میں جدید تخریج و تعلیق

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے
تقریباً 16 ہزار ملفوظات کا مبارک مجموعہ
احادیث مبارکہ کی تخریج کے ساتھ 32 جلد

حضرت الشیخ جلال الدین رومی رحمہ اللہ
کی معرکۃ الآراء الہامی کتاب مثنوی شریف
کی عظیم اردو شرح 10 جلد

مذکورہ تینوں کتب کی جلدوں کی مجموعی تعداد 74 ہے اور یہ تینوں کتب مقالات حکیم الامت میں شامل ہیں



حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نادر و نایاب قدیم و جدید
تقریباً 350 رسائل و کتب کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت
(جلد 75 تا 106 تک) (32 جلد)
یہ جدید مجموعہ اہل علم و فضل، ارباب مشائخ اور سلسلہ اشرفیہ سے
وابستگان حضرات کیلئے ایک بہترین علمی تحفہ ہے۔

نوٹ: مذکورہ مقالات حکیم الامت میں یہ کتب شامل نہیں ہیں
تفسیر بیان القرآن (2 جلد)... آسان بیان القرآن (2 جلد) از حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ
خلاصہ تفسیر بیان القرآن از مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ... مخطوطہ بیان القرآن... یعنی حکیم الامتؒ
کے دست مبارک سے لکھے ہوئے مسودہ کا عکس... اشرف التفاسیر (3 جلد)... حکیم الامت... نقوش و تاثرات۔

خوشخبری: "الحمد للہ! حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی تقریباً 35 نایاب کتب
و رسائل کا جدید مجموعہ "مقالات حجۃ الاسلام" (17 جلدوں میں) بھی شائع ہو چکا ہے